# بچوں اور بچیوں کے لئے کتابیں

**مزیدار کہانیاں** چھوٹے بچوں کے مطلب کی انھیں کی زبان میں لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں ہیں اور جناب [illegible] صاحب نے لکھی ہیں دلی کی زبان اور پھر سید صاحب کا طرز بیان ایک ایک کہانی ایسی ہیں کہ بغیر ختم کئے بچے چھوڑ نہیں سکتے تو کہانیوں کی دلچسپی اور عمدہ تصویریں بچے خوش ہو جائیں گے۔ قیمت ۸ر

**جاپانی کہانیاں** بتیجو مسز [illegible] صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ جاپان میں کئی سال رہیں انھوں نے بچوں کے مطلب کی نہایت عمدہ عمدہ سبق آموز کہانیاں جمع کیں اور بڑی قابلیت سے اردو میں لکھیں چند کہانیوں کے عنوان یہ ہیں۔ چڑے چڑیا کی کہانی، پھول کھلانے والا بڈھا، انگلی کے برابر بچہ، عجیب شفتالو، کیکڑا اور بندر، بچوں کا باغ، شفتو کو اسرو وغیرہ جاپانی بچوں کی یہ بہترین ۱۲ کہانیاں ہیں جن سے بچے بہادر، بلند ہمت، محنتی جفاکش ہوتے ہیں ہر کہانی کے ساتھ کئی کئی عمدہ تصویریں ہیں۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

**بچوں کی دنیا** ملک روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کی کتابیں مرد، عورت، بچے سب پسند کرتے ہیں۔ ٹالسٹائی نے بچوں کے لئے جو کہانیاں لکھی تھیں ان میں سے ۵ بہترین کہانیوں کا ترجمہ بچوں ہی کی زبان میں کیا گیا ہے دلچسپ ہونے کے علاوہ بچوں میں ان کہانیوں سے نیکی، محبت، بہادری، حب الوطنی، ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت ۴ر

**بالشتیوں کی دنیا** یعنی مختصر دنیا، ایک انگریز سیاح بالشتیوں کی دنیا میں چلا گیا [illegible] ایسے دیو سمجھے گئے یہ سیاح کبھی درجنوں بالشتیوں کو جیب میں ڈال لیتا کبھی سینکڑوں بالشتیوں کا کھانا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا، بہت آسان زبان میں اس دلچسپ کہانی کا ترجمہ کیا گیا ہے بچے اور بچیاں منہ سے لیکر پڑھتی ہیں ۸ر

## زنانہ نظموں کے دو مجموعے

**آئینہ جمال** یعنی دور حاضرہ کی نامور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال صاحبہ کی ۲۰ نظمیں نہایت دلآویز اور اخلاق آموز اسلام کے روادارین سبق آموز منظوم واقعات درد قومی کی تڑپ، مناظر قدرت کی تصویریں، جذبات نسوانی کی صحیح ترجمانی، موسیقی کی لطافت، کیا خوبی ہے جو آئینہ جمال میں نہیں، خوف خدا، پاس مذہب، حب وطنی، ایثار، ہمت، بہادری کے جذبات اس کے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ قومی، اخلاقی، تاریخی، نیچرل نظموں کا یہ دلآویز مجموعہ ہے اور عورتوں میں خوب مقبول ہوا ہے یہ نظمیں چار حصوں میں منقسم ہیں (۱) جذبات پریشان (۲) جبروت اسلام (۳) ترانہ ہائے [illegible] اکثر شاعرانہ فطرت پر مبنی ہیں جو رسالوں اور اخبارات نے شائع کر رکھے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

**شمع خاموش** لکھنؤ کی مشہور شاعرہ محترمہ بیگم [illegible] کی دردانگیز اور پُراثر نظموں کا مجموعہ مولانا راشد الخیری کی [illegible] بیش قیمت [illegible]

---

نے دیباچہ لکھ کر مرتب کیا ہے۔ یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہیں۔ اور رسالوں میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھکر آنسو نکل آتے ہیں کسی خاتون کے کلام کا ایسا دردانگیز مجموعہ اب تک نہیں چھپا۔ زبان آسان اور عام فہم ہے۔

**آئینہ موٹر** موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں مگر وہ سب ملکر آئینہ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں ہیں اس کتاب میں سب سے پہلے موٹر انجن کے ہر حصے کے اصول سلیس اور عام فہم عبارت میں سمجھائے گئے ہیں اور ہر مضمون کے علیحدہ باب مقرر کیے گئے ہیں اس کتاب میں موٹر کے ہر پرزے کے متعلق تمام ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جن سے ہر پرزے کو کھول کر آسانی ہر شخص فٹ کر سکتا ہے۔ ڈرائیور علی العموم صرف گاڑی چلانی جانتے ہیں۔ چلتے چلتے موٹر بگڑ جائے تو صحیح اصولوں پر مرمت نہیں کرتے اور پھر بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی مدد سے ہر پرزے کے متعلق مالک موٹر کو کافی واقفیت ہو جاتی ہے، وہ انجن کی آواز سے معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی موٹر کس حال میں ہے ڈرائیور اور ورکشاپ کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آتی اور بہت روپیہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے ہر باب کے بعد اس کتاب میں سوال جواب کی صورت میں نفس مضمون ذہن نشین کر دیا گیا ہے اس کے اسباب کیے گئے ہیں جن سے ہر نقص بآسانی دور کیا جا سکتا ہے پھر موٹر چلانے کے قواعد بھی درج کیے گئے ہیں آخر میں تمام مروجہ اصطلاحیں اور ان کی مفصل تشریح، موٹر کے پرزوں کی بیشمار تصاویر دی گئی ہیں یہ کتاب درجنوں جرمنی انگریزی کتابوں کا نچوڑ ہے ایک ماہر فن کی جنھوں نے جرمنی میں مدت تک یہی کام سیکھا کی محنت ہے۔ قیمت ۱۲ر

## مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی [illegible]

| | | | |
|---|---|---|---|
| آمنہ کا لال ۸ر | جوہر عصمت ۱۲ر | شام زندگی ۸ر | انگوٹھی [illegible] |
| الزہرا ۱۲ر | طوفان اشک ۱۲ر | صبح زندگی ۱۲ر | [illegible] |
| وداع خاتون ۵ر | ولایتی نخی ۶ر | نوحہ زندگی ۱۲ر | سیلاب [illegible] |
| چمنستان مغرب ۸ر | منازل السائرہ [illegible] | محبوبہ خداوند ۱۲ر | نانی [illegible] |
| شب زندگی ۱۲ر | دو حصے ۱۲ر | طوفان حیات ۸ر | [illegible] |
| نسوانی زندگی ۸ر | دین کا دم واپسیں ۱۲ر | تمغۂ شیطانی ۱۲ر | [illegible] |
| حیات صالحہ ۱۲ر | دنیا کی سرگزشت ۱۲ر | یاسمین شام ۱۲ر | [illegible] |
| جوہر قدامت ۱۲ر | چہار عالم ۲ر | غدر کی ماری [illegible] | [illegible] |
| نوروز ۴ر | سراب مغرب ۸ر | شہزادیاں ۱۲ر | [illegible] |
| ستونتی ۸ر | سات روحوں کے [illegible] | نالۂ حزیں ۸ر | [illegible] |
| وداع ظفر ۱۲ر | اعمالنامے ۸ر | تیغ کمال ۱۲ر | [illegible] |
| گلدستۂ عید ۸ر | سیدہ کا لال ۱۲ر | گرفتار قفس ۱۲ر | [illegible] |
| رود قفس ۱۰ر | آمنہ کا لال [illegible] | قرآنی قصے [illegible] | [illegible] |
| تفسیر عصمت ۸ر | داستان کی [illegible] ۱۲ر | عروس شرق ۱۰ر | |
| منازل ترقی ۱۲ر | [illegible] | گرداب حیات [illegible] | |
| [illegible] ۱۲ر | [illegible] | [illegible] | |

مس منور سکندر



آپکو مورس کالج ناگپور کے اعلیٰ کھلاڑیوں کا کپ ملا ہے -

سردارنی سوشیلا دیوی



آپ ''سکھ-ویر'' رسالے کی ادارت میں مدد دیتی ہیں-

The Ismat, Delhi -Vol. 58, No. 2

مس ایمی ایس ملیسویل عمر ۸۳ سال



آپنے اس الکشن کے انتخابات میں سب سے پہلے پرچی ڈالی ۔

مس بی ملیچھ



آپ نے لیموئل ہاوس، سکول
لکھنوی کا اعلیٰ ٹیلرنگ کا کورس کپ
حاصل کیا ہے ۔

# رسالہ عصمت دہلی

انتیسواں ۲۹ سال | بابت ماہ فروری ۱۹۳۷ عیسوی | جلد ۵۸ نمبر ۲

## فہرست مضامین



چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپیہ۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ فی پرچہ ایک روپیہ۔

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک اسٹال پر بھی ۵ ر میں ملتا ہے۔

باہتمام (نواب) مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

# چند باتیں

حضرت والد مغفور کا بابرکت سایہ اُٹھنے کے بعد ان کے کام جاری رکھنے اور ان کی نئی یادگاریں قائم کرنے کے سلسلہ میں تعزیت ناموں میں، اخبارات و رسائل میں، زنانہ و مردانہ جلسوں میں جو تجاویز کی گئی تھیں ان پر اپریل کے عصمت میں میں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا تھا۔ جن تجویزوں یا مشوروں کا کسی نہ کسی حد تک میری ذات سے تعلق تھا وہ کہاں تک عملی جامہ پہن سکیں اور کس حد تک ان کی کامیابی کی کوشش کی گئی اس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا تھا کہ "علامہ مغفور کے تینوں رسالوں کی ترقی کی کوشش کی جائے" بالخصوص عصمت کی کیونکہ عصمت علامہ مرحوم کی بہترین یادگار ہے۔ عصمت کے ضخیم "راشد الخیری نمبر" میں عصمت کی اٹھائیس سال کی جو تاریخ قلمبند کی گئی تھی، اس سے یہ معلوم ہونے کے علاوہ کہ خواتین ہند کے محسن اعظم نے عصمت کے لئے کیسی کیسی روحانی تکالیف برداشت فرمائیں اور کیسی کیسی زبردست مالی قربانیاں کیں، اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ عصمت کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں جنہیں ہر دور میں اور ہر حالت میں قائم رکھنے کی کوشش کی گئی۔ سال بھر پہلے تک جن اصولوں کی پرچہ پابندی کر رہا اور جس انداق اور جس معیار اور جس طرز کے مضامین شائع کر رہا تھا۔ حضرت علامہ مغفور کے بعد بھی انہیں اصولوں کے ساتھ اسی قسم کے مضامین شائع کر رہا ہے۔ مضامین کی ترتیب، پرچہ کی پابندی وقت اور دفتر کے انتظامات میں بھی کوئی فرق نہیں آیا باوجود اس کے کہ میں اس سال پرچہ پر اتنی زیادہ توجہ نہ کر سکا جتنی شاید مجھے کرنی چاہیئے تھی۔ حضرت علامہ مغفور کی سرپرستی سے محروم ہو جانے کے علاوہ قسم دوم کے چندہ میں اضافہ ہونے اور کئی ماہ تک میرے کام نہ کر سکنے کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ اشاعت نہ گر جائے، مگر کوئی فرق اس میں بھی نہ آیا۔ پرانے خریداروں کو بدستور اپنے پرچہ سے دلچسپی اور ہمدردی رہی لیکن اُنہوں نے توسیع اشاعت پر قابلِ ذکر توجہ نہ فرمائی مختصر یہ کہ پرچہ نے کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ لیکن جن حالات میں وہ اپنی جگہ پر قائم ہے یہ بھی معمولی بات نہیں ہے۔

"بنات" اور "جوہر نسواں" اپنی اپنی کوششوں میں مصروف ہیں۔ جوہر نسواں پر کافی محنت ہو رہی ہے اور وہ ترقی کر رہا ہے بنات کی طرف سے اگر اطمینان نہیں تو مایوسی بھی نہیں ہے۔

ہر سال فروری کے عصمت میں مصورِ غم علیہ الرحمۃ کی یاد میں مضامین شائع کرنے کا مشورہ بھی دیا گیا تھا جس پر آئندہ سال سے عمل کیا جائے گا۔ اس دفعہ اس وجہ سے اس کی ضرورت نہیں ہوئی کہ ابھی تین ماہ قبل یعنی اکتوبر تک حضرت علامہ مغفور کے متعلق مضامین شائع ہوتے رہے اور رحلت مصورِ غم پر جس قدر تعزیتی مضامین اور مرثیے شائع ہو گئے

کے کسی ادیب یا شاعر یا کسی مسلم رہنما کی وفات پر شائع نہیں ہوئے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال اور چند اور بزرگوں کا بیش بہا مشورہ تھا کہ تصانیف مصورِ غم کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہے۔ ابا جان اس دنیا سے تشریف لے گئے، مگر ان کی تصانیف اس وقت تک زندہ رہیں گی جب تک اُردو زبان کا وجود ہے۔ تصانیف مصورِ غم کی مقبولیت کی عام کیفیت یہ رہتی ہے کہ دو تین کتابیں ابھی پریس سے آئی ہیں کہ اور دو تین ختم ہو گئیں ان کے جدید اڈیشن ابھی تیار ہی ہو رہے ہیں کہ اور دو تین کتابیں ختم کے قریب ہیں۔ مجھے تو یاد نہیں کہ گزشتہ پندرہ سال میں کسی تاجر نے صرف پندرہ بیس کتابیں ہی معقول تعداد میں منگائی ہوں اور اسے دو تین کتابوں کے بھیجنے سے اس وجہ سے معذرت نہ کی گئی ہو کہ زیرِ طبع تھیں۔ حضرت مصنف کے بعد میں اب کوشش کر رہا ہوں کہ جو کتاب تھوڑی تعداد میں رہ جائے اس سے پہلے کہ وہ ختم ہو اس کا جدید اڈیشن تیار ہو جائے۔ میرے زمانہ طالب علمی میں جن کتابوں کا حق تصنیف دوسرے حضرات نے حاصل کر لیا تھا، میں ان میں سے ایک تہائی تصانیف کا حق اشاعت ابا جان کے سامنے ہی واپس لے چکا تھا۔ قریب قریب ایک تہائی کتابیں اس سال لے چکا ہوں۔ اب صرف دس بارہ کتابیں باقی رہتی ہیں۔ ان کے لئے بھی انتہائی کوشش کر رہا ہوں۔

مختلف مضامین کتابی صورت میں جمع کئے جانے پر جس قدر زور دیا گیا تھا، اتنا ہی یہ کام مشکل تھا۔ حضرت والد مغفور نے اپنی کسی تصنیف کا خود کبھی مطالعہ نہیں فرمایا۔ وہ بھی نہ جانے کیا بات تھی جو پبلشروں کے انتہائی اصرار پر پانچ چھ کتابوں کی نظر ثانی بھی فرما دی، یا چند کتابوں کے خود پروف دیکھے، ورنہ جو کچھ لکھا نہ مسودہ کی نظر ثانی فرمائی نہ مضمون یا کتاب شائع ہونے کے بعد اسے دوبارہ دیکھا۔ اُنہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ان کی تصانیف کی تعداد کتنی ہے۔ اس طبیعت کے مصنف سے توقع ہی نہ کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے مطبوعہ مضامین کو محفوظ رکھتے۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو جو مضامین ملتے گئے احتیاط سے جمع کرتا گیا۔ مگر سنہ ۱۹ء کی آتش زدگی میں سب راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ اس کے بعد پھر جمع کرنے شروع کئے۔ تو خاتونِ اکرم جنت مکانی کی جوانمرگی نے مہینوں کسی کام کے قابل نہ رکھا، اور اس زمانے میں بہت سے مضامین ضائع ہو گئے، اب مختلف مضامین کتابی صورت میں جمع کرنے کے لئے عصمت ہی کا فائل مکمل نہ تھا۔ تمدن، مخزن، خطیب، نظام المشائخ کی کئی کئی سال کی مکمل جلدیں اور چند اور مختلف رسالے جن میں والد مغفور کے چند مضامین شائع ہوئے تھے اور جن کے صرف عنوانات میرے ذہن میں تھے، ان سب کی فراہمی کوئی آسان بات نہ تھی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کئی ماہ کی مسلسل تلاش و جستجو اور دن رات کی محنت اور کوشش کے بعد سوائے گنتی کے چند مضامین کے قریب قریب تمام مضامین فراہم ہو گئے۔ اور ان کو موضوعوں کے اعتبار سے تقسیم کر کے عصمت کا راشد الخیری نمبر شائع ہونے کے بعد ہی مجموعوں کی تیاری شروع کر دی گئی اور ۹ مجموعوں کا پہلا سٹ ستمبر میں شائع ہو گیا۔ اس موقع پر بھی وہ تمام محترم خواتین و حضرات میرا دلی شکریہ قبول فرمائیں جنہوں نے فراخ حوصلگی کے ساتھ میری صدا پر لبیک کہی اور نہ صرف ہمت افزا خطوط لکھے بلکہ ان مجموعوں

کیلئے پیشگی قیمت روانہ فرما کر سچی قدر دانی اور علمی ہمدردی کا ثبوت دیا۔اگر عصمتی بہنیں اس تجویز کے بعد خاموش ہو جاتیں اور اسکو عملی جامہ پہنانے میں حصہ نہ لیتیں تو کم سے کم ۱۹۶۰ء میں میں کوئی مجموعہ شائع نہ کر سکتا تھا۔مگر خدا ان سب عزیز بہنوں اور بھائیوں کو خوش رکھے جنہوں نے ایسے اچھے کام میں حقیقی دردمندی سے حصہ لیا۔ستمبر میں پہلا سٹ شائع کرنیکے بعد میں اب دوسرا سٹ کی گیارہ کتابیں پریس بھیج چکا ہوں جو وسط فروری تک شائع ہو جائیں گی۔تیسرا سٹ جس میں زنانہ نصاب بھی شامل ہے آخری سٹ ہوگا۔میں کوشش کروں گا کہ اس ششماہی میں وہ بھی شائع ہو جائے۔

سوانح حیات کے متعلق میں لکھ چکا ہوں کہ مضامین کے تمام مجموعے شائع کرنے کے بعد اس کا کام شروع کیا جائیگا۔اشد ضرورت ہے کہ خطوط کے مجموعے اور تقریریں بھی سوانح عمری سے قبل شائع ہو جائیں۔میں نے کسی پچھلے پرچہ میں لکھا تھا کہ حضرت والد مغفور نے بعض بہنوں کو ان کے خانگی معاملات میں مشورے دئے تھے۔بعض حضرات کے پاس پندرہ بیس سال قبل ہی اس زمانہ کے خطوط ہونگے جب ابا جان خود عصمت کا تمام کام کرتے یا مخزن اور تمدن اڈیٹ فرماتے تھے۔بہت سی خواتین وحضرات ایسی ہیں جن کو تربیت گاہ کے سلسلہ میں خطوط کے جوابات تحریر فرمائے تھے۔اگر یہ خطوط مجھے بھیجدئے جائیں تو انکا مجموعہ بھی شائع ہو جائے اور اس طرح زبان اُردو اور طبقہ نسواں کی خدمت میں وہ بہنیں اور بھائی بھی کچھ نہ کچھ حصہ لے سکیں اسی طرح جن خواتین وحضرات کو علامہ مغفور کی تقریریں سُننے کا فخر حاصل ہوا تھا وہ انھیں تقریر کا جو حصہ یا جو فقرہ یاد ہو وہ تحریر فرما کر مجھے بھیجدیں۔راشد الخیری نمبر عصمت میں محترمات مریم یوسف علی صاحب بی۔اے اور گ۔ن صاحبہ کے مضامین علامہ مغفور کی تقریروں کے متعلق شائع ہو چکے ہیں سوائے ان دو بہنوں کے اور کسی نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔میں نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ جنہوں نے اوٹوگراف لکھوائے تھے وہ ان کی نقل روانہ فرما دیں۔لیکن سوائے محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ اور مولوی محمد احمد صاحب بی۔اے مجسٹریٹ کے اور کسی نے اوٹوگراف نہ بھیجے۔سوانح حیات کی تکمیل کے لئے ان سب باتوں کی اشد ضرورت ہے۔کاش محترم خواتین اور معزز بھائی جلد توجہ فرمائیں۔

یہ تمام امور جن کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے، تھوڑے یا بہت میری ذات سے متعلق تھے۔اب رہیں وہ تجویزیں جن کا تعلق قوم سے تھا۔ان کی بابت اپریل کے پرچہ میں میں نے لکھا تھا کہ اگر محض وقتی جوش ان تجاویز کا محرک ہے تو پھر خاموش ہو جائیے۔خالی خولی باتوں اور زبانی تجویزوں کی نہیں عمل کی ضرورت ہے۔حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمتہ نے غل غپاڑے اور پروپگنڈے کو کبھی پسند نہ فرمایا۔وہ خاموشی سے تمام عمر کام کرتے رہے، اُنھوں نے جو کچھ فرمایا وہ کیا اور جو خود عمل کیا اسکی دوسروں کو تلقین فرمائی۔اس لئے ان کی کسی ایسی یادگار کے متعلق جس کے قیام کا مجھے یقین نہ تھا اس اعلان کے بعد تجویزیں شائع کرنی میں نے پسند نہ کیں تاہم نئی یادگاریں قائم کرنے کی تجاویز کے سلسلے میں جو مضامین موصول ہوتے رہے ان میں سے صرف ایک بہن محترمہ امتہ الوحی صاحبہ کے مضامین جو انتہائی دلسوزی اور حقیقی ہمدردی کے سچے جذبات سے پُر تھے اور جو بہت غور و فکر کے بعد لکھے ہوئے تھے درج رسالہ کئے گئے۔جو صورتیں تجاویز کی کامیابی کے لئے پیش کی گئی

تھیں وہ ایسی تھیں کہ ان پر عمل کرنا کچھ بھی مشکل نہ تھا لیکن ایسے قابل قدر مضمون کا کیا حشر ہوا؟ چار سوا چار ہزار عصمتی بہنوں میں چار سو بیبیاں بھی ایسی نہ نکلیں جنہوں نے اس پر توجہ فرمائی ہو اور بنات و جوہر نسواں کا تو کیا ذکر عصمت کی اشاعت بڑھانے میں حصہ لیا ہو اور علامہ مغفور کے نام پر زنانہ کتب خانے قائم کئے ہوں! لیکن مجھے اس کا کچھ زیادہ ملال نہیں اپنی بساط کے موافق بُری بھلی ٹوٹی پھوٹی مری گری تھوڑی بہت اپنی زبان اور اپنی بہنوں کی خدمت میں جس حال سے کر رہا ہوں۔ حضرت والد مغفور کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مقامات کا سات آٹھ سال تک کئی کئی ہفتہ دورہ کیا بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے طبقہ کے افراد سے ملنے اور تبادلۂ خیالات کرنے کا اتفاق ہوا۔ المختصر مسلمانوں کی ذہنیت کا میں نے کچھ نہ کچھ مطالعہ کیا ہے، اور میرا اس نتیجہ پر پہنچنا غالباً غلط نہیں کہ مرد اور عورت، بڈھا اور بچہ، امیر اور غریب، تعلیم یافتہ اور جاہل غرض قوم کی قوم اور آوے کا آوا ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ کیسے کیسے بےمثل اور باکمال شعرا ادبا اور دینی اور سیاسی رہنما مادر گیتی جن کے ثانی اب پیدا نہ کرے گی۔ ہم سے رخصت ہو گئے۔ مگر ہم نے پلیٹ فارم پر آسمان تک کو دہلا دینے والی تقریریں کرنے اور اخباروں میں مضامین لکھنے کے علاوہ عملی طور پر اپنے کتنے محسنوں کی قابل ذکر یادگاریں قائم کیں؟ ان حالات میں نئی یادگاروں کی مجھے تو توقع ہی نہیں۔ علامہ مغفور کے سامنے جو کام جاری تھے وہی جاری رہیں اور جو خدمات میری ذات سے متعلق ہیں وہ بخوبی انجام پاتی رہیں تو یہی بہت بڑی بات ہے۔

رازق الخیری

# ۳ فروری

ہمارے ابّا جان کی مفارقت ابدی اور پہلی برسی کا دن ہے عصمتی بہنوں سے بمنّت التجا ہے کہ اس تاریخ کو بعد نماز کلام پاک جس قدر زیادہ ہو سکے تلاوت فرما کر اور جو بیبیاں استطاعت رکھتی ہیں وہ غریبوں محتاجوں یتیموں مسکینوں کو کھانا کھلا کر یا ان کی مالی امداد کر کے اپنے محسن اعظم کی پاک روح کو ایصال ثواب پہنچائیں۔ اور براہ کرم مجھے بھی مطلع فرما دیں کہ انہوں نے اور ان کے عزیزوں نے کتنے پارے پڑھ کر بخشے۔ رازق الخیری

## ضرورت ہے

ہمیں عصمت کے دسمبر ۲۹ء جنوری فروری جون ۳۲ء اور مئی ۳۱ء ان پانچ پرچوں کی اور اگست ۳۲ء کے تمدن کی سخت ضرورت ہے۔ رسالہ خطیب میں حضرت علامہ مغفور کا ایک مضمون بعنوان پھول والوں کی سیر رسالہ نظام المشائخ میں انا بشر مثلکم اور رسالہ خطیب ۱۳ء میں شہید مغرب شائع ہوا تھا ان مضمونوں کی بھی اشد ضرورت ہے جو بہن یا بھائی دوگنی قیمت پر یہ پرچے اور مضمون جلد سے جلد فراہم کر سکیں روانہ فرما دیں۔ رسالہ میں بھی ان کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا جائے گا۔ — منیجر

# نغمۂ ناتمام

حضرت والد مغفور کا سب سے آخری مضمون تو وہ ہے جو دسمبر ۱۹۳۵ء کے عصمت کے لئے "روزہ" کے عنوان سے ۲۲ یا ۲۳ نومبر کو علالت کے پہلے ہفتہ میں آمنہ نازلی سے لکھوایا تھا مگر اپنے دست مبارک سے جو مضمون ۱۸ یا ۱۹ نومبر کو، بیمار پڑنے سے دو روز قبل لکھنا شروع کیا تھا۔ اُن کے مخصوص رنگ کا آخری اور نامکمل مضمون ہے جسے بصد حسرتٌ پاس درج ذیل کرتا ہوں۔ ۲۱ دسمبر کی شب کو جب میں نے یہ عرض کیا تھا کہ "صبح ڈاکٹر انصاری آپ کو دیکھنے آرہے ہیں تو دوران گفتگو میں اس مضمون کا یوں ذکر فرمایا تھا۔

حکیم محمود خاں اور مولوی نذیر احمد کی ایک ملاقات کا حال لکھنا شروع کیا تھا کہ بیمار پڑ گیا۔ محمود خاں جیسا طبیب اب کیا پیدا ہوگا مگر نذیر احمد بھی بے مثل ادیب تھے۔ وہ اپنے فن کے یکتا تھے تو یہ اپنے رنگ میں بے مثل۔ حکیم صاحب نے مولوی نذیر احمد کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی۔ مولوی نذیر احمد کو یہ بات ناگوار گذری۔ حکیم صاحب اور سارا مطلب دیکھتا کا دیکھتا رہا اور مولوی نذیر احمد یہ جا وہ جا،

حضرت علامہ مغفور کے سامنے علوم و فنون کی مجلسیں سُونی اور مشرقی خوبیوں سے بھری پُری محفلیں اجاڑ ہوگئیں۔ اُن کے دیکھتے دیکھتے اجڑے دیار کی بزم آخر کے مایہ ناز اہل کمال ایک ایک کر کے رخصت ہوئے۔ دلّی کا مرثیہ علامہ مغفور سے بڑھ کر کسی نے نہیں پڑھا۔ اگلے لوگوں کے مزار پر مصور غم سے زیادہ آنسوؤں کے پھول کسی نے نہیں چڑھائے۔ آہ دلّی کی آخری بہار دیکھنے والی آنکھیں بھی بند اور فسانۂ شب سنانے والی زبان بھی خاموش ہوگئی اور جو آخری شمع آنسو بہاتے بہاتے پگھل رہی اور ٹمٹماتے ٹمٹماتے آنسو بہا رہی تھی اب سال بھر ہو جائے گا کہ وہ بھی ختم ہو چکی۔

بربادیٔ دلّی کے فسانوں اور اگلے لوگوں کی کہانیوں کا لطف حضرت مصور غم علیہ الرحمۃ کی زبانی جن لوگوں نے اٹھایا ہے۔ یقیناً وہ اس مضمون کی، نامکمل ہونے کے باوجود، قدر کریں گے۔ یہ آخری نامکمل مضمون جہاں آباد کے آخری طائر خوش الحان کا نغمۂ ناتمام ہے جو درد مند دلوں کو تڑپا دے گا۔

رازق الخیری

کیسا مبارک ہوگا وہ وقت جب جہاں آباد سے اُٹھنے والی بستیاں جو اسی زمین کا پیوند ہوئیں اپنی قابلیت کے ڈنکے بجا رہی ہوں گی! کہاں گئے ہوا کے وہ جھونکے جن میں ان پھولوں کی نشوونما ہو رہی تھی اور کدھر رخصت ہوگئیں وہ زمزمہ سنجیاں جو زمین سے آسمان تک گونج رہی تھیں!

معمولی دھاگے گنتھے بن کر چنبیلی اور موتیا سے مہک جاتے ہیں۔ روئی کے پھوئے گلاب اور حنا سے لپٹ کر دیا وجہ کو

معطر کر دیتے ہیں۔ کیسی خوش نصیب تھیں وہ آنکھیں جنہوں نے تاجدارانِ علوم و فنون کو دیکھا۔ کیسے تاجدار، جن کے تاج، تاج شاہی نہیں، تاج کمال تھے۔ جن کی چمک دمک آج بھی دنیا کو جگمگا رہی ہے۔ تاجدارانِ مغلیہ فنا ہو چکے مگر تاجدارانِ سخن ہی نہیں ان کے کفش بردار تک ابھی زندہ ہیں اور رہیں گے۔

جمنوساقن جو بھنگ گھونٹ کر حقے پلاتی تھی حضرت امیر خسرو کے خاک پا کی بدولت اب تک زندہ ہے۔ شیخ نے اسی طرف کیا خوب اشارہ کیا ہے۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ان درباروں کی جوتیاں سیدھی کرنے والے بھی کہیں سے کہیں پہونچ گئے۔

---

میں اس قدر خوش نصیب تو نہ تھا کہ جہاں آباد کے دور بہار کا سماں میری نظروں سے گذرتا اور جن بلبلان خوش الحان کے نغمے کلیجوں کے پار ہو رہے تھے ان کی صدا پر لبیک کہتا، مگر میں نے اس اُجڑی بستی کا وہ وقت دیکھا ہے جب خزاں سرسبز و شاداب پودے اجاڑ چکی تھی۔ سُریلی آوازوں اور سدا بہار پھولوں کے بدلے فاختہ کی کوکوسوکھے ہوئے ٹھنڈ سے بلند ہوتی ہوئی میں نے سُنی ہے! ہائے جہاں آباد!!

---

حکیم محمود خاں مرحوم کی نازک مزاجی ہندوستان بھر میں مشہور تھی۔ ان کا مطب ایک میلہ تھا جہاں سینکڑوں مریض صحت یاب ہوتے تھے۔ استاد محترم مولانا حالی مغفور اُن کے مرثیہ میں فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| رکھتے ہیں آلات پر سر جن بھروسہ جس قدر | کرتے ہیں معلوم اُن سے جو جو امراض بشر |
| وہ بتا دیتا تھا سب کچھ، رکھ کے انگلی نبض پر | اُس کی اک انگلی پہ تھے قربان سو تھرما میٹر |
| نارسا تھیں دوربینیں اہل صنعت کی جہاں | جا پہنچتی تھی نگاہِ دوربیں اُس کی وہاں |

استاد مکرم مولوی نذیر احمد مرحوم کی تنک مزاجی سے کون پڑھا لکھا واقف نہیں۔ اتفاق سے سرسید مرحوم نے ایک سب جج کو کسی شکایت کے سلسلہ میں دہلی بھیجا اور مولوی نذیر احمد کو لکھا کہ وہ خود حکیم صاحب کے پاس لے جائیں۔

نزاکت طبع کے اعتبار سے نذیر احمد اور محمود خاں ایک سے ایک بڑھے ہوئے تھے۔ نازک مزاجی کا اکھاڑہ تیار ہو چکا تھا اور دونوں کامل الفن دماغی طاقتوں میں چُور، دنگل میں اُترنے کو تیار تھے۔ مزاج اس نزاکت میں ڈوبا ہوا تھا اس کی تہہ میں شگفتگی کے جواہرات چمک رہے تھے۔ محمود خاں مرحوم حکیم و رئیس تھے۔ نذیر احمد مغفور ادیب و عالم، زبان اردو کی تعمیر میں جس نے میر تقی کی شکن آلود پیشانی کو بوسے دئیے تھے اپنے دونوں سپوت گود میں لئے اطمنان

سے میٹھی تھی۔

مولوی نذیر احمد مطب میں داخل ہوئے۔ ایک ایسی کڑک سے جو مطب بھر میں گونج گئی کہا سلام علیکم۔ شریف خانی نفاست طبع اس کرختگی کی متحمل آسانی سے نہ ہوسکتی تھی۔ نہایت دھیمے سروں میں "وعلیکم السلام" کی ایک آواز نکلی اور ختم ہوگئی۔

حکیم صاحب کے مطب میں اگر شہنشاہ ہفت اقلیم بھی موجود ہو تو وہ اس سے بات کریں گے نہ حال پوچھیں گے اور جب تک وار نہ آئے گا نبض نہ دیکھیں گے۔ مولوی نذیر احمد صاحب کو نماز میں روتے اور بلبلاتے تورات دن دیکھا مگر دعا میں جھومتے اور گڑگڑاتے خدا کے سامنے بھی نہ دیکھا۔ بغیر مصافحہ کئے بیٹھے اور بیٹھتے ہی فرمایا۔

# فاتحہ

تو سے فی صدی بیبیاں ایسی ہونگیں جو فاتحہ جیسے مقدس کام کے لئے بازاری مٹھائی حلوہ وغیرہ کا استعمال جائز سمجھتی ہیں۔ میں نے تو عام طور پر یہی دیکھا ہے کہ حلوائی کی دوکان سے مٹھائی منگوا کر فاتحہ دلوائی گئی۔ ہمارے مذہب میں غیر مسلم کے ہاتھ کا کھانا (بشرطیکہ وہ اہل کتاب نہ ہو) کھانے کی ممانعت ہے تو پھر ہندوانی مٹھائی پر فاتحہ دلوانا کہاں تک موزوں ہے۔ یوں تو تقریباً اکثر مسلمان ہندوانی کھانے کھاتے پیتے ہیں۔ لیکن فاتحہ کا تعلق چونکہ دنیا سے نہیں دین سے ہے لہذا میری ناقص رائے میں سب سے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ خود ہی کوئی چیز گھر میں تیار کریں یا اگر کسی سبب کے باعث پکانا نہ ہوسکے تو جو اخراجات اس پکوان کی تیاری میں لگتے ہوں رقم کی صورت میں کسی نادار غریب کو دیدیں۔ خود گھر میں کوئی چیز تیار کرتے ہیں تو فائدہ یہ ہوتا ہے کہ باطہارت اور صفائی کے ساتھ یہ کام انجام پاتا ہے اور چیز ارزاں قیمت میں تیار ہوسکتی ہے۔ بازاری چیزیں پاک صاف نہیں تیار ہوسکتیں۔ خواہ وہ کوئی مسلمان حلوائی ہی کی دوکان کی کیوں نہ ہوں۔ ان میں بھی طرح طرح کی بداحتیاطی و گندگی کا دخل ضرور ہوتا ہے دوسری بات فاتحہ خوانی کے متعلق قابل ذکر یہ ہے کہ فاتحہ دلوانے کے وقت بعض گھروں میں جانماز کے آگے برتنوں میں جو جو چیز فاتحہ کی غرض سے پکوائی جاتی ہیں رکھی جاتی ہیں۔ مجھے یہ قاعدہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوانہ پوجا پاٹ کی رسم سے لیا گیا ہے۔ میرے خیال میں فاتحہ کا تعلق نیت سے ہے۔ جب ہم نے اسی غرض سے یہ چیزیں تیار کی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ فاتحہ کے وقت ان کا روبرو ہونا لازمی ہے۔

بیگم عبدالرحمن خاں از بمبئی

# ہماری بچیوں کی تعلیم و تربیت

میں نے عصمت جنوری میں "والدے برحال ما" کے عنوان سے یہ بیان کیا ہے کہ ہماری موجودہ تعلیم سوائے اس کے کہ ڈگری مل جائے اور کسی کام کے لئے زیادہ مفید نہیں۔ جن ماں باپوں کا یہ مقصد ہو کہ اُن کی لڑکیوں کو فقط ڈگری مل جائے اُن کو یہ تعلیم مبارک۔ ان سے میں مخاطب نہیں ہوں۔ بیشک ہم کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہماری عورتوں میں ڈاکٹر بھی ہوں، معلمات بھی ہوں، بیرسٹر بھی ہوں، میونسپلٹی کونسل اور اسمبلی کی ممبر بھی ہوں، کھیل کود میں نام پیدا کرنے والی بھی ہوں، موٹر چلانے والی بھی، ہوا میں اُڑنے والی بھی ہوں اور آسمان پر تھگلی لگانے والی بھی ہوں۔ سب کچھ ہوں جو کہ دوسرے ملکوں کی عورتیں ہو رہی ہیں۔ اُن سے کسی بات میں پیچھے نہ ہوں۔ بلکہ ایک قدم آگے ہی ہوں۔ اس قسم کی تعلیم و تربیت کی بھی ہم کو سہولت اور آسانی پیدا کرنی چاہیئے۔

مگر یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ یورپ اور امریکہ میں بھی ہزار اور لاکھ میں چند ہی عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو گھر کے دائرے سے بالکل باہر ہو جاتی ہیں۔ دنیا بھر میں بیشتر عورتیں تو گھر والی، ماں، بیوی ہی ہوتی ہیں۔ لہذا لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں سب سے زیادہ ضرورت اسی بات کی ہے کہ اُن کو بہترین بیویاں، گھر والیاں اور مائیں بنایا جائے۔

بظاہر ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یورپ اور امریکہ کی لڑکیوں کے مدرسے اور کالج لڑکوں کے مدرسوں اور کالجوں سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہوتے۔ پس ہم نے ہندوستان میں بھی یورپ اور امریکہ کے لڑکیوں کے مدرسوں اور کالجوں کی نقل کرنی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک کے لڑکیوں کے مدرسے قریب قریب وہی تعلیم دیتے ہیں جو تعلیم لڑکوں کے مدرسوں میں دی جاتی ہے۔ ہم کو اس کی بہت کم خبر ہے کہ یورپ اور امریکہ میں بہت سے گھروں میں اسکول جانے والی لڑکیاں اول تو گھر داری کے کام سیکھ لیتی ہیں۔ دوسرے بکثرت نمائشوں کے دیکھنے سے اُن کی معلومات بہت بڑھتی ہے اور پھر اخبار، رسالے اور عورتوں کے رسالے قریب قریب ہر لڑکی پڑھتی ہے۔ آئے دن اسکولوں میں محلوں میں گھر داری کے متعلق تقریریں ہوتی ہیں سینما دکھائے جاتے ہیں اور پھر آخر میں طرح طرح کے گھر داری کے مدرسے ہیں جن میں طرح طرح کے کام مثلاً کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ کاڑھنا۔ بننا۔ بچہ کی پرورش۔ چھوٹی بیماریوں میں زخموں، چوٹوں وغیرہ کا علاج مرہم پٹی۔ بیمار کی دیکھ بھال۔ مہمانداری۔ تہوار منانا وغیرہ وغیرہ کے کورس ہوتے ہیں اکثر کورس راتوں کو بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ سب باتیں مفقود ہیں۔ ہمارے لئے یا تو گھر ہے اور یا مدرسہ۔ گھر کا حال معلوم ہی ہے۔ اول تو ہمارے گھروں میں جہالت ہے لڑکی دو کلاسیں پڑھ کر ماں خالہ دادی نانی وغیرہ کو جاہل سمجھنے لگتی ہے اُن کا وقار اُس کے دل سے جاتا رہتا ہے بات بات میں "اماں تم نہیں جانتیں"۔ "تمہیں کیا خبر" اس حالت میں وہ گھر سے تو کچھ سیکھ نہیں سکتیں

مدرسے میں فقط کتابی پڑھائی ہے جو امتحان پاس کرنے کے لئے ہے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ برائے نام کچھ سینا پرونا ہوتا ہے یہی حال پکانے کا ہے۔ اب اس کا نتیجہ معلوم۔

لہٰذا اس بات کی شد ضرورت ہے کہ لڑکیوں کے مدرسے بالکل دوسری طرح کے ہونے چاہئیں کیونکہ فقط مدرسوں ہی میں فی الحال ہم اپنی لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کر سکتے ہیں شاید آئندہ جاکر ہمارے گھروں کی حالت سنبھل جائے تو پھر مدرسہ کو بھی دوسری شکل دینی چاہیئے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو یہ تعلیم عملی ہونی چاہیئے۔ یعنی یہ مدرسہ بجائے "تعلیم گاہ" کے "تربیت گاہ" ہو۔ اس تربیت گاہ میں تعلیم دوسرے درجہ پر ہونی چاہیئے اور یہ تعلیم بھی بیشتر عملی ہو۔ ہم کو تعلیم سے بہت زیادہ تربیت کی ضرورت ہے۔ اور تربیت بورڈنگ ہاؤس میں ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سر سید احمد خاں نے جو تعلیمگاہ علیگڈھ میں مدرسۃ العلوم مسلمانان کے نام سے بنائی تھی اُس کا نمایاں امتیاز بھی بورڈنگ ہاؤس کی تربیت تھی۔ اور چونکہ سر سید احمد خاں مخلص آدمی تھے جس کی وجہ سے اُن میں مردم شناسی کا جوہر تھا۔ اُس کو بہت سے ایسے لوگ مل گئے جن میں سر سید کو دیکھ کر ایثار اور فداکاری ہو گئی۔ اس وجہ سے عرصہ تک علیگڈھ کے بورڈنگ ہاؤس کی تربیت نہایت کامیاب رہی جس وجہ سے علیگڈھ اب تک مشہور ہے۔

ہم کو اس وقت لڑکوں کے مدرسوں سے بہت زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ لڑکیوں کے ایسے مدرسے ہوں جن میں بورڈنگ ہاؤس ہوں جہاں لڑکیوں کو صحیح تربیت دی جا سکے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اگر اُس کے بورڈنگ کے چلانے والے خود بد تربیت ہوئے تو یہ اُمید کرنی کہ وہاں کی طالبات باترتیب ہوں پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ جو لڑکیاں ایک عمدہ تربیت گاہ سے نکلیں گی۔ اور پھر وہ بیویاں، گھر والیاں اور مائیں بنیں گی تو ان کے بچے جاکر صحیح معنوں میں تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ کہلائے جانے کے قابل ہوں گے۔

لڑکیوں کے مدرسوں میں نصاب تعلیم کم از کم چار طرح کا ہونا چاہیئے۔ ایک ایسا کہ جس کے ختم کرنے سے ایسی ڈگریاں مل سکیں جیسی آج کل ملتی ہیں۔ دوسرے ایسا کہ جس کے ختم کرنے سے ایک حقیقی یونیورسٹی میں تحقیقاتی (ریسرچ) قابلیت پیدا ہو جائے۔ تیسرے ایسا کہ جس کے ختم کرنے سے کوئی پیشہ اختیار کیا جا سکے اور چوتھے ایسا کہ جس کے ختم کرنے سے ایک کامیاب بیوی اور گھر والی اور ماں بن سکے۔

چونکہ قریب قریب ہر عورت کا مستقبل بیوی گھر والی اور ماں بننا ہے لہٰذا نصاب میں اس کا خاص خیال ہونا چاہیئے۔

یہ مدرسہ آٹھ سالہ ہونا چاہیئے۔ چار سال اساسی ہوں اور سب کے لئے اس کا نصاب مشترک ہو۔ دوسرے چار سال میں خصوصی امتیازات ہونے چاہئیں جن طالبات کا مقصد یونیورسٹی میں جانا نہ ہو اور نہ ڈگری لینا ہو اور نہ خود روپیہ پیدا کرنا ہو اُن کی تربیت و تعلیم بس اسی پر منحصر ہو کہ وہ کامیاب بیوی گھر والی اور ماں بن سکیں۔ ان چار سال میں جو کچھ پڑھایا اور سکھایا جائے گا۔

اسی اصول کو مدنظر رکھا جائے۔ یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان چار سالوں میں جو تعلیم و تربیت ہوگی اُس میں وہ باتیں شامل نہ ہوں گی جس سے دنیا کی سمجھ آئے۔ ایک کامیاب ماں جب ہی بن سکتی ہے جب وہ دنیا و ما فیہا کے حال سے بھی باخبر ہو۔

جن طالبات کا مقصد یونیورسٹی میں جانا ہو اور ڈگری لینا اور پھر روپیہ پیدا کرنا ہو اُن کو بھی علاوہ ضروری مضامین کے بیوی گھر والی اور ماں بننے کی ضروری تربیت دیجائے۔ جو لڑکیاں یونیورسٹی جانا چاہیں تو اگر ضرورت ہو اُن کو ایک دو سال اور تعلیم دی جائے تاکہ وہ ضروری معلومات میٹرک پاس کرنے کی حاصل کرسکیں۔

اس مدرسے کے بورڈنگ ہاؤس کی یہ خصوصیت ہونی چاہیئے کہ اس کی زندگی ایسی ہو کہ اُن باتوں کی عادت پڑجائے جن کی ایک کامیاب بیوی، گھر والی اور ماں میں ہونے کی ضرورت ہے۔ "اصل چیز عادت" ہے۔ عادت ہی ڈلوانا تربیت ہے اور اسی کو اخلاق یا کیریکٹر Character کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مرد اور ہماری عورتیں باوجود ہر طرح کے علم کے بے عمل ہیں۔ عمل عادت سے ہوتا ہے اور عادت ہی تربیت ہے جس کو اچھی عادتیں پڑی ہوں اُسی کو اچھی تربیت یافتہ کہا جاسکتا ہے۔ عادت ایک بات کو بار بار ایک ہی طرح کرنے سے پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ دوسری طرح کیا ہی نہ جاسکے۔ بورڈنگ ہاؤسوں کو اسی لئے تربیت گاہ کہا جا سکتا تھا مگر اب اکثر بورڈنگ ہاؤسوں میں یہ بات نہیں ہے۔ آیندہ اگر ہوسکا یعنی اطمینان اور فرصت ہوئی تو میں کوشش کروں گا کہ ایسی تربیت کا مفصل نصاب تعلیم اور نصاب تربیت لکھوں۔ قوم اور ملت کے احیا یعنی دوبارہ زندہ کرنے کا صرف ایک یہی ذریعہ ہے۔

ستار خیری سیاح المغربیہ

# حق رائے دہندگی اور عورتیں

از مسز سید احمد مچھلی شہری

جب تک عورتیں اپنے حقوق سے بے خبر اور جاہل تھیں اس وقت تک وہ مردوں کی محکوم تھیں، اور اپنی جائز آزادی سے بھی محروم رکھی گئی تھیں۔ ان کو اپنے معاملات میں رائے دینے کا بھی اختیار نہ تھا۔ مرد ان کے اوپر جس قدر مظالم چاہیں کرتے تھے جس قسم کے بھی قوانین چاہیں بنا دیتے تھے خواہ وہ عورتوں کے حق میں کتنے ہی مضر ہوں۔ لیکن ان کی پابندی کرنا صنفِ نحیف کا اولین فرض سمجھا جاتا تھا اور کسی معاملے میں بھی ان کو مردوں کے خلاف آہ و فغاں کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اس زمانے میں انھوں نے دنیا کے مختلف حصص میں طرح طرح کے مصائب کا سامنا کیا اور انواع و اقسام کی سختیاں جھیلتی رہیں لیکن کبھی اپنی مظلومیت وبیکسی کا اظہار نہیں کیا۔

رفتہ رفتہ جب تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے کے بعد وہ اپنے جائز حقوق سے باخبر ہوگئیں تو انہوں نے ان کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مغربی ممالک میں تو انھوں نے بہت سینہ سپر ہو کر کام کیا۔ اور ایک حد تک فتحیاب بھی ہوئیں۔ اس سلسلے میں روس کی عورتوں کی ہمت و سرگرمی قابل تحسین ہے۔ انہوں نے کارزار حیات کے ہر شعبے میں کامیابی حاصل کی ہے اور حکومت نے بھی ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر ان کو مردوں کی طرح ہر معاملے میں مساوی حقوق دیدئے ہیں۔ لیکن اب بھی مغرب میں کچھ ممالک ایسے ہیں جہاں عورتوں کی کوئی آواز نہیں مثلاً فرانس۔ اٹلی۔ اور اسپین میں اب بھی عورتوں کو رائے دینے کا حق نہیں حاصل ہے۔

انگلینڈ میں بھی عورتوں نے سخت مصائب اور تکالیف کے بعد حقِ رائے دہندگی حاصل کیا ہے۔ شروع میں مردوں نے بہت شد و مد کے ساتھ ان کی مخالفت کی اور ہر ممکن طریقے سے اُن کو شکست دینے کے کوشاں ہوئے۔ لیکن عورتیں ذرا بھی پست ہمت نہ ہوئیں بلکہ اُنہوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ سارے ملک میں کام کرنا شروع کیا۔ گو کہ ان کو اپنے مقصد برآری کے لئے بہت صعوبتوں کا مقابلہ کرنا پڑا لیکن انہوں نے اس کے لئے سب کچھ بہت استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ اس سلسلے میں بہت سی عورتوں نے مقاطعہ جوعی کی اور گورنمنٹ نے کئی خواتین کو سزائیں بھی دیں تاہم وہ اپنے آہنی ارادہ سے متزلزل نہ ہوئیں۔ اس جد وجہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۱۸ء میں پہلی خاتون مس پارکھرسٹ انگلینڈ کی پارلیمنٹ کی ممبر بنائی گئیں۔ لیکن اُس وقت جو حقوق عورتوں کو دیئے گئے تھے وہ مردوں کے مساوی نہ تھے اس لئے عورتوں کو پوری تسکین نہ ہوئی اور اُنہوں نے نہایت استقلال اور مستعدی سے اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ بالآخر ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ نے مجبور ہو کر عورتوں کو بھی مردوں کی طرح مساوی حقوق دیدئے چنانچہ اب مرد

اور عورتوں کے حق رائے دہندگی میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

اسی طرح روس میں بھی عورتوں کے حقوق بہت پامال تھے۔ ان کو کسی معاملے میں بھی رائے دینے کا حق حاصل نہ تھا۔ اور وہ بہت حقارت کی نظروں سے دیکھی جاتی تھیں بلکہ ان کا شمار انسانوں میں بھی نہ تھا۔ شاہی حکومت کے خاتمے کے بعد عورتوں نے جو ترقیاں کی ہیں وہ نہایت حیرت انگیز ہیں اور اب روسی خواتین کسی حیثیت سے بھی مردوں سے کم نہیں ہیں۔

ہندوستان میں بھی چند سال پہلے تک عورتیں نہ تو اسمبلی اور کونسل کی نمایندہ بن سکتی تھیں اور نہ ممبروں کے انتخاب کے لئے رائے دینے کا حق رکھتی تھیں۔ مغربی ممالک کی عورتوں کو ملکی معاملات میں حصہ لیتے ہوئے دیکھ کر تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کو بھی خیال ہوا کہ ان کے حقوق کی پاسبانی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وہ خود کونسل اور اسمبلی وغیرہ میں شریک نہ ہوں اور ان کو بھی حق رائے دہندگی حاصل نہ ہو۔

۱۹۱۶ء کے بعد جب ہوم رول کی تحریک نے زور پکڑنا شروع کیا تو رفتہ رفتہ ہندوستانی عورتوں نے بھی اپنی بے بسی اور مجبوری کا احساس کیا۔ مسز اینی بسنٹ کے قید ہونے کے بعد عورتوں میں بہت جوش و خروش پیدا ہوا اور انھوں نے اپنے سیاسی حقوق کے حاصل کرنے کے لئے پوری جدوجہد شروع کر دی۔ آنریبل مانٹیگو جب ہندوستان کی اقتصادی حالت کا مشاہدہ کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے تو سربرآوردہ ہندوستانی خواتین کا ایک وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حق رائے دہندگی کی تائید میں جو موصوف سے کہا گیا اُس کا اقتباس یہاں تحریر کر دینا بے موقع نہ ہو گا۔

" چونکہ ہماری تعداد ہندوستان کی کل آبادی کی نصف ہے۔ اس لئے ہندو مسلمان کے متفقہ مطالبہ سے ہمارے حقوق پر کافی اثر پڑے گا۔ جس میں یہ خواہش ظاہر کی گئی ہے کہ کونسل کے ممبروں کا انتخاب براہ راست عوام کیا کریں۔ اور حق رائے دہندگی میں اس قدر وسعت پیدا کی جائے جتنی ممکن ہو۔ اسی خیال کا اظہار میمورنڈم میں بھی ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ حق رائے دہندگی کا دائرہ وسیع کر دیا جائے اور عوام کو بلا واسطہ ووٹ دینے کے اختیارات دیئے جائیں۔ ہماری التجا ہے کہ جب اس قسم کے رائے دہندگی کے حقوق لوگوں کو عطا ہونے والے ہیں تو عورتوں کو بھی شہریوں میں شمار کیا جائے۔ اور اس کے متعلق قوانین ان الفاظ میں منضبط کئے جائیں کہ خواتین اس حق سے محروم نہ رہ جائیں۔ بلکہ ان کو مردوں کی طرح نمایندگی کے بھی مواقع دیئے جائیں۔ متذکرہ بالا میمورنڈم کے اس دفعہ سے اتفاق کرتے ہوئے کہ ہندوستان کو کامل خود مختاری حکومت فوراً تفویض کی جائے ہماری استدعا ہے کہ اس میں عورتوں کی بھی نمایندگی ہو۔ کیونکہ گزشتہ بیس سال سے سلطنت برطانیہ کی دیگر خود مختار حکومتوں میں یہ حکمت عملی بہت کامیاب رہی ہے کانگریس نے عورتوں کو سیاسی زندگی میں شامل ہونے کا موقع دے کر قابل تقلید مثال قائم کی ہے کیونکہ

اس کے لئے عورتیں برابر ووٹ دیتی رہی ہیں۔ نمایندگی کے فرائض بھی انجام دیتی رہی ہیں اور بحث مباحثہ میں بھی حصہ لیتی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ امسال ایک خاتون کانگریس کی پریسیڈنٹ بھی منتخب ہوگئی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سارا ہندوستان ہم آواز ہو کر عورتوں کو ذمہ داری قبول کرنے کا اہل سمجھتا ہے اور اُن کا لائق شہری ہونا بھی تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے بہت شدّ ومد کے ساتھ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ نمائندگی کے متعلق قوانین منضبط ہوتے وقت ہماری صنف حق رائے دہندگی سے یا خلائق کی خدمت سے محروم نہ رکھی جائے۔"

گو کہ وزیر ہند نے خواتین کے مطالبات کو سُن کر اُن کو تشفی بخش جواب دیا تھا لیکن جب اصلاحات کا دستور العمل شائع ہوا تو عورتوں کو یہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی کہ اس میں ان کا کوئی تذکرہ نہ تھا اگرچہ رائے دہندگان کی تعداد بڑھانے کی تجویز ضرور پیش کی گئی تھی۔

۱۹۱۹ء میں جب حکومت ہند کا مسودہ پارلیمنٹ پیش ہوا تو ہندوستان سے کئی وفد انگلینڈ گئے۔ مسز سروجنی نیڈو اور مسز اینی بسنٹ کی تجاویز کو ممبران پارلیمنٹ نے بغور سُنا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کو رائے دہندگی کے حقوق تو عطا نہ کئے گئے لیکن اس تحریک کا یہ اثر ضرور ہوا کہ پارلیمنٹ نے مختلف صوبوں کی مجالس قانون ساز کو یہ اختیار دیدیا کہ جہاں ضرورت سمجھی جائے عورتوں کو رائے دہندگی کے حقوق دیئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کو ممبر ہونے کا استحقاق نہ حاصل ہوگا۔

سب سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مدراس کے صوبے میں حق رائے دہندگی کے متعلق تجویز پیش کی گئی۔ کونسل میں پُرزور مباحثے ہوئے۔ مسلمان ممبران عورتوں کو اس قسم کے حق دینے کے خلاف تھے لیکن باوجود اس مخالفت کے یہ تجویز ۴۴ آراء کی اکثریت سے پاس ہوگئی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اور صوبوں نے بھی مدراس کی تقلید کی اور بمبئی، بنگال پنجاب، یو۔پی، بہار، ممالک متوسط وغیرہ کی مجالسِ قانون ساز نے عورتوں کو حق رائے دہندگی دے دیا۔

۱۹۲۶ء میں مڈیمین کمیٹی کی سفارش پر عورتوں کو کونسلوں اور اسمبلی کی ممبر بننے کی اجازت مل گئی۔ اجازت ملنے میں توقف ہونے کی وجہ سے جو عورتیں ممبری کے لئے کھڑی ہونے والی تھیں ان کو کامیابی کی بہت کم اُمید تھی۔ اس لئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ کچھ عورتیں گورنمنٹ کی طرف سے نامزد کر دی جائیں۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء میں جو خاتون کونسل کی ممبری کے لئے پہلے پہل نامزد ہوئیں وہ ڈاکٹر موتھو لکشمی امل تھیں۔ موصوفہ اپنی قابلیت کی وجہ سے بعد کو مدراس کی مجلس قانون ساز کی نائب صدر منتخب ہوگئیں۔ ۱۹۲۷ء میں عورتوں کا ایک وفد حضور وائسرائے کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ سے کم سے کم دو عورتیں لیجسلیٹو اسمبلی کی ممبری کے لئے نامزد کی جائیں۔ لیکن یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔

ہندوستان کا نیا آئین حکومت جس کا نفاذ ۱۹۳۷ء سے ہو رہا ہے اس میں بھی گورنمنٹ نے عورتوں کے حقوق

کا خیال کیا ہے۔ بسٹٹیوٹری کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں تحریر کیا ہے کہ "ہندوستان کی ترقی کا انحصار نسائی تحریک کی کامیابی پر ہے۔ اس سے جو عمدہ نتائج نکل سکتے ہیں اس کا کوئی حد و حساب نہیں ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ ہندوستان اپنے نصب العین تک نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ خواتین بھی بحیثیت تعلیم یافتہ شہری کے اس جدوجہد میں مناسب حصہ نہ لیں۔" عورتوں کے حقوق کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے گورنمنٹ نے ووٹر بننے کے شرائط میں کافی وسعت پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے عورتوں کی کثیر تعداد جو حق رائے دہندگی سے محروم تھی اب اپنے حقوق کی پاسبانی کے لئے مناسب ممبروں کو اسمبلیوں کے لئے منتخب کر سکتی ہے۔ اب تک رائے دینے والوں مردوں اور عورتوں کی تعداد میں ۲۱ اور ۱ کا تناسب تھا لیکن اب ۷۔۱ ہے۔ چونکہ اس ملک میں ابھی بہت کم عورتیں تعلیم یافتہ ہیں اس لئے ان کو بمقابلہ مردوں کے کامیابی کی کم امید سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا ان کے لئے کچھ نشستیں مخصوص کر دی گئی ہیں۔ موجودہ شرائط رائے دہندگی کے بنا پر تخمینہ کیا جاتا ہے کہ ۶۰ لاکھ عورتیں ووٹر بن سکتی ہیں۔ لیکن یہ تعداد اب بھی بہت کم ہے۔ اگر ان کو مردوں کی طرح مساوی حقوق دئے جائیں تب بھی موجودہ رائے دہندگان کی تعداد تقریباً سات گنا ہونی چاہیئے۔

مسز سید احمد مچھلی شہری

# رسموں کی ضرورت

(از محترمہ شائستہ اختر بانو صاحبہ سہروردی بی اے (آنرس)

گذشتہ پچیس تیس سال سے رسموں کے خلاف زور شور سے مضامین لکھے جارہے اوران کو فضول خرچی کا ذمہ دار قرار دے کران سے کنارہ کشی کرنے کی تائید کی جارہی ہے. اس میں شک نہیں کہ شادی بیاہ کے موقعوں پہ بے جا اسراف کسی حد تک مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہے. لیکن آرسی مصحف کرنے کے یا سہرا دیکھنے کا ارمان پورا کرنے کے لئے جائداد رہن رکھنی یا سودی قرض لینے کی ضرورت نہیں پڑتی. فضول خرچی کے باعث نام نمود کی خواہش ہوتی ہے۔ جہاں سو کو بلانے کی حیثیت ہے وہاں پانسو کی دعوت کی جاتی ہے. مکان چراغاں کئے جاتے ہیں اور دو دو سو جوڑے اور سینکڑوں زیورات دیئے جاتے ہیں۔ یہ فضول خرچیاں نام ونمود کے لئے پہلے زمانہ میں بھی ہوتی تھیں اور آج بھی ہورہی ہیں. اور ہفتہ دو دن کی واہ واہ کے لئے عمر بھر کو زیر بار و قرضدار ہورہے ہیں. فرق صرف یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں شادی۔ چھٹی۔ سالگرہ۔ کھیر کھلائی ہر موقع پہ چند مخصوص رسمیں برتی جاتی تھیں. اب ہر ایک تقریب پہ لے دے کر وہی پارٹی یا ڈنر دیا جاتا ہے

رسموں کو اٹھا دینے سے میری رائے میں زندگی کی رنگینی اور لطف میں بہت کمی ہوگئی۔ رسمیں اپنے اندر رومانس کا ایک دفتر رکھتی ہیں اور غیر ملکیوں کے نزدیک قوم کی خصوصیات اس کی رسمیں ہی سمجھی جاتی ہیں اور ہندوستان اپنی پُرمعنی رسموں اور شگونوں ہی کی وجہ سے سیاحوں خصوصاً مغربی سیاحوں کے لئے اتنا دلچسپ ہے یہ تو سب ہی کے تجربہ کی بات ہوگی کہ یورپین کتنے شوق سے ہندوستانی تقریبوں میں شریک ہوتے اور کتنی دلچسپی سے ہماری رسموں کو دیکھتے ہیں. گذشتہ دو سال میں مجھے دو تین نئے فیشن کی شادیوں میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ اور یہ بے رسموں کی شادیاں پرانے طریقہ کی شادیوں کے مقابل میں کچھ ایسی روکھی پھیکی معلوم ہوئیں کہ میرا دل بہت کڑھا کہ بے وجہ اتنی رنگینی اور دلچسپی کا خاتمہ ہوگیا۔ دوسرے صوبجات کے متعلق تو مجھے علم نہیں لیکن جہاں تک میرا خیال ہے شادی کی رسمیں کم وبیش ہر جگہ ایک ہی سی ہوتی تھیں لیکن بنگال میں جو رسمیں ضروری سمجھکر کی جاتی تھیں وہ یہ ہیں شادی سے تین دن پہلے دلہن کا مائیوں بیٹھنا۔ مائیوں کے دن سمدھنیں اور وہ عورتیں جن کا آپس میں مذاق کا رشتہ تھا رنگ کھیلا کرتی تھیں۔ اور وہ دھما چوکڑی مچتی تھی کہ کیا کہئے۔ دل چاہے تو اسے بدتہذیبی کہئے۔ مگر ہم تو اسے زندہ دلی کہیں گے. آخر اسکول کی لڑکیاں آپس میں شور مچاتی ہیں تو آپ اسے بدتہذیبی کیوں نہیں کہتیں۔ مائیوں کے دن سے شادی کے دن تک دلہن کے برابر ابٹنا ملا جاتا تھا. رشتے دار روز آیا کرتے یا بعض گھروں میں تو مائیوں کے دن ہی سے آکر رہ جاتے تھے. اگر صاحبِ خانہ ذی مقدور نہیں تو بے شک فضول خرچی ہے لیکن یہ رسم بالکل ہی اڑا دینے

سے تو یہ بہتر ہے کہ یہ ترمیم کر دی جائے کہ مہمانوں کا تین دن تک رہنا ایک قلم اٹھا دیا جائے۔ صرف ایک روز جس دن دلہن کے پہلے ابٹنا لگے مہمان آجائیں۔ اسی طرح دلہن کو تین دن تک بند کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ مگر ابٹنہ لگانے میں سوائے فائدے کے کوئی نقصان نہیں۔

شادی کے دن کی رسمیں یہ تھیں کہ دولہا کی طرف سے دلہن کے لئے اور دلہن کی طرف سے دولہا کے لئے جوڑا جاتا۔ مرصع کشتیوں میں زر بفت کے خون پوشوں سے ڈھک کر۔ دولہا دولہن والوں کی طرف سے لڑکی کے جوڑے کے ساتھ اس کے سنگار کا بھی سب سامان آتا ہے۔ تیل۔ مہندی۔ کنگھی۔ سہرا۔ اور سر بنہ دھونے کا مصالحہ تک جسے "سہاگ پڑا" کہتے ہیں اور جس کے بنانے میں بیویاں اپنے ہنر کا اظہار کرتی ہیں۔ اب سرمہ۔ مہندی نہیں منگاتے تو سینٹ پوڈر اور کیوٹکس ہی کے سٹ بھیج دو۔ مگر دولہا کے یہاں سے دلہن کے سنگھار کا سامان آنے میں جو حسن در و مان ہے اس کو تو ختم مت کرو۔ عقد وکیل گواہوں کے معرفت ہوا کرتا تھا جس کے بعد دلہن بنایا جاتا۔ بھاوجیں بہنیں۔ سہیلیاں ہنس ہنس کر کھل کھل کر دولہن بناتیں۔ افشاں چمکی سے دلہن کا چہرہ چاندسا معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں تاروں سے چوٹی باندھی جاتی ہے۔ ادھر دلہن سنواری جاتی ہے ادھر مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ کھانے کے بعد آرسی مصحف۔ دولہا کو سالے دروازے تک لاتے اور دروازے سے بہنیں آنچل ڈال کر اندر لاتی ہیں۔ آرسی مصحف کے بعد دلہن کا باپ بیٹی کا ہاتھ دولہا کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ دولہا باہر جانے کو کھڑا ہوا تو جوتی غائب۔ سالیاں کھڑے کھڑے روپیہ رکھوا لیتی ہیں۔ تب کہیں جوتی واپس ملتی ہے۔ رخصتی اسی دن یا دوسرے دن ہوتی ہے۔ دولہن دولہا کے گھر پہنچتی تو ادھر نندیں دروازہ بند کر کے اپنا حصہ لیتی ہیں اور پھر پھیر دھلانے کا نیگ الگ۔

یہ تو ہیں پرانے زمانہ کی شادی کی رسمیں جو نہایت پابندی کے ساتھ ہر ایک شادی میں یکساں برتی جاتی تھیں اور جن کے دیکھنے کی ہر شادی میں توقع رکھتے تھے۔ لیکن ادھر جو دو چار شادیاں میں نے دیکھیں ان میں سے ہر ایک کا طریقہ الگ تھا۔ ایک شادی جو ان جدید فیشن کی شادیوں میں سب سے "موڈرن" تھی وہ اس طرح رچائی گئی کہ دولہا دلہن دونو پانسو آدمیوں کی مشترک پارٹی میں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ قاضی صاحب نے ایجاب و قبول کرا دیا۔ اس کے بعد چاء وکیک سے تواضع ہوئی۔ دولہا دلہن مہمانوں سے ہاتھ ملاتے پھرے۔ اس کے بعد دلہن صاحبہ ماں باپ سے بغیر ملے چلے موٹر میں بیٹھ کر روانہ ہوگئیں۔

ایک اور شادی جہاں طرفین نئے فیشن کے اتنے دلدادہ نہ تھے اس طرح ہوئی کہ مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ جمع ہوئیں۔ نکاح صرف خاندان کے چند لوگوں کے سامنے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ مردوں میں دولہا اور عورتوں میں دلہن کسی قدر شرمائے ہوئے بیٹھی تھیں۔ جب سارے مہمان جمع ہوگئے تو کھانا ہوا۔ سب نے دلہن کی ماں کو مبارکباد دی۔ اس کے بعد دولہا کی ماں دلہن کو لے کر موٹر میں سوار ہوگئیں۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ جو شادیاں ایسے اونگھتے اداس طریقے سے ہوں گی۔ ان کی یادان دلوں میں کیا ہے گی جن کی زندگی کا سب سے زیادہ زرین دن ہے جس دن کو پھولوں سے معطر روشنیوں سے منور اور نغموں سے بھرا ہونا چاہیئے۔ ذرا دولہا دلہن کے اس سرسری طور سے ملاقات ہوجانے کا کہ اپنے گھر پہنچ کر دولہا کی ماں نے بیٹے سے کہا "لو میاں یہ تمہاری دُلہن ہیں" اس طریقے کا مقابلہ کیجئے کہ زرین مسند پر سُرخ لباس میں پھولوں میں بسی دلہن کے شرمیلے چہرے کی پہلی جھلک آرسی میں نظر آئے۔ جسے دیکھنے کے بعد دولہا عمر بھر کے پیمان کی نشانی انگوٹھی اس کی انگلیوں میں پہنا دے اور اس لئے کہ ان کی زندگیاں ہمیشہ شیریں رہیں ایک دوسرے کے ہاتھوں انہیں شیرینی چٹائی جائے۔

یورپ جس کی تقلید میں ہم رسمیں اُڑا رہے ہیں وہاں بھی تو ایسی اونگھتی اُداس شادیاں نہیں ہوتیں۔ وہاں بھی دلہن کا لباس خاص طرح کا ہوتا ہے یعنی سفید اور ویل و آرنج بلسمز کنوارپنے کا نشان بھی جاتا ہے جیسے ہمارے یہاں سہرا و گھونگھٹ۔ آج کل کی دلہن کے لباس کا رنگ یا پہننے کے طریقے میں ذرا بھی فرق نہیں اور مجلس میں پہچاننا مشکل ہوجاتا ہے کہ دلہن کونسی ہے۔ سچ بتائیے کہ سہرے میں کیا بُرائی تھی اور گھونگٹ نکالنے میں کیا غضب ہوجاتا تھا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ گز بھر کا گھونگٹ کرو اور اس قدر سر جھکا کر بیٹھو کہ دوہری کمر ہوجائے لیکن ذرا دیر کو ایسا کرنے میں کونسا نقصان ہوجاتا ہے۔ اور حسن کو اگر کسی چیز سے چار چاند لگ جاتے ہیں تو وہ شرم وحیا ہے۔ مائیوں کو بھی جانے دیجئے۔ چوتھی کو بھی چھوڑیئے۔ مگر خدارا کم سے کم آرسی مصحف کو تو رہنے دیجئے۔ اور لباس کا مخصوص رنگ سُرخ اور سہرا دلہن بننے کی نشانی اتنا تو کم سے کم ہو۔ اگر اور کسی وجہ سے نہیں تو کم سے کم اس خیال سے کہ دوسری قوم کے افراد جو بڑی آرزوؤں سے ہماری تقریب میں شریک ہوتے ہیں ان کے دیکھنے کو تو کچھ ہو۔

اگر تمام پرانی رسوم ناپسند ہیں تو کیوں نہیں ایک نیا کوڈ Code رسموں کا بنا لیا جاتا ہے۔ دنیا کے ہر ملک کی سوسائٹی اپنے افراد سے چند اصولوں کی پابندی کراتی ہے اور چند باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے کرنے کی اجازت سوسائٹی نہیں دیتی۔ اس وقت ہماری سوسائٹی بالکل شتر بے مہار ہو رہی ہے۔ ہم پرانے طریقوں سے منحرف ہوتے ہیں اور کوئی نیا طریقہ ہنوز مرتب نہیں کیا جس پر سب یا کم سے کم زیادہ تر لوگوں کا اتفاق ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بناتا اور جو دل میں آتا ہے کرتا ہے۔ سوسائٹی کسی منظور شدہ طریقہ کے تحت میں اس سے بازپرس نہیں کرسکتی۔ اس قسم کی بے لگام آزادی کبھی بھی سوسائٹی کے لئے مفید نہیں ہوسکتی کیونکہ سوسائٹی کا اَن لکھا قانون اخلاقی صحت کا سب سے بڑا نگہبان ہے ہمیں شادی غمی، ملنے ملانے کے متعلق ایک Code کوڈ یا Rules رول مرتب کرکے سختی کے ساتھ اس کا پابند ہوجانا پڑے گا۔ لیکن یہ ایک دوسرا موضوع ہے جس پر ایک مفصل مضمون کی ضرورت ہے۔

# شہزادی میری کا محل

موجودہ متنازعہ فیہ شہنشاہی کشمکش نے عوام کے دلوں میں شہنشاہ ہند و انگلستان کے خاندانی معاملات سے کافی دلچپی پیدا کر دی ہے۔ اور ان کو افرادِ خاندان کی ذاتی حالات سے واقفیت سے خاص شغف ہو گیا ہے۔

ہماری بہنوں کو معلوم ہے۔ کہ سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم کی دست برداری حکومت کے بعد اب جارج ششم سریر آرائے حکومت ہوئے ہیں۔ زندہ باد شہنشاہ!

یہ متوفی شہنشاہ کے دوسرے فرزند ہیں۔ ان کے بعد پرنسس رائل (جن کو شہزادی سے بھی موسوم کیا جاتا ہے) تولد ہوئی تھیں۔ اور باقی تینوں شاہزادے ڈیوک آف گلوسٹر اور ڈیوک آف کنٹ۔ اور متوفی شہزادہ جون سب ان سے چھوٹے ہیں۔

جنگ عظیم کے بعد انگلینڈ کے شاہی گھرانے میں سب سے پہلے پرنسس رائل کی شادی پرانی روایات کے خلاف ایک انگلش لارڈ سے ہوئی۔ ورنہ اس سے پیشتر زیادہ تر شہزادیوں کی شادیاں غیر ملکی شہزادوں سے ہوا کرتی تھی لیکن جنگِ عظیم نے اس قبیح رسم کو مٹانے میں خاص حصہ لیا ہے ملکی سیاسی اور شاہی حکمت عملیوں سے اس غیر ملکی شادیوں کی وجہ سے بیچاری شہزادیوں کو جو کوفت اُٹھاتی تھی اس کشمکش سے نجات دلانے کی یہ بہترین نظیر پیش کی گئی تھی۔ سچ پوچھئے تو شہزادی میری اور موجودہ شہنشاہ جارج ششم کی شادیاں۔ سابق شہنشاہ آنجہانی کی دور بینی اور مصلحت آمیزی کا بین ثبوت پیش کر رہی تھیں۔ انہوں نے رعایا کی قدر افزائی اور ان سے سچی محبت کی داد ان رشتوں میں پیدا کر کے دکھا دیا تھا کہ ان کی وسعت نظری کے آگے امرا اور رُوسا بھی حیثیت اور درجہ رکھتے ہیں کہ ایسے مساوات کا سلوک ہو۔

ہماری ہر دلعزیز شہزادی موصوفہ جنگ عظیم میں بھی اپنی گراں بہا خدمات پیش کر چکی ہیں۔ ہماری ہندوستانی متمول بہنیں یہ سُنکر ضرور انگشت بدنداں رہجائیں گی۔ کہ اس قدر عظیم الشان حکومتوں کے بادشاہ کی اکلوتی لڑکی عام نرسوں کے ساتھ زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول رہتی تھیں اور ان کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔

تقریبًا ۱۵ سال ہوتے ہیں وہ یارک شائر کے ہیروڈ ہاؤس میں سکونت پذیر ہیں۔ لیکن اس مختصر عرصہ میں انہوں نے محل کو اپنی نفاست پسندی سے بیحد آرام دہ اور حسین بنا دیا ہے۔ اس کی دلکشی کا ثبوت سب سے بڑھ کر یہ ہوگا۔ کہ ملکہ میری اکثر تشریف لاتی ہیں۔ اگرچہ لیڈس جیسے صنعتی مرکز سے صرف ۹ میل کی مسافت پر ہے۔ تاہم ہیروڈ اسٹیٹ کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے۔ کہ برطانیہ میں یہ جگہ بہت دلکش اور خوشگوار سمجھی جاتی ہے۔ اس عالیشان محل سے دیہات کی کھلی خوبصورت فضا اور وسیع میدانوں کے نظارے بہت زیادہ بصیرت افروز معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں بہت سارے تاریخی مقامات بھی ہیں۔

پندرہویں صدی میں ہیروڈ میں شیکسپیر کا زندہ جاوید تمثیل لارڈ چیف جسٹس گیس کوئین Gascoigne

اسی محل کے قدیمی کھنڈروں میں کبھی جلوہ افروز تھا۔ اسی خطہ میں Baliol بادشاہ اسکاٹ لینڈ اپنی حکومت سے بھاگ کر پناہ گزین ہوا تھا۔ موجودہ شاہی محل بھی تقریباً دو سو سال پیشتر تعمیر کیا گیا تھا۔ چونکہ ہمیشہ ضروری مرمت اور مناسب ترمیم ہوتی رہی ہے۔ اور ہمیشہ اس کا خیال رکھا گیا ہے۔ کہ قدیمی ساخت قائم اور مستحکم رہے۔ اس لئے آج ہیرووڈ ہاؤس کو ہم کو اتھین معماری کا بہترین نمونہ دیکھ رہے ہیں۔ مکان کا اندرونی حصہ واقعی قابل دید ہے۔ اور سب سے نادر مجموعہ حسین اور دلکش مرقعوں کا وجود ہے چنانچہ اس عظیم الشان گیلری میں جو پورے مغربی رُخ پر مشتمل ہے۔ ان سے معمور ہے۔ ماسوا اس کے کئی کمروں کی چھتوں میں بھی اعلیٰ نقاشی بہترین مصوروں کی محنت اور نفاست پسندی کی داد دے رہی ہے۔

متعدد ماہرین فن کی مصوروں نے ہیروڈ ہاؤس کی آرائش میں حصہ لیا ہے سر ہربرٹ بیکر مشہور آرکی ٹیکٹ نے اس کی تعمیر میں بیش بہا نمونے بہم پہونچائے ہیں اور چھتوں کی دیدہ زیب نقاشی ملکہ وکٹوریہ کی دلپسند اور مخصوص نقاشی انجلیکا کوف میں Angelica Kauffmann کی مرہون منت ہے۔

جدید ترمیموں میں پرنسس رائل کا بھی کافی حصہ ہے۔ انہوں نے اپنی رہائش کے بعد پیش خدمتوں و دیگر متعلقین کے لئے چند بہت ہی آرام دہ اور خوبصورت حصے بنا دیئے ہیں۔ کئی غسل خانے ایزاد کئے۔ لیکن کہیں بھی ایسا تصرف نہیں کیا گیا ہے۔ کہ قدیمی ساخت کی شان وشوکت یا خوبصورتی میں فرق آئے۔ آپ کو اپنی خانگی زندگی کی ضروریات اور آرام کا بھی بہت خیال رہتا ہے اس کے علاوہ پرنسس رائل اور ان کے شوہر ارل آف ہیروڈ مشہور عجائبات اور گرانقدر نوادر قدیم وجدید کے دل سے شیدائی ہیں۔ اگرچہ قدیمی آرٹ کے بہترین نمونے پہلے ہی بہت سارے موجود تھے۔ لیکن بایں ہمہ انہوں نے اور بھی فراہم کیا ہے۔ خصوصیت سے بہا کے نادر الوجود چینی نمونے ۵ لاکھ پونڈ سے زیادہ تخمیناً اندازہ کئے جاتے ہیں بلکہ دنیا میں سب سے زیادہ نفیس اور قیمتی پرائیویٹ مجموعہ اس کو قرار دیتے ہیں۔

تصاویر جو خصوصیت سے عظیم الشان گیلری میں آویزاں ہیں۔ وقت کے مشہور ماہر نقاشوں مثلاً سر جوشوا رینالڈ۔ اور ٹرنر کے شاہکار۔

یہ مجموعے تقریباً ۴ سال ہوئے فراہم کئے گئے ہیں۔ جب پرنسس رائل کے لندن کے قیام گاہ چسٹر فیلڈ ہاؤس کو فروخت کر دیا گیا۔ اور وہاں کی تمام تصاویر بھی اور دوسرے بیش بہا مجموعے ہیروڈ ہاؤس بھی منتقل کر دئے گئے۔ ملکہ میری نے بھی اس کے اضافے میں کافی حصہ لیا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً وہ شہزادی موصوفہ کو بہترین مجموعوں کی خریداری پر آمادہ کرتی رہی ہیں۔ ایک موقع پر انہوں نے شہزادی موصوفہ کو ایک قدیمی سٹ چینی اور بلوری ظروف کا ایسا دلا دیا ہے جو اس وقت نیلام ہو رہا تھا۔ صرف اس کی مجموعی قیمت اس وقت چار ہزار پونڈ ہے۔ ان کے دوسرے درجہ پر نایاب فرنیچر ہے۔ اور ان مجموعوں میں زیادہ تر سنڈل ساخت کی چیزیں ہیں اس میں بھی ملکہ میری کی نفاست پسندی اور اعلیٰ مذاق کا دخل ہے۔ بہتیرے موقعوں پر انہوں نے بھی انکی خریداری کا اشتیاق شہزادی کو دلا کر آمادہ کیا تھا۔ اس کے سوا دوسری چیزیں جو قیمتی اور خوبصورت ہیں کے علاوہ بیحد آرام دہ بھی ہیں ارل آف ہیروڈ کی انتخاب کردہ ہیں کیونکہ قدیمی صنعت کے وہ بھی دلدادہ ہیں

# شعاعِ اُمید

بیابانِ الم ہے میری دنیا　　شبستانِ عدم ہے میری دنیا
اندھیرا یاس کا چھایا ہوا ہے　　شبِ تاریک ہے، کالی گھٹا ہے
نہیں پُرسانِ حالِ زار کوئی　　نظر آتا نہیں غمخوار کوئی
عزیزان وفا پرور یہیں تھے　　محبّانِ کرم گستر یہیں تھے
وہ سب نقشے مقدر نے مٹائے　　ہوئے بیگانہ سب اپنے پرائے
نہ آہوں میں شرر باقی رہا اب　　نہ اشکوں میں اثر باقی رہا اب
میں ہوں صحرائے حرماں کی مُسافر　　ملے گا مرکے مجھ کو چین آخر
بھٹکتی، ٹھوکریں کھا کھا کے چلتی　　رواں ہُوں آتشِ پنہاں میں جلتی
غریبی، بیکسی، آشفتہ حالی　　رفاقت کا یہ ہیں دم بھرنے والی

الٰہی ضبط کا یارا نہیں اب
سفر کا خاتمہ کر دے کہیں اب

دلِ ناداں سنبھل، کیوں گر رہا ہے　　رہِ صبر و رضا سے پھر رہا ہے
کرم جاں آفریں کے سب بھلا کر　　ہوا جاتا ہے بدحال اور مضطر
یہ ہے کفرانِ نعمت او دلِ زار　　نہ ہو کفر آشنا زنہار - زنہار!

شبِ غم ہے تری گو ہیبت افزا
سحر ہے خاتمہ ہر ایک شب کا

پریشان تو نہ ہو اے جانِ مادر!　　بس اب سو جا، نہ رو، اے جانِ مادر!
مری اجڑی ہوئی محفل کی رونق　　مری آنکھوں کی، میرے دل کی رونق
مری جاں، میری دولت، میرے اقبال　　مرا سرمایۂ راحت، مرے لال!
دلیل یاس کی تردید ہے تو　　شعاعِ اختر امید ہے تو!
خدائے پاک ہو تیرا محافظ　　جو ہے بیکس یتیموں کا محافظ
کرم اس کا رہا گر شاملِ حال　　گزر جائیں گے لمحوں کی طرح سال

کوئی دن میں جوان ہو جائے گا تو
مرا راحت رساں ہو جائے گا تو

تلوک چند محروم

# جنت

(ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کا ایک بہترین شاہکار)

وہ نکما تھا، بالکل بیکار، اسے کوئی کام نہ تھا وہ لکڑی کے مربع ٹکڑوں پر مٹی ڈال کر بجایا کرتا تھا بس اس کا یہی کام تھا۔ گھر میں ہر شخص اُس کی شکایت کرتا اُس سے نفرت کی کوئی انتہا نہ تھی وہ خود بھی کبھی کبھی عہد کر لیا کرتا تھا کہ اب میں اس جنون کو چھوڑ دوں گا۔ لیکن وہ اس جنون کو نہ چھوڑتا۔

بعض لڑکے سال بھر تک بالکل نہیں پڑھتے پھر بھی امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی انجام اس کا ہوا اس کی تمام عمر بے عملی میں بسر ہوئی لیکن بعد مرنے کے اس کو معلوم ہوا کہ آسمان میں جگہ مل گئی۔ قسمت آسمانی راہ میں بھی ساتھ نہیں چھوڑتی فرشتوں نے اسے بجائے بے عملوں کی جنت میں داخل کرنے کے باعملوں کی جنت میں داخل کر دیا اِس جنت میں بھی سب کچھ تھا لیکن اطمینان نہ تھا۔ یہاں مرد کہتے تھے کہ فرصت نہیں عورتیں کہتی تھیں کہ میرا کام پڑا ہے۔ غرض سب یہی کہتے تھے کہ وقت بڑا قیمتی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ وقت بے قیمت ہے باوجود اس پریشانی کے سب خوش تھے صرف یہی کہتے رہتے تھے کہ کام کرتے کرتے چور ہو گئے اس بیچارے کو کہیں بھی عافیت نہ تھی نہ اس سے کسی کی موافقت تھی وہ راستہ میں اپاہجوں کی طرح چلتا اس سے مصروف کار لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی۔ وہ اگر کہیں چادر بچھا کر بیٹھ جاتا اور چاہتا کہ آرام کرے تو اس سے کوئی نہ کوئی آکر یہ ضرور کہتا کہ ارے بھئی یہ کھیت ہے اس میں دانے پڑے ہوئے ہیں پھر اسے وہاں سے اُٹھ جانا پڑتا۔

ایک لڑکی روزانہ پابندی کے ساتھ گھڑا لیکر آسمان کے ایک چشمہ پر پانی لینے آتی۔ وہ نکما چشمے کے کنارے کھڑا درخت کی طرح چپ چاپ دیکھا کرتا جس طرح کھڑکی سے کسی مسکین کو دیکھ کر شہزادی کو ترس آجاتا ہے بالکل اسی طرح اس بے عمل نکمے آدمی کو دیکھ کر اس لڑکی کا دل ہمدردی سے لبریز ہو گیا۔ لڑکی نے کہا "معلوم ہوتا ہے تمہیں کوئی کام نہیں ہے"

اُس نے زور دے کر کہا "کام تو کروں لیکن اس کے لئے وقت نہیں ہے"

لڑکی کچھ نہ سمجھ سکی اُس نے کہا "مجھ سے کام لوگے ؟"

اُس نے کہا "تم ہی سے تو کام لینے کھڑا ہوں"۔ لڑکی نے کہا "کیا کام دوں"۔ اُس نے کہا "تم جو گھڑے ہر روز پانی بھرنے کے لئے لاتی ہو اس میں سے ایک مجھے دیدو"۔ "گھڑا لیکر کیا کروگے پانی بھروگے"۔ اُس نے کہا "نہیں میں اس پر تصویر بناؤں گا"

لڑکی نے گھبرا کر کہا "میں جاتی ہوں فرصت نہیں ہے"

اس چشمہ پر دونوں کی ملاقات ہو جاتی وہ روز یہی کہتا کہ مجھے اپنا ایک گھڑا دیدو میں اس پر تصویر بناؤں گا بالآخر لڑکی نے

مجبور ہو کر گھڑا دیدیا وہ اس کو لیکر اس پر تصویر بنانے لگا مختلف قسم کے رنگ کئے اور مختلف قسم کے خطوط۔ تصویر مکمل ہونے پر لڑکی نے پوچھا۔ پھر بھویں سکیڑ کر غور سے دیکھا اسکا کیا مطلب؟

اس نکمے نے کہا "مطلب کچھ نہیں"

لڑکی گھڑا لیکر چلی گئی وہ دن میں سب کی آنکھ بچا کر اسے دیکھا کرتی رات کو چراغ روشن کرکے اور بستر سے اُٹھ کے اس تصویر کو دیکھا کرتی اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار ایسی چیز دیکھی جس کا کوئی مطلب نہیں۔

اُس روز بھی اُس نکمے سے ملاقات ہوئی۔

لڑکی نے کہا "اب کیا چاہتے ہو؟" "تم سے کام چاہتا ہوں"

"کونسا کام دوں" لڑکی نے کہا "اگر تم بھی پسند کرو تو میں رنگین سوت بٹ کر پٹی باندھنے کا ڈورا تیار کردوں"

"اِس سے کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں"

اب ڈورے تیار ہونے لگے آئینے کر پٹی باندھنے میں لڑکی کو دیر ہونے لگی کام پڑا رہ جاتا تھا اور وقت نکل جاتا تھا۔ دیکھتے دیکھتے باکار لوگوں کے کام میں خلل پڑنے لگا منتظمین آسمان بہت سراسیمہ و پریشان ہوئے انہوں نے ایک کمیٹی کی اور کہنے لگے اب سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔

آسمان کے کارندے نے اپنا قصور تسلیم کر لیا اور کہنے لگا "میں نے غلطی سے ایک نکمے کو اس آسمان میں داخل کر لیا"

نکما کمیٹی میں بلایا گیا اس کی رنگین پگڑی دیکھ کر لوگوں نے کہا واقعی بڑی غلطی ہوئی۔

صدر نے کہا "تمہیں پھر زمین پر واپس جانا ہوگا"

وہ اپنی رنگین پگڑی کو ہلاتے ہوئے بولا "تو پھر میں رخصت!"

لڑکی بولی "میں بھی جاؤں گی"

صدر حیران سا ہو گیا اس نے بھی پہلی بار ایسا واقعہ دیکھا تھا جس کا کوئی مطلب نہیں۔ (ماخوذ از سرسوتی ہندی) ارجمند بانو

# تہواروں پر ایک نظر

جنوری ۴۳ء کا پرچہ ملا بہن صدیقہ بانو صاحبہ کا مضمون "تہوار دینا" نظر سے گذرا۔ بنگالیوں اور اہل ہنود میں تو یہ عام بات ہے کہ لڑکی والے کو ایک کثیر رقم لڑکے والوں کو دینی پڑتی ہے مگر ان کو یہ بار زیادہ نہیں گذرتا کیونکہ یہ قومیں بہت چلن سے گزرتی ہیں۔ کھانے پینے میں بہت کم خرچ ہوتا ہے اسی وجہ سے بیاہ شادیوں میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کے بہن صاحبہ نے مسلمانوں کی حالت پر جو تبصرہ فرمایا ہے بجا اور درست ہے حضرت فاطمہ زہرہؓ کے جہیز میں چند مٹی کے برتن اور چکی ضرور تھی مگر وہ اُس شخص کی بیٹی تھیں جنہیں روپیہ پیسے سے محبت نہ تھی جن کے پاس لاکھوں روپیہ آتا تھا اور وہ اپنے پاس رات بھر کے لئے ایک پیسہ رکھنا گوارہ نہ کرتے تھے اور سب کا سب خیرات کر دیتے تھے۔ اگر اتفاق سے کچھ بچ رہا تو تو اس روز رات کو گھر میں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ جب تک کہ وہ خیرات نہ ہو جاتا تھا لہٰذا موجودہ زمانہ کی حالت کو دیکھتے ہوئے ان بزرگ ہستیوں کی مثالیں پیش کرنا زیادہ سود مند نہیں۔ یہ ضرور صحیح ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت بہت ابتر اور تباہ ہے مفلسی نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے مگر وہ اس حالت میں بھی اپنی پرانی عادتوں پر اڑے ہیں۔ بیاہ شادیوں میں اپنی اوقات سے زیادہ صرف کرتے ہیں چاہے ان کو قرض کے لئے بلیوں عزیزوں دوستوں کے سامنے ہاتھ ہی کیوں نہ پھیلانا پڑے تاکہ اُن کی ناک جڑ سے نہ کٹ جائے۔ اس طرف مسلمانوں کو فوری توجہ کرنے کی

ضرورت ہے۔ اس کے بعد آئے بے زبان لڑکی کی شادی کے بعد بھی یہ عذاب ختم نہیں ہوتا اور تہواروں کا دینا لازمی ہے دو دیگیں پلاؤ زردے کی ایک ڈیڑھ من شکر اور اسی قدر میوہ اور سویاں اور روپیہ دینا پڑتا ہے جس کو کہ بہن صاحبہ نے ٹیکس قرار دیا ہے۔ بہنوں کو غالباً معلوم ہو کہ ہمارے باپ دادا جو اس قابل ہیں کہ مذکورہ بالا عیدی اپنی نور نظر کو عید پہ دے سکتے ہیں ہزاروں روپیہ کی جائدادوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں اور اس جائداد میں جو خدا نے تہائی کا حق بیٹیوں کے لئے مقرر فرمایا ہے وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھ کر آنکھیں بند کرکے کھا رہے ہیں۔ اور اگر کوئی بیٹی داماد اپنے حق کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ لیتا ہے تو ان کو ذلیل نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور اس وقت ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ والدین نے بیٹیوں سے ان کے جائز حقوق سے لادعویٰ لے لئے ہیں اس حالت میں اگر وہ سال میں دو چار مرتبہ اپنی نور نظر کو چالیس پچاس روپیہ اسی بہانے سے دیدیتے ہیں تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ البتہ اگر تہواروں کو بجائے پلاؤ زردے کی دیگوں کے روپیہ نقد دیدیا کریں تو وہ اپنی بیٹیوں کی مالی حالت کے مدد دینے میں بہت کچھ کارآمد ہوں۔ ہاں تہوار بھی ایک شکل سے بند ہو سکتے ہیں۔ اور یہ ٹیکس بھی بند ہو سکتا ہے وہ اس طریقہ سے کہ والدین اپنی خوشی سے اپنی جائداد شرعی کا حصہ اپنی بیٹیوں کو دیدیں اور کہدیں کہ لو بیٹی یہ تمہارا حصہ ہے یہ لو اور باقی ہمارا اور ہماری باقی اولاد کا حصہ ہے اب اب تمہارا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ہر شخص کو اطمینان ہوگا اور کوئی شخص کسی وقت نکتہ چینی بھی نہ کریگا

اب رہا یہ مسئلہ کہ جو لوگ پورانی لکیر کے فقیر ہیں ان کو بیٹی کے ہونے سے رنج اور لڑکے کے ہونے سے خوشی ہوتی ہے۔ یہ اُن لوگوں کی حماقت اور جہالت ہے اولاد میں بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی شامل ہے پھر بیٹی کے ہونے پر افسوس کرنا سراسر خدا کی ناشکری کرنا ہے۔ اس لحاظ سے اگر بیٹی پر خرچ زیادہ یا کم ہوتا بھی ہے تو چنداں کوئی مضائقہ کی بات نہیں البتہ بیٹی کی شادی پر جو رقم جہیز پر خرچ کی جاتی ہے وہ زیادہ تر بے کار صرف ہوتی ہے جہیز میں بہت سی چیزیں فضول بہت سے کپڑے لڑکی اور داماد کے مذاق کے برخلاف قیمتی تیار کرکے دیئے جاتے ہیں۔ جو بدستور بیکار رکھے رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مدتوں رکھے رکھے خراب ہو جاتے ہیں۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ لڑکی کو چند گنتی کے کپڑے اور چند ضروری برتن اور ایک دو زیور دیئے جائیں اور باقی نقد روپیہ کی صورت میں دیدیا جائے تاکہ شادی کے بعد لڑکی اپنے اور اپنے شوہر کے مذاق کے مطابق خود کپڑے و زیور وغیرہ بنائے اس صورت میں جو روپیہ پہلے دینے پر بیکار ضائع جاتا ہے وہ کارآمد ہو۔

حسین بیگم

# ایک اہم مسئلہ

ایک وہ بھی دن تھے کہ ہنرمندی اور دستکاری۔ نسوانی افتخار، سلیقہ شعاری کا تمغۂ امتیاز اور سگھڑاپے کی دلیل تصور کیا جاتا تھا۔ لباس کی سلائی، ٹانکوں کی صفائی۔ قطع برید کا ماہر ہونا۔ خاندان بھر میں ہر دلعزیز کر دیتا تھا۔ ہم چشموں میں عزت تو ہم سنوں میں توقیر کا باعث تھا۔ کچھ دن بھی نہیں گذرے ہندوستانی معاشرت کا کچھ سے کچھ رنگ بدل گیا۔ آج جسے دیکھو بازاری سلے سلائے کپڑوں میں ملبوس۔ زر دوزی۔ درزیوں کی تیار صنعتوں سے مزین۔ ان کے کمالات کا معترف نظر آرہا ہے۔ اُمراء تو خیر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مگر متوسط حال بلکہ نادار بھی کورانہ تقلید میں مدہوش ہو کر انجام کو نظر انداز کرکے اسی اسراف بیجا کے باعث قرض جیسی بلائے بے درماں میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ تجارت گر رہی اور بے کاری بڑھ رہی ہے۔ مرد نالاں و پریشان ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ آنکھیں بند کئے فضول نمائشی چیزیں خرید رہے ہیں۔ اگر روپیہ موجود نہیں تو نہ ہو قرض تو لے سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے بعد قرضداروں کے روز روز کے تقاضوں سے بچنے کے لئے طلائی زیور آدھی قیمت میں فروخت کرکے چھٹکارہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔

آج چاروں طرف تعلیم تعلیم کا شور مچا ہوا ہے۔ جاہل اور بے علم بے شعور اس قدر ناعاقبت اندیش ہوں تو افسوس بھی نہیں۔ مگر رونا تو یہ ہے کہ حصول علم کے بعد بھی ہم ان ہی غلطیوں کا شکار رہیں پھر تعلیم کا نتیجہ کیا؟ دور سابق کی بیویوں کو ہم جاہل اور فضول رسم و رواج کا پابند کہتے ہیں۔ مگر ہم نے تعلیم یافتہ ہو کر کیا فیض پایا یا پہنچا رہے ہیں۔ لہذا اس ضروری مسئلہ پر چند لمحہ غور کرنا ہر بہن کا فرض ہے۔ تعلیم یافتہ بہنوں کو اس وبائی مرض کے علاج کی تدابیر سوچنی چاہئیں۔ امراض جسمانی کے سد باب کے لئے طبی مشورہ کے مطابق جس طرح ہم پرہیز کرتے ہیں۔ اسی طرح قومی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے۔ امراء اور اہل علم طبقہ کو وسائل اختیار کرنے چاہئیں ورنہ متوسط حال اور غربا کی اصلاح کی کوئی امید نہیں۔

ہر نسوانی انجمن کا فرض ہونا چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے فن قطع برید کو ترقی دینے کے اسباب مہیا کرے۔ گھریلو دستکاریوں کو ترقی دیں۔ امیر بہنوں کو چاہیئے کہ بجائے درزیوں کے نادار شریف پردہ نشینوں سے دستکاری کی چیزیں اور لباس تیار کرائیں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور علاج افلاس بھی اور ساتھ ہی حصول ثواب بھی۔ زنانہ رسالوں اور تقریباً ہر جلسہ میں۔ بازاری لباس کے نقائص۔ گھریلو دستکاریوں کے فوائد پر کافی وضاحت طلب روشنی ڈالی جائے۔ انجمن کے مقاصد میں اس اہم مقصد کو شریک کریا۔ مجھے امید ہے جہاں ہم کلب انجمن اور پارٹیوں اور سیر و تفریح کے لئے وقت صرف کرتے ہیں وہاں چند گھنٹے اس ضروری مسئلہ کے حل کرنے میں بھی صرف کریں تاکہ ہندوستان میں موجودہ افلاس کی آندھیاں جو چار سو چل رہی ہیں آفتاب علم و ہنر سے کافور ہو جائیں۔ اور علم کا صحیح مقصد عمل سے حاصل ہو۔

خدیجہ بائی (زائدہ بیگم)

# ہاں کہا تو تھا

میری عمر اٹھارہ انیس سال کی تھی دالان میں بیٹھی کچھ سی رہی تھی کہ جمنا آئی اور زمین پر بیٹھ گئی میں نے پوچھا "کیوں ہرکشن نے رام لال کی بیوہ سے شادی کر لی ؟" اُس نے کہا " ہاں " اور ساتھ ہی اس کے آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ نکلا میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ کچھ کہہ نہ سکی۔ اُس کی نگاہیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ ایک محلے والی بولی " جمنا ہم نے تو سنا ہے کہ تو نے خود ہی کہہ دیا تھا کہ تم دوسری شادی کر لو " ہاں کہا تو تھا " یہ کہتے ہوئے جمنا نے سر اٹھایا اور کچھ اس انداز سے چاروں طرف نظر ڈالی جیسے کوئی بے گناہ قیدی جیل کی دیواروں کو اُن نظروں سے دیکھے جن میں یہ التجا ہو " کاش تم گر کر مجھے رہا کر دو " پھر سامنے چھت کی جانب اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا " کیوں بی اگر اس پر سے کوئی گرے تو مر جائے ؟ " مجھے اس بے محل سوال سے حیرت ہوئی پھر خیال کیا کہ شاید وہ شوہر کی دوسری شادی کے تذکرہ کو ٹالنا چاہتی ہے میں نے جواب دیا " ہاں اگر قضا آئی ہو تو مر ہی جائے گا۔ ورنہ ہڈی پسلی ٹوٹ کر سخت عذاب میں گرفتار ہو جانا تو یقینی ہے " اب وہ پھر خاموش ہو کر نیچے دیکھنے اور زمین پر آڑی ترچھی لکیریں بنانے لگی۔ میں نے اس کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے گرتے دیکھ کر کہا " جمنا جب تمہیں ایسا رنج کرنا تھا تو کیوں کہدیا کہ وہ شادی کرے " " اُنہوں نے پوچھا تھا " اس نے جواب دیا۔ " تو اُس کی دوسری شادی پر کیوں رضامند ہو گئی " اس پر وہ ہنس پڑی " شاید وہ نہ کرتا " " تو کیا ہوتا " " اس کوفت اور صدمے سے تو بچ جاتی " اب اس نے میری طرف نہایت غور سے دیکھا میں نے کہا " کیا تو نے اس خیال سے نہیں روکا کہ وہ نہ مانے گا ؟ " " نہیں " پھر تو وہ کس قدر جوش کے ساتھ گلوگیر آواز میں کہنے لگی " بی بی بات یہ ہوئی کہ ان دنوں انہوں نے اکثر کہا کہ " معلوم ہوتا ہے کہ ہم بے بنس (لاولد) ہی رہیں گے " بچہ نہ ہونے کا غم مجھے بھی تھا لیکن میرے دل نے اس غم کو ان کی محبت کی شکل میں تبدیل کر لیا تھا اور وہ جو مثل ہے " بانجھ کے گھر مرد ہی پیارا " (یہ کہہ کر رونے لگی) مجھے اُن کے ہوتے ہوئے کسی چیز کا نہ ہونا تکلیف دہ نہ تھا اب اُن کی زبان سے یہ سُن کر رنج ہوا اس بات کا کہ ان کی یہ خواہش میں کسی طرح پوری نہیں کر سکتی پھر جب انہوں نے کہا کہ اُس کے چار لڑکے ہیں اور ابھی امید ہے اور ہونے کی بھی۔ تم کہو تو.. میں نے یہ سوچ کر کہ ان کی یہ خوشی میں تو پوری کرنے سے رہی اگر وہ اسے دوسرے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو میں کیوں ہارج ہوں اور کس دل سے ہارج ہوں بے تامل کہدیا کہ " ہاں تم کر لو " بی بی وہ نہ کیسے کرتے جبکہ ان کے من میں بس گئی تھی پھر میں اُن کو غمزدہ اور پریشان جو شادی نہ کرنے کی حالت میں ہونا لازمی تھا کیونکر دیکھتی۔ بہرا دل تو ان کی دوسری شادی کا خیال ہی آنے سے خون ہو گیا۔ لیکن اس خیال کا روکنا نہ میرے بس کی بات تھی نہ ان کے۔ رہا رنج کیا کروں لاکھ دل کو سمجھاتی ہوں مگر خاک تسلی نہیں ہوتی ان کو دروازے کی طرف جاتے دیکھ کر اس گمان سے کہ اُسی کے ہاں جاتے ہوں گے خود بخود میری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور بے اختیار جی چاہتا ہے کہ نہ صرف گھر چھوڑ دوں بلکہ اس پرتھوی (دنیا) سے باہر چلی جاؤں

اور اب تک ایسا کر گذرتی. لیکن وقت یہ ہے کہ اس سر بر (جسم) کا پرتھوی کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں"۔ اتنا کہہ کر جمنا اکدم خاموش ہوگئی میرے دل پر بے انتہا اثر ہوا کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس سے کیا کہوں پھر اس خیال سے کہ شاید مذہبی باتوں کی طرف مائل ہونے سے اس کا غم کچھ ہلکا ہو کہا کہ "تورامائن یا گیتا پڑھا کر سنا کر" بولی "کس سے" میں نے کہا "برہمن سے"۔ کہا "اچھا لیکن روپیہ روز مہاراج کے دینے کو کہاں سے آئیگا" میں نے کہا "روز نہیں کبھی کبھی" وہ ہنسکر خاموش ہوگئی۔ اتنے میں اور عورتیں آگئیں جن کے سوالات کا وہ مختصر جواب دیتی اور بیدلی سے گفتگو کرتی رہی۔ میں عصر کی نماز کے لئے اُٹھی اُس نے بھی اُٹھنا چاہا میں نے کہا "ابھی بیٹھ میں نماز پڑھ کر ہندو دیویوں کے قصے اُردو کتابوں سے سناؤں" وہ بیٹھ گئی۔ میں آئی تو وہ یہ کہکر پھر اُٹھی کہ "بچی گھر میں، اس وقت کام ہے بیل آگئے ہوں گے اُنہیں باندھنا چارہ دینا ہوگا۔ کھانا بھی پکانا ہے"۔ میں نے کہا "پھر آنا" "اچھا" کہکر چلی گئی میرا دل بھر آیا۔ کہ بیچاری اچھی بھلی کیسی بپتی میں مبتلا ہوگئی۔

دوسرے روز سنا کہ جمنا گھر سے غائب ہے۔ بہتیرا تلاش کیا گیا نہ ملی۔ گاؤں میں جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ کوئی کہتا روپیہ پیسہ اسی کے پاس تھا مضبوط ہوکر گئی ہے۔ کوئی کہتا لین دین اُسی کی معرفت تھا شوہر کو پریشان کرنے کی غرض سے چلی گئی۔ کوئی کہتا ارے وہ بھی دوسرا کرلے گی۔ لیکن مجھے چونکہ اس کی دلی کیفیت کا کسی قدر اندازہ ہو چکا تھا ان میں سے کسی بات کا یقین نہ آیا اور نہایت تشویش ہوئی۔ لیکن خاموش رہی۔ اس کے غائب ہونے کی تیسری صبح کو میں اپنے بالاخانے پر سوکر اُٹھی ہی تھی کہ باہر سے کسی نے میاں کو (میرے والد مراد تھے جو گاؤں کے زمیندار تھے اور جمنا کا شوہر جن کی رعایا اور ایک آسودہ حال ہندو کسان) چوکیدار بلا رہا ہے کھڑکی سے دروازے کی طرف دیکھا پولس نظر آئی دریافت حال کی غرض سے بعجلت نیچے اُتری معلوم ہوا کہ کل شام کو گاؤں سے دور آبادی کے باہر جو کنواں ہے اس میں ایک رہگیر نے پانی بھرا پانی متعفن اور اس میں کچھ کھال کے ٹکڑے تیرتے دیکھ کر رہگیر کو شک ہوا۔ اس نے متعلقہ تھانے میں اطلاع کی۔ پولیس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک آدمی کی لاش ہے جو نکال لی گئی اور پہچانی گئی کہ جمنا کی لاش ہے۔ سب کو افسوس ہوا میرے حسرت واندوہ کی انتہا نہ تھی۔

اُس نے اپنے جی کا کہنا کیا اور اس سر بر (جسم) کو جس کا اس پرتھوی کے علاوہ کہیں ٹھکانا نہیں اسی پرتھوی کے حوالے کرکے خود خدا جانے کہاں چلدی۔ دنیا اس کو فراموش کرچکی ہے۔ لیکن مجھے اس کی وہ نگاہیں جو اس نے "ہاں کہا تو تھا" کہہ کر چاروں طرف ڈالی تھیں کبھی نہیں بھول سکتیں +

بنی فاطمہ

# پسند

بعض بیبیوں کی عادت ہوتی ہے کہ ان کے لئے کتنی ہی اچھی کوئی چیز لائی جائے لیکن وہ اُن کو پسند نہیں آتی اور اُس چیز میں کتنے ہی عیب نکال دیتی ہیں۔ میاں اپنی پسند کی کوئی چیز بیوی کے لئے لاتا ہے کہ بیوی دیکھ کر خوش ہوگی۔ گھر پہونچکر خوشی خوشی بیوی کو اپنی لائی ہوئی چیز دکھاتا اور پوچھتا ہے کہ "یہ اچھی ہے نا؟" لیکن بیوی فوراً ناک بھویں چڑھا کر جواب دیتی ہے کہ "یہ تو گھٹیا سی کہیں سے اُٹھا لائے ہو جیسی اس کی شکل ہے ایسی ہی قیمت بھی ہوگی۔ اگر تم کو لانی ہی تھی تو مجھ سے کہا ہوتا میں بھی تم سے ہمراہ چلتی اور اپنی پسند کی ہوئی چیز لاتی"۔ آپ خود اندازہ کرسکتی ہیں کہ ان باتوں سے میاں کے دل کو کتنی اذیت ہوتی ہوگی اور اُس کے دل میں جو اُمنگ پیدا ہوتی ہے وہ قریب قریب فنا ہوتی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ہمارے ہاں ایک بہن آئیں وہ دہلی سے باہر جارہی تھیں اس لئے اُن کے شوہر جلدی جلدی کرکے کچھ کپڑا بچے کے کھلونے اور جوتیاں وغیرہ خرید کر لائے کیونکہ اسٹیشن جانے میں صرف پون گھنٹہ کی دیر تھی۔ انہوں نے سب چیزیں بیوی کو دکھا کر پوچھا کہ کیسی ہیں تو وہ بہت نخرے سے کہتی ہیں کہ کیا ہے ململ اتنی موٹی ہے چھینٹ بدرنگ ہے" پھر میاں نے جوتی پہنوائی تب بھی کہا کہ "یہ تو شاید دو ڈھائی روپیہ کی ہوگی"۔ وہ کہنے لگے کہ "تمہیں قیمت سے کیا غرض؟ کیا تم کو قیمت ادا کرنی ہے جو اتنی فکر کررہی ہو"۔ غرض یہ ہے کہ اُن خدا کی بندی نے ایک چیز کو اچھا نہ کہا۔ میاں نے بھی جھلا کر جواب دیا تم کو کوئی چیز پسند بھی آتی ہے اگر کچھ وقت اور ہوتا تو یہ چیزیں واپس کردیتا۔ خیر وہ تو ذرا دیر بعد چلے گئے۔ لیکن ہم اُن کی باتوں پر غور کرتے رہے کہ اگر دونوں کے مزاجوں میں اس طرح زمین و آسمان کا فرق رہا تو کس طرح بنے گی۔ اگر میاں و بیوی کے مزاجوں میں اختلاف ہے تو یا تو بیوی کو میاں کے مزاج کے موافق چلنا چاہیئے یا میاں کو اپنے ہی رنگ میں رنگ لے اِن آئے دن کے جھگڑوں سے جو اختلاف مزاج کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں چھٹکارا مل جائے۔ ہر وقت کے لڑائی جھگڑے دیکھنے والوں کو بھی ناگوار گذرتے ہیں۔ اگر میاں کی لائی ہوئی چیز واقعی اچھی نہ بھی ہو بلکہ بُری ہی سہی تو بھی اُس کا دل رکھنے کی غرض سے ہی کہدے کہ ہاں اچھی ہے اُس کی دل شکنی نہ کرے۔ ان کا پان بھی بہت ہوتا ہے۔ اور میاں پر ہی کیا منحصر ہے جب یہ عادت ہی ہے تو سب کے ساتھ ایسی باتیں پیش آئیں گی۔ باپ ہوں یا بھائی وہ بھی آخر کہدیتے ہیں کہ "ہم تمہاری کوئی چیز خرید کر نہیں لاتے تم کو ہماری لائی ہوئی چیز پسند نہیں آتی۔ ہمیں پریشان کرنے کے سوا تم کو اور کچھ فائدہ نہیں"۔

اعجاز فاطمہ بیگم

# پیر کی جوتی

ایک دن دوپہر کے وقت میں اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی تکیہ کا غلاف کاڑھ رہی تھی کہ سامنے سے دو عورتیں آتی ہوئی نظر آئیں، جو عورت آگے تھی۔ وہ "الحمد للہ" اور "اللہ اکبر" کے نعرے لگاتی میرے پاس آپہنچی۔ اور مجھے اپنا ہاتھ دیتے ہوئے کہا: "لے بیٹی ججن تیرے یہاں آئی ہے مصافحہ کر"۔

میں اس آواز سے چونک پڑی، اور جب نظر اُٹھا کر دیکھا تو ججن سامنے نمودار تھی۔ اور اس کی ساتھی عورت بھی اس کی بائیں جانب ایک گٹھڑی لئے ہوئے کھڑی تھی ججن کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی تسبیح تھی اور وہ منہ ہی منہ میں پڑھ رہی تھی۔

**ججن**: "بیٹی ججن سے مصافحہ کرلے یہ موقعہ پھر کہاں"۔

**میں**: "آپ کہاں سے آئی ہیں؟"

**ججن**: "مجھے حضرت محمد مصطفےٰ کی بشارت ہوئی ہے۔ کہ تو اس گھر میں جا"۔

**میں**: "ہمارے یہاں اجنبی عورتوں کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے"۔

**ساتھ والی عورت**: "آپ ججن کے آنے سے ناخوش ہوئی ہیں"۔ یہ حضرت کی بھیجی ہوئی آئی ہیں، آپ ان سے مصافحہ کریجئے"۔

ججن اب تک اپنا ہاتھ مصافحے کے لئے میری طرف بڑہائے ہوئے تھی۔

**ججن**: "لڑکی کو ججن سے مصافحہ کرنے میں اس قدر تامل ہے"۔ میرے پاس ہی میری چھوٹی بہن بیٹھی ہوئی تھی اس سے کہا "لے بیٹی تو بھی ججن سے مصافحہ کرلے"۔

**میں**: "آپ سامنے میری والدہ کے پاس تشریف لے جائیے"۔

**ججن**: "ہاں، آپ کی والدہ کہاں ہیں"۔

**میں**: "وہ سامنے لیٹی ہیں"۔ اب وہ "الحمد للہ" اور "اللہ اکبر" کے نعرے لگاتی میرے والد کے پاس جا پہنچی۔

**ججن**: (میری والدہ سے) "تو لیٹی ہوئی ہے، سر میں کپڑا کیوں باندہا ہے"۔

**ساتھ والی عورت**: "بی بی کے سر میں درد ہے"۔

**والدہ**: "ہاں! میرے دانتوں میں درد ہے، اسی وجہ سے سر میں درد ہے"۔

**ججن**: "اچھا اُٹھ، اللہ کا نام لیکر اُٹھ بیٹھ۔ اور ججن سے مصافحہ کرلے۔ یہ حضرت کی بھیجی ہوئی تیرے پاس آئی ہے۔ جو مانگے گی وہ پائے گی"۔ والدہ ججن کے اصرار سے اُٹھ بیٹھیں اور ججن سے مصافحہ کر لیا۔

**ساتھ والی عورت**: "ججن آپ پڑہ کر پھونک دیتی ہیں تو درد چلا جاتا ہے۔ بیوی کے لئے ایسا کیوں نہیں کرتیں"؟

ججن منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی ہے، اور والدہ کے ماتھے پر پھونک دیتی ہے۔ اور کہتی ہے "اب تیرے سر کا درد چلا جائے گا۔ اور پھر کبھی شکایت نہ ہوگی" والدہ ان سے بیٹھنے کو کہتی ہیں۔ ججن اور اس کی ساتھی دونوں پاس والے پلنگ پر بیٹھ جاتی ہیں۔

**والدہ** (ججن سے) "ہاں ابھی آپ کہہ رہی تھیں کہ میں حضرت کی بھیجی ہوئی آئی ہوں"

**ججن** "ہاں رات میں وظیفے میں تھی کہ مجھے حضرت محمد مصطفٰے کی بشارت ہوئی، اور آپ نے مجھے تیرے گھر کا پتہ بتایا، اور فرمایا کہ میں تیرے پاس جاؤں، اور کھانا وغیرہ کھاؤں، لا کچھ پھل کھلا" کمرہ میں الہ آباد کے تر و تازہ امرود رکھے ہوئے تھے جن کی خوشبو تمام کمرہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے ججن بی نے پہلے پھلوں ہی کی فرمائش کی اس کے بعد ججن بی کی فرمائشوں کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ والدہ نے چار، پانچ امرود منگوا کر ججن کے سامنے رکھدیئے۔ اور ایک قیمتی چاقو جو نینی تال سے آیا تھا سامنے پیش کیا۔

**ساتھ والی عورت** "اے ججن بی۔ ابھی محلہ میں نواب صاحب دنیا کی نعمت کھلا رہے تھے جب تو آپ نے کھایا نہیں"

**ججن** "مجھے تو یہاں کے لئے حکم ہوا تھا" اتنا کہہ کر ججن اپنی حسب عادت تسبیح ہلانے لگی، اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی رہی

**ساتھ والی عورت** (والدہ سے) "بیوی یہاں محلہ میں نواب صاحب نیا کے پھل مٹھائیاں کھلانے کا اصرار کرتے رہے۔ کی قسم ججن بی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا"

**والدہ** "کون نواب صاحب"

**ساتھ والی عورت** "یہی سامنے والے مکان میں"

**والدہ**۔ خیر کھائیے"

**ججن** "امرود کھانے لگتی ہے"

**والدہ** (ساتھ والی عورت سے) "آپ بھی کھائیے"، عورت "ہاں کھاتی ہوں" ججن نے چار پانچ پھانکیں کھانے کے بعد کلّی وغیرہ کی۔ اور دو چار مرتبہ الحمد للہ اور اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور تسبیح ہلانے لگی۔ اور خدا معلوم کس قسم کی زبان کے الفاظ ادا کرتی رہی جو ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے۔

**ساتھ والی عورت** "ججن یہ لوگ آپ کی عربی نہیں سمجھتی ہیں۔ اردو بولئے"

**والدہ**۔ (ساتھ والی عورت سے) "آپ ججن کی کون ہیں"

**عورت** "پندرہ روز ہوئے ججن سے ملاقات ہوئی تھی۔ ججن بی نے پندرہ حج کئے ہیں۔ اب پھر جا رہی ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ جاؤنگی" عورت اتنا کہنے پائی تھی کہ ججن بول اٹھیں "اپنے ہاتھ سے ناپ کر ایک ہاتھ کچا سوت لاؤ" والدہ نے سوت دیا ججن نے سوت لے کر دونوں ہاتھ برقعہ کے اندر کر لئے۔ اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی رہی اور تھوڑی دیر بعد نکال کر والدہ کے ہاتھ میں نچوڑا۔ اس میں سے چند قطرے پانی کے ٹپکے۔ اس کے بعد والدہ کو دیا اور کہا "سمجھا اس کو رکھدے۔ ایک ہفتہ بعد نکال کر ناپنا، بڑھ جائے گا"

**والدہ** "ساتھ والی سے" اس گٹھری میں کیا ہے۔"

**عورت** "بوی اس میں غلاف کعبہ اور ایسی قسم کی چیزیں ہیں۔ آیئے زیارت کر لیجئے۔"

**جحن** (میری طرف اشارہ کرکے) "اس کا اندھا گھوڑا پہنوں گی۔"

**والدہ** "اندھا گھوڑا کیا۔ میں نہیں سمجھی"

**ساتھ والی عورت** "جحن بی جوتہ کو اندھا گھوڑا کہتی ہیں۔"

ہم سب کو ہنسی آگئی ؟ اور ایک نئی سلیپر کی جوڑی ان کی نذر کی گئی۔ میری بڑی ہمشیرہ جواب تک باورچی خانہ میں تھیں آتی ہوئی نظر آئیں۔ ایک بار پھر جحن کے منہ میں پانی بھر آتا ہے ؟ اور وہ ہمشیرہ کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگی "میں ان کا دھبلہ پہنوں گی"۔ اس مرتبہ بھی ہم لوگ جحن صاحبہ کی انگریزی عربی فارسی جو کچھ بھی کہی جائے نہ سمجھ سکے۔

**عورت** "جحن بی پاجامہ کو دھبلہ کہتی ہیں۔ میری لڑکی کا دھبلہ پہنے ہوئے ہیں"۔ اتنا کہنے کے بعد عورت میری طرف مخاطب ہوئی۔ اور کہنے لگی "جحن بی بھی تیری طرح کنواری ہیں۔ عمر بھر شادی نہیں کی"۔ جحن بی کی یہ خواہش بھی با دل نخواستہ پوری کی گئی۔ اور ایک نیا ریشمی پاجامہ پیش کیا گیا۔ میں بہنوں کو یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ جحن بی کی فرمائشوں کے ساتھ ایک زبردست شرط بھی تھی۔ وہ یہ کہ "جحن بی وہ کپڑا اور وہ جوتہ لیں گی جو خاص موقعوں پر پہنا جاتا ہے۔

اس کے بعد جحن بی نے بہت دیر تک اپنے سفر کے قصے بیان کئے جن کو میں مضمون طویل ہو جانے کے خیال سے نظر انداز کرتی ہوں۔ اب جحن بی چلنے کو تیار ہوئیں۔ آخری فرمائش پانچ روپے کی تھی۔ وہ اس لئے کہ "مدینہ شریف جاکر روضۂ رسولؐ پر فاتحہ دلوائیں گی۔ غرض جب تک جحن بی نے پانچ روپے نہیں لے لئے نہ ٹلیں۔ چلتے وقت جحن بی فرمانے لگیں "تین مہینے بعد پھر آؤں گی اور ضرور ضرور آؤں گی۔ اگر آؤں تو جحن سمجھنا ورنہ پیر کی جوتی" یہ اتنا کہنے کے بعد مصافحہ کیا۔ اور بغیر اپنی ساتھن کو ساتھ لئے مکان سے ہوا ہوگئیں۔

اب جب کہ چاقو کی تلاش ہوئی تو چاقو لاپتہ تھا۔

جحن کو گئے ہوئے اب ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس لئے اب میں اس کو پیر کی جوتی سمجھتی ہوں۔ اور بہنوں سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ میرے تجربوں سے کچھ حاصل کریں۔ اس مکار جیسی جھوٹی جحنوں کو جو پیر کی جوتی سے بھی بدتر ذلیل اور فریبی دغاباز ہوتی ہیں اپنے گھر میں قدم نہ رکھنے دیں۔

مس ایس بیگم

# مسرت

مسرت ہے تکمیلِ عالم کی غایت — مسرت ہے الطافِ حق کی نہایت
مسرت ہے سرمایۂ زندگانی — مسرت ہے دنیا میں ضیا و راحت
مسرت جمالِ رخِ کائنات — مسرت بہارِ گلستانِ فطرت
بغیر اس کے سب نعمتیں ہیچ ہیں — نظر آتی ہے تنگ دنیا کی وسعت
نہیں کھلتی انسان کے دل کی کلی — میسر ہو گرچہ جہاں کی حکومت
مگر اس سے خالی ہے یہ سرزمین — نہ دیکھی کسی نے یہاں اس کی صورت
کہاں جلوہ فرما ہے یہ بدرِ کامل — کہ ہو سایہ گستر ہے یہ ابرِ رحمت
ہر ایک سعیِ پیہم میں مصروف ہے — کہاں گم ہوئی ہے یہ انمول دولت
یونہی ایک موہوم سا نام لے کر — کہیں ہم کو دھوکہ نہ دیتی ہو قدرت
مگر میرے دل کی یہ ہذیاں سرائی — نہیں توڑ سکتے قوانینِ فطرت
اگر چشمِ خفاش محرومِ ضو ہو — تو مہرِ جہاں تاب کی کیا شکایت
ذرائعِ حصولِ مسرت کے کھو کر — جہاں کر رہا ہے تلاشِ مسرت
اگر آج دنیا ہو تسلیم پیشہ — میسر ہو سب کو قناعت کی دولت
تو ہر اک کو حاصل ہو لطفِ سکون — نہ ہو آسماں سے کسی کو شکایت

قناعت میں مضمر ہے رازِ مسرت
مسرت ہے گوہر صدف ہے قناعت

سید محمود حسن (کیتھلی)

# طویل عمری کا انحصار دماغ پر ہے

سویا اس سے زیادہ عمر پانے والے جو ۱۹۳۵ء میں مرے ہیں ان میں ہیٹی نامی ایک کناڈا کی باشندہ ریڈ انڈین عورت بھی تھی جو اپنی عمر کے ۱۱۵ سال گذار کر اپنی وفات سے قبل از سر نو شباب کی طرف پلٹنے لگی تھی۔ اس کی دانتوں کی تیسری نکلنے کا تیسرا دور شروع ہو گیا تھا اور سفید بگلہ سے بال سیاہی مائل رنگ میں بدلنے شروع ہو گئے تھے۔ تعجب اور بالائے تعجب خیز امر یہ تھا کہ وہ قدرتی طور پر جوانی کے مرحلے میں نشو و نما پا رہی تھی اور مرنے سے پہلے اس پر بہت کچھ جوانی و رعنائی کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔

جب جرمن پروفیسر ڈاکٹر ورناف نے پہلی مرتبہ بڈھے آدمی کو جوان کرنے کا کام شروع کیا تھا تو عام طور پر یہ خیال کیا گیا تھا کہ بندر کے غدود کا علاج نہ صرف سن رسیدہ انسان کو جوان کرنے کے لئے ہی مفید ہے بلکہ اس میں ہمارے لئے طویل عمری کا پُر فضا مستقبل بھی موجود ہے اور یہ ممکن ہو جائے گا کہ جتنے عرصہ تک ہم چاہیں گے زندہ رہ سکیں گے۔ مگر اب ہزاروں مردوں اور عورتوں کے اس قسم کے مشاہدات نے ڈاکٹر ورناف اور اس کے ہم خیالوں کے نظریہ کو غلط ثابت کر دیا ہے زیر بحث موضوع کے ریسرچ میں سائنس اس امر سے قطعی مایوس ہو چکی ہے کہ جوانی ہم کو غیر فانی بنا سکتی اور بقائے دوام کی سند دے سکتی ہے۔

اس موضوع پر ایک مشہور سائنسداں ڈاکٹر اسٹینلی رچرڈ نے ایک محققانہ بحث کی ہے۔ فاضل ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ جب جوان آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ جوانی واپس آنے کے علاج سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ بایں ہمہ یہ امید نہیں ہو سکتی کہ اس علاج یعنی ناقص غدود نکلوانے اور نئے غدود (بندر کے) ان کی جگہ لگوانے کے عمل کا جسے "اسٹینج آپریشن" کہتے ہیں، بار بار اعادہ کر کے کوئی انسان ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکے۔ ہر ایک کامیاب علاج جوانی واپس آنے کے لئے جو وقت لیتا ہے وہ نہایت قلیل ہے۔ برعکس اس کے جوانی سے بڑھاپا آنا سریع اور اچانک ہے۔ بڑھاپے کا وقت معین ہے مگر موت کا وقت معین نہیں ہے اور موت کا آنا جوانی آنے سے زیادہ یقینی امر ہے۔

راز حیات غدود میں مضمر نہیں ہے جیسا کہ عام خیال ہے۔ تازہ نظریہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حیات انسانی تمامتر دماغ پر منحصر ہے۔ اور اسی نظریہ کی ہم یہاں تشریح کریں گے جس سے عمر بھر زندہ رہنے کی امید پر روشنی پڑے گی اور نتائج کا اخذ ناظرین پر چھوڑ دیا ہے۔ متوسط وسعت کے انسانی دماغ کی ۱۴,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ مسلسل نسوں کے جدید سائنٹفک مطالعہ نے ظاہر کر دیا ہے کہ یہ جسم کی دیگر نسوں سے کچھ اس طرح مختلف ہیں کہ ان کی تجدید دوبارہ نہیں کی جا سکتی۔ ہمارے نظام جسمانی کی ہڈیاں رگیں اور خون مسلسل زیر استعمال رہتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کے ضعیف ہونے یا خراب ہو جانے پر اس کا با آسانی نعم البدل ہو سکتا ہے۔ مگر دماغ ایک ایسی

نوعیت کا پیچیدہ عضو ہے کہ اس میں جوانی کی روح پھونکنے کے لئے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ناممکن ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ اس کو از سر نو نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دماغ کی اندرونی ساخت قدرتاً نہایت نازک اور حساس ہے فاقہ کی حالت میں دماغ کا عارضی الحاق رہ جاتا ہے۔ اگر ہم خوراک سے محروم کر دیئے جائیں تو ہمارا وزن بتدریج زائل ہو جاتا ہے لیکن اس نقصان کے کم سے کم ایک ہزاویں حصہ کے نتیجہ میں ہی ہمارے دماغ کا ایک ٹشیو غائب ہو جاتا ہے۔

اس نظریہ کی مزید وضاحت کے لئے فرض کیجئے کہ ہم نارمل حالت میں ہیں کیونکہ ہمارے دماغ کی تجدید ناممکن ہے یعنی ہم پر طویل عمری کے لئے دماغ کے ذریعہ سے کوئی عمل نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ پلانیرین ورم Planarian Worm نامی کیڑے کی جس کا دماغ نہیں ہوتا، تحقیقات کے نتیجہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مخلوق سٹیج آپریشن سے ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکتی ہے اگر ان کیڑوں کو کھلانا پلانا بند کر دیا جائے تو یہ اپنی سابقہ زندگی کی طرف لوٹتے ہیں اور چھوٹے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک زندہ رہ سکتے ہیں جب تک سائنسداں ان کو صبر و استقلال کے ساتھ ان کی پرورش کرتا رہیگا اور درمیانی وقفوں میں ان کو جوانی کی طرف پلٹانے کے لئے ان کی غذا بند کرے گا۔

مگر اس قسم کا عمل انسان پر ناممکن ہے۔ اگرچہ اس کا جسم پلانیرین ورم کی طرح گذشتہ زندگی کی طرف پلٹنے کے قابل کیا جا سکتا ہے اور آدمی بلاشبہ جوان ہو سکتا ہے۔ اس کے نظام جسمانی کے بہت سے ٹشیو جن کی نشو و نما ان کے جسم کے باہر ایک خاص رقیق مادہ میں ہے، ایک غیر محدود عرصہ تک صحیح و سالم رہ سکتے ہیں لیکن دماغ ان کا ساتھ نہ دے گا بلکہ روز بروز تنگی کی جانب بڑھے گا۔ آخر کار اپنے پھیلاؤ کی حد پر پہنچکر مزید پیش قدمی سے یکایک رک جائے گا جس کے فوری اثر سے نظام جسمانی کی حرکت یک لخت بند ہو کر حیات انسانی کا کلیتہً خاتمہ ہو جائے گا۔

انسانی دماغ کا معتدل فعل یہ ہے کہ وہ روز بروز وزن میں بڑھتا ہے۔ اس طرح انسان کی عمدہ کارکردگی کا دور ۲۰ سے ۴۰ سال تک ہے چنانچہ جیسا کہ مشہور ہے کہ عورت کی عقل کی پختگی کا زمانہ ۲۰ سے ۳۰ برس اور مرد کی ۳۰ سے ۴۰ سال تک ہے۔ اور یہ پختگی عموماً دس بیس یا تیس سال تک قائم رہتی ہے اس کے بعد اس میں کمزوری رونما ہونے لگتی ہے جس کو عموماً بڑھاپے کے فتور یا پاگل پن سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لہذا جب مرد و عورت ۶۰ اور ۷۰ سال کے دور میں پہنچتے ہیں تو دماغ زیادہ تیزی سے اپنی بالیدگی کے مراحل طے کرنا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ ۸۰ سال کی عمر میں قطعی طور پر کہنہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس عمر میں اس ضعیف دماغ کو کچھ اچھی خوراک جس میں جوہر اغذیہ وٹامن بی زیادہ مقدار میں موجود ہو، ملتی رہے تو یہ بیس یا کچھ زیادہ سال بالیدگی کے دور کے لئے اور لے لیتا ہے۔

موجودہ سائنس حیات انسانی کی تحقیقات کے سلسلہ میں جو کچھ کر رہی ہے اس میں ایک خاص کوشش یہ معلوم کرنے کی بھی ہے کہ دماغ کے پھیلاؤ کی وسعت زیادہ سے زیادہ کہاں تک ہے جس کے ماتحت دماغ کی معتدل حالتیں برقرار رہتی ہیں اس طرح انسان کی زیادہ سے زیادہ قدرتی عمر معلوم ہو جائے۔ مگر اس آخر ذکر کوشش کا نتیجہ اول ذکر کوشش کے نتیجہ یعنی دماغ کی

بالیدگی کی حد معلوم ہونے میں ہی مضمر ہے۔ اس میں کامیابی ہوگئی تو زندگی کی قدرتی حد کا مسئلہ خود بخود حل ہوجائے گا۔

اس مقصد کے لئے طویل سے طویل عمر کے لوگوں کے حالات کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ اب تک ایک کھرب مردوں و عورتوں میں جو اپنی زندگی کا دور ختم کرچکے ہیں صرف چند ہی اپنی طبعی زندگی کی حد تک زندہ رہ سکے اور وہ بغیر کسی حادثہ یا اتفاقیہ بیماری کے کافی عرصہ زندہ رہ کر مرے۔

## طویل عمری کے ریکارڈ

اسکاٹلینڈ کے پروفیسر اے اے پیکوک کی رائے کے مطابق انسان اور حیوان کی عمر ۱۵۰ سال بتائی گئی ہے لیکن دیگر سائنس دانوں نے ۲۵۰ سال کا تخمینہ لگایا ہے۔

مثلاً جب لوئنر ٹرسکو کا روڈ نے جنوبی امریکہ میں ۱۹۳۰ء میں انتقال کیا تو مشہور ہوا کہ وہ اپنی زندگی کے پورے ۱۷۵ سال طبعی طور پر ختم کرچکی تھی۔ شہر کی ایک کونسل نے جب اس خبر کی تحقیقات کی تو بالکل درست نکلی اس عورت کی عمر جو مشہور کی گئی تھی وہ حقیقتاً صداقت پر مبنی تھی بسنہ ۱۷۲۴ء میں ایک ہنگیرین کسان زروٹون پیٹرس کافی عمر رسیدہ ہوکر مرگیا اور سرکاری کاغذات سے ثابت ہوا کہ وہ ۱۸۵ سال کی عمر کو پہنچ گیا تھا۔ اسی طرح ایک انگریز کے واقعہ میں بہت کم شک کی گنجائش ہے۔ اس کا نام تھامس کارن تھا اور شاہ رچرڈ دوئم کے عہد حکومت میں پیدا ہوا اور ۲۰۷ سال کی طویل عمر پاکر ملکہ الزبتھ کے زمانے میں جہان فانی سے کوچ کرگیا۔ آج کل ایک چینی چنگ ین نامی کو دنیا میں سب سے زیادہ بوڑھا ہونے کا دعوےٰ ہے۔ اس حالت کا ایک نامی ڈاکٹر نے جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کی تقریباً ۲۵۰ سال کی عمر ہوچکی ہے نیز اُس کے خاندانی کاغذات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ملکی گورنمنٹ نے بسنہ ۱۸۲۷ء میں قوم کو اس چینی کی سَو سال کی عمر ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا تھا۔

بہرحال سائنسدانوں کی اکثریت آدمی کی عمر کا اوسط ۲۵۰ سال یا اس سے لگ بھگ لگاتی ہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ آیا اس مدت میں کسی توسیع کا امکان موجود ہے یا نہیں۔

اگرچہ ہم لوگ عام طور پر ۲۰۰ سال کی عمر نہیں پاتے ہیں لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسانی عمر میں بجائے انحطاط کے ترقی ہورہی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا واقعات اور اعداد و شمار سے ثابت ہے بسنہ ۱۸۸۰ء میں اوسط عمر ۴۳ سال تھی بسنہ ۱۹۰۱ء میں ۴۸ سال اور ۱۹۳۰ء میں ۴۸ تک ترقی کرچکی ہے۔ پس اس شرح رفتار سے ۲۲۰۰ء میں ۲۵۰ سال تک پہنچ سکتی ہے اور علیٰ ہٰذا القیاس۔ لیکن جس تیزی سے ہماری طبی سائنس بیماریوں پر قابو پانے کی کوشش کررہی ہے اور ہم دن بدن حفظانِ صحت کے اُصولوں پر کاربند ہوتے جارہے ہیں۔ اس بنا پر علم حیات کے ماہرین یقین دلاتے ہیں کہ اس سے قبل ہی ڈھائی سو سال کی عمر کا اوسط شروع ہوجائے گا۔

انسانی عمر کی جو انتہائی حد ۲۵۰ سال قرار دی گئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ دماغ کی کسی مصنوعی صورت سے تجدید نہیں ہوسکتی صرف قدرت ہی اس کا انتظام کرسکتی ہے۔ تمام انسانی تدابیر اس معاملہ میں بیکار ہوچکی ہیں۔ دماغ ایک قدرتی "اسپرنگ" ہے جو قدرتی طور پر کھلتا ہی رہے گا یہاں تک کہ اپنی حد پر پہنچکر رُک جائے گا۔ اب اس ضمن میں وہی دلچسپ سوال

پیدا ہوتا ہے جو مضمون زیر نظر کا موضوع ہے اور جس پر آج کل غور کیا جا رہا ہے کہ اس "اسپرنگ" کے کُھلنے کی رفتار کو سُست کیا جا سکتا ہے تاکہ "انسانی گھڑی" جو اس کے سہارے سے چلتی ہے زیادہ عرصہ تک ٹِک ٹِک کر سکے۔

پہلی نظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ رفتارِ حیات بعض طریقے سے درازی حیات سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ کو اکثر تجربہ ہوا ہوگا کہ ایک جانور جس سُست رفتار سے اپنی حیات کی منزلیں طے کرتا ہے اُسی قدر وہ طویل عمر پاتا ہے۔ مثلاً ایک عظیم الجثہ کچھوا سب سے زیادہ سست جانور ہے اور وہ ۱۵۰ سال تک زندہ رہتا ہے (یہ ایک معمولی تخمینہ ہے ورنہ کچھوا جیسا کہ بہت سے واقعات سے ثابت ہے ۲۱۱ سال تک زندہ رہتا ہے) کارپ جو سٹینیٹیورن مچھلی کی نسل سے ہے۔ بہت عرصہ تک پتھر کی مانند بے حس و حرکت زندہ رہتی ہے اور ۱۵۰ سال کی عمر پاتی ہے۔ سفید سروں کے کرگس (گدھ) کی سُست زندگی کے ریکارڈ سے ان کا ۱۰۸ سال تک زندہ رہنا ثابت ہوا ہے۔ نیز رینگنے والے کیڑے جو اپنی زندگی کی منزلیں نہایت آہستہ آہستہ طے کرتے ہیں کافی عمر کو پہنچتے ہیں۔

لیکن یہاں اس امر کا بھی ثبوت موجود ہے کہ جانوروں کی رفتارِ حیات سے اُن کی درازی عمر سے کوئی تعلق نہیں جیسے کہ کوّوں سالمنوں اور شارک پرندوں سے ثابت ہے جن میں سے ہر ایک کا سو سال تک زندہ رہنا عام طور سے مشہور ہے مگر ان میں سے کوئی بھی سُست زندگی کا حامل نہیں کہا جا سکتا۔ نیز جب دوسرے طویل عمر کی زندگی کے واقعات پر غور کیا جاتا ہے تو یہ مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ عمر کی طوالت سے جسم کی وسعت، چستی، ذہانت، غذا اور دوسرے کسی خارجی عنصر کو تعلق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل جانوروں کی ریکارڈ شدہ عمروں سے بھی اس ثبوت کی مزید تائید ہوتی ہے ... گھونس ۱۸ ماہ۔ چوہا ۵ سال گائے ۲۵ سال۔ مرغی ۳۰ سال۔ کینری ۲۴ سال۔ پالتو ریچھ ۳۴ سال۔ کتا ۳۵ سال وہیل مچھلی ۴۰ سال۔ گھوڑا ۴۰ سال۔ بط ۷۵ سال۔ ہاتھی چڑیا خانہ کے اندر ۷۰ سال۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی اور حیوانی درازی حیات کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو جتنا سُلجھایا جاتا ہے اُتنا ہی وہ اُلجھتا ہے اور باوجود سائنس کے اس زبردست ترقی کے دور میں اس کا صحیح اور مکمل حل نہیں معلوم ہو سکا۔ اگرچہ اُمید کی کرنیں ضرور چمک رہی ہیں۔

سیّد رضا احمد جعفری اکبر آبادی

# کپڑے دھونا

میز پوش اور پہننے کے سفید کپڑے جالیس وغیرہ نشاستہ لگانے کے بعد بہت دیدہ زیب معلوم ہوتے ہیں نشاستہ کو گرم پانی میں گھل کرکے لگانا چاہیئے لیکن پہننے کے کپڑوں میں بہت کم لگایا جاتا ہے البتہ خواتین کو اپنے جمپروں اور بلاؤزوں میں ضرور لگانا چاہیئے تاکہ وہ سخت رہیں خوبصورت بھی معلوم ہوں گے۔ اور زیادہ دیر تک صاف بھی رہیں گے گرد بھی ان پہ نہیں جمتی غلاف دستی رومال پلنگ پوش تولیہ وغیرہ کو نشاستہ بالکل مت لگائیے گا اُونی اور ٹسری کپڑوں کو نشاستہ کی بالکل ضرورت نہیں کپڑوں کو داغ وغیرہ دُور کرنے کے بعد اُنہیں ٹھنڈے پانی میں کم از کم بارہ گھنٹے تک بھیگا رہنے دیجئے جس پانی میں کپڑے بھگوئیں پہلے اُس میں تھوڑا نمک حل کر لیں تو دھونے میں آسانی ہوگی زیادہ میلے کپڑوں کو صابن سے رگڑ رگڑ کر خوب صاف کر لیا جائے کپڑے دھو چکنے کے بعد اُنہیں اُبال لینا اچھا ہے اس سے کپڑوں کا رنگ نکھر آتا ہے کپڑوں کو تقریباً نصف گھنٹے تک اُبالنا چاہیئے پانی میں تھوڑا صابن ملا لینا بہتر ہوگا زیادہ خیال رہے کہ آنچ انداز سے زیادہ تیز نہ ہونے پائے ورنہ کپڑے جل جائیں گے۔ برتن کو کسی چیز سے ڈھک دینا چاہیئے کپڑوں کو اُبالنے کے بعد ٹھنڈے پانی میں خوب کھنگال لینا چاہیئے۔ اگر نیل دینا منظور ہو تو نیل پانی میں ڈال کر اچھی طرح ملا لیجئے بعد ازاں جب نیل پانی میں گھل جائے تو کپڑے کو اُس میں غوطہ دے کر نچوڑ لیجئے کپڑے دیر تک نیل کے پانی میں نہ پڑے رہیں ورنہ نیل کے ذرّے جو ٹب یا گھڑے کی تہہ میں جمع رہتے ہیں کپڑے سے لگ کر داغ بن جائیں گے۔ کپڑے نچوڑنے کے بعد اُنہیں رسیوں پر ڈال کر سکھا لینا چاہیئے جب ذرا سی نمی باقی رہے تو انہیں استری کرنے کے لئے سلیقہ سے تہہ کر لیجئے کشیدہ اور لیس وغیرہ کے کپڑوں کو اُلٹی جانب سے استری کیجئے اور سفید کپڑوں کو سیدھی جانب سے اچھے اور نازک کپڑوں کو استری کرنے سے قبل معمولی کپڑوں پر استری کر کے اطمینان کر لیجئے۔ تولیہ اور رومالوں کو دونوں جانب سے استری کیجئے کشیدہ کاری کی چیزیں دھونے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ایک رنگ دوسرے رنگ سے ملنے نہ پائے ایسا کپڑا نچوڑتے وقت ہر اک تہہ کے درمیان ایک کپڑا رکھ کر اُلٹی طرف سے استری کی جائے۔ کروشیا کی چیزیں دھونے کے بعد نچوڑنا نہیں چاہیئے جب ذرا نمی باقی رہ جائے تو اُلٹی جانب استری کی جائے۔ کروشیا کی بنی ہوئی لیسوں کو بھی دھونے کے بعد نچوڑنے سے دھاگے ٹوٹ جائیں گے۔ دونوں ہتھیلیوں سے دبا کر پانی نکال دینا چاہیئے۔

ا۔ ب جعفری از آگرہ

---

(خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے ورنہ آپ کے ارشاد کی تعمیل نہ ہو سکے گی منیجر)

# ایک زنانہ تہوار کے گیت

بسلسلۂ عصمت دسمبر ۱۹۳۶ء

**گیت نمبر ۳۔** چکنی تلریا کی چکنی ماٹی ارے چکنی ماٹی پے ڈاسے دیتوں دوا ایلا چولھا رے .... دُو نُوریا (۲) ایکا ایلا اونٹے سوں کھریا مہریا ارے کھریا مہریا پے ایکا ایلا اوٹے ہوں دودھ رے (〃) (۳) جیمیں کا ہوی تو جیمیں لے رے سامیا ارے جیمیں لے سامیا پے کجلی کھیلے ہم جابے رے (〃) (۴) کجلی کھیلت ہوگئی آدھی رے رتیا ارے پچھلا پہروا پے کونے بہنوا گھروا جاؤں رے (〃) (۵) ہاتھوا میں لیو دھنا گنڈی اُپریا ارے کنڈی اُپریا پے اگیا بہانہ گھروا جاؤ رے (〃) (۶) کھولو رے سامی ارے چندنا کیوڑیا ارے بجرا کیوڑیا کہ توری دھنا ٹھاڑھی اکیلی رے (〃) (۷) کیسے کہ کھولوں دھنا چندنا کیوڑیا ارے بجرا کیوڑیا کہ توری سوت مورے پاس رے (〃) (۸) کھولو نہ سامی ارے چندنا کیوڑیا ارے بجرا کیوڑیا کہ دیکھوں سوتیا کا روپ رے (〃) (۹) کا دیکھئے ارے دھنا سوتیا کا رُوپوا ارے سوتیا کا رُوپوا کہ چاندا ورسورج کی جوت رے (〃) (۱۰) تورے لیکے ارے سامی چندا سورجوا ارے چندا سورجوا پے مورے لیکے تلوؤں کی دھول رے (〃 دو نوریا)

**مطلب گیت نمبر ۳** (۱) چکنے تالاب کی چکنی مٹی (ملتی تو) دو ایل (ایل یعنی چولھے کے دو سوراخ جن پر پتیلی چڑھائی جاتی ہے) کا چولھا بنا لیتی۔ (۲) ایک ایل پر کھیر مہیرا اور دوسرے پر دودھ اوٹا لیا۔ (۳) (شوہر سے کہا) سامی اگر کھانا ہے تو کھا لو (کیونکہ) ہم کجلی کھیلنے جائیں گے۔ (۴) کجلی کھیلتے کھیلتے آدھی رات کیا بلکہ پچھلا پہر ہوگیا اب کس بہانے کے ساتھ گھر جاؤں (یعنی کیوں اتنی دیر ہوئی) (۵) پھر یہ ترکیب ذہن میں آگئی) دھنا ہاتھ میں کنڈی نے لو یوں آگ کے بہانے کے ساتھ گھر جاؤں (یعنی سمجھا جائے گا کہ آگ لینے گئی تھی۔ (۶) گھر پہونچیں دروازہ بند پایا تو) سامی جلد صندل کے بھاری کیواڑ کھولدو کہ تمہاری بیوی اکیلی کھڑی ہے۔ (۷) سامی جواب دیتے ہیں) دھنیا صندل کے یہ بھاری کواڑ کیسے کھول دوں کہ یہاں تیری سوت ہے۔ (۸) دھنا بولیں) سامی صندل کے یہ بھاری کیواڑ ضرور کھول دو کہ میں ذرا سوت کی صورت تو دیکھ لوں (۹) سامی فرماتے ہیں ارے دھنا سوت کی صورت کیا دیکھے گی کہ وہ تو چاندا ورسورج کی جوت ہے۔ (۱۰) دھنا کہتی ہیں۔) سامی تمہارے لئے چاند اور سورج ہے لیکن مرے نزدیک تو پاؤں کی گرد ہے۔

**گیت نمبر ۴** ہمرے بلم ایکو دلّی کے چاکر ارے دلّی کے چاکر پے دلّی سے اگرے نہ جاؤ ساؤل گوریہ (۲) 〃 〃 〃 〃 〃 ے دلی کا بجی بلدو 〃 〃 (سونو کا لکوا میں نہیں دیئوں بجھا میں تہیں دیہوں بجھا پے نوگز مشروع چراو 〃 〃 (۴) ہمرے بلم ایکو دلی کے چاکر ارے دلی کے چاکر پے دلی کا درزی بلاو 〃 〃 (۵) سونوا کا لکوا میں تہیں دیہوں درزی ارے تہیں دیہوں درزی پے مشروع کا لنگا سیاو 〃 〃 (۶) ہمرے بلم ایکو دلّی کے چاکر ارے دلّی کے چاکر پے دلی کا سُنرا بلاو 〃 〃 (۷) سونوا کا لکو میں تہیں دیہوں سُنرا میں تہیں دیہوں سُنرا لے لہنگا میں گھونگرو لگاو 〃 〃 (۸) لہنگا پہن دھنا سووین اٹا ریا ارے سووین اٹاریا پے لہنگا میں پڑگا ہے داغ 〃 〃 (۹) ہمرے بلم ایکو دلی کے چاکر ارے دلی کے چاکر پے دلی کا دھوبیا بلاو (۱۰) سونوا کا لکوا میں تہیں دیہوں دھوبیا میں تمہیں دیہوں دھوبیا پے لہنگا کا داغوا چھڑاو 〃 ساؤل گوریہ (۱۱) گھوڑوا چڑھی

آویں ایکو راجہ کے پُتو ارے راجہ کے پُتوؤ پے لیکر لہنگا جُھراے ،، ،، (۱۲) ہمرے صاحبؤ کے اِیکے کماری ارے اِیکے کماری پے اُسی کے لہنگا جُھراے ،، ،، (۱۳) اُوی صاحبؤ گھن ہمری سسُراریا ارے ہمری سسُریا پے پہونچت کو نُوا پاؤ ،، ،، (۱۴) بُھتاوِ ناہم دکھن رہن جو رَہوُ گئی می بُھلاے سانوَل گوریہ ،، ،، سانوَل گوریہ (۱۵) سونوا کا ٹکوا تُو ہم سے لیہُو دھوبیا ارے ہم سے لیہُو دھوبیا پے اُوھر دِ کا رستہ بتاؤ ،، ،، ،، اوسی دُوارا پچھاؤ ،، ،، (۱۶) پچھم ہے ہمری سرکار راجہ پُتو سرکار راجہ پُتو پے اِہی اوری گھوڑوا اُٹھاؤ ،، ،، (۱۷) دو طرفہ دیا نا درَ ھیا میں راجہ دوارے ٹھاڑے راجہ اور راؤ ،، ،،

**مطلب گیت نمبر۴** سمرے بلم ایکو دلی کے چاکر ارے دلی کے چاکر پے دلی سے آگرے نہ جاو سانول گوریہ۔ یہ پورا بند ہر ایک بند کے اخیر کا حصّہ دو مرتبہ کہنے کے بعد برابر دُہرایا جاتا ہے ہمارے میاں (سلطنت) دہلی کے ایک ملازم (لہذا) دہلی کا بزاز بلدو۔ (۳) گویا بزاز آیا اور اس سے کہا گیا) سونے کا ٹکہ میں تجھے دوں گی بزاز تو لوگز مشروع ہے مجھے پھاڑ دے۔ (۴) ہمارے بلم (سلطنت) دہلی کے ایک ملازم ہیں (لہذا) دہلی کا درزی بلاؤ۔ (۵) دہلی کے ملازم ہیں دہلی کا سنار بلاؤ درزی اور سنار بھی آئے اور بدستور سونے کا ٹکہ دے کر سینے اور لہنگے میں گھونگرو لگانے کی فرمائش کی گئی۔ (۸) اب سنیئے لہنگا پہن کر دھنا سونے کے لئے اٹاری (بالاخانہ) پر گئیں لہنگے میں داغ پڑ گیا۔ (۹) ہمارے بلم سلطنت دہلی کے ملازم ہیں لہذا دہلی کا ایک دھوبی بلاؤ پر (۱۰) دھوبی آیا) سونے کا ٹیکہ میں تجھے دونگی۔ دھوبی میرے لہنگے کا داغ چھڑادے۔ (۱۱) گھوڑے پر سوار ایک راجہ کے بیٹے آئے اور (پوچھا) یہ کس کا لہنگا سوکھ رہا ہے۔ (۱۲) دھوبی نے کہا) ہمارے مالک کی ایک ہی لڑکی ہے اسی کا لہنگا سوکھ رہا ہے۔ (۱۳) راجہ کے لڑکے نے کہا) اُنہیں صاحب کے یہاں (جو تمہارے مالک ہیں) ہماری سسرال ہے کاش ہم کسی طرح وہاں پہونچ سکتے۔ (۱۴) ،، ،،) (چونکہ) بہت دنوں تک دکن میں ہم رہے اس وجہ سے رستہ بھول گئے ہیں۔ (۱۵) ،، ،، ،،) سونے کا ٹیکہ تم دھوبی ہم سے لینا (براہ عنایت) ہمیں وہاں کا راستہ بتاؤ اور وہاں دروازہ پہ پہنچوا دو۔ (۱۶) دھوبی نے کہا) پچھم طرف ہماری سرکار ہے راجہ کے پوت اسی سمت کو گھوڑا اٹھاؤ۔ اُس راہ میں دورویہ چراغ جلتے ہیں اور دروازہ پر راجہ اور راؤ کھڑے رہتے ہیں ✤

بنی فاطمہ

# انگریزی تعلیم کے خلاف بیجا تعصب

انگریزی تعلیم کے خلاف غدر کے بعد سے جو جہاد شروع ہوا تھا وہ کم وبیش اب تک قائم ہے۔ سر سید احمد خاں صاحب مرحوم کے زمانے تک یہ پورے جوش پر تھا مگر روشن خیال مسلمانوں نے نہایت دانشمندی اور پیش بینی سے کام لے کر اس کا مقابلہ کیا اگر کہیں خدانخواستہ اس جہادِ عظیم کے اثرات کامیاب ثابت ہوتے تو مسلمانوں کی جو کچھ بری بھلی حالت آج نظر آتی ہے وہ بھی نہ رہتی اور ان کا کام ومصرف آجکل اس کے سوا کچھ نہ ہوتا کہ وہ اغیار کے کارخانوں اور سرکاری دفتروں میں جاروب کشی اور خدمتگاری کرکے گذر بسر کریں یا مسجدوں میں صبح وشام اذان دے کر محلہ کے "اللہ والوں" کے یہاں شکم پُری کر لیا کریں
مجھے اس موضوع پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی کیونکہ اس سے قبل بے شمار مضامین لکھے جا چکے ہیں لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ مردوں کی آنکھیں تو کھل گئی ہیں مگر بیشتر عورتوں میں اس کے خلاف وہی بیجا تعصب پھیلا ہوا ہے۔ اور کسی نیک دل خاتون کو اس کے خلاف اپنے خیالات ظاہر کرنے سے بیشتر ٹھنڈے دل سے اس کے دونوں پہلوؤں پر غور کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اور یہ عجیب بات ہے کہ عموماً تصویر کا ایک ہی رُخ دکھا کر دوسروں کو ہم خیال بنانے کی کوشش کی جاتی ہے موجودہ زمانے کے لڑکے و لڑکیوں کی بے راہ روی کی خواہ کوئی اور وجہ کیوں نہ ہو مگر دے کر انگریزی زبان پر یا یوں کہئے انگریزی تعلیم پر تان توڑی جاتی ہے۔ کہ "یہی فیشن پرستی کہلاتی ہے" "اس سے گرجے کی تعلیم حاصل ہوتی ہے" "یہ بچوں کو مرتد کرتی اور کرسٹان بناتی ہے" "لڑکوں کو تو انگریزی پڑھا کر ہم نے بھر پایا مگر لڑکیوں کو معاف رکھو۔ ان کے لئے بس اُردو و فارسی ہی کافی ہے" "انگریزی پڑھا کر کچھ لڑکیوں سے نوکری تھوڑے ہی کرانی ہے" یہ اور اسی قسم کے دیگر خیالات ہیں جو مسلمان شرفا کے متوسط طبقہ کی عورتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

انگریزی زبان کے نفع ونقصان پر غور کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ انگریزی زبان کیا ہے اور کیوں اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ دیگر عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ اطالوی۔ جرمن۔ فرنچ اور دیگر زبانوں کی طرح یہ بھی ایک زبان ہے اور ان میں سے کسی زبان کا سیکھنا نہ گناہ ہے اور نہ ثواب۔ جو قوم جس ملک میں برسرِاقتدار ہوتی ہے لازماً وہ اپنی ہی زبان اور تہذیب اس ملک میں رائج کرتی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے بیشتر متعدد غیر ملکی اقوام نے ہندوستان پر حکومتیں کیں اور انہوں نے بزورِ قوت اپنی مادری زبانیں اور تہذیبیں پھیلائیں۔ آج کل بھی تمام دنیا میں اس کشمکش کا سلسلہ جاری ہے اور رہے گا۔ اس سے بذاتِ خود کسی زبان کے حسن وقبح پر اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ صرف ضرورت دیکھی جاتی ہے۔ جب انگلش قوم نے ہندوستان پر تسلط جمایا تو اس نے یہاں اپنے تمام دفتر اپنی ہی زبان میں چلانے شروع کر دیئے۔ اور "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" اس مقولہ پر عمل کرتے ہوئے لامحالہ ہندوستانیوں کو بھی مجبور ہونا پڑا کہ حکومت سے تعاون کرنے کے لئے اس کی

The Ismat, Delhi.—Vol, 58, No. 2

مس جی۔گریس جویل



آپ سینٹ تھامس ماونٹ مدراس کی بینچ میں سپیشل
مجسٹریٹ مقرر ہوئی ہیں۔

مس کسوم دکشت



آپ ناگپور یونیورسٹی کی انٹر میڈیٹ
امتحان میں طالبات میں سب
سے اول رہیں اور رادھابائی پاونا سے
تمغہ حاصل کیا

مس ساوتری کھنڈیل والہ-عمر گیارہ سال



جنھیں آل انڈیا میوزک کانفرنس مظفرپور میں سونے کا تمغہ ملا ہے -

مس ایمی دلھارام



آپ ولایت میں اعلیٰ تعلیم ختم کر کے واپس آئی ہیں -

زبان کو سیکھیں۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ بغیر حکومت کی زبان سیکھے ہوئے حکومت میں نہ کوئی ملازمت مل سکتی ہے اور نہ عزت۔ اسی طرح نجی ادارے اور کارخانے "بکنی بہ فخرنا" یا وقتی ضرورت سے اُسی زبان میں کاروبار کرتے ہیں جو حکومت وقت کی ہوتی ہے اسی طرح رعایا اپنی مادری زبان کے ساتھ ساتھ رائج الوقت حکومت کی زبان سیکھنے پر مجبور ہوتی ہے۔ میں تفصیلات پر نہیں جاؤنگی اور نہ یہاں اس وقت ان کی ضرورت۔ مختصر الفاظ میں صرف اتنا بتانے پر اکتفا کروں گی کہ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بھی اپنی مادری زبان کے علاوہ حکومت کی زبان سیکھنی کیوں ضروری ہے اگر اس وقت ان اموات کے اعداد و شمار ناظرات عصمت کے سامنے رکھے جائیں جو عورتوں کے انگریزی نہ جاننے کے سبب واقع ہوئیں توشاید ان کے باور کرنے میں کسی کو تامل ہو یا ایسے واقعات اتفاق یا چانس پر محمول کئے جائیں مگر حقیقت یہ ہے کہ بچوں کی ایسی اموات آئے دن سننے میں آتی ہیں کہ ماں نے اپنے بچہ کو ایسی دوا پلادی جو پینے کی نہیں تھی بلکہ صرف جسم پر مالش کرنے کی تھی۔ حالانکہ شیشی پر دواخانہ کی طرف سے انگریزی میں صاف لکھا ہوا موجود کہ "یہ دوا پینے کی نہیں ہے" اگرچہ قانوناً ہر ایک دواخانہ زہریلی ادویات کی شیشیوں پر پبلک کی مادری زبان میں "زہر" لکھنے پر مجبور ہے۔ لیکن تمام اقسام کی ادویات پر جو خفیف زہریلی کیوں نہ ہوں یہ پابندی نہیں ہے۔ مگر بچوں کے لئے تو خفیف زہر یا بدلی ہوئی دوا ہی بعض اوقات ان کی زندگی ختم کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح مردوں کی غیر موجودگی میں جب گھروں میں ملازموں کے ذریعہ سے دوائیں منگوائی جاتی ہیں تو اکثر عورتوں سے انگریزی نہ جاننے کے سبب انگریزی دواؤں کے نسخے دینے میں شدید فروگذاشتیں ہوتی ہیں۔ زید کا نسخہ بکر کو منگا کر پلا دیا جب اسے کچھ سے کچھ ہو گیا تو غریب ماں رانپی جہالت کی بدولت ا سر پیٹتی رہ گئی۔ بچوں کے چال چلن کی رپورٹیں اور امتحانوں کے نمبروں کے کارڈ انگریزی میں اسکول سے آتے ہیں۔ ماؤں کو باپ سے زیادہ ان کا پڑھنا اور ان پر غور کرنا ضروری ہے کہ بچہ کا اسکول میں چال چلن کیسا ہے صحت کیسی ہے اور وہ تعلیم میں کس قدر ترقی کر رہا ہے۔ مگر انگریزی سے نابلد ماں اپنے بچہ کے اسکول کے کاموں میں کیسے دلچسپی لے سکتی ہے یہ وہ آئے دن کے واقعات ہیں جو ظاہر میں تو نہایت معمولی ہیں مگر تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ وقت پر ان کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

ایک سب سے بڑی دلیل جو انگریزی زبان کے خلاف بیان کی جاتی ہے وہ فیشن پرستی ہے۔ حالانکہ یہ ایک نہایت بودی اور پھسپھسی دلیل ہے ہر ایک قوم و ملک نے اپنے خیالات اور جذبات ظاہر کرنے کے لئے ترجمان بنائے ہیں۔ اور یہ ترجمان زبانیں کہلاتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص کسی غیر قوم و ملک کی زبان سیکھ کر اُسی کی عادت اختیار کرے۔ یورپ میں ہزاروں لوگ عربی پڑھتے ہیں اور اسلامی فلسفہ کا مطالعہ کرتے ہیں مگر کسی نے ان کو شاید ہی دستار بند اور عبا پوش دیکھا ہو۔ [اسی] طرح سیکڑوں اعرابی ہندوستانی اور افغانی انگریزی و فرنچ زبانوں میں ماہر ہوتے ہیں مگر ہم نے ان کو زیادہ تر ان کے اپنے [قومی] وضع میں دیکھا ہے۔ طبیعت میں بیجا فیشن پرستی یا نقالی کا مادہ عموماً ریس اور تربیت میں نقص اور لاپرواہی ہونے سے [ہو]تا ہے تعلیم کا قصور ہرگز نہیں جس کی ہندوستان میں ہی سیکڑوں مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں کہ اکثر مرد و عورتیں فیشن کی

دلدادہ ہیں مگر تعلیم کے نام سے حرف شناس بھی نہیں۔ یا "صاحب نما" انسان تو کم ان کم گلی کوچہ میں ملیں گے جو اپنی وضعداری کی لاج رکھنے کے لئے بھی انگریزی میں شُدبُد نہیں ہوتے۔ درحقیقت تعلیم و تربیت بالکل دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ میں ایک بیوہ خاتون کو جانتی ہوں جنہوں نے شوہر کے مرنے کے بعد اس خیال سے اپنے لڑکے کو اسکول پڑھنے نہیں بھیجا کہ لڑکا بُری صحبت پاکر ہاتھ سے نکل جائے گا خود اس کی معقول تعلیم و تربیت کی تھی اور انٹرنس کا امتحان پرائیویٹ دلوایا تھا۔ چنانچہ صاحبزادے موصوف جو کچھ سن رسیدہ ہو چکے ہیں اور اب تک نمک کے محکمہ میں ملازم ہیں ان کا تبادلہ شہر بہ شہر ہوا کرتا ہے۔ جب میرے بھائیوں کی اُن سے ملاقات ہوتی ہے وہ سرتاپا مجسم اخلاق اسلامی وضعدار بلکہ اچھے خاصے مدرسہ واعظین لکھنؤ کے مولوی نظر آتے ہیں۔ یہ مثال میں نے اس لئے دی ہے کہ صرف تعلیم سے ہی انسان کے نفس پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا تعلیم نیک و بد میں تمیز کرنے یا کرانے اور منزل حیات میں رہبری کا ذریعہ ہے اور تربیت اخلاق سنوارنے اور نفس کو قابو میں رکھنے کا حربہ ہے۔ مگر عام قومی و سرکاری اسکولوں میں صرف تعلیم دی جاتی ہے۔ تربیت کا کوئی انتظام نہیں۔ تربیت کے فرائض اس فاق بے ہتانے صرف ماں باپ کے ہی سپرد کئے ہیں۔

یہ خیال کہ انگریزی زبان دین مسیحی کی تعلیم دیتی یا اس سے حاصل ہوتی ہے سراسر لغو ہے۔ سرکاری انگریزی اسکولوں میں کہیں بھی دین مسیحی کا ذکر نہیں آتا اور نہ کہیں اس کا انتظام۔ البتہ مشن اسکولوں کو کہہ لیجئے جن کے کارکنان کا یہی مقصد یعنی عیسائی اشاعت ہوتی ہے۔ مگر یہ تو ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم ایسے اسکولوں میں بچوں کو بھیجیں یا نہ بھیجیں۔ لڑکیوں کے لئے انگریزی سیکھنے کے واسطے یہی درسگاہیں نہیں بلکہ اور بھی بہت سے ذریعے ہیں۔ اور نہ لڑکوں لڑکیوں کے ارتداد کا باعث انگریزی زبان ہے ویسے یوں کہنے کو تو عیسائی مشن آئے دن ہزاروں جاہل مردوں و عورتوں کو جو انگریزی یا کسی اور زبان کے حرف شناس بھی نہیں، دین مسیحی میں داخل کر رہا ہے تو اس کا ان لوگوں کے پاس کیا جواب ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ انگریزی پڑھ کر عیسائیت یا فیشن پرستی کی طرف رغبت ہوتی ہے؟

پس انگریزی زبان ہماری دیگر موجودہ ضروریات میں سے فی الحال ایک ضروری شئے ہے اور حسب مناسب طریقے یا ذریعہ سے بھی ممکن ہو سکے لڑکیوں کو مادری اور مذہبی زبان کے ساتھ ساتھ اس کی بھی تھوڑی بہت تعلیم دلانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور بلا سوچے وسمجھے کسی فعل یا شئے کے خلاف تعصب نامناسب ہے۔

بیگم سید علی اوسط رضوی (لکھنو)

# گھر کی صفائی کے متعلق ایک خطرناک غلطی

جو کام اصول کے تحت میں کیا جائے وہ عموماً اچھا ہوتا ہے اور اُس سے جو فوائد وابستہ ہیں اُن سے متمتع ہونے کی اُمید ہوسکتی ہے اصول وضع کرنے کی غرض وغایت بھی یہی ہے اور جو کام اس کے خلاف ہوگا وہ عموماً ناقص ہوگا خواہ کام کرنے والا اپنے خیال میں کتنی ہی احتیاط وسلیقہ سے کام کرے۔

میں اس سلسلہ میں آج گھر کی صفائی کے متعلق ایک عام غلطی سے روشناس کرانا چاہتی ہوں جو اکثر میرے دیکھنے میں آتی رہتی ہے۔ میں نے زیادہ تر یہی دیکھا ہے کہ سلیقہ مند بی بیاں بھی اپنے گھر میں جھاڑو بہارو دیکر گھر کو صاف ستھرا تو کرلیتی ہیں لیکن سارا کوڑا کرکٹ گھر ہی میں کسی ایک جگہ ڈال دیتی ہیں اور اگر مہترانی کسی وجہ سے غیر حاضر رہی تو وہ ایک دو روز برابر بلکہ کبھی اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ تک وہیں پڑا رہتا ہے۔

حفظان صحت کی رو سے یہ وہ خطرناک غلطی ہے جو اگرچہ کہنے میں بہت معمولی بات ہے مگر نقصان رسانی کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اس کی اہمیت کو آپ یوں سمجھ سکتی ہیں کہ عام کوڑے کرکٹ میں سے ہر وقت مختلف گیسیں پیدا ہوتی اور نکلتی اور پھیلتی رہتی ہیں اور بے معلوم طور پر نقصان پہونچاتی رہتی ہیں۔ یہ نقصان معمولی حالات میں تو خفیف رہ سکتا ہے مگر مخصوص حالات مثلاً وبائی موسم میں حد درجہ خطرناک صورت اختیار کرسکتا ہے۔

آپ کو ضرور اس بات کا تجربہ ہوگا کہ جب چولھے میں آگ سلگائی جاتی ہے اور لکڑیاں سوء اتفاق سے نمدار ہوں تو اکثر اس قدر دھواں نکلتا ہے کہ سارے گھر میں پھیلکر سب گھر والوں کا دم ناک میں کردیتا ہے یا گھر کے کسی گوشے میں کوئی جانور مرجائے تو عموماً سارا گھر بدبو کے باعث بیٹھنے کے قابل نہیں رہتا۔ بس یہی بات اس کوڑے کرکٹ کے متعلق بھی سمجھ لیجئے کہ جو گیس اس سے پیدا ہوتی ہے وہ وہیں معلق نہیں رہتی ہے بلکہ سارے گھر میں پھیلتی ہے اور ہر سانس کے ساتھ آپ کے جسم میں سرایت کرتی رہتی ہے۔ اس میں نہ صرف کوڑا کرکٹ ہی داخل ہے بلکہ باورچیخانہ یا صحن یا کنوئیں یا غسل خانہ و پاٹخانہ کی نالیاں و حوض نیز اگالدان اور مریض کی غلاظتیں بھی شامل ہیں۔ دھواں دکھائی دیتا ہے اور اُس کی تکلیف کا احساس فوراً ہوتا ہے اس لئے اُس سے بچنے اور اُس کو فرو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی طرح بدبو سے نفرت و تکلیف کے باعث فوراً اُس کو دُور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن یہ گیس چونکہ نظر نہیں آتی اور نہ اس سے فوری طور پر کچھ تکلیف ہوتی ہے اور نہ بدقسمتی سے عوام کو اس کا علم ہے اس لئے اس کی طرف عموماً توجہ نہیں کی جاتی ہے۔

میں اُمید کرتی ہوں کہ اس معمولی غلطی کو آئندہ اہمیت دی جائے گی اور گیس پیدا ہونے اور اُس کے اس طرح پھیلنے کے اصول کو ذہن نشین رکھا جائے گا۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں۔ جاورہ

# اللہ میاں کو سلام

"بڑھیا! بڑھیا! اللہ میاں کو میرا سلام کہنا"
چھ سالہ ننھے نے آکو کی بڑھیا کو انگلیوں میں پکڑا منہ تک لے گیا اور پھونک ماردی۔ بڑھیا ہلکی تو تھی ہی ہوا میں اڑنے لگی۔
بچے نے پھر کہہ دیا:۔
"بڑھیا بڑھیا! اللہ میاں کو میرا سلام کہنا"
ضعیف العمر بیمار دادی صحن میں ایک طرف چارپائی پر پڑی اُس نیک گھڑی کا انتظار کر رہی تھی جبکہ وہ اپنے بچوں کے کندھوں پر سوار ہوگی۔ ایک طرف بیٹا رو رہا ہوگا تو دوسری طرف بیٹی۔ پوتے اور پوتیاں محوِ حیرت ہوکر اُن کی طرف دیکھ دیکھ کر آپس میں کانا پھوسی کریں گے۔ اور آخیر میں جب چار بھائی اُس کا جنازہ اُٹھا کر چلنے لگیں گے تو بچے اس سے لپٹ کر ضد کریں گے کہ انہیں نہ لے جاؤ۔ پھر محلے کی بڑی بوڑھیاں ہاتھ مٹکا مٹکا کر اس کی قسمت پر رشک کرکرکے کہہ رہی ہوں گی۔
"بڑی ہی بھاگوان تھی جوان بیٹوں کے کندھے چڑھ کر جا رہی ہے"
ماں! جو اپنی اولاد کو جان سے زیادہ پیار کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اپنے بچوں کے کندھے چڑھ کر جاؤں۔
وہ گھڑی کتنی مبارک ہے اس میں کتنا مزا ہے۔ یہ کوئی ٹٹول کر دیکھے کسی ماں کے شفقت بھرے دل کو۔
بیٹا روتا ہے کہ اب اتنی محبت سے مجھے بیٹا کہہ کر کون پکارے گی۔ بیٹی روتی ہے کہ اب دُکھ سُکھ کی کس سے کہوں گی۔
غرضیکہ سب روتے ہیں اپنی اپنی غرض کو۔ لیکن ماں تو صرف کندھے چڑھنے کے لئے ہی پیار کرتی ہے۔
کیا انوکھی خواہش ہے۔ کیا نرالا اور بے غرض پیار ہے؟
بڑھیا دادی نے بھی یہ الفاظ سُنے۔
"بڑھیا بڑھیا! اللہ میاں کو میرا سلام کہنا"
یہ الفاظ دادی پر اثر کر گئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اُس کی موت کا منظر پھر گیا۔ مگر وہ خوش تھی کہ جوان بیٹوں کے کندھے چڑھوں گی۔ وہ سوچنے لگی۔
بڑھیا کا مرنا ہی بھلا۔ بچہ بھی جانتا ہے کہ بڑھیا ہی اللہ میاں کے پاس جاتی ہے۔ کھالیا پہن لیا۔ بیٹے ہوئے پوتے ہوئے۔ اچھا بھی دیکھا بُرا بھی۔ اس سے زیادہ ایک عورت کے لئے خوشی کا باعث اور کیا ہوسکتا ہے کہ جس پھلواری کو اپنے جتن سے خون سے سینچ سینچ کر شاداب کیا اسے بھری پوری چھوڑ کر چلی جاوے۔ وہ دل میں خوش ہونے لگی۔ مگر پھر اُسے خیال آیا۔
کبھی ہے مجھے ان سے بچھڑنا ہوگا۔ میرے بعد بیٹے کی بھوک پیاس کا کون خیال رکھے گی بیٹی کے دُکھ میں کون اسے پچکار کر

کون دلاسہ دے گی۔

اسے ان ہی باتوں کا رنج تھا۔ اپنے مرنے کا ملال نہ تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ آپس میں مل گئے وہ کہنے لگی۔

"بھگوان۔ اب جلدی مجھے اپنے آغوشِ رحمت میں پناہ دے تاکہ ان کے لئے دل کھول کر تجھ سے دعا کرسکوں۔"

اس کے دل میں رنج اور خوشی کی لہریں موجزن تھیں۔ اس نے بچے کو اشارے سے اپنے قریب بلالیا۔ اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ بچے کا معصوم دل کچھ نہ سمجھا۔ کھڑا کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا۔

دادی جب باہر جاتی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتی اور مٹھائی کھانے کو پیسہ دے جاتی۔ واپسی پر بچہ جھپٹ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ جاتا۔ اماں اور ابا کی شکایتوں کے دفتر کھول دیتا۔ دادی اُسے گود میں اٹھا کر پیار کرتی۔ اور کرتی بھی کیوں نہیں یہ تو اُسکی رقم کا بیاج ہے۔ اسی دن کے لئے تو بیٹے کو چھاتی کا خون پلا پلا کر اتنا بڑا کیا تھا۔

بچہ سمجھا دادی کہیں باہر جا رہی ہے۔ دادی کا دامن کس کر پکڑ لیا اور پوچھا

"تم کہاں جاتی ہو۔ ہم نہ جانے دیں گے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔"

دادی کی آنکھیں چھلچھلا آئیں۔ اس نے کہا۔

"بیٹا! اللہ میاں کو تمہارا اسلام کہنے جا رہی ہوں۔"

راج کماری جھینگن

# تجربات

**پندرہ منٹ میں دہی تیار کرنا** دودھ کو جوش دے کر اور اُس کو آگ پر سے اُتار کر تھوڑا لیموں کا رس ڈال دیں۔ پندرہ منٹ میں دہی تیار ہو جائے گا۔

**کتاب سے چکنائی دُور کرنا۔** کسی کاغذ یا کتاب پر چکنائی کا داغ پڑ جائے تو کتاب یا کاغذ کو چُونے میں دبا کر رکھ دیجئے۔ چکنائی دُور ہو جائے گی۔

**چمنی صاف شفاف کرنے کی ترکیب۔** باریک چاک یا کھریا چمنی پر اچھی طرح اندر اور باہر لگائیں بعد ازاں صاف کپڑے سے پوچھ کر نیم گرم پانی سے دھو ڈالئے چمنی نہایت صاف و شفاف ہو جائے گی۔

**بلوبلیک سیاہی کا پوڈر بنانا۔** مازو ۱½ اونس سلیف آف آئرن ½ اونس صمغ عربی ½ اونس چائینز بلیو ½ اونس پھٹکری ½ اونس ان تمام اجزا کو حل کر کے اور پیس کر خوب باریک پاؤڈر سا کر لیجئے اور ایک پیالی میں خوب اُبلتا ہوا پانی ڈالئے پیالی کو خوب بھر لیجئے اس پانی میں اس مرکب کا ایک حصہ ڈال دیجئے فوراً خوب عمدہ بلو بلیک سیاہی بن جائے گی

**نیلے تھوتے کی سیاہی** نیلا تھوتا اور شنجرف ہم وزن لے کر روغن کتاں کے ساتھ خوب کھرل کر لیجئے۔ اس قسم کی سیاہی کاغذ اور کپڑے پر لکھنے کے کام آتی ہے۔

ارجمند بانو

# عید قرباں

(از حضرت دعا ڈبائیوی)

منعمو تم کو مبارک عید قرباں کی خوشی — ہو اجازت تو کروں کچھ عرض میں بھی اس گھڑی

یہ بجا ہے تم کو خالق نے دیا ہے مال و زر — تم کو سامانِ مسرت ہے بہم آٹھوں پہر

ہر گھڑی لطف و مسرت رات دن عیش و نشاط — ارد گرد اپنے بچھا رکھی ہے عشرت کی بساط

شاہدِ مقصود کا ہر دم تمہیں دیدار ہے — بات اگر انصاف کی پوچھو تو سب بیکار ہے

تم مناؤ عید کی خوشیاں خوشی سے کام ہو — دوسرا بھائی تمہارا موردِ آلام ہو

سیکڑوں ایسے ہیں تن پر جن کے کپڑا بھی نہیں — گھر میں فاقے ہو رہے ہیں پاس پیسہ بھی نہیں

یہ مقدر ہے جو وہ مجبور ہیں حیران ہیں — جیسے تم انسان ہو ویسے ہی وہ انسان ہیں

کوئی محوِ عیش کوئی موردِ آلام ہے — منعمو کیا حقِ ہم جنسی اسی کا نام ہے

عید کی خوشیاں منانے کا ہے تم کو حق جبھی — اپنے بیکس بھائیوں کی دور کر دو مفلسی

حسبِ مقدور ان کی امداد و اعانت چاہیے — اپنی عزت کے موافق اُن کی عزت چاہیے

خوش رہو تم بھی غریبوں کی بھی مناؤ خوشی — خوب دلجوئی کرو مٹھی میں رکھو اُن کا جی

دل بدست آور کہ حج اکبر است اے اہلِ زر — از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است اے اہلِ زر

پاس ہمدردی خدا کا حکم ہے تاکید ہے — عید جو ایسی مناتے ہیں بس اُن کی عید ہے

مرسلہ بیگم دعا

# "خواب کی حقیقت"

عرصہ ہوا میں نے عصمت میں ایک بہن کا مضمون خواب کے متعلق دیکھا تھا اس وقت میرا ارادہ ہوا کہ "رویا" یعنی خواب کے متعلق اپنی معلومات کو عصمتی بہنوں کے سامنے پیش کروں لیکن بعض وجوہ سے اس ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکی۔ اتفاقاً دسمبر کے عصمت میں محترمہ مسز برلاس صاحبہ کا مضمون "خواب میری نظر میں" دیکھ کر ایک مختصر مضمون حقیقت رویا پر سپرد قلم کرتی ہوں امید ہے کہ اس مضمون کو عصمتی بہنیں دلچسپی سے پڑھیں گی۔

خواب کے اقسام اور ان کے اسماء بہت ہیں جن میں بعض کی تو کوئی تعبیر نہیں ہے جسے "احلام" کہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں بھی ہے کہ "وما نحن بتاویل الاحلام بعالمین" یعنی ہم لوگ احلام کی تعبیر نہیں جانتے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ احلام کی تعبیر نہیں ہوتی۔ اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ جو واقعات کہ دن میں انسان کو پیش آتے ہیں وہ مثل تصویر کے حس مشترک (جس کو ہندی اور سنسکرت میں گولک اندری کہتے ہیں) میں چھپتے ہیں اور اعضاء ظاہری اور حواس خمسہ اپنے کام سے معطل ہو جاتے ہیں اور روح کو سکون ہو جاتا ہے جس کو ہم "نوم" یعنی نیند کہتے ہیں۔ تو انہیں اشیاء مرئی کو حس مشترک مختلف اشکال میں آنکھوں کے حالت خواب میں بند ہو جانے پر پیش کرتا ہے جن کے نہ تو کوئی معنی ہوتے اور نہ کوئی تعبیر۔ چنانچہ صحیح مسلم میں عثمان بن شیبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور مجھ کو تکلیف ہے آپ نے فرمایا کہ ان باتوں کو لوگوں سے نہ کہو جبکہ شیطان تمہارے ساتھ تمہاری نیند میں کھیلتا ہے"۔ دوسری حدیث ابوبکر بن شیبہ اور ابوسفیان سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلعم کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ میں نے دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے" یہ سنکر آپ ہنسے اور فرمایا کہ جب تمہارے خواب میں شیطان کھیلے تو اس کو کسی سے نہ کہو" اور بھی بہت سی احادیث ہیں جنکو میں طوالت کے خوف سے نقل نہیں کرتی۔ لیکن ان احادیث سے بھی اتنا سمجھا جاتا ہے کہ جو خواب محض خیال سے تعلق رکھتا ہے اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ تمام خواب بے معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کو نبوت کا ۴۶ واں حصہ قرار دیا ہے اور قبل نزول وحی چھ مہینہ تک اسی پر عمل رہا لہذا یہ ادراکات جو خواب میں حاصل ہوتے ہیں ہمیشہ اوہام باطلہ نہیں ہو سکتے۔ نیز اسی بنا پر خواب حقیقی سے بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ کو معراج جسمانی نہیں تھی بلکہ خواب میں ہوئی تھی۔ لہذا اگر ہم ہر خواب کو وہم باطل قرار دیں تو ان تمام عقائد دینیہ سے انکار کرنا پڑے گا جن کی بنیاد خواب پر ہو اور جو مذہبًا کفر ہے۔

جمہور متکلمین اور معتزلہ وہم باطل قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ کے نزدیک رویا کے مطلقاً باطل ہونے کے یہ معنی ہوں گے کہ خواب میں جس نے کسی چیز کو دیکھا اسے حقیقتاً دیکھنا نہیں کہہ سکتے بلکہ دیکھنے کا تشبیہ یا تخیل کہہ سکتے ہیں۔ اس کو آنکھ سے دیکھنا یعنی ادراک بالبصر سمجھنا قطعاً غلط ہے کیونکہ حالت خواب میں آنکھ اور دیگر اعضاء بیکار ہو جاتے ہیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم نے دیکھا یا سنا۔ بہر صورت یہ معتزلہ کی رائے کی توجیہ ہے۔ لیکن حقیقت پر غور کرنے سے یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہوتی ہے اور ہر شخص کا رات و دن کا تجربہ ہے کہ خواب میں لذت والم۔ خوشی اور رنج کے ادراک سے دل پر ویسا ہی اثر ہوتا ہے قریب قریب اکثر آدمیوں کو ایسا واقعہ گذرتا ہے کہ وہ خواب میں کسی اندوہ افزا حالت کو خواب میں دیکھ کر یا سنکر روتا ہے اور فی الحقیقت اس پر گریہ وزاری طاری

ہوتی ہے اور بسا اوقات روتا ہے اور بیقراری سے جاگ اُٹھتا ہے اور اپنی بالین کو آنسوؤں سے تر پاتا ہے یا فرطِ خوشی سے اتنا ہنستا ہے کہ اپنے قہقہہ کی آواز سے بیدار ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے بدیہی امور ہیں جن کا ہر شخص کو تجربہ ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اور یہی کیفیتیں وہ ہیں جن کو انسان اسی طرح بیداری میں بھی محسوس کرتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ انہیں کیفیات کے احساس سے بیداری میں شک نہ کیا جائے اور حالت خواب میں شک کیا جائے اور زیرِ بحث ہو حالانکہ دونوں احساسات میں بلحاظ تاثیرِ قلبی کے کوئی فرق نہیں۔ اگر خواب کے احساسات میں شک ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بیداری کے ادراک میں شک نہ ہو جبکہ دونوں ادراکات بداہت میں یکساں پایہ رکھتے ہیں۔

جمہور حکما متفق ہیں کہ جن چیزوں کا ادراک خواب میں ہوتا ہے اُس کا محل حس مشترک یعنی مجمع یا جنکشن محسوسات ظاہرہ کا ہے۔ جب ان حواس ظاہرہ سے ہم کسی چیز کا ادراک کرتے ہیں، یعنی دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں یا چکھتے ہیں تو اس محسوس کی صورت حس مشترک میں مثل فوٹوگرافی کے کیمرہ کے چھپ جاتی ہے وہی شکلیں ہیں جن کو قوت متخیلہ مختلف صورتوں میں ترتیب دے کر خواب میں پیش کرتا ہے۔

قوت متخیلہ کی یہ فطرت ہے کہ وہ صورت کھڑی کرتا ہے اور یہ عمل اُس کا دائمی ہے اگر وہ مشاغل سے آزاد ہو اور ظاہری محسوسات اس کو اپنے ذاتی فعل سے باز نہ رکھیں۔ تو اس کا کام طرح طرح کی صورتیں بنانا جاری ہوگا دو امور ایسے ہیں جو قوت متخیلہ کو اپنے کام سے روکتے ہیں ایک تو حس مشترک پر خارجی صورتوں کا مسلسل آنا جس سے متخیلہ کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ حس مشترک کہ حس مشترک کی صورتوں کو لے کر اس میں اپنا تصرف کرے یعنی چھوٹی چیزوں کو بڑی کر کے پیش کرے یا بڑی چیزوں کو چھوٹی کر کے پیش کرے مثلاً حس مشترک میں پہاڑ کی صورت موجود ہے اور سونے کی صورت موجود ہے متخیلہ نے سکون کی حالت میں دونوں صورتوں کو ترتیب دے کر خواب میں سونے کا پہاڑ بنا کر پیش کر دیا اور انسان خواب میں اس کو دیکھنے لگا۔ دوسرا مانع عقل ہے اس کو دار و گیر خیال کے آزادی میں بڑی رکاوٹ ہے حالت بیداری میں چونکہ عقل کا تسلط خیال پر قوی ہوتا ہے اس لئے خیال اپنی تصویر کشی اور فوٹوگرافی سے مجبور رہتا ہے چونکہ حالت خواب میں دونوں موانع قوت متخیلہ سے اُٹھ جاتے ہیں اس وجہ سے خیال آزادی سے اپنے شغل میں مصروف ہوتا ہے۔

ان صورتوں کا نقش جو حس مشترک میں چھپتا ہے وہ دو طریقہ سے ہے ایک تو یہ ہے کہ روح ان صورتوں کو اس خزانہ معلومات سے لے کر حس مشترک کو دیتی ہے جہاں حکمار کی رائے کے مطابق ازل سے ابد تک کے تمام موجودات ماضیہ اور مستقبلہ کی صورتیں چھپتی ہیں چونکہ روح کو عالم بالا کے ساتھ بوجہ اپنی لطافت ذاتی کے تعلق ہے اور روح کی یہ کیفیت فطری ہے لیکن مشاغل دنیاوی اور مختلف اوہام و تردوات اس کو اپنے ذاتی فعل سے مانع ہوتے ہیں اس لئے وہ اپنا کام انجام نہیں دے سکتی حالت خواب میں روح کو ان مشاغل دنیاوی سے فراغت ہوتی ہے اور تھوڑی دیر کے لئے سکون حاصل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے فطری مناسبت سے جو اس کو عالم بالا سے حاصل ہے عالم بالا سے معلومات حاصل کر کے حس مشترک کو دیتی ہے اور وہ خیال اُن معلومات میں جو روح سے حاصل ہوئے ہیں اور حس مشترک میں ان کی صورتیں چھپی ہوئی ہیں تصرف کر کے پیش کرتا ہے اور انسان ان کو مجسم دیکھتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی شخص کو کثرت مشق اور ریاضت سے بیداری میں اس طرح کی یکسوئی جیسا کہ خواب میں روح کو ہوتی ہے حاصل ہو تو بیداری میں بھی اسی طرح دیکھے گا جیسا کہ خواب میں دیکھتا ہے۔

چونکہ خیال کی فطرت میں تصویر کھڑی کرنا، چھوٹی چیز کو بڑی کر کے پیش کرنا داخل ہے اس لئے نفس ناطقہ میں جو صورت عالم

ارواح سے منقش ہوگئی ہے اور اس حس مشترک نے قبول کر لیا ہے تو خیال اپنی فطری حالت کے موافق اس میں تصرف کرتا ہے اور اس کو ایک خاص صورت میں پیش کرتا ہے اور اس کو خزانہ حس مشترک میں مختلف جمع شدہ صورتوں کو لے کر ایک دوسرے کو خود ترتیب دے کر ظاہر کرتا ہے ان تصرفات خیالی کے مختلف اقسام ہیں مثلاً ایک صورت کو بلحاظ اس کے مناسبات دوسری صورت میں تبدیل کرنا یا منتقل کرنا جیسے کسی شخص کے مباحثہ کو خیال نے لڑائی کی صورت میں ظاہر کیا تو لڑائی کے لوازم تلوار۔ نیزہ۔ برچھی۔ ایک دوسرے پر وار کرنا۔ حملہ کرنا۔ وغیرہ کو ترتیب دے کر پیش کر دیا اور خواب میں اسی ترتیب سے یہ صورت نظر آئی۔ ظاہر ہے کہ لڑائی اور مباحثہ میں ایک قسم کی مناسبت ہے یا کسی بڑے مرتبہ پر پہونچنے کو خیال نے ایک بڑی عمارت کی اونچی منزل پر چڑھ جانے کی صورت میں پیش کیا۔ دوسرے متصل چیزوں کو پھیلا کر دکھلانا نظام بدن کو خیال نے خواب میں اس طرح پر ترتیب دیا کہ ایک گاڑی ہے جس میں دو گھوڑے جتے ہوئے ہیں اور اس پر ایک کوچوان بیٹھا ہوا ہے اس مثال میں مختلف قوتوں کو جداگانہ صورتوں میں ترتیب دے کر خیال نے خواب میں پیش کیا۔

متصل چیزوں میں ترتیب دینے کی مختلف نوعیتیں ہیں کہیں مناسبات قریبہ سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ جس سے ذہن جلد اس حقیقت تک پہونچتا ہے جو مقصود ہے۔ اور کبھی مناسبات بعیدہ سے اس کا اظہار ہوتا ہے اور اس میں بہت تصرفات کرتا ہے جس سے ذہن کو اصل حقیقت تک پہونچنے میں سخت دشواری پیش آتی ہے اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ خیال اس حقیقت میں کچھ بھی تصرف نہیں کرتا بلکہ اس کو بحالہ چھوڑ دیتا ہے مثلاً کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کا بھائی گھر سے آیا ہے اور صبح کو اس کا بھائی گھر سے آگیا۔ اس ہونے والے واقعہ میں جس پر روح کو اطلاع ہو چکی ہے اور اس کی صورت حس مشترک میں چھپ گئی ہے۔ خیال نے اس کو بغیر کسی تصرف کے خواب میں پیش کر دیا اور بلحاظ حالت شخصی کے اس میں تغیر واقع ہوتا ہے جیسے ایک شخص محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ میں اذان دے رہا ہوں" محمد بن سیرین رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمھارے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ ابھی وہ شخص بیٹھا تھا کہ ایک دوسرا شخص آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اذان دے رہا ہوں"۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو حج کرے گا۔ حاضرین مجلس نے آپ سے پوچھا کہ دونوں خواب تو ایک ہی قسم کے تھے تعبیر میں کیوں فرق ہوا آپ نے فرمایا کہ پہلے شخص کی صورت سے شرارت ٹپکتی تھی تو میں نے قرآن پاک کی اس آیت سے تعبیر کی "ثم اذن موذن ایتها العیر انکم لسارقون"۔ ترجمہ (تب ایک موذن نے اذان دی کہ اے اہل قافلہ تم لوگ چور ہو) اور اس شخص کی صورت سے نیک بختی نمایاں تھی تو قرآن پاک کی اس آیت سے تعبیر کی کہ "واذن فی الناس بالحج" ترجمہ (اور لوگوں میں حج کی اذان دی گئی) اس سے ظاہر ہوا کہ ان تصرفات کا دار و مدار خیال کی حالت پر ہے اگر خیال کی گندگی ہے یا جھوٹ اور فریب اور بات بنانے کی عادت ہے جس سے خیال میں اصل حقیقت کو غلط صورت میں ظاہر کرنے کا ملکہ راسخ ہو گیا ہے اور عادت چونکہ فطرت ثانیہ ہو جاتی ہے تو بیداری میں اس ملکہ کی وجہ سے خواب میں بھی خیال اصل حقیقت کو غلط صورت میں ظاہر کرے گا اس اصول پر حدیث میں ہے کہ "تم میں جو سب سے زیادہ سچا ہے اس کا خواب بھی سب سے زیادہ سچا ہے۔" رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ..... کبھی جھوٹا نہیں ہوا۔ اس وجہ سے آپنے زندگی بھر میں کبھی جھوٹی بات نہیں کہی۔ اس لئے ایسے خواب کی حقیقت اصل سے بہت بعید جا پڑی ہے اور ذہن اصل حقیقت تک نہیں پہونچ سکتا اور اگر روح میں بوجہ التزام صدق اور سچائی کے یا کثرت عبادات اور ریاضات کے خیال میں صفائی ہے تو خواب میں جو واقعہ خیال پیش کرے گا وہ یا تو بعینہ ہو بہو ہوگا یا محض تھوڑے تصرف سے اس کا اظہار ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جو امور کہ حس مشترک پر وارد ہوتے ہیں ان کا تعلق روح سے ہی ہے یعنی جو کیفیت اور نقش کہ حس مشترک میں آئی ہے اس کو روح نے حس مشترک کو نہیں دیا ہے بلکہ خیال نے اس نقش کو حس مشترک میں قائم کیا ہے۔ خیال بھی ایک خزانہ ہے۔ جس میں محسوسات کی صورتیں جو حواس ظاہری سے حاصل ہوئی ہیں دیکھنے سے یا از قسم آواز ہے جو سننے سے حاصل ہوئی ہے یا از قسم مزہ ہے جو چکھنے سے حاصل ہوئی ہے یا از قسم بو ہے جو سونگھنے سے حاصل ہوئی ہے اور بیداری میں ان کا نقش حس مشترک میں قائم ہو جاتا ہے۔ اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ قوت متخیلہ جب حس مشترک کو خالی پاتی ہے تو بعض خیالی صورتوں کو جن کا تعلق انسان کی روزمرہ زندگی سے ہے یا خواب دیکھنے والے کا اکثر معمول یا اُس کے منصوبوں اور ارادوں کے تحت میں ہے تو اس کی ایک خاص صورت بنا کر اس کی شبیہ حس مشترک میں کھینچ دیتی ہے جو خواب میں وہی خیالی صورت نظر آتی ہے چونکہ اس تصویر کی بنیاد محض خیال پر ہی ہے اور خیال نے خواب دیکھنے والے کے مشاغل زندگی اور افکار و کوششوں سے متاثر ہو کر بنایا ہے وہی نظر آتے ہیں۔ اس وجہ سے جن لوگوں کو افکار اور اشغال دنیوی میں انہماک زیادہ ہوتا ہے ان کی نیند خواب سے خالی نہیں ہوتی۔

انہیں سلسلہ خیالات کو قوت متخیلہ کبھی ایک مسلسل واقعہ کی صورت میں ترتیب دے کر ظاہر کرتی ہے مثلاً کسی امر میں کامیابی اور حصول مدعا کو متخیلہ نے اس طرح پر ظاہر کیا کہ خود ایک میدان میں جا رہا ہے وہاں اس کو ایک بزرگ سے ملاقات ہو گئی انہوں نے ہاتھ پکڑا اور ایک سمت کو لے چلے وہاں ایک پہاڑ نظر پڑا اس پر دونوں چڑھ گئے۔ بزرگ نے ایک غار دکھلایا اور کہا کہ اس میں جاؤ وہاں پہونچ کر دیکھا کہ ایک عالیشان عمارت ہے اس میں ایک بزرگ تخت زمردیں پر بیٹھے ہیں اور اس شخص کو ایک نہایت خوبصورت انار دیا اور آنکھ کھل گئی اس طویل واقعہ کو جو قوت متخیلہ نے ترتیب دیا اس میں صرف ایک جزو یعنی انار دینا ہی مقصود بالذات ہے جس سے اشارہ حصول مدعا کی طرف ہوا کرتا ہے۔

بعض اوقات خواب کسی مرض کے زیر اثر نظر آتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب مزاج انسانی کسی خلط کے غلبہ کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے اور روح اس سے متاثر ہو جاتی ہے تو خیال جس کی حامل روح ہے ضرور متاثر ہوگا اور اسی خلط کے مناسب خیال میں رنگین ہوگا اور ویسا ہی خواب نظر آئیگا مثلاً اگر خلط خون کا غلبہ ہو تو خواب میں خیال بیشتر سرخ چیزیں پیش کرے گا۔ اور سرخ چیزیں دیکھے گا یا اگر پت کا غلبہ ہے تو خواب میں آگ۔ شعلے نظر آئیں گے ایسا شخص کبھی دیکھے گا کہ اس پر بجلی گر گئی ہے یا آگ میں جل رہا ہے یا آگ نے ہر طرف اس کو گھیر لیا ہے یا جسم سے شعلے نکل رہے ہیں اور اس قسم کے اس کے مناسبات کسی مفصل واقعہ کی صورت میں یا صرف ایک ہی صورت میں خیال پیش کرتا ہے۔ اس طرح سوداوی امراض میں غلبہ سودا میں پہاڑ، دھواں نظر آتا ہے کبھی دیکھتا ہے اس کو ہاتھی دوڑا رہا ہے یا کوئی پہاڑ معلق اوپر سے سر پر گر گیا ہے اور وہ اُس کے نیچے دب گیا ہے بلغم کے غلبہ میں پانی۔ دریا۔ سفید رنگ کی چیزیں نظر آتی ہیں۔

ان میں سے اخیر کی دو قسمیں جن کا تعلق محض خیال سے ہے اور دوسری قسم جس کا تعلق اخلاط کی خرابی سے مزاج کا فساد ہوتا ہے اس کے زیر اثر جو خواب نظر آتے ہیں خواب پریشان ہیں ان کی کوئی تعبیر نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی حقیقت قابل لحاظ ہی ہے۔ شیخ نے شفا میں لکھا ہے کہ "اکثر ستاروں کے تاثیرات سے بھی حس مشترک پر صورتیں چھپتی ہیں اور خواب میں خیال ان کو محسوسات ارضی میں ترتیب دے کر پیش کرتا ہے اور مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں یہ بھی اضغاث احلام میں داخل ہیں"۔ اسی کے قریب قریب یوروپین ڈاکٹروں نے خواب کے متعلق تحقیقات کر کے لکھا ہے کہ اکثر خواب عصبی کیفیات کی وجہ سے دماغ متاثر ہوتا ہے تو اس کے مناسب خواب نظر آتا ہے۔ جب اعصاب میں کوئی خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اعصاب

دماغی اس سے متاثر ہوکر اس کے مناسب صورتیں نظر آتی ہیں چنانچہ اس کے متعلق ڈاکٹروں نے اپنے تجربے لکھے ہیں کہ ایک شخص کو نیند لانے والی دوا کھلاکر اس کے غافل سو جانے کے بعد اس کی آنکھ پر بہت ہی خفیف روشنی ڈالی گئی جب وہ بیدار ہوا اور اس سے پوچھا گیا کہ اس نے کیا خواب دیکھا تو اس نے کہا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ پیرس کے تھیٹر میں آگ گئی ہے" اسی طرح ایک اور شخص پر ایسا ہی عمل کیا گیا جب وہ سو گیا تو اس کے دونوں پیر ایک طشت میں ڈال دئے گئے اور پانی کو خفیف حرکت دی جاتی رہی جب وہ بیدار ہوا اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے کیا خواب دیکھا ہے تو اُس نے کہا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ میں ایک بہت بڑے سمندر میں چل رہا ہوں" اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات اپنے تجربوں کے لکھے ہیں اس سے وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ خواب محض اعصابی اثرات کا نتیجہ ہے لیکن میری ناقص رائے میں یہی نہیں ہوا کرتا بلکہ واقعات شاہد ہیں کہ اس کی بعض حالتوں میں حقیقت ثابتہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ ربیعہ بن امیہ بن خلف ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ "اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کل رات خواب دیکھا کہ میں کسی سرسبز شاداب زمین میں پہونچا ہوں پھر وہاں سے کسی خشک بنجر زمین میں جہاں نہ گھاس ہے اور نہ کوئی سبزی ہے پہنچ گیا ہوں اور آپ کو میں نے دیکھا کہ آپنے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا ہے" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو تم دین اسلام سے خارج ہو جاؤ گے۔ اور میرا تعلق دنیا سے اور سامان دنیا سے چھوٹ جائیگا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ربیعہ مدینہ سے قسطنطنیہ چلا گیا اور وہیں قیصر کے دربار میں داخل ہوکر نصرانی ہوگیا اور وہیں نصرانیت ہی میں مرا۔ ان واقعات سے جن میں شک کی گنجائش نہیں ہے واضح ہوتا ہے کہ بعض خواب کسی آیندہ ہونے والے واقعہ کی خبر ہوتے ہیں یا کسی گذشتہ واقعہ کا اعادہ۔

عاصمہ خاتون خفا (عالم)

# بچی کی خاطر

**لڑکی**:۔ "کیا تم بہت دکھی ہو؟"

**مسافر**:۔ "ہاں پیاری بچی بہت دکھی ہوں۔ سارے سنسار میں کوئی ایسا دکھی نہ ہوگا۔"

**لڑکی**:۔ "ہر دکھی اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتا ہے۔"

**مسافر**:۔ "شاید ایسا ہی ہو۔ پر آہ میرا جگر زخموں سے چور ہے آؤ پیاری بچی۔ آؤ ذرا دیر کے لئے میرے کلیجے سے لگ جاؤ۔ یہ چند ساعتیں زندگی کے کٹھن سال کچھ دیر کے لئے بھلا دیں گی۔ ہائے دنیا میں مجھ سا پاپی بھی شاید کوئی نہ ہوگا بچی تم کس قدر پیاری بچی ہو آؤ میرے پاس آؤ دکھے دل کو تسکین دو۔"

**لڑکی**:۔ "غمگین مسافر کیا تمہاری کوئی بچی بھی نہیں ہے جسے دیکھ کر تم خوش ہوتے۔"

**مسافر**:۔ "بچی نہیں نہیں میرا کوئی بھی نہیں۔ میں تنہا ہوں بالکل تنہا ہوں۔ بچی! جس کا گھر نہیں جس کا در نہیں اس کا کوئی بھی نہیں ہائے میرا کوئی بھی نہیں۔"

**لڑکی**:۔ "ایسا تو کوئی بھی نہیں جس کا کوئی نہ ہو۔ کوئی تو ضرور ہوگا مجھے معلوم ہے تم چھپاتے ہو کیوں؟"

**مسافر**:۔ "نہیں بیٹی میرا کوئی بھی نہیں میں سنیاسی ہوں۔ گناہ گار ہوں پاپی ہوں"

**لڑکی**:۔ "ابھی میرے باپ کے آنے میں دیر ہے وہ تمہارے لئے شہر سے کپڑا لانے گئے ہیں تم اپنی زندگی کا دکھ مجھے سناؤ مجھے دکھیوں پر بڑا رحم آتا ہے اور تم تو بہت ہی اچھے ہو جیسے میرے بابا اچھے ہیں۔ اماں کہتی تھیں تم صرف میرے لئے آئے ہو ورنہ کبھی نہ آتے اور تم کہتے تھے کہ تمہارا کوئی بھی نہیں۔ کیوں تم میرے آئے ہونا۔ تو پھر کیسے تمہارا کوئی نہیں تم کہاں رہتے ہو کیا کرتے ہو۔ میں نے تو تم کو کبھی بھی نہیں دیکھا جب تم میرے لئے آئے ہو تو کیوں ہمیشہ نہیں آتے۔ کہو جلدی کہو ورنہ میں جانے نہ دوں گی۔ دیکھو روتی ہوں"۔

**مسافر**:۔ "نہیں بیٹی نہیں تمہارے باپ ناخوش ہوں گے لو میں جاتا ہوں۔"

**لڑکی**:۔ "تم میرے لئے کیوں آئے تھے میں بھی جانے نہ دوں گی۔"

**مسافر**:۔ "ضد نہ کرو مجھے آج ہی جانا ہے اس لئے آیا تھا کہ میری بھی آہ میری بھی..... ....."

**لڑکی**:۔ "کہو جلد کہو کیا کہا میری بھی؟"

**مسافر**:۔ "نہیں کچھ نہیں میں کہہ رہا تھا کہ میری بھی کوئی ایسی لڑکی ہوتی۔"

**لڑکی**:۔ "نہیں تم جھوٹ کہتے ہو۔"

مسافر:۔ اللہ میرے اللہ۔ ہاں سچ ہے۔ میں کہہ رہا تھا کسی زمانہ میں میری بھی ایک لڑکی تھی۔

لڑکی:۔ "پھر وہ کیا ہوئی؟"

مسافر:۔ اچھا اب ان باتوں کو جانے دو۔ جاؤ کھیلو دیکھو کیا اچھا وقت ہے۔"

لڑکی:۔ "میں ہرگز نہ جاؤں گی جب تک تم یہ نہ بتاؤ گے کہ تم کیوں اس قدر اداس ہو۔"

مسافر:۔ بیٹی حبیبہ ایسی ضد نہ کرو۔ میری زندگی کے ناخوشگوار حالات تم سی کمسن لڑکیاں سُن ہی نہ سکیں گی نہیں کچھ بھی دلچسپی نہ ہوگی جاؤ اندر جاؤ دیکھو شاید ماں بلاتی ہوں گی۔"

لڑکی:۔ اس طرح تم مجھے دھوکا دے کر جانا چاہتے ہو میں کبھی نہ جاؤں گی اماں ہی نے مجھے بھیجا ہے کہ جاؤ ان سے باتیں کرو۔ دل بہلاؤ وہ بیچارے بڑے بدنصیب ہیں میں تو آج وہ سب حالات ضرور سنوں گی۔ تمہیں کہنا ہوگا۔ سچ سچ کہنا ہوگا۔ اخیر یہ کیا بات ہے جب سے تم ہمارے پاس آئے ہو سوا رات کے دن میں کیوں باہر نہیں نکلتے وہ بھی ڈر ڈر کر کیوں جاتے ہو۔ مجھے تمہارے حال پر بڑا رحم آتا ہے میرے ابا بھی عام لوگوں کی طرح تمہارے ساتھ کیوں نہیں سلوک کرتے۔ تم سے باتیں کرکے کیوں رونے لگتے ہیں اور پھر مجھے دیکھ کر کیوں خاموش ہو جاتے ہیں۔ اماں بھی تمہارا ادب کیوں کرتی ہیں۔ مجھے معلوم ہے۔ چند گھنٹوں بعد تم چلے جاؤ گے جس رات تم آئے تھے نا، میں جاگ رہی تھی۔ مجھے سوتا دیکھ کر کیوں گلے سے لگا کر آہستہ آہستہ رو رہے تھے۔ کتنی اچھی معلوم ہوتی ہیں تمہاری آنکھیں جب تم مجھے دیکھتے ہو کوئی چیز اتنی اچھی میں نے دیکھی نہیں جب میں کہتی ہوں کہ اپنا حال سناؤ تمہیں کیوں رنج ہوتا ہے۔ جلدی کہو مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔" (رونے لگتی ہے)

مسافر:۔ "پیاری بچی روؤ نہیں۔ آہ تمہیں کیا سناؤں کس طرح سناؤں۔ کیسے سنو گی۔ میں ایک غریب مسافر ہوں اور کچھ نہیں یہ تمہارے باپ کی مہربانی ہے کہ میرے حال پر ترس کھاتے ہیں میں غریب لاچار دکھی مسافر ہوں۔"

لڑکی:۔ "اچھا یہ سب جانے دو۔ تم مجھے بہت پیار کرتے ہو نا میں بھی تمہارے ساتھ ہمدردی کروں گی اب سے زیادہ چاہوں گی محبت کے ساتھ لپٹ کر، جلدی کہو۔"

مسافر۔ (روتے ہوئے) "اچھا تو تم میرے جانے کے بعد اپنے باپ سے کہو وہ میرے حالات تم کو سنائیں گے۔"

لڑکی:۔ "میں تم کو جانے ہی نہ دوں گی خوب خوب رو رو کر ضد کروں گی پھر تو کہہ دو گے۔"

مسافر کا چہرہ شدت غم سے کافور ہو گیا۔ وہ لڑکی کو گلے سے لگا کر روتے ہوئے کہنے لگا: "اچھا سنو میں سچ سچ کہتا ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ تم مجھے جانے سے روکنا مت۔ میں دس برس بعد یہاں آیا ہوں وہ بھی چوروں کی طرح ہائے میں کیوں آیا پھر ایک بار اور کہتا ہوں کہ میری دردبھری کہانی سننے کی خواہش مت کرو اس کا ایک ایک لفظ غم میں ڈوبا ہوا ہے نادان لڑکی کیوں اس غم کو تو مول لیتی ہے اپنی معصوم زندگی کو کیوں دکھ دیتی ہے۔ ہائے اللہ، کہاں تک صدمے برداشت کروں گا میرے قصور کی اب بھی تلافی نہیں ہوئی۔ ہائے قصور ہی ایسا تھا وہ بیواؤں کا مال تھا یتیموں کا حصہ تھا مسکین فنڈ

کاروپیہ تھا۔ سرکاری وظائف کی رقم تھی گناہ کس قدر بڑا گناہ۔ اب بھی مان جاؤ بیٹی!"

**لڑکی:** "میں جانے ہی نہ دوں گی۔"

**مسافر:** نہیں میری جان میں زیادہ عرصہ تک یہاں نہیں رہ سکتا۔ یوں تو میرے اللہ اب دل میں طاقت نہیں یہ بھی پاداشِ عمل ہے۔ پیاری بچی تم عمر سے زیادہ سمجھدار ہو دنیا اس شخص کے لئے جنت ہے جسے اچھی بیوی ملے میری بیوی اس گلاب کے پھول کی طرح خوبصورت تھی جو پہلے پہل لگا ہو اسے اپنی صورت پہ بڑا ناز تھا۔ گو سیرت کی بھی ایسی بُری نہ تھی۔ لیکن اچھی صورت کی خاطر بڑے بڑے لوگوں نے اس کے ساتھ شادی کی تمنا کی تھی۔ پر اس کی قسمت میرے ساتھ پھوٹنی تھی اور میری محدود کمائی اس کی آنکھوں میں بالکل نہ جچتی تھی وہ مجھے روز میری غربت پر طعنے دیتی تھی کبھی کبھی تو میں زندگی سے عاجز آجاتا تھا وہ بلا کی فضول خرچ تھی دیکھو فضول خرچ عورت اور فضول خرچ مرد دونو بُرے ہوتے ہیں میں بھی زیادہ محتاط نہ تھا جب تک لاولد رہے جوں توں گذر ہوتا رہا۔ اولاد ہو جانے کے بعد بیوی کی فضول خرچی حد سے بڑھ گئی۔ میرا بال بال قرض میں گرفتار ہو گیا۔ آپس میں شکر رنجی ہوتی رہتی تھی۔ دن رات مصیبت سے گزر رہے تھے۔ اس پر وہ اپنی عادتوں سے باز نہ آتی تھی۔ ایک دن مجبور ہو کر مجھے وہ کام کرنا پڑا جس کا خمیازہ اُس نے بھی بھگتا اور میں نے بھی اور معصوم بچوں نے بھی قصور میرا ہی تھا۔ وہ آخر عورت تھی میں غلطی پر ہوں۔ بے گناہ عورت مرد کی خطائیں چھپ جاتی ہیں اور عورت کی خطاؤں کی تشہیر ہو جاتی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھو بیٹی۔ کوئی عورت جس کے شوہر کی کمائی محدود ہو کبھی ارمان پورے کرنے کے لئے بچوں کی فضول رسمیں نہ کرے اور نہ دولتمند بیبیاں اس طرح اپنی دولت کو برباد کریں۔ وہ والدین جو دل کے ارمان پورے کرنے کے لئے اوروں کی حق تلفی کرتے ہیں بہت ظالم ہوتے ہیں ان کی ہونہار زندگی شادیانے بجا کر ہمیشہ ہمیشہ کو برباد کرتے ہیں بچوں کی فضول رسموں ہی کی وجہ سے ہزاروں امیر مفلس ہو گئے۔ کیسی کیسی آرزوئیں پوری ہونے کی تمنا ہوتی ہے: بچی نے مسند پر بیٹھ کر پھول پہن لئے یا سارا گھر بجلی کی روشنی سے جگمگا اُٹھا۔ آرزو پوری ہو گئی۔ نوبت نقارے بج گئے یا بچوں نے گہنا پاتا پہن لیا آرزو پوری ہو گئی۔ ہائے ہمارے نزدیک آرزو کس قدر آسان اور سہل ہو کر رہ گئی ہے کہ دم کے دم میں نکل جاتی ہے ہندوستانی ماں کی آرزوئیں اولاد کی بھلائی کی خاطر نہیں بلکہ تباہی کے لئے ہوتی ہیں۔ جب تک دل میں ملک کی بربادی کا احساس نہ ہوگا یہ آرزوئیں بھی ختم نہ ہوں گی۔ جب تک قوم سے کچھ بھی ہمدردی نہ ہوگی یہ نکلی جائیں گی۔ اکثر روشن خیال عورتوں کے دل میں بھی اس قسم کی فضول آرزوئیں اور بھی چمکتی ہوئی پیدا ہوتی ہیں اور وہ تکمیل آرزو میں کند خیال عورت سے کچھ زیادہ ہی فضول خرچی کر بیٹھتی اور فیشن کی رَو میں آکر دل کھول دیتی ہیں بیٹی تم ایسا کبھی نہ کرنا تم پڑھنے لکھنے والی بچی ہو اگر تم کو دولت میسر آئے تو کسی اچھے کام میں صرف کرو۔ اس زمانہ میں جو قومیں خوب ترقی کر رہی ہیں وہ روپیہ کے بہترین مصرف سے واقف ہیں۔ ہمارے امرا فضول رسموں سے بچا کر کچھ خرچ بھی کرتے ہیں تو کس طرح، چلتے چلتے کسی کو کچھ دے دیا۔ موٹر میں سے پیسے پھینکتے ہوئے گذر گئے درگاہوں میں جا کر ہزاروں

کتوں کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلا دیا۔ ایسی امداد سے اکثر غربا میں سستی و کاہلی اور بیکاری پیدا ہو جاتی ہے۔ بیٹی تجربہ بہت عمدہ سبق ہے۔ میری داستان قصہ نہیں بلکہ عبرت ہے یہاں سے میری زندگی کا وہ خونیں ورق شروع ہوتا ہے جس کی پاداش میں ہزار مرتبہ مرکر بھی ایسا سخت جان ہوں کہ جی رہا ہوں۔ اچھا تو سنو۔ ایک رات میں اپنے ساتھی کے مکان پر بیٹھا تاش کھیل کر گناہ گاروں کو بہلا رہا تھا۔ کہ نا معلوم لڑکے نے تیزی کے ساتھ بند لفافہ لا کر دیا بچپن کے ایک دوست کا خط تھا کہ تم فوراً فلاں گلی میں آکر مجھ سے ملو میری طبیعت بے چین ہو گئی۔ اُسی وقت وہاں سے اُٹھ کر اپنے بے غرض دوست کے پاس آیا۔ وہ فکر و پریشانی کی تصویر بنے ایک غیر آباد گلی کے کنارے اندھیری رات میں میری راہ دیکھ رہے تھے، ان کی آواز شدت غم سے بند ہو رہی تھی مجھ سے کہا تم فوراً کہیں چلے جاؤ سخت مشکل کا سامنا ہے میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ میں تمھاری مدد کروں۔ سرکاری وظائف کی رقم میں دس ہزار روپیہ کا غبن ہوا ہے اور الزام تم پر لگایا گیا ہے بُرے وقت کا کوئی ساتھی نہیں۔ وہی لوگ کل تم سے خلوص سے مل رہے تھے انعام کے لئے تم کو گرفتار کروانا چاہتے ہیں۔ تمھارا کوئی عزیز ایسا نہیں جو مدد کرے اور نہ تم اس رقم کو کسی طرح ادا کر سکتے ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ تم نے جو کچھ لیا ہوگا سب خرچ کر چکے ہو گے۔ کہیں چلے جاؤ گرفتار ہو جاؤ گے۔ یہ سُن کر میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا زار قطار رونے لگا۔ اُنھوں نے مجھے بڑی تسلی دی خود بھی وہ روتے رہے اور کہا "تم جانتے ہو میرے پاس کچھ نہیں ہے میں مفلس ہوں لیکن تمھارے واپس آنے تک اور تمھارے واپس آنے کی امید اس وقت تک ناممکن ہے جبتک سرکار کی پائی پائی ادا نہ کر دی جائے، تمھارے اہل و عیال کی جس طرح ہو سکے گی کفالت کروں گا۔ مجھ سے تو اس نیک منش نے کہا تھا کہ تم گھر بھی مت جاؤ خفیہ پولس والے تاک میں ہیں پر میرا دل نہ مانا۔ مانتا کس طرح گھر چھوڑنا کتنی اہم بات ہے۔ میں ایک الوداعی نظر بیوی بچوں پر ڈالنے گھر میں داخل ہوا سب سو رہے تھے میرا ملازم جاگ رہا تھا۔ میری بیوی فضول خرچ تھی اور اس کی فضول خرچیوں سے میں اس قدر تنگ ہو رہا تھا لیکن میں ایسا ہرگز نہ کرتا اگر میری بیوی مجھے عزیز نہ ہوتی۔ میں خوب اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اب جیتے جی اس گھر میں قدم نہ رکھ سکوں گا۔ چند منٹ کی دیر بھی ہو جاتی تو گرفتار کر لیا جاتا۔ بے اختیار جی چاہا کہ معصوم بچی کو جو اُس وقت ماں کے گلے میں باہیں ڈالے باپ کی مصیبت سے بے خبر سو رہی تھی کلیجہ سے چمٹاؤں اور خوب پیار کروں۔ ہائے اس جوش کو اس محبت کی کشش کو برسوں یاد کر کر کے خون کے آنسو روتا رہا اور اس تین سالہ بچے کو بھی جو روز میرے پاس سویا کرتا تھا بیٹی! جو لوگ ناجائز چیزیں استعمال میں لاتے ہیں جو امانت میں خیانت کرتے ہیں جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے خدا بھی ان پر مہربانی نہیں کرتا۔ یہ ایسا بُرا وقت تھا کہ میرے کلیجے کے ٹکڑے میرے معصوم بچے سامنے پڑے سو رہے تھے اور میرا دل بے اختیار اُن کو ایک بار صرف ایک بار سینہ سے لگانے کے لئے تڑپ رہا تھا۔ اور نہ لگا سکا کہ مبادا بچی کی وجہ سے بیوی نہ ہوشیار ہو جائے۔ پیاری بچی میں کس طرح اپنی مصیبت تمہیں سناؤں۔ تمہارا ننھا سا دل اسے برداشت نہ کر سکے گا۔ بیٹا میں گھر سے نکل گیا پھر مجھے کبھی گھر میں رہنا نصیب نہ ہوا۔ برسوں جنگلوں کی خاک

چھانتا پھرا۔ پولس والے ان وحشتناک جنگلوں میں کبھی کبھی آنکلتے تھے۔ اب بھی اگر کسی کو یہ معلوم ہوجائے۔ میں آگیا ہوں۔ تو گرفتار کرلیا جاؤں گا۔ قید ہوتا تو شاید اب تک رہا بھی ہوجاتا لیکن یہ صورت اب کسی کو دکھانے کے قابل نہیں۔ دیکھو دنیا کے پردے پر ایسے نیک دل انسان بھی کونے کھدروں میں بسر کرتے ہیں وہ غریب ہوتے ہیں پر دل کے دھنی میں چلا گیا بیوی بیمار ہوگئی۔ بچہ مرگیا سب کے سب کوڑی کوڑی کو محتاج ہوگئے اور ان سب کا بار میرے دوست کے سر پڑ گیا جن کی خود کوئی معقول آمدنی نہ تھی۔ معمولی وظیفہ مل رہا تھا۔ آفریں ہے میرے دوست کی بیوی پر اُس نیک دل اور باہمت خاتون نے غیروں کی فلاح کی خاطر محنت کو عار نہ سمجھا مشقت کو بُرا نہ جانا۔ عورتیں ہوں تو ایسی ہوں۔ جب میرے دوست نے کل حال بیان کرکے اپنے اس وعدہ کا ذکر بیوی سے کیا جو انہوں نے مجھ سے کیا تھا تو وہ رو پڑیں اور کہا کہ آج تک آپ میری کفالت کرتے تھے اب دونوں مل کر ان لوگوں کی پرورش کریں گے۔ وہ گھر بیٹھے محنت کرکے میری معصوم بچی اور بیمار بیوی کے گذران کا سامان کرتی رہیں۔ پر آہ میری بیوی میری کم نصیب بیوی شدت رنج سے سخت بیمار ہوگئی اور ایک دو برس کے اندر خدا سے جاملی بستا ہوں جب تک جیتی رہی کسی کو منہ نہ دکھایا میری جان میری بچی یہ داستان اب اس قابل نہیں کہ سناؤں۔"

لڑکی ہچکیاں لیتے ہوئے گلے میں باہیں ڈال کر کہنے لگی "پیارے باپ رو ومت جاؤ یہاں سے فوراً جاؤ کوئی دیکھ لے گا پکڑے گا"۔ مصیبت کے مارے بچے ذرا عقلمند ہی ہوتے ہیں وہ یوں بھی پڑھنے لکھنے کی شوقین تھی۔ باپ کی دردبھری داستان نے بچی پر جادو کا اثر کیا۔ کل کا کام آج ختم کرنے کی کوشش میں لگی رہی۔ جدائی کی گھڑیاں گن گن کر کاٹنے لگی۔ آخر وہ دن آیا کہ ایک ہمدرد عورت کی گودی میں پلی ہوئی ناشاد نامراد غمگین باپ کی غمگین بچی گریجویٹ ہوئی اور تعلیم سے فارغ ہوتے ہی نوکر، اور تنخواہ کی پائی پائی جمع کرنی شروع کردی کہ کسی طرح دس ہزار جمع ہوں تو میرے باپ کو آزادی مل جائے اور وہ چوروں کی طرح چھپ کر نہ پھرے۔ ہمت اور استقلال سے مشکل سے مشکل کام آسان ہوجاتے ہیں۔ پھر جب خالص محبت کی خاطر مصیبت اُٹھائی جائے تو اس جذبہ کے مقابلہ میں دس ہزار روپیہ کوئی بڑی رقم نہ تھی جو جمع نہ ہوئی۔ اگر انسان ہمت کرے تو کوئی کام مشکل نہیں۔ آزادی کی گھڑیاں قریب سے قریب تر ہوگئیں ارمانوں کے پورے ہونے کا دن اپنی چند ساعتیں گذار کر آرہا تھا کہ مردانہ مکان کے شمالی حصہ میں وہ پھر آخری بار اپنی بچی کو ایک نظر دیکھ لینے کی خاطر نہ جانے کس طرف سے آکر پڑا دم توڑ رہا تھا وہ صرف بچی کی خاطر آیا تھا۔ مصیبت کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔

میرے ناشاد نامراد باپ میں اس رقم کو تمہارے نام سے اچھے کام میں صرف کروں گی۔ اس سے تمہاری روح ضرور آزاد ہوگی۔ اب زندگی اور موت میں کافی فرق ہوچکا تھا +

مس سعیدہ ضمیر الدین

# کھانے کے اصول

غذا کے لئے پابندی وقت بہت ضروری ہے۔ بچوں کو تین تین گھنٹے کے بعد کھانا دیا جائے۔ اور جوانوں کو ساڑھے چار یا پانچ گھنٹے کے بعد کھانا مفید ہے۔ اس سے کم وقت میں کھانے سے معدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ ہضم صحیح نہیں ہوتا۔ اور غذا مضر صحت ہو جاتی ہے۔ کمزور یا بیمار آدمیوں کو تین تین یا چار چار گھنٹے بعد تھوڑی تھوڑی مقدار میں ہلکی غذا کھانی چاہیئے۔ تاکہ آسانی سے ہضم ہو جائے بغیر بھوک کے ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ اور نہ فوراً دماغی اور جسمانی محنت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حالتوں میں خون میں مضر صحت اجزا پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور قلب ان کو دفع کرنے کی کوشش میں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے معدہ غذا کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ اور نہ بھوک کھل کر لگتی ہے۔

سردی میں اس قسم کی غذا کھانی چاہیئے جس سے جسم میں حرارت اور قوت پیدا ہو۔ مٹھائی۔ نشاستہ دار چیزیں۔ انڈے مچھلی۔ گھی۔ مکھن۔ گوشت نسبتاً زیادہ کھائی جائیں۔ لیکن گرمی میں کم۔ گرمی میں قدرتاً بھوک کم لگتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گرم ہوا میں جسم کی گرمی کم نکلتی ہے۔ اس وجہ سے بدن کو جسمانی حرارت قائم رکھنے کے لئے کم ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا۔ اس موسم میں مرطوب پھل۔ اور ٹھنڈی چیزیں زیادہ کھانی چاہیئیں۔ زیادہ ٹھنڈے پانی سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ اس کا اثر معدہ پر اچھا نہیں ہوتا برسات کے موسم میں اور خاص کر اس زمانہ میں جب آب و ہوا خراب ہو اور ہیضہ کا ہو۔ دونوں وقت کھانے میں پیاز سرکہ ضرور استعمال کیا جائے۔

سلفورک ایسڈ یا گندھک کے تیزاب کے چار قطرے پانی میں ملا کر پی لینے چاہیئیں۔ اس سے ہیضہ کے جراثیم بالکل مر جاتے ہیں۔ اور کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ ایک طریقہ پانی اُبال کر پینے کا بہت اچھا ہے اس سے بھی انسان خوب طاقتور رہتا ہے۔ صبح کا کھانا کھا کر آرام ضرور کرنا چاہیئے۔ شب کو کھانے کے بعد تھوڑی دور چہل قدمی ضروری ہے۔ تاکہ معدہ اچھی طرح کام کر سکے۔

**جمیلہ بیگم جعفر سہسوان**

# تلاشِ سکون

میری آنکھیں اشک ریز رہتی ہیں۔ میرے دامن میں مایوسیوں کے پھول بھرے رہتے ہیں۔ میرا دل افسردہ، میری روح بےکیف و پژمردہ ہے۔

اے سکون! میں نے تیری تلاش میں چپہ چپہ چھان مارا۔ لیکن آہ! میرا ہر سفر ناکام۔ میری ہر جستجو بے سود رہی۔ شگفتہ و حسین پھولوں پر نظر ڈالتی ہوں۔ تو ان کی رعنائی اور خوشبو سے مست ہو کر خیال کرتی ہوں کہ سکون کا آشیانہ ان ہی دلفریب پھولوں میں ہے۔ لیکن میری اس غلط فہمی سے پھولوں کے نازک آئینہ سے دلوں کو ٹھیس لگتی ہے ان کو اذیت پہنچتی ہے۔ ان کی پنکھڑیاں بکھر جاتی ہیں۔ میری سوگواریاں حرکت میں آجاتی ہیں۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا طوفان امنڈ آتا ہے۔

جب دیکھتی ہوں کہ خوبصورت ندی۔ ایک دلفریب، دلکش اور جادو کشی دُھن میں ایک ترانۂ مسرت الاپتی ہوئی بہتی چلی جا رہی ہے۔ کناروں پر شگفتہ پھولوں کا فرش سا بچھا ہے۔ اور پانی کی لہریں معروف رہتی ہیں ...... تو دل میں امید کا بجھتا ہوا دیا پھر ٹمٹما اٹھتا ہے۔ میں بیقرار ہو کر ندی سے تیری جائے قیام دریافت کرتی ہوں۔ تو پانی کی موجیں میری دیوانگی پر قہقہہ لگاتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

خورشید خاور مشرق سے اپنی پوری شانِ رعنائی کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ ہر شے میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ بلبلیں دلکش گیت الاپنے شروع کر دیتی ہیں۔ سنہری کرنیں رقص کرتی ہیں۔ تو پھول کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ میرا دل پے در پے ناکامیوں سے مایوس ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ پھر اس میں امید کی چمک نظر آتی ہے۔ مگر وائے قسمت۔ تجھے طلوع آفتاب کے پُرکیف منظر میں بھی نہ پا سکی۔

جب میں عالمِ خواب میں خوبصورت پریوں کو دیکھتی ہوں۔ ان کے چہرے پھولوں کی طرح شگفتہ نظر آتے ہیں ... ان کے تاج ستاروں کی طرح جگمگاتے ہیں۔ ان کے لباس دھنک کے دلربا رنگوں سے کہیں زیادہ پیارے ہیں۔ اور جب وہ ناچتے ہوئے خوشبودار پھول بکھیرتی ہیں ...... تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔

تو اے شیوس سکون! میں ان سے بھی یہی سوال کرتی ہوں۔ لیکن یہ دلفریب پریاں میرے اس جواب سے سراسیمہ ہو جاتی ہیں اور مجھ سے روٹھ جاتی ہیں۔ گھبرا کر آنکھیں کھولتی ہوں۔ تو کچھ بھی نہیں پاتی۔

اپنی تلخ ناکامیوں سے جب میں دل شکستہ ہو جاتی ہوں ... مایوسی اور رنج کے سیاہ بادل ہر چہار طرف چھا جاتے ہیں تو دل بے اختیار کہتا ہے سکون کا آشیانہ، دلفریب پھولوں کی نازک نازک پنکھڑیوں میں ہے نہ بہتی ہوئی دلآویز ندی کے پانی میں، طلوع آفتاب کے دلکش منظر میں بھی سکون کی جائے رہائش کا پتہ لگانا دشوار ہے۔ تیری روح۔ تیرے قلب تیرے دماغ کو اسی صورت میں آرام نصیب ہوگا۔ اور اطمینان میسر ہوگا۔ جب تو اپنے ہی جیسے کسی بے کس انسان کی مدد کرے۔

سرور جہاں رعنا

# میل جول

میری خوبصورت سہیلی مہ لقا ایک فلک بوس عمارت میں رہتی تھی۔ اس کا مکان جنت نگاہ تھا۔ اور وہ خود اس جنت کی حور۔ اس کے والدین متمول تھے لیکن وہ اس معصوم کو عہد طفولیت میں یتیمی کی آغوش میں سونپ کر راہی ملک عدم ہو چکے تھے۔ وہ ایک نرس کے ہمراہ رہتی تھی۔ وہ خود مختار تھی اور ہر کام اپنی مرضی سے کرتی۔ امیری اور آزادی کی آغوش میں پرورش پانے کے باوجود بھی وہ مغرور نہ تھی وہ اپنی خوبصورتی میں اپنی آپ نظیر تھی۔ لیکن کسی پرانے شاعر کے خیال کے موافق اس کی کمر اور اس کا دہن غائب نہ تھا۔ نہ اس قدر نازک تھی کہ ہوا سے اُڑ جاتی۔ اور نہ اس قدر موٹی کہ موٹر اس کا وزن نہ سنبھال سکے۔ اس نے یونیورسٹی سے اعلیٰ ڈگری حاصل کی تھی اور اب وہ ایک کامیاب وکیل تھی۔ وہ بڑی بڑی مجلسوں میں جاتی۔ اور بڑے سے بڑے مجمع میں تقریر کرتے نہ گھبراتی۔

میرا غربت کدہ بھی ایک سڑک درمیان اس کے عالیشان محل کے سامنے تھا۔ اور آج کل کے انجنیروں کی مہربانی سے ایسا بنا ہوا تھا کہ کوئی غریب اگر اپنی غربت کی پردہ پوشی کرنی بھی چاہے تو نہ کر سکے۔ مہ لقا اپنے بالاخانے پر بیٹھ کر دیکھا کرتی کہ کہ میں کس طرح کولھو کے بیل کی طرح دن بھر گھر کے کام دھندے میں مصروف رہتی ہوں۔ میں ایک شوہر دار عورت تھی اور چار پانچ ننھے منے بچوں کی ماں بھی۔ مجھ اکیلی جان کو بوجہ غربت ماں اور بیوی کے علاوہ باورچن اور درزن، ماما، آیا غرض سب ہی کے کام انجام دینے پڑتے تھے۔ میں کپڑے بھی عموماً گھر میں دھو لیا کرتی۔ کیونکہ اس سے دھلائی بچتی اور کپڑے نسبتاً کم خراب ہوتے اس کے دل میں میری طرف سے ایک جذبہ ہمدردی پیدا ہو چلا تھا وہ یہ بھی دیکھتی کہ طویل مدت سے میں کسی کے ہاں ملنے جُلنے بھی نہ گئی تھی۔

ایک دن دوپہر کو اس کی خادمہ آئی اور بولی "ہماری مس صاحبہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں" میں دل میں بیحد پریشان ہوئی مگر سنبھل کر بولی "جاؤ زہے نصیب کہ وہ غریب خانے پر تشریف لائیں"۔ ماما کے جانے کے بعد میں پریشان تھی کہ کیا کروں ایسی امیر خاتون اور میرے غریب خانے پر امیں اُس کے بیٹھنے کو اس کے حسب مرتبہ کرسی بھی پیش نہیں کر سکتی۔ چار بجے اُس کا موٹر آ کر رکا۔ وہ ایک خوش رنگ ساری میں ملبوس جوڑا باندھے جوڑے میں پھول لگائے سینٹ میں بسی ہینڈ بیگ سنبھالے خراماں خراماں اندر داخل ہوئی۔ اور مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ میں شرم سے اُس سے آنکھ نہ ملا سکی۔ بچوں کو تو خیر میں پہلے ہی ان کے باپ کے ہمراہ روانہ کر چکی تھی۔ جیسے تیسے کُرسی پیش کی۔ اور اپنے گھر میں دھلی ہوئی ساری کو سمیٹ کر ایک طرف ہو بیٹھی۔ اُس نے نہایت اخلاق سے گفتگو کی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اجازت لے کر رخصت ہوئی۔ اسی طرح وہ آتی رہتی یہاں تک کہ اب ہم بے تکلف سہیلیاں تھے۔ میں یہ بھول گئی تھی کہ میں مفلس ہوں۔ اور اس کو یہ احساس نہ تھا

کہ وہ ایک ذی مرتبہ رئیس زادی ہے۔

ایک دن باتوں باتوں میں میل جول کی بحث چھڑ گئی۔ مہ لقا بولی "مدینہ کیسے افسوس کی بات ہے تم جیسی پڑھی لکھی خاتون اور یوں آدم بیزار۔ وہ تو میں ہی بیغیرت تھی جو آپ کے ہاں آئی۔ ورنہ بیگم صاحبہ تو کبھی بھول کر بھی بندی کے غریب خانے پر قدم رنجہ نہ فرماتیں۔ اور در اصل تم تک لانے کا باعث تمہاری آدم بیزاری ہی تھی۔ میں دیکھتی تھی کہ تم نہ کسی سے ملتی ہو نہ کوئی تمہارے ہاں زیادہ آتا جاتا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں ضرور ملوں گی دیکھوں مجھ سے بھی ملتی ہیں یا نہیں۔ اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو میں تمہارے ہاں ہزاروں مرتبہ آچکی ہوں۔ مگر جناب میرے اصرار کے باوجود میرے ہاں کبھی نہیں آتیں۔ بسنو ملنے سے انسان انسان بنتا ہے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا۔ بولنے چالنے کا طریقہ نشست و برخاست کے قواعد۔ طرح طرح فیشن غرض کیا کیا تعریف کروں۔ سب ہی کچھ انسان کو میسر ہوجاتا ہے۔ اور سو باتوں کی ایک بات تو یہ ہے وقت کٹتا معلوم ہی نہیں ہوتا میں نے جو کچھ بھی سیکھا ہے یہ سب اسی میل ملاقات کا طفیل ہے۔ جرح کرتی ہوں تو جج صاحبان میرے ہی موافق فیصلہ کرتے ہیں۔ کہیں لیکچر دیتی ہوں تو وہ وہ ہاتھ چیئرز کے لئے اُٹھتے ہیں جو صرف کسی بڑے مقرر کے لئے ہی وقف ہوں۔ تم سمجھتی ہو کہ میں شیخی بگھارتی ہوں۔ نہیں یہ سب میں نے صرف اس لئے کہا کہ تم بھی کسی کلب کی ممبر ہوجاؤ۔ یہ آدم بیزاری چھوڑو۔ دیکھو کہ کیسی کیسی قابل خواتین ہیں۔ تم ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھاؤ اور ان کو اپنی قابلیت سے فائدہ اُٹھانے دو مدینہ پیاری تم کافی قابل خاتون ہو۔ تم کو یوں گھر میں بند رہ کر اپنے جوہر کو غارت نہیں کرنا چاہیئے۔

میں خاموش بیٹھی اپنی خوبصورت اور قابل مقررہ کی تقریر سن رہی تھی۔ واقعی تقریر اس کی میرے دل میں اُترتی معلوم ہورہی تھی ایک جذبہ گدگدا رہا تھا کہ کل ہی ممبر ہوکر اس کے ہاتھ پر بیعت کرلوں مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ غریبی کے خیال نے سب جوش ٹھنڈا کردیا۔ آخر جب وہ خاموش ہوئی تو میں بولی۔

"سنو بہن تمہاری تقریر نہایت دل پذیر ہے۔ لیکن مجھے کچھ کہنا بھی ہے امید کہ تم ٹھنڈے دل سے سنوگی۔ بیشک یہ تمہارا بڑا ہماری احسان ہے کہ تم نے غریب خانے کو رونق بخشی۔ لیکن اپنے جانے کے متعلق میں عرض کرسکتی ہوں کہ میں وہاں جانے کے قابل نہیں۔ وہ تمہارا بیش قیمت فرنیچر اور یہ پُرانی بدرنگ گھر کی دھلی ساری بھلا کہیں کمخواب میں ٹاٹ کا پیوند لگا ہے۔ ہزار تم میری عزت کرو مگر تمہارے عزیز اور نوکر تو ضرور خندہ زیر لب کریں گے۔ اس لئے قصور معاف میں حاضر نہ ہوسکی اور میل ملاقات کے متعلق میرا بھی خیال ہے کہ انسان کو ضرور ملنا چاہیئے۔ لیکن بہن یہ سب امیروں کے لئے موزوں ہے۔ ہمارے کلب اور ہماری سوسائٹی ہمارے اخلاق اور تعلیم کو نہیں صرف صرف ہماری بھڑکدار ساری کو دیکھتی ہے۔ بہن یہ بدرنگ ساری پہن کر کوئی عمدہ لیکچر دوں تو لوگ سننا بھی گوارا نہ کریں گے۔ خواتین کی قابلیت سے فائدہ اسی حالت میں اُٹھا سکتے ہیں جب اُن سے گفتگو کی جائے۔ جب کوئی غریبی کا پرسان حال نہ ہو تو کس سے کب فیض کیا جائے اور غریبوں کا وقت کتنا کیا۔ اصل صبح سے شام تک میں بیل کی طرح کام کرتی ہوں بمشکل شام تک فراغت ہوتی ہے۔ کلب وغیرہ میں اخراجات کی بھی ضرورت ہے اور اس کے لئے میرے بجٹ میں گنجائش نہیں ہے۔ وہ میرے جوابات سے بہت افسردہ ہوگئی اپنی ساریاں اور سواری پیش کرنا چاہی مگر یہ میری غودداری طبیعت کو گوارا نہ تھا۔ میں نے شکریہ سے سب واپس کردیا۔ وہ اب بھی میرے ہاں آتی جاتی ہے مگر مجھے بلانے یا کلب کی شرکت پر اصرار نہیں کرتی۔

انیس فاطمہ خانم

# سلام بنام خیر الانام

از محترمہ افسر النسا بیگم صاحبہ حافظ مقیم مدینہ منورہ

سلامٌ علیکم حبیبِ خدا　　سلامٌ علیکم، شہ دوسرا
سلامٌ علیکم اے پیارے نبیؐ　　سلامٌ علیکم ہمارے نبیؐ
سلام علیکم شہ مرسلین　　سلام علیکم اے ختم نبیین
مقدر نے میرے جگایا مجھے　　خدا تیرے در پہ ہے لایا مجھے
وگرنہ مدینہ کہاں میں کہاں　　یہ رحمت کی تیری ہیں نیرنگیاں
بہت دن سے دل میں تھی حسرت بھری　　اِس عاصی کی۔ کی آپنے رہبری
خدا کا ہوا پہلے فضل وکرم　　مدینہ کو پہونچی میں شاہ امم
وہ مکہ کا جلوہ، مدینہ کا نور　　ان آنکھوں نے دیکھا ہوا دل سرور
وہاں کی جدا اور ہی شان ہے　　یہاں پر دل و جان قربان ہے
برستی ہے رحمت یہاں صبح شام　　خدا بھیجتا ہے درود اور سلام
پس ایسی مقدس ہی یہ سرزمین　　جگہ ایسی روئے زمین پر نہیں
یہ ارمان ہے دل میں اللہ سے　　کہ مدفن ہمارا مدینہ بنے
طفیل محمدؐ علیؓ فاطمہؓ　　اس عاصی کا بالخیر ہو خاتمہ

خدایا بحق محمد رسول
دعا حافظہ کی تو کرے قبول

مرسلہ بیگم عبد الرحمٰن خان

# جوگی

وہ جوگی بنا تھا۔ دنیا کو چھوڑنے کے لئے۔ مگر چھوڑ نہ سکا۔ وہ اب بھی اس دنیا دنیا میں رہتا ہے۔ دنیا کو دیکھتا ہے۔ دنیا سے لیتا ہے۔ خوب یہ جوگ لیا ہے۔ دیوانہ جوگی!

دنیا کو چھوڑ کر پھر دنیا سے مانگتا ہے۔ کیونکہ اُس نے مانگنے کا بھیس بدلا ہے۔

افسوس! خودداری و مشقت کا باعزت جامہ اتار پھینکا۔ اور خدمتِ خلق سے منہ موڑا کم ہمت جوگی!

ماں، باپ لاچار ہیں۔ بیوی روتی ہے۔ بچوں کو یتیم کرتا ہے بہن بھائی سرد آہیں کھینچتے ہیں بے ترس ہے پاگل جوگی۔

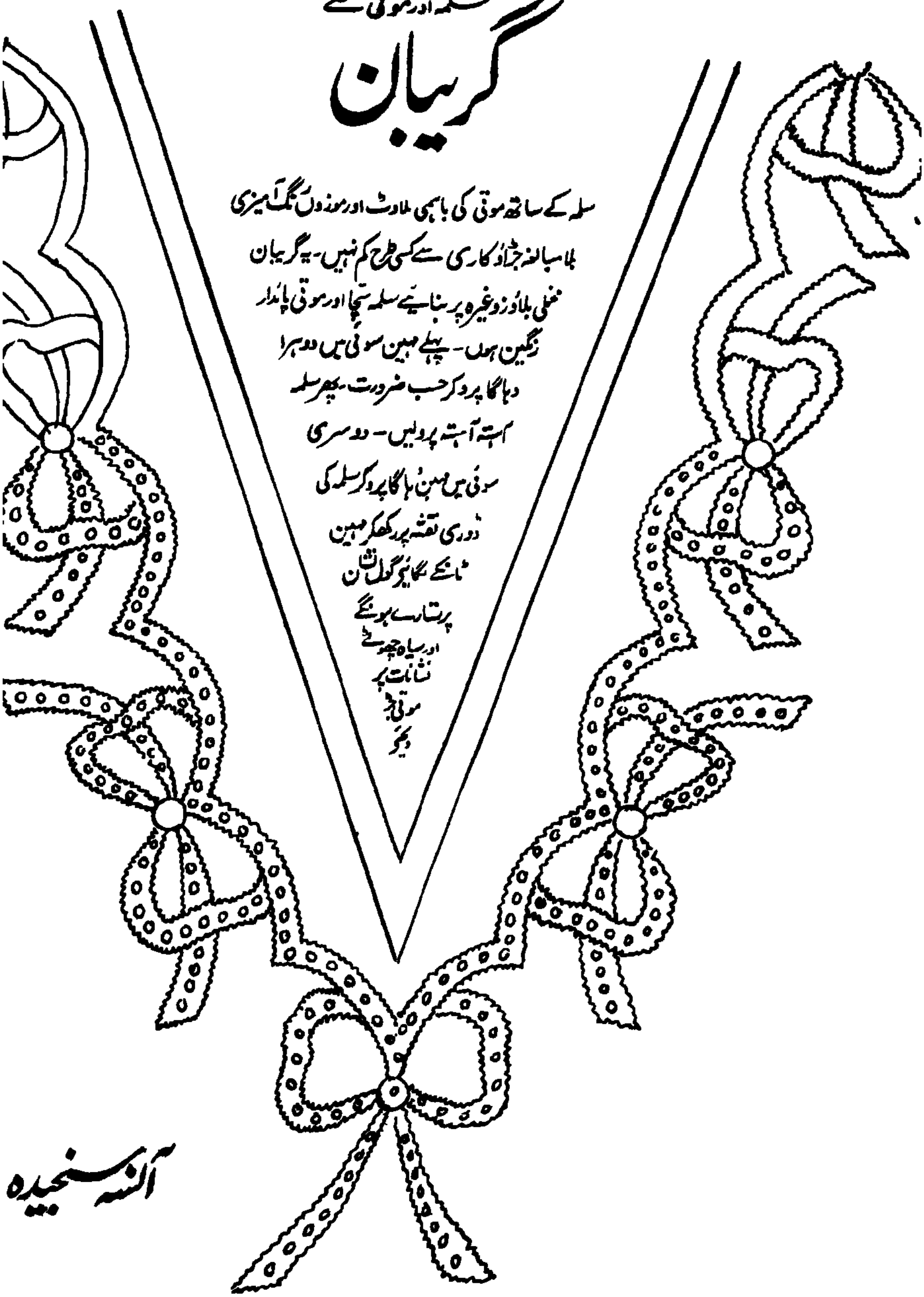
نفس پر جبر کیوں کرتا ہے۔ خودی کی زندگی اس جوگ سے کہیں اعلیٰ ہے۔ خود کرکے دکھا۔ خدا کی رحمت کا شکر گذار ہو جوگی! پھر اس نکیلی دنیا میں نہیں آنا۔ جبکہ ہم سب کو ہی جانا ہے۔ تو پھر جوگ کیسا۔ مت بن جوگی۔

ایس۔ بی۔ طاہرہ۔ پشاور

سلمہ اور موتی سے

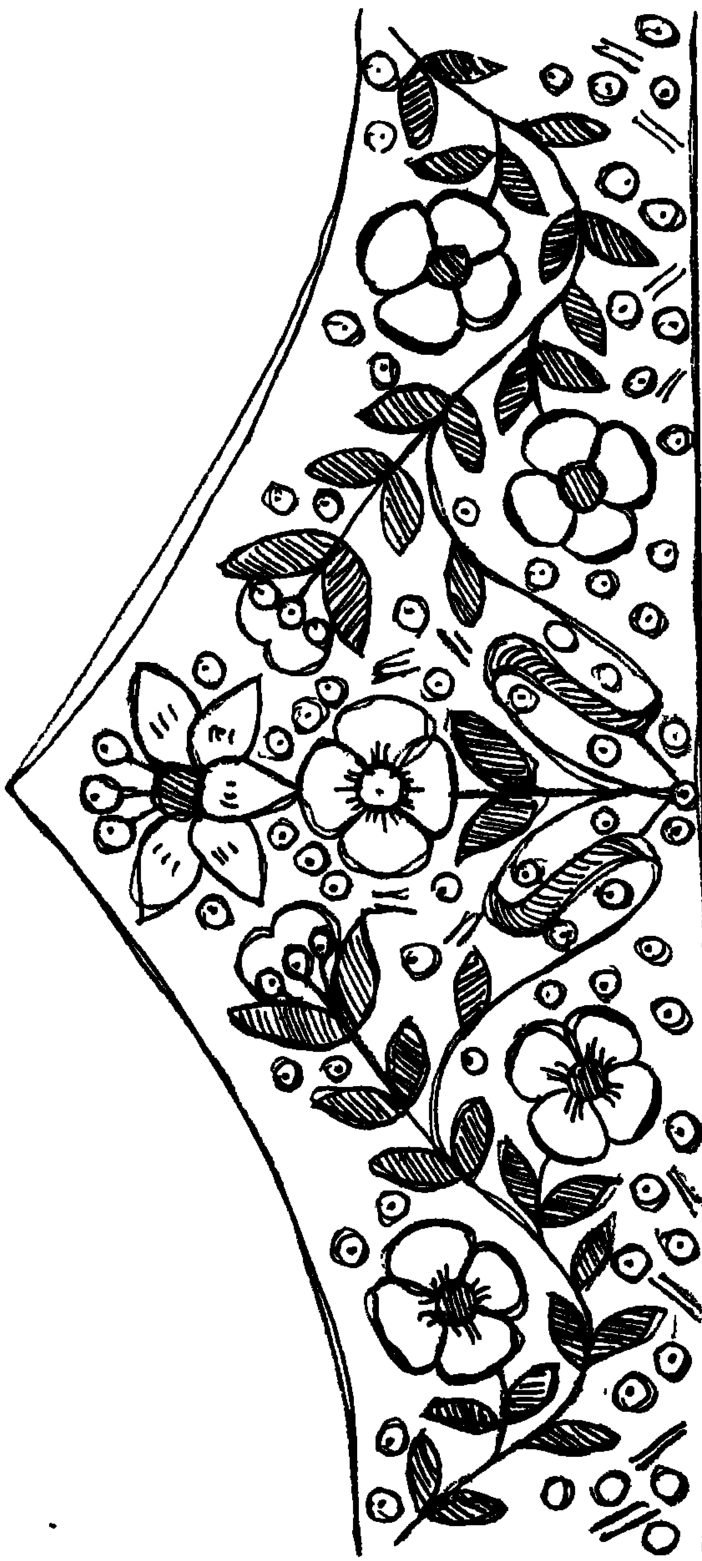
# گریبان

سلمہ کے ساتھ موتی کی باہمی ملاوٹ اور موزوں رنگ آمیزی
بلا مبالغہ جڑاؤ کاری سے کسی طرح کم نہیں۔ یہ گریبان
نقلی بلاؤز وغیرہ پر بنایئے سلمہ سچا اور موتی پائدار
رنگین ہوں۔ پہلے مہین سوئی میں دوہرا
دہاگا پرو کر حسب ضرورت پھر سلمہ
آہستہ آہستہ پرولیں۔ دوسری
سوئی میں مہین دہاگا پرو کر سلمہ کی
ڈوری نقشہ پر رکھکر مہین
ٹانکے لگایئے گول نشان
پر ستارے ہونگے
اور سیاہ چھوٹے
نشانات پر
موتی جڑ
دیجئے



آنسہ سنجیدہ

# دل فریب کف



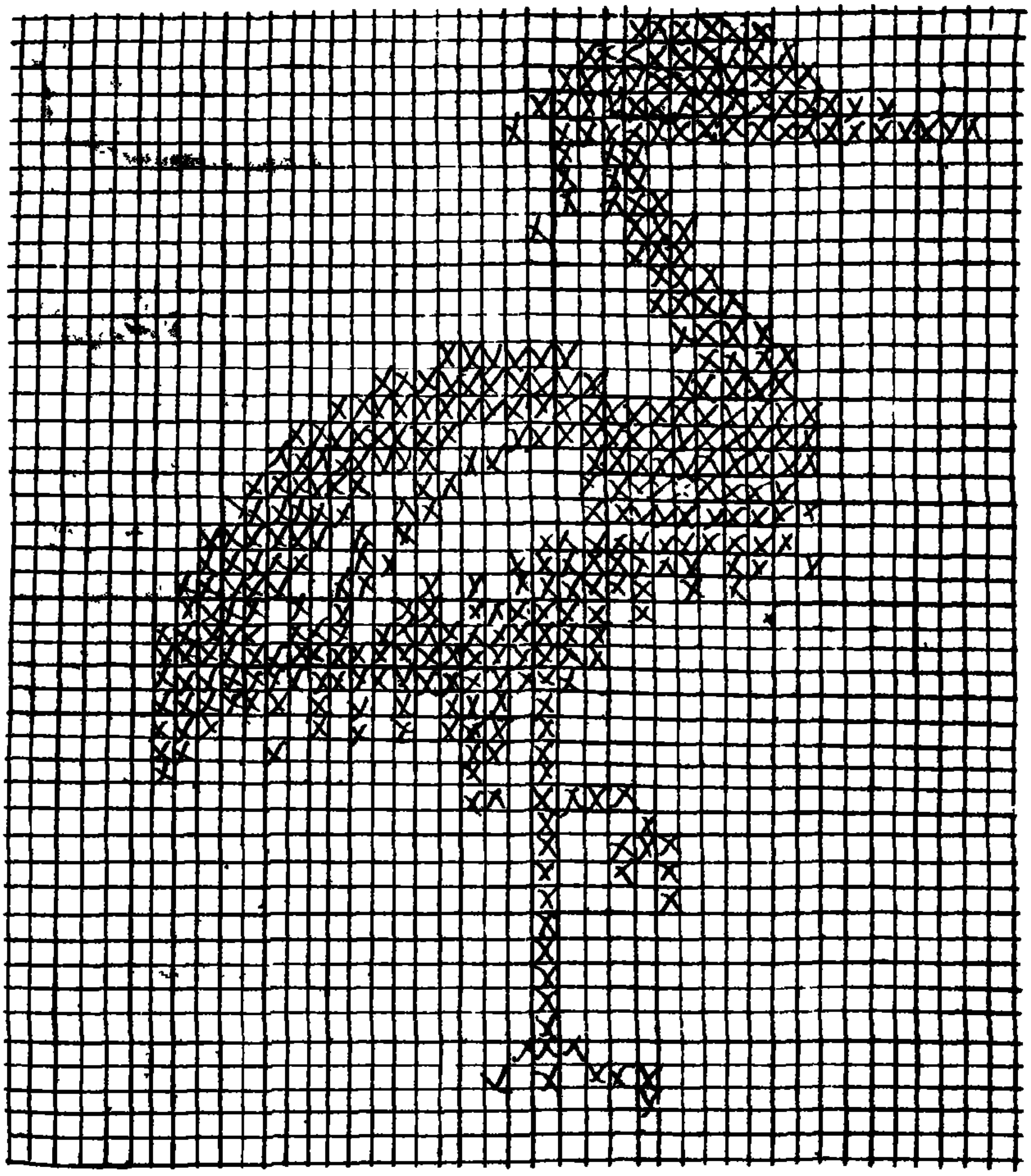
**اشیا ضروری** - کاکڑی گجائی - سلمہ - ستارے - ہر ایک چیز بقدر ضرورت -

**ترکیب** - اول کاکڑی سے اڑی بنا لیجئے - زاں بعد پھول گجائی سے اور پتیاں سلمہ سے بھر دیجئے - ستاروں کی جگہ ستارے ٹانک دیجئے تیار ہونے پر نہایت دلفریب معلوم ہوگا -

آر - کے درخشاں

بجنور

# کراس اسٹچ میں سارس



matty cloth پر اس کو بنائیں تمام جسم آسمانی رنگ کا۔ چونچ اور پیر سُرخ۔ آنکھ سیاہ بہت خوشنما معلوم ہوگا۔

ایچ احمدی بیگم مدرہ

# خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

**سر کی خشکی** بفہ (بالوں کی بھوسی) بہت تکلیف دہ چیز ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کھوپری خشک ہوگئی ہے اور اس کی غیر صحت بخش حالت بالوں کے خانوں کو قوت نہ دے سکنے کے باعث ان کے جھڑنے کا ذریعہ بن رہی ہے کیونکہ جڑیں برباد ہو جاتی ہیں۔ پیشانی میں کھرنڈ یا کھردراپن پیدا ہو جاتا ہے جو جلد کی خوشنمائی کی بربادی کا باعث ہے بعض صورتوں میں بالوں میں خشکی کی نموداری ظاہر کرتی ہے کہ عام جسمانی صحت کچھ خراب ہو چلی ہے اور اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

خشکی کی صورت یہ ہے کہ سر میں کنگھی کرتے وقت چہرہ کے آگے ایک سفید کاغذ پھالیں سر جھکا کے کنگھی کریں اگر کاغذ پر چھلکے سے آکے گریں سمجھ لیں کہ سر میں بفہ ہے۔ خشک و چکنی بفہ کی پہچان یہ ہے کہ خشک بفہ بہت باریک ہوتی ہے اور عموماً بالوں کے سروں پر نظر آیا کرتی ہے۔ بال بھی خشک اور سخت ہو جاتے ہیں۔ چکنی بفہ کھوپری میں چپکی رہتی ہے۔

دونوں قسم کی بفہ کے لئے زیتون کا تیل اور مٹی کا تیل مساوی مقدار میں ملا کے ان میں ذرا سے پیاز کے عرق کا اضافہ کریں رات کے وقت سونے سے پہلے چندیا میں اسے خوب ملیں۔ صبح کو گرم پانی اور تارکول کے صابن سے بال خوب دھو ڈالیں۔

خشک بفہ کی صورت میں ایک ہفتہ تک ہر تیسری شب کو یہ عمل جاری رکھیں اور ہر وقفہ کی رات کو مندرجہ ذیل ذرا سا مرہم ملیں بائی کاربونیٹ آف سوڈا ۱۰ گرین۔ خالص گندھک precipitated Sulphur نصف اونس۔ گلاب کا پانی (روز واٹر) ایک اونس۔ آئیل آئرن پٹرولیم دو اونس۔ سفید موم نصف اونس۔

پھر دو تین ماہ تک ہر تیسری رات کو تھوڑا سا مرہم سر میں ملتے رہیں اور ہر تین ہفتہ میں ایک دفعہ بال دھوئیں۔

چکنی بفہ کے لئے تیل تو اسی طرح لگائیں جس طرح خشک بفہ کے لئے لگایا تھا البتہ مرہم کی جگہ یہ لوشن استعمال کریں سیسکوئی کاربونیٹ آف امونیہ sesquicarbonate of ammonia نصف اونس۔ یوڈی کولون چار ڈرام: بے رم Bay rum چھ اونس۔ آئل آف روزمیری oil of rosemary دس قطرے۔

مندرجہ بالا علاجوں کے علاوہ باقاعدہ محض انگلیوں سے سر میں مالش کرتے ہیں اور سخت بالوں کا برش پھیرتے رہیں اور روزانہ کھلی ہوا میں کوئی صحت بخش ورزش کر لیا کریں۔

**ٹماٹر سے نکھار** آج کل سنگھار ایک مہنگا کام ہے۔ پہلے زمانہ میں چند باتیں مقرر تھیں۔ ان کے کرتے رہنے سے ہر عورت ہر وقت خوبصورت رہ سکتی تھی۔ اب لوگ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ جو کچھ مخاطب میں نظر آرہا ہے سب بناوٹ ہے اسی فکر میں رہتے ہیں کہ اس سے بہتر کر کے دکھایا جائے۔ اصلیت کو سب نے بھلا دیا ہے۔ اس تگ و دو کا نتیجہ یہ ہے کہ بازار میں طرح طرح کی سنگھار کی چیزیں بکتی ہیں جو خاصی مہنگی ہیں۔ ایک بال بچہ دار بیوی کو جو گھر کا کام کاج اپنے ہی ہاتھ سے کرتی ہو اُسے مہنگے سنگھار کی کہاں توفیق۔ لیکن اسے دل میلا کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ اگر وہ اپنے باورچی خانہ کی چیزوں پر نظر غائر ڈالے تو ان میں ہی بعض چیزیں ایسی نظر آجائیں گی جو کم خرچ بالا نشین سنگھاری نتائج بہترین پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً دودھ۔ لیموں ککڑی اور ٹماٹر۔ اور ٹماٹر ان سب میں بہتر چیز ہے۔

اپنا چہرہ پہلے خوب صاف کرلیں۔ کوئی ہلکا سا صابن اور نیم گرم پانی یا کوئی صاف کرنے والی کریم استعمال کریں۔ ایک ٹماٹر کو بیچ میں سے کاٹ کے دو ٹکڑے کردیں۔ اور آدھا ٹکڑا چہرہ گردن اور ہاتھوں پر ملیں۔ پانچ منٹ کے توقف کے بعد جب رس خشک ہوجائے صابن اور ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں اگر جلد بہت خشک معلوم ہو تو تھوڑی سی کولڈ کریم لگائیں۔

**غراغرے اور نسوار** زکام اور سردی کے درد سر کا موسم آیا اور غراغرے اور نسواریں شروع ہوگئیں۔ ان میں دو مرتبہ گرم پانی کے بھرے گلاس میں نمک کی ذرا سی چٹکی ملا کے اس سے غراغرہ کرنا واقعی مفید ہے۔ اس سے گلا صاف ہوجاتا ہے اور کسی قسم کی چڑچڑاہٹ نہیں ہوتی اور نہ پٹھوں کے خانوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ مصیبت اُس وقت شروع ہوتی ہے جب اس زمانہ کی تیز دوائیاں گلے میں لگائی جائیں۔ آج کل یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ جس قدر تیز دوا ہوگی اسی قدر جلد آرام ہوگا منہ میں قدرت نے رال ایک ایسی چیز رکھی ہے جو ہاضمہ کے لئے مفید ہونے کے علاوہ جراثیم کش بھی ہے۔ چند جراثیم کے مارنے کے شوق میں تیز دوا لگانے سے یہ جراثیم تو ضرور ہلاک ہوجاتے ہیں لیکن منہ اور گلے کی جھلی کے نازک خانے برباد ہوجاتے ہیں۔ ایسی تیز ادویہ کا استعمال تنفس کی نالیوں کی نازک جھلی کو ناکارہ کردیتا ہے جس سے قدرتی ذرائع دُور ہوجانے کی وجہ سے جراثیم پیدا ہونے کی صورت پیدا ہوجاتی ہے اس لئے ایسی ادویہ ہرگز استعمال نہ کی جائیں۔ محض طبی ہدایت کے مطابق کبھی کبھی ایسی ادویہ کو ہلکا کرکے لگایا جایا کرے۔ اسی طرح ناک میں دوا چڑھائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر بھی اس کی ہدایت کرے تو مجبوری ہے ورنہ از خود سردی کے درد سر اور ناک بہنے میں اس پر عمل نہ کیا جائے۔ تیز دوا ناک میں لگانے سے ناک کی جھلی پر بُرا اثر پڑتا ہے جس سے درمیانی کان کے خراب ہوجانے کا خوف ہے۔ ناک کے بال غبار کے ذرّوں اور جراثیم کے روکنے کا قدرتی ذریعہ ہیں جن کی ناکوں میں بالکل نہ ہوں یا بہت کم ہوں اُنہیں نتھنوں میں تھوڑی سی ویسلین جس میں منتھول menthol ملا ہو روزانہ چپڑ لینا چاہیئے اس سے بال بہت ممکن ہے اُگ آئیں۔

**رنگ اور کپڑے** سانولی عورت کے لئے نیلا رنگ ناموزوں ہے کیونکہ اس رنگ کا عکس نارنجی ہوتا ہے اس سے جلد کا سانولا پن سیاہی کی طرف مائل ہوجاتا ہے یعنی سانولے پن کی خوبی جاتی رہتی ہے اور رنگ میں سیاہی کا غلبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ البتہ چہرہ پر نیلے رنگ کی جالی کا نقاب ڈالنے سے ہر رنگ کی جلد پر تیز روشنی کا بُرا اثر نہیں پڑنے پاتا۔ جیسے نیلا چشمہ آنکھوں کو سورج کی چمک سے بچاتا ہے۔ ہلکا سبز رنگ سنہری رنگ کے سُرخ اثر کو تیز کرتا ہے اور اس میں آب پیدا کرتا ہے۔ اگر گورے رنگ میں زردی کا غلبہ ہو تو یہ ہلکا سبز رنگ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ رنگ میں گلابیت نمودار کرتا ہے۔ اگر ایسی گوری عورت کے بال سنہری ہوں تو آسمانی نیلا اور اسی طرز کے رنگ بہت مناسب بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ بال کے رنگ کی امداد کرکے چہرہ کی رونق بڑھاتے ہیں۔ سیاہ بال اور پکے رنگ کی جلد پر سُرخ زرد اور نارنجی رنگ کا کپڑا زیب دے جاتا ہے۔ بنفشئی رنگ ناموزوں ہے۔ زرد رنگ کی عورت اس رنگ کے کپڑے میں نہایت ہی بھولی معلوم ہوگی۔ یہ رنگ جلد کی زردی کو بڑھا کے دکھانے لگتا ہے۔

**غسل سے رعنائی** غسل سے جسم کا میل ہی دُور نہیں ہوتا بلکہ اس سے جلد کی خوشنمائی بڑھتی ہے جس کے لئے غسل نہایت ضروری چیز ہے۔ صحت قائم رہے تو حسن بھی باقی رہتا ہے ورنہ صحت کی خرابی حسن کی بیخ کنی کردیتی ہے۔ غسل کا پانی جسم کے خون کے درجۂ حرارت کے برابر گرم ہونا چاہیئے۔ نہانے کا کمرہ ہوادار لیکن گرم ہونا چاہیئے۔ پانی ملائم ہو یا اُسے نوشادر، سہاگہ، بھوسی، میدہ یا اسی قسم کی موزوں چیز سے ملائم کرلیا جائے۔ ہندوستانی عورت کی جلد کے لئے سرسوں کی کھلی سے بہتر کوئی

چیز نہیں۔ اس سے جلد میں نرمی آتی ہے اور چکنائی پیدا ہونے سے ایک دلفریبی نمودار ہو جاتی ہے۔ میل تو فوراً ہی دور ہو جاتا ہے لیکن جو اسے دقیانوسی طرز سمجھیں وہ کوئی اچھا صابن استعمال کریں جو جلد کے لئے مضر نہ ہو بلکہ اسے چکنا ملائم اور صاف کرنے والا ہو نہانے کے بعد تولیہ سے جسم خوب خشک کر لیا جائے اور فوراً کپڑے پہن لینے چاہئیں تاکہ ہوا لگنے سے زکام نہ ہو جائے۔ حمام کے غسل محض طبی ہدایات کے ماتحت کئے جائیں۔

سفید روئیں دار تولیہ کی قسم کا کپڑا لے کے ۴×۶ انچ تھیلیاں بنائی جائیں جن کا ایک سرا کھلا رکھا جائے مندرجہ ذیل مرکب تیار کر لیا جائے اور اس سے انہیں اس طرح بھر لیا جائے کہ اگر تھیلیہ ہتھیلی پر رکھی جائے تو وہ نصف انچ موٹی ہوں۔ سہاگہ کا سفوف چار چمچے۔ اورس رُوٹ کا سفوف تین چمچے۔ کوئی عمدہ صابن جیسے پیرسوپ باریک چھیل کے چار چمچے عمدہ تازہ آٹا چار بڑی چار کی پیالیاں آئل آف لیونڈر دس قطرے۔ تھیلیاں سی لی جائیں۔ صبح کو ایک تھیلیہ غسل کے پانی میں دس منٹ کے لئے ڈال دیں۔ پانی جسم پر ڈال ڈال کے خوب ملیں۔ حتےٰ کہ سارا جسم جھاگوں سے بھر جائے۔ اب حسب معمول غسل سے فارغ ہوں۔ اور آخری پانی سے جسم بالکل صاف کر لیں۔

جن کی جلد زرد اور بے رونق رہتی ہو بارش کا پانی شیر گرم کر کے نہائیں۔ اگر یہ نہ ملے تو پانی میں سہاگہ ملا لیں۔ یہ لوشن بھی تیار کریں روز واٹر چار اونس میں ایک اونس گلیسرین ایک چمچہ پسا ہوا سہاگہ ایک اونس الکحل ایک اونس ٹنکچر آف بنزوئن ملا لیں۔ یہ مرکب کسی شیشی میں ہفتہ بھر تک پڑا رہنے دیں۔ وقتاً فوقتاً اسے ہلا لیں تاکہ اجزا خوب مل جائیں۔ بعد میں اس میں سے دو اونس پانی میں ملا لیا کریں۔

سمندر کے پانی میں غسل کرنے سے طبیعت میں بڑی فرحت پیدا ہوتی ہے۔ اندرون ملک کے باشندے دوا فروش سے سمندر کا نمک چند ٹکوں میں خرید سکتے ہیں۔ پانی میں اس کی ایک پیالی ملا کے نہائیں۔

## خانگی ٹوٹکے

چوہوں کو پودینہ کی خوشبو پسند نہیں ان کے بلوں کے مونہوں پر پیپرمنٹ چھڑک دیں۔ بھاگ جائیں گے۔

کوئلوں پر شورا حسب ضرورت بڑا چمچہ یا کم چھڑک دیں کوئلے دیر تک اور زیادہ دیر تک جلیں گے۔ شورہ کی جگہ کھانے کا نمک بھی یہی کام دے جاتا ہے۔

اگر نکسیر بند نہ ہوتی ہو تو جبڑوں کو اس طرح چلائیں گویا کھانا چبایا جا رہا ہے نکسیر بند ہو جائے گی۔

اگر کپڑا ہاتھ سے چُننا چاہیں تو اُسے مشین کے سینے کے پاؤں کے نیچے رکھ دیں۔ سوئی میں تاگہ نہ ڈالیں مشین چلا دیں۔ اس سے کپڑے پر ایک سیدھی لکیر میں سوراخ ہو جائیں گے۔ اب ان سوراخوں پر حسب منشا کام کریں۔ اس طرح ہموار چنت بھی حاصل ہو جائے گی۔

شیشہ کی اشیاء دھوتے وقت پانی میں تھوڑا سا کلپ (سٹارچ) ملا لیں۔ اس سے میل کچیل جاتا رہتا ہے اور دیرپا جلا بھی آ جاتی ہے۔

پیاز کا چھیلنا قیامت ہے۔ ہاتھوں اور چاقو میں ایسی بُو سماتی ہے کہ مشکل سے ہی جاتی ہے اور جس چیز کو یہ لگ جائیں۔ یہ بو اس سے بھی جا چپٹتی ہے۔ اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ ہاتھوں اور چاقو پر خشک رائی مل دیں۔

لنولیم یا روغنی کپڑا ایسے پانی سے دھوئیں جس میں ذرا سی بُورا ملا لی جائے۔ بڑی اچھی جلا آ جائے گی۔

محمد ظفر

# اتفاقی حادثوں کے فوری علاج

اگر اتفاقیہ کبھی کسی فرد یا کھانا پکانے والی ناتجربہ کار خاتون کے ہاتھ پاؤں یا کسی دیگر اعضا کو خدانخواستہ آگ کا ضرر پہنچ جائے تو اس وقت کا درد و کرب مریض کی بے چینی و بیقراری میں بتدریج اضافہ کرکے سراسیمگی و پریشانی میں ڈال دیتا ہے۔ ایسے حادثے کی اذیت کے وقت جلن اور ٹیس سے مریض کو نجات دلانے اور تسکین پہنچانے کے لئے اگر تیماردار کو کوئی بھی تدبیر معلوم نہ ہو اور ڈاکٹری مدد بھی بروقت نہ مل سکے تو مریض بچارا سخت کلفت میں مبتلا ہوکر تڑپنے لگتا ہے۔

ایسے مواقع کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر جلن سے تڑپتے ہوئے مریض کو فوری تسکین بخشنے کے تیر بہدف ثابت ہوتی ہیں۔ اگر پھلکا یعنی چپاتی پکاتے وقت ناتجربہ کاری کے باعث ہاتھ سینکتے ہوئے پھلکے کی بھاپ لگ جائے تو سخت اذیت ہوتی ہے۔ اس جلن سے فوری نجات پانے کے لئے ہاتھ کو اسی وقت آگ کے سامنے کرکے خوب تاپنا چاہیئے۔ گو آگ کی سینک سے پیشتر جلی ہوئی جگہ تکلیف محسوس کرتی ہے لیکن جونہی آگ سے ہاتھ ہٹاؤ جلن بالکل مفقود ہوگی اور پیشتر جلی ہوئی جگہ فوری افاقہ حاصل کرے گی۔

اگر دہکتا ہوا کوئلہ گرکر کوئی عضو جل جائے تو فوراً تیل ناریل موجود ہو تو ماؤف جگہ چپڑ دو آبلہ بالکل نہیں پڑے گا اور درد و تکلیف کو فوری سکون حاصل ہوگا۔

اگر تیل ناریل موجود نہ ہو تو کچا آلو پیس کر ماؤف جگہ لیپ کردیں یہ بھی درد تکلیف کو فوری آرام دے گا اور آبلہ بھی نہ نہ پڑنے پائے گا۔

اگر خدانخواستہ چائے یا گرم پانی کسی عضو پر پڑ جائے تو کیرن آئل جس کا نسخہ میں پیشتر مضمون عنوان بالا کے تحت میں عصمت کے سن گذشتہ کے کسی پرچہ میں لکھ چکی ہوں۔ فوراً ماؤف مقام پر ڈال دیں "کیرن آئل" اگر آپ نہ بنا سکیں تو گھر میں ہمیشہ رکھنے کے لئے گلشن سٹور کپورتھلہ سے تیار شدہ منگوا سکتی ہیں۔ اس کے لگانے سے خواہ کیسا ہی جلا ہوا مقام ہو چمڑا علیحدہ ہوگیا ہو تو اس کی فوراً تسکین کرے گا۔ درد و ٹیس سے نجات دلانے اور جلد کو سکون پہنچانے کے لئے تیر بہدف ثابت ہوگا اگر کوئلے کے علاوہ صرف شعلے سے کوئی عضو جلا ہو تو دوات کی بلیک سیاہی جلن کی تکلیف کے فوری تدارک کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے۔

بداحتیاطی سے پاؤں کی ایڑی دہکتے ہوئے کوئلے پر پڑ جائے تو جلن اور ٹیس وبال جان ہوجاتی ہے اور تڑپا دیتی ہے۔ ایسی حالت میں فوراً کیچڑ میں پاؤں رکھ دینا چاہیئے جلن کو فوری تسکین ہوگی اور ٹھنڈک پڑ جائے گی علاوہ ازیں "اکسیر امرت" (تیار کردہ گلشن سٹور کپورتھلہ) کا استعمال ہر قسم کی آگ مثلاً کوئلہ۔ سگرٹ۔ دیا سلائی۔ آتش بازی۔ گرم چیز کی بھاپ وغیرہ سے جلے ہوئے مقام کی جلن اور درد و ٹیس کی ناقابل برداشت اذیت سے فوری تسکین پہنچانے کے لئے اکسیر ثابت ہوا ہے اتفاقی حادثوں میں تکالیف کے فوری تدارک کے لئے ہمیشہ مذکورہ بالا اشیا گھروں میں موجود رکھنی چاہئیں اور ایسی چیزوں کو اشیا خانہ داری کا ایک جزو سمجھنا چاہیئے۔

گ۔ ن۔ کپورتھلہ

# سیر بین

## بچوں کا کاروبار

کناڈا (امریکہ) کے ایک صوبہ کا نام اونیٹریو ہے۔ وہاں جھیل کے کنارے ایک مقام کلنڈر پر پانچ توام بچے رہتے ہیں جن کو دیکھنے کے لئے ایک دنیا چلی آتی ہے بسنہ ۳۶ء میں پانچ لاکھ سے زیادہ امریکی لوگ ان بچوں کو دیکھنے کو وہاں گئے۔ تین تین سو میل کا فاصلہ اس تماشہ کے دیکھنے میں حائل نہیں ہوسکا۔ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ان پانچ لاکھ تماشائیوں کے آنے جانے میں کیا کچھ خرچ ہوا ہوگا۔ اس جگہ چند آڑیں بنادی گئی ہیں جہاں سے لوگ ان بچوں کو ایسے وقت دیکھ سکتے ہیں کہ جب اُنہیں ورزش کرانے اور کھلانے کے لئے میدان میں لایا جاتا ہے۔ بچوں کی نظر ان لوگوں پر نہیں پڑتی۔ ان بچوں کے دیکھنے پر کوئی ٹکٹ نہیں لگایا گیا۔ البتہ ان کے باپ نے کھانے پینے کی چیزوں کی ایک دکان لگا رکھی ہے۔ آنے والے سب مجبوراً اپنی ضروریات یہیں سے خریدتے ہیں کیونکہ کلنڈر ایک غیر معروف گاؤں ہے جو جنگل بیابان میں واقع ہے۔ جب یہ پانچ بچیاں ہوئی تھیں باپ نے غم میں کہا تھا کہ کاش کوئی گولی سے مجھے مار ڈالتا۔ اب یہی شخص ان بچیوں کے دیکھنے والوں کی بدولت ایک مشہور آدمی ہوگیا ہے اور روپیہ پیسہ کی بھی کمی نہیں رہی۔ چونکہ ان کے دیکھنے پر کوئی ٹکٹ نہیں ہے اس لئے جس روز موسم اچھا نہیں ہوتا ان کو میدان میں نہیں نکالا جاتا خواہ تماشائی کہیں سے آئے ہوں اور کتنے ہی ہوں۔ اُنہیں مجبوراً وہاں مکانات میں ٹھیرنا پڑتا ہے جو اسی غرض کے لئے بنوا دئے گئے ہیں اور کسی سے کوئی کرایہ نہیں لیا جاتا۔ اس صوبہ کی حکومت نے ان کی پرورش اپنے ذمہ لے لی ہے اور سارا ملک ان کے لئے تحفے بھیجتا رہتا ہے۔

ان بچیوں کو گرمیوں میں گھنٹہ بھر کے لئے صبح اور تیسرے پہر کے وقت اور سردیوں میں آدھ گھنٹے کے لئے تماشہ گاہ میں کھیلنے کے لئے لے جایا جاتا ہے۔ یہ اپنی گڑیوں سے کھیلتی ہیں۔ اور دوسرے کھیلوں میں بھی لگی رہتی ہیں۔

## جرمنی کی عورتیں

دنیا میں یہ غلط خیال پھیلا ہوا ہے کہ جرمنی کی عورتیں اب غلامانہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ بلکہ وہ پہلے کی طرح آزاد ہیں۔ البتہ اُنہوں نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ ملک کی خدمت بخوبی اسی طرح ہوسکتی ہے کہ عورتیں اپنے فرائض منصبی جو قدرت نے اُن کے لئے مخصوص کردئیے ہیں خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ قوم کو اس بات کا یقین ہونا چاہیئے کہ عورتیں اس کے لئے صحت بخش اور آرام دہ خانہ داری مہیا کرسکتی ہیں۔ اس کے لئے اُنہوں نے قومی ماؤں کی تحریک جاری کی ہے۔ ہر شہر میں مدرسے قائم کردئے گئے ہیں جن میں ہر اٹھارہ سال سے زائد عمر کی عورت کو حاضر ہونا پڑتا ہے۔ گاؤں میں معلمات بھیجی جاتی ہیں جو ہر گاؤں میں چند ہفتے ٹھیر ٹھیر کے بچوں کی پرورش اور تعلیم اور امور خانہ داری پر جو ہر ایک ماں کا سے گونہ فرض منصبی ہے ہدایات دیتی پھرتی ہیں۔ اس تربیت کے علاوہ خدمت گذاری کے ڈیرے بھی قائم کئے گئے ہیں۔ ۱۷ سے ۲۵ سال تک کی لڑکیاں اور عورتیں اس میں شامل ہیں یہ شرکت رضاکارانہ ہے البتہ یونیورسٹی کی طالبات کے لئے ضروری ہے کہ وہ داخلہ سے پہلے یہ ثابت کریں کہ اُنہوں نے ایسے ڈیروں میں چھ ماہ تک کام کیا ہے۔ اس ڈیرہ کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو امداد باہمی اور ملکی خدمت سکھائی جائے۔ ڈیرہ کی عورتوں کو تمدنی مسائل اور ضروریات سے بخوبی واقفیت حاصل ہوجاتی ہے اور انہیں ان سے دلچسپی پیدا ہوکے ان کے دل میں ملکی تکالیف دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس خدمت کے زمانہ میں ان عورتوں کو وہاں کی نوآباد کردہ زرعی بستیوں اور صنعتی شہروں کے غریب گھروں میں جا جا کے ان کی عورتوں کا عملی طور سے ہاتھ بٹانا پڑتا ہے۔ یہ عورتیں ان گھروں میں جاکے گھر والی عورتوں کا کام ان کے ساتھ ساتھ مدت کرتی ہیں

اس طرح ان میں رفاقت پیدا ہوتی ہے اور کام میں دبی ہوئیوں کا بوجھ بھی ہلکا ہوجاتا ہے۔ ہر ڈیرہ میں تیس تیس عورتیں رہتی ہیں۔ ان میں ایک سرگروہ ہوتی ہیں جو اپنی ماتحتوں کے کام کاج کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ یہ لڑکیاں روزانہ چھ گھنٹے اس تمدنی خدمت کرتی ہیں۔ باقی وقت میں انہیں دوسری تربیت دی جاتی ہے۔ اور مختلف کھیل کھلائے جاتے ہیں۔

مزدور عورتوں کے فائدے کے لئے ایک جماعت قائم ہے جو کارخانوں کی مزدور عورتوں کی حالت دیکھتی پھرا کرتی ہے کہ کوئی بات ایسی تو نہیں جس سے ان کی صحت کو خطرہ ہوا ور کوئی ایسا کام تو ان سے لیا جارہا ہو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ انہیں اس کے متعلق کچھ اختیارات بھی دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ دہاتوں کے کارخانوں سے اس جماعت کی بدولت بیس فیصدی عورتیں بھاری کاموں سے ہٹا کے اسی تنخواہ پہ ہلکے کاموں پر لگائی جاسکی ہیں۔ مزدور ماؤں کو ١½ ہفتہ چھٹی دی جاتی ہے اور انہیں مزدوری برابر ملے جاتی ہے۔ طالبات بہت سی صورتوں میں بہت سی بچوں والی ماؤں کی جگہ کام کرآتی ہیں اور خود تو صرف ذرا سا جیب خرچ لے لیتی ہیں اور پوری مزدوری ان ماؤں کو دیدی جاتی ہے۔

جرمنی عورتوں کا کاروبار اور مطابع ریڈیو۔ اور فلم وغیرہ میں بھی کام کرتی ہیں۔ اقتصادیات۔ طبابت، تعلیم، کاموں میں بھی عورتیں برابر شریک ہیں۔ وہاں صرف یہ کیا گیا ہے یونیورسٹیوں میں صرف ان لڑکیوں کو داخل کیا جاتا ہے جو فی الواقع ان کے لئے موزوں ہوتی ہیں۔ اور ان کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اندھا دھند عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ اس سے خانہ داری کو نقصان پہنچتا ہے اور تعلیم حاصل کرکے وہ ملک وقوم کے لئے کچھ فائدہ مند بھی ثابت نہیں ہوتیں۔

## بڑھیا کی دیوانگی

لاس انگلز (کیفیو۔ نیہ امریکہ) میں ایک ١٨ سالہ بڑھیا نے اپنے ١٩ سالہ شوہر کا گلا اس وہم میں کاٹ ڈالا کہ وہ دوسری عورتوں کے پیچھے پھرتا رہا ہے۔ بعد میں اُس نے ایک رسہ شہتیر میں لپیٹ کے خود پھانسی لے لی۔ اُسترا فرش پڑا تھا اور بڈھا ایک پُرانی آرام کرسی میں مرا ملا۔ عورت نے چند خط چھوڑے تھے جن میں سے ایک میں لکھا تھا کہ ہماری شادی کو ٥٠ سال ہوئے۔ ٤٠ سال سے وہ ہر موقع پر جو اُسے ملا دوسری عورتوں کا پیچھا کرتا رہا۔

پڑوسیوں سے دوران تحقیقات میں معلوم ہوا کہ بہت سالوں سے بڈھا چلنے پھرنے سے بھی معذور تھا اور اس قدر از کار رفتہ ہوچکا تھا کہ بیوی ہی اس کی ڈاڑھی مونڈا کرتی تھی۔

## فقیر کی دولتمندی

ویانا (آسٹریا) میں ایک شخص کارل کے رے سک اور اس کی بیوی کو دو اور تین ماہ بالترتیب کی سزا ملی ہے دونوں نے نہایت بے شرمی سے خیرات کے نام سے لوگوں میں لوٹ مچا رکھی تھی۔ دونوں ایک موٹر میں چلتے تھے جس کی قیمت ٣٢ ہزار روپیہ ہے۔ وہ موٹر شہر کے باہر ٹھیراتے تھے بیوی پھٹے پرانے کپڑے پہن کے شہر میں جاتی اور گھر گھر مانگتی پھرتی۔ ایک دن میں اُسے تیرہ روپیہ سے بیس روپیہ تک مل جاتے تھے۔ دوران مقدمہ میں معلوم ہوا کہ اُن کے پاس ایک کوٹھی بھی ہے جو تیرہ ہزار سوا تین سو روپیہ کی ہے اور ویانا میں ایک مکان ہے جس کی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ ہے اور کچھ مال ہے جس کی تجارت سے تقریبًا ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار آمدنی ہوجاتی ہے۔

## چین کی نجات دہندہ عورت

چین میں پہلے بادشاہ حکمراں تھا جس کی حکومت خدا کی طرف سے سمجھی جاتی تھی۔ جب چین میں یورپ والوں اور جاپانیوں نے افراتفری مچا رکھی تھی وہاں کے باشندوں میں جمہوریت کی تحریک نمودار ہوکے زور پکڑتی گئی۔ اُس کا سرگروہ ڈاکٹر سن یٹ سن ایک عیسائی تھا۔ آخر ایک وقت ایسا آیا کہ انہوں نے شاہی حکومت کو برطرف کرکے جمہوریت قائم کردی جس کا صدر ڈاکٹر موصوف ہوا۔ اس سرگرمی کا مرکز سنگھائی تھا۔ وہاں ایک اور

عیسائی چارلس جونز سُونگ رہتا تھا جس کے بہت سے بچے تھے۔ اُن میں ایک لڑکی تھی جو ۱۸۹۰ء پیدا ہوئی تھی۔ اُس کا نام چنگ لنگ ہے جس کے معنے خوش قسمتی کی عمر ہے۔ اس کے باپ نے اس لڑکی کو خوب پڑھایا اور بعد میں تکمیل تعلیم کے لئے ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھیج دیا وہاں وہ طالبات میں بڑی ہر دلعزیز رہی اور چند سال کے بعد خوب لکھ پڑھ کے گھر واپس آئی۔ اس کے زمانہ میں یہ ڈاکٹر اور اس کے ۴ بھائی اس کے باپ کے گھر اکھٹے ہو کے شاہی حکومت کے خلاف منصوبے گانٹھا کرتے تھے۔ ڈاکٹر کی گود میں وہ کھیلی تھی۔ جب وہ امریکہ سے واپس آئی تو ڈاکٹر جاپان میں جلاوطن تھا اور یکوہامہ میں مقیم تھا۔ اب وہ بیس سالہ خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ اس سے ملنے جاپان گئی۔ اور باوجودیکہ اس کی عمر ۲۳ سال اور ڈاکٹر کی ۴۹ سال تھی۔ اُس نے اس سے شادی کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ڈاکٹر کی پہلی شادی ہوچکی تھی اور وہ اس سے علیحدہ ہوچکا تھا اسے اس کی رفاقت پسند آئی۔ وہ بدل وجان اس کی سرگرمیوں میں شریک ہوگئی باپ نے اس کے لئے اور رشتہ تجویز کر رکھا تھا۔ لیکن اُس نے نارضامندی ظاہر کر کے خود جاپان جاکے ڈاکٹر سے شادی کرلی۔ وہ ڈاکٹر کی سیاسی تکالیف و مصائب میں حق رفاقت ادا کرتی رہی۔ اُس نے عورتوں میں جاجا کے تقریریں کیں اور اُن کو جمہوریت کا طرفدار بنایا ان کے کاموں کے علاوہ اُس نے ذاتی علمی مطالعہ جاری رکھا اور سینکڑوں کتابیں پڑھ ڈالیں۔ یہ ذوق اس قدر بڑھا کہ اُس نے چینی رسالوں کو مضمون دینے شروع کر دیئے لیکن تحریر کی بجائے اُس کی پُر فصاحت زبان نے زیادہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ گیارہ برس وہ اپنے شوہر کے ساتھ اسی طرح کام کرتی رہی۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۴ء کو وہ اپنے شوہر سمیت جاپان کی سیاحت کے بعد واپس آئی اور اب اس کا شوہر چین کا خود مختار صدر تھا۔ اس اثنا میں ڈاکٹر بیمار پڑا اور جانبر نہ ہوسکا۔ وہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کو مرگیا۔ ڈاکٹر کے بعد اس کا دست راست چیانگ کائی شک صدر مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ وہ ڈاکٹر کے اصولوں پر کام کرتا رہا۔ مگر بعد میں اُس نے اپنے ذاتی اقتدار پر ان کو قربان کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیگم سن یٹ سن اس سے ناخوش ہو کے گوشہ نشین ہوگئی۔ وہ ملک کی اب بھی خیر خواہ ہے۔ لیکن چیانگ کی پالیسی چین کو خارزار بنا رہی ہے۔

**وجے نگر** جنوبی ہند میں ہندوؤں کی ایک بڑی سلطنت قائم تھی جو وجے نگر کے نام سے مشہور تھی۔ آج سے چار صدی پیشتر اُسے گولکنڈہ بیجاپور اور احمد نگر کے مسلمان بادشاہوں نے متحد ہو کے تیلی کوٹ کی جنگ میں منسوب کرلیا تھا۔ چونکہ ان سلطانوں کی رعایا میں بے شمار ہندو تھے اس لئے اُنہیں مطلق اس کا خیال نہیں آیا کہ وہ اس سلطنت کے مندروں کو خراب وخستہ کرتے۔ وہ مفتوح لشکر کے تعاقب میں اس قدر منہمک تھے کہ جب وہ وجے نگر واپس آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کی عدم موجودگی میں لمبادی اور دیگر کنجر خانہ بدوش اقوام نے شہر کو لوٹ مار کے تباہ وبرباد کردیا تھا اور خود مال غنیمت سے لد پھند کر جنگلوں کو چلی گئیں تھیں۔ اس امر کو پرتگالی سیاحوں نے اپنے سفرناموں میں لکھا ہے۔ وہاں کے مندروں کی مورتیاں اب عجائب خانوں میں موجود ہیں اور جو رہ گئیں وہ امتداد زمانہ سے ٹوٹ پھوٹ گئیں اور اب بھی جوں کی توں موجود ہیں جس جگہ یہ شہر آباد تھا وہاں چاول کے کھیت اور باغ ہیں جنہیں نہر سیراب کرتی ہے اس علاقہ میں قلعہ اس کے محل اصطبل اسلحہ خانہ وغیرہ کے کھنڈر نظر آتے ہیں۔ اس مقام کی آب وہوا اس قدر خراب ہے کہ جو دو دن کے لئے بھی وہاں گیا اس کی تلی بڑھ گئی اور بدن میں کپکپی کا دورہ ساتھ لایا جو ساری عمر اس علاقہ کی سیاحت کی یادگار کے طور پر قائم رہ گیا۔ اسی وجہ سے یہ مقام غیر آباد ہوگیا۔ اور جو شہر آباد ہوا وہ اس مقام سے آٹھ میل کے فاصلہ پر بسا۔ اناگنوی کا جاگیردار نظام حیدرآباد کے ماتحت ہے۔ اور راجہ وجے نگر کی نسل سے ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا اس سلطنت کو مسلمانوں نے مغلوب ضرور کیا لیکن ان پر یہ بے بنیاد الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اس علاقہ کو ویران کیا مندر مسمار کئے اور مورتیاں توڑ ڈالیں۔ اس سلطنت کی صد سالہ سالگرہ منائے جانے کی ہندوؤں نے بنا ڈالی ہے۔ چنانچہ ہم پی میں اس

سال اس کی چھٹی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ ہندوؤں کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی ہند میں ہندوؤں کا ایک زبردست اتحاد قائم کر کے سلطنت وجے نگر کا احیا عمل میں لایا جائے۔

## پھلجھڑیاں

نیو جرسی میں ایک شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ عدالت کے حکم کے مطابق اُسے زر مہر کے طور پر کچھ رقم دینی پڑی۔ بیوی نے سو پونڈ کا اس قدر تقاضہ کیا کہ اُسنے تنگ آ کے یہ ترکیب سوچی کہ اخبار میں اپنے مرنے کی خبر چھپوادی اور یہ بھی لکھوا دیا کہ فلاں جگہ اس کی نماز ہوگی۔ اُس نے اخبار والے کے پولیس میں رپٹ کی مگر اُسے بتایا گیا کہ یہ بجائے خود کوئی جرم نہیں ہوا۔

جاپان میں ایک شخص کا قد پانچ فٹ ایک انچ ہے مگر اس کی ڈاڑھی پانچ فٹ چھ انچ لمبی ہے۔ چلتے وقت وہ ڈاڑھی کا سرا ایک تھیلے میں رکھ کے ہاتھ میں تھیلا لٹکائے پھرتا ہے۔ اسے ملک کی طرف سے اس عجوبہ پر انعام دیا گیا ہے۔

آپ ربڑ کے چہرے ناک کان مل سکتے ہیں۔ جن کے چہرے کسی حادثہ سے بگڑ گئے ہوں وہ انہیں بآسانی استعمال کر سکتے ہیں۔ ان پر پوڈر لگایا جا سکتا ہے اور ناک حسب معمول سِنکی جا سکتی ہے۔ ربڑ کا رنگ انسانی جلد کا سا ہے۔

نیو یارک کے ایک مالی کو ایک بے کانٹے کا گلاب کا پودا ملا۔ وہ تین سال سے برابر اس کوشش میں تھا کہ گلاب بے کانٹے کے پیدا کیا جائے مگر اتفاقیہ یہ پیڑ مل گیا۔ اس کی سمجھ میں اب تک اس کی وجہ نہیں آئی۔

آسٹریلیا میں ایک ۱۰۳ سال کی بڑھیا اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ہوائی جہاز میں اُڑی۔ اُس کے ۱۲ بچے اور ۱۰۰ بچوں کے بچے زندہ ہیں۔ وہ روزانہ میل دو میل پیدل چلتی ہے۔

پیرس میں ایک افسانہ نویس عورت کو اپنے کتے سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اُسے ساتھ سلاتی۔ اور روز صبح اسے پیار کرتی تھی۔ شوہر نے پہلے اس امر کو ناگواری سے کچھ عرصہ دیکھا۔ آخر جب نہ رہا گیا تو بیوی کو منع کیا مگر وہ باز نہ آئی۔ ایک روز اُس نے کتے کے لکڑی ماری جس سے وہ چلّاتا ہوا بھاگ گیا۔ بیوی اس قدر ناراض ہوئی کہ عدالت میں طلاق کا دعویٰ کر دیا کہ مجھے کتے کی محبت ہے اور میرا خاوند اُس سے جلتا ہے۔ عدالت نے طلاق منظور کر لی۔

جنوبی امریکہ کا دریا اور نئی نوکو کی لمبائی دو ہزار میل ہے اس میں ۴۳۶ معاون دریا اور دو ہزار چھوٹے دریا رستہ بھر میں ملتے جاتے ہیں۔

۱۷۹۸ء میں سلطان رُوم نے ایک تیر ۹۷۲ گز دور پھینکا تھا۔

بیرونس ڈی لاروش (فرانس) پہلی عورت ہے جس نے ۱۹۰۹ء میں ہوائی جہاز خود چلایا۔

افریقہ کے صحرائے اعظم میں ریت کی اوسط گہرائی بیس اور تیس فٹ کے درمیان ہے۔

لندن میں ہر سال لوگ گاڑیوں میں ۵۰۰۰۰ چیزیں بھول جاتے ہیں۔

دریائی گھوڑے کی کھال ڈیڑھ انچ موٹی ہوتی ہے۔

دنیا کی سب سے لمبی اور پرانی نہر چین میں ہے جو حضرت عیسٰیؑ سے پانچسو برس پہلے ہنگ چو اور پکین کے درمیان بنی۔ اس کی لمبائی ایک ہزار میل ہے۔

ویانا میں ہر کارل نشر نے اپنی ۲۰ سالہ خوبصورت بیوی پر طلاق کا دعویٰ اس بنا پر کیا ہے کہ وہ فٹ بال کھیلتی ہے اور خانہ داری کی طرف اسے ذرا دھیان نہیں۔ وہ راتوں کو بارہ بارہ بجے واپس آتی ہے اور مجھے کھانا پکانا گھر کا انتظام کرنا اور بچہ کی دیکھ بھال کرنا پڑتی ہے۔ اور گھر کی کل آمدنی وہ فٹ بال کے بوٹوں جانگیوں بنیانوں اور جرابوں پر خرچ کرتی ہے۔ بیوی نے کہا کہ خود ہی تو میاں نے اس کھیل کے لئے میری ہمت بڑھائی اور اب یہ کھیل میری روح ہے۔ مقدمہ چل رہا ہے۔ یہ عورت آسٹریا کی مشہور کھلاڑن ہے۔

محمد ظفر

# عصمت کی ترقی اشاعت کی تجویز

عصمت کی ترقی اشاعت کے لئے غالباً دسمبر ۳۵ء میں منیجر صاحب نے ایک اعلان شائع کیا تھا کہ خواتین دفتر عصمت سے پرانے پرچے منگوا کر اپنے رشتہ داروں دوستوں کو بطور نمونہ تقسیم کریں۔ اس طرح بہت سے خریداروں کا اضافہ ممکن ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا گیا تھا کہ جو بہن سب سے زیادہ خریدار بنائیں گی انھیں دس روپے اور ان سے کم بنانے والی خاتون کو پانچ روپے اور کم از کم دو خریدار بنانے والیوں کو بھی بذریعہ قرعہ اندازی ایک انعام دیا جائے گا۔ لیکن شاید علامہ مرحوم کی وفات کے باعث یہ تجویز بروئے عمل نہ آسکی۔ میں اسوقت بھی اس تجویز کے متعلق ترمیم پیش کرنا چاہتی تھی۔ لیکن موقع نہ ملا۔ اب جنوری کے پرچہ میں دوبارہ اس اعلان کو دیکھ کر کہ ایک خریدار بنانے والوں کو ۳۱ء یا ۳۲ء کا سالگرہ نمبر انعام دیا جائے گا مجھے گذشتہ تجویز کا خیال آگیا۔ اور اب میں اس کو اپنی ترمیم کے ساتھ پھر تازہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ یہ تجویز ترقی اشاعت کے لئے بہت مفید اور موثر ہوگی۔ لیکن میری رائے میں بجائے سب سے زیادہ خریدار بنانے والی خاتون کو دس روپے اور اُن سے کم کو پانچ روپے پیش کرنے کے خریداروں اور انعام کی تعداد مقرر ہونی چاہئے اور انعام بھی بجائے نقد روپیوں کے کتب کی صورت میں ہو۔ جو مطبوعات عصمت ہوں۔ مثلاً تین خریدار بنانے والیوں کو ایک یا دو روپے کی کتابیں جو وہ مطبوعات عصمت میں سے منتخب کریں دی جائیں۔ اسی طرح تین یا چار روپے کی کتابیں پانچ خریدار بنانے والیوں کو دی جائیں۔ اس طرح ترقی اشاعت کا معقول امکان ہے۔ کیونکہ اگر انعام کا اعلان نہ ہوتا تو خیر کوئی خیال نہ ہوتا۔ لیکن جب اعلان ہو چکا ہے تو ہر ایک کو حصول کی خواہش ہوتی ہے لیکن جب وہ سہل الحصول نہیں ہوتا تو کوشش کی ہمت ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے ایک خاتون پوری جد وجہد سے سات بنائے لیکن دوسری خاتون اس سے زیادہ بنا کر انعام حاصل کرلیں۔ اس لئے خریداروں کی تعداد اور انعام کا مقرر کر دینا بہتر ہوگا قرعہ اندازی بھی کچھ زیادہ مناسب طریقہ نہیں کیونکہ اس طرح لوگوں کو شکوک و شبہات کا موقع ملتا ہے۔ اس میں پرانی خریداروں کا جو حالات سے اچھی طرح واقف ہیں ذکر نہیں لیکن نئے خریدار اس قسم کے خیالات سے خالی نہیں ہوسکتے پھر اس قسم کے انعامات کوئی خاص مالی منفعت کے لئے تو نہیں ہوتے۔ یہ تو اعتراف خدمت اور شکر گذاری کا ایک ذریعہ ہیں اس طرح خواہ کتنی ہی قلیل رقم ہو ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ اور حصول انعام کا خیال خواہ مخواہ کام میں ایک دلچسپی پیدا کر دیتا ہے۔ اگر منیجر صاحب کو بھی اس رائے سے اتفاق ہو تو میرے خیال میں فروری کے پرچہ میں اس کا اعلان کریں۔

دُردانہ (حیدرآباد دکن)

# بزمِ عصمت

بہن بنت خان صاحب میاں نورالدین صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے پاس جو صابن بچا ہوا ہے اس کو آپ کیمیکل ایگزامینر صاحب کے پاس بھجوا دیں وہ ضرور تبلا دیں گے کہ اس میں خنزیر کی چربی ہے یا نہیں اور کن کن اجزا سے وہ مرکب ہے اس سے بہتر طریقہ میرے ذہن میں تو نہیں آتا اور نہ غالباً کوئی اور بہن اس سے زیادہ بہتر اور یقینی طریقہ بتا سکیں گی۔

(ارجمند بانو جعفری آگرہ)

۱:- بیگم صاحبہ مظفر علی صاحب پٹنہ:- تنک چھیکنی ۲ ماشہ چیترک ۲ ماشہ خوب کھرل کرکے روغن زیتون تین تولہ میں ملا کر تیسرے چوتھے روز بالوں کی جڑوں میں لگایا کریں۔ یہ سب دوا ایک ہی دفعہ میں نہ لگالیں بلکہ اس وزن سے دوا تیار کرکے رکھ لیں اور بقدر ضرورت لے کر لگا لیا کریں اور روزانہ روغن چنبیلی سر میں ڈالیں اور ماش کی دال پانی میں پیس کر اس سے سر دھویا کریں۔ نیز یہ دوا استعمال کریں۔ بکری کا دودھ دس تولہ میں شربت عناب ۲ تولہ ملا کر صبح پی لیں۔ خبث الحدید مدبر بقدر نصف رتی لے کر جوارش جالینوس ۶ ماشہ میں ملا کر صبح کا کھانا کھانے کے بعد کھائیں اور اطریفل صغیر نو ماشہ رات کو سوتے وقت تازہ پانی سے کھائیں۔ دوائیں چالیس روز برابر کھائیں۔

۲:- بیگم صفت اللہ صاحب اوسیر امین آباد:- تعجب ہے کہ اس قدر مشہور مرض حکیموں اور ڈاکٹروں کی سمجھ میں نہیں آیا وہ غالباً معمولی فالج سمجھ کر اس کا علاج کرتے ہوں گے اسی لئے فائدہ نہیں ہوا۔ دراصل یہ مرض جب ٹائیفائڈ بخار کے بعد ہوتا ہے تو اسکا علاج معمولی علاج سے جداگانہ ہے۔ جو معالج اس رمز سے واقف نہیں ہے وہ اس کے علاج میں کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ آپ مندرجہ ذیل علاج شروع کیجئے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔ مگر استقلال شرط ہے۔ خمیرہ ابریشم حکیم ارشد والا تین ماشہ ہمراہ عرق شیر چار تولہ۔ عرق بادرنجبویہ ۴ تولہ شربت عناب ۲ تولہ صبح و شام پلائیں۔ فولاد سیال ۲ قطرہ اور سونا سیال ۲ قطرہ پانی میں ڈال کر کھانا کھانے کے بعد دونوں وقت پلائیں۔ روغن قسط اور روغن گندم دونوں ملا کر اس کی مالش پاؤں پر اور ریڑھ کی ہڈی پر روزانہ کیا کریں۔ علاج دو تین مہینے برابر جاری رکھیں۔ دوائیں ہندوستانی دواخانہ دہلی سے مل سکتی ہیں۔

خریدار نمبر ۴۵۶۹:- ماش کی دال پانی میں پیس کر اس سے سر دھوئیں۔ روغن چنبیلی بالوں میں لگایا کریں اور مغزیات کا حریرہ روزانہ پیا کریں۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں (مستند طبیہ کالج دہلی) اجادرہ

ایک بہن نمبر ۲۰۳۳ نے ہونٹ پر دوان نکل آنے کی شکایت کی ہے۔ وہ اپنا مفصل حال ایس بے بیگم صاحبہ کھرڑ ضلع انبالہ کو لکھیں۔

صغیر فاطمہ خریدار نمبر ۱۶۲۴

بہن لکھیمپور کھیری کو معلوم ہو کہ جو حالت انھوں نے اپنی لکھی ہے یہی حالت جاڑوں میں ہماری بھی ہو جاتی تھی۔ یہ صابن میرا آزمودہ ہے اور اب تک میرے استعمال میں ہے۔ بورتھا سوپ صبح اور تیسرے پہر اس صابن کو لگا کر صرف دو منٹ بعد منہ کو گرم یا ٹھنڈے پانی سے جو پسند کرتی ہوں دھو ڈالیں اور سوتے وقت کوئی چکنائی والی کریم منہ ہونٹ سب میں مل لیا کریں انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا نیز دو سال سے ہمیں دمہ کی شکایت ہے دورہ کے ساتھ دمہ اٹھتا ہے تو دو دو دن رہتا ہے۔ انجکشن سے بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی بھائی یا بہن کسی دوا یا آزمودہ نسخہ سے آگاہ کریں تو نہایت ممنون ہونگی۔

مسز خواجہ محمد ابراہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر جھرہ

مجھے بہت عمدہ بریانی کی ترکیب مطلوب ہے۔ عصمتی بہنوں سے التماس ہے کہ براہ مہربانی بریانی کی عمدہ ترکیب بذریعہ عصمت تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔

بیگم نجم الحسن۔ تھانہ کنسلایہ

مجھے زکام بہت ہوتا ہے اور اس وجہ سے میں بہت دُبلی ہو گئی ہوں اور بے حد بری معلوم ہوتی ہوں کوئی بہن اپنی آزمودہ دوا ایسی بتائیں جس سے میرا جسم پھر اپنی اصلی

حالت پر آجائے۔ نیز کوئی بہن یہ بتا سکتی ہیں کہ آنکھوں کی پلکیں کس چیز سے لانبی ہوتی ہیں۔

صالحہ عزیز خریدار نمبر ۳۰ کلکتہ

دو سال ہوئے مجھے ماہ رمضان میں بخار آیا۔ بخار تو کچھ عرصہ کے بعد جاتا رہا لیکن اس وقت سے میرے داہنے کان میں ہر وقت ایسی آوازیں آیا کرتی ہیں جیسے کہ بہت سے جھینگر بول رہے ہیں۔ آدھ گھنٹہ تک مجھ سے بمشکل پڑھا جاتا ہے۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دماغ بالکل ماؤف ہو گیا ہے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ سر گھومنے لگتا ہے۔ کئی ڈاکٹروں سے رجوع کیا لیکن کوئی اس کا سبب نہیں بتاتا۔ میرے کان میں اکثر درد بھی رہتا ہے۔ کچھ روز تک بہا بھی۔ لیکن اب بالکل اپنی اصلی حالت پر ہے۔ لیکن یہ کان کی جھائیں جھائیں نہیں جاتی۔ ازراہ کرم بھائی ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب یا کوئی اور بھائی یا بہن بذریعہ بزم عصمت مطلع فرمائیں کہ کیا وجہ ہے۔ نیز کوئی مفید نسخہ بھی تجویز فرمائیں۔ میں بہت پریشان ہوں تا زیست ممنون رہونگی۔

خریدار نمبر ۲۹۶۶

میری ایک عزیزہ کو کھانسی کی شکایت ہو گئی ہے خصوصاً جاڑوں میں یا کسی سرد چیز کے استعمال سے کھانسی زیادہ ہوتی ہے کھانسنے کے وقت حلق میں گدگداہٹ معلوم ہوتی ہے۔ براہ کرم محترمہ بہن بیگم حکیم محمد عزیز خاں صاحب جاورہ اس طرف توجہ فرمائیں

درشہوار خریدار نمبر ۴۲۹۴

Cutex Nail Polish بہت جلد جم کر گاڑھا ہو جاتا ہے اور استعمال کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ غالباً سال گذشتہ کے کسی پرچہ عصمت میں محترم بھائی مولوی محمد ظفر صاحب نے کوئی چیز لکھی تھی کہ اس کے چند قطرہ ڈالنے سے Nail Polish اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ میں نوٹ کرنا بھول گئی اور اب نوشتہ ڈھونڈے نہیں ملتا۔ برائے مہربانی بھائی صاحب بذریعہ عصمت دوبارہ تحریر کریں یا اور کوئی عصمتی بھائی یا بہن مطلع فرما کر مشکور کریں۔

رقیہ خانم از کلکتہ

میری ایک عزیزہ کی بغل میں سے بدبودار پسینہ بہت نکلتا ہے۔ وہ روزانہ نہاتی اور کپڑے تبدیل کرتی ہیں۔ مگر بھی پسینہ کی بو نہیں جاتی۔ کوئی دردمند بہن و بھائی بذریعہ عصمت کسی ایسے نسخہ سے مطلع فرمائیں جس سے یا تو پسینہ بند ہو جائے۔ یا بدبو رفع ہو جائے عین نوازش ہوگی۔

خریدار نمبر ۵۶۴ - کلکتہ

۱۳۴۱ء میں مجھے ہلکی ہلکی حرارت کی شکایت ہو گئی تھی۔ جو کہ برابر ڈیڑھ سال تک رہی اور یہ وقت میں نے ہسپتال میں گذارا۔ علاج کے دوران میں بجلی وغیرہ لگی جس کے باعث سر کے تمام بال اتر گئے ہیں۔ آنولوں سے سر دھویا۔ ماش کی دال اور برگ بیر اور کھلی سے سر دھویا۔ بہت قسم کے تیل لگائے عصمت تہذیب نسواں۔ سہیلی جیسے مشہور رسالوں میں گیسو دراز نور جہانی بھوپال کے تیل کی بے حد تعریف سنی وہ منگوایا لیکن اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ عصمت میں پڑھا تھا کہ کیلے کا پانی لگانا بھی بہت فائدہ مند ہے۔ مگر مجھے اس سے بھی فائدہ نہیں ہوا۔ اگر کسی بہن کو بال لمبے کرنے کا کوئی آزمودہ نسخہ معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔ میرے بالوں کی مندرجہ ذیل قسم ہے۔ سیدھے ہیں گھونگروالے نہیں باریک اور نرم ہیں۔ کافی سیاہ رنگ ہے۔ سرے عموماً پھٹ کر دو شاخ ہو گئے ہیں۔ کسی قیمتی صابن سے دھوتی نہیں۔ معمولی سن لائیٹ صابن استعمال کرتی ہوں۔

ج۔ ب۔ شملہ

---

صفحہ ۱۵۳ پر محترمہ دردانہ (حیدرآباد دکن) کی جو تجویز شائع ہو رہی ہے ہمیں اس سے اتفاق ہے اور ہم اپنے خیالات کا ماہ آئندہ کے پرچہ میں اظہار کریں گے۔ عصمتی بہنیں اپنے پرچہ کی توسیع اشاعت کی ابھی سے کوشش کریں۔

منیجر

---

# دوربین

**سیاسی اُفق** جاپان ہر طرف پھیلتا جا رہا ہے۔ فوجی قوت تو اس کی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ایک طرف روس پریشان ہے اور دوسری طرف انگریز بغلیں جھانک رہے ہیں۔ تجارت میں وہ یورپی ممالک سے بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ اس نے سمندری جہاز اس قدر زیادہ کر لئے ہیں کہ جنگی کام سے بہت کچھ بچ گئے ہیں۔ بحری تجارت کے بادشاہ انگریزی کمپنی پی۔ اینڈ۔ او کے صدر نے اس کمپنی کے سالانہ اجلاس میں اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ جاپان کا تجارتی جہازوں کا بیڑا اس کی اقتصادی ضروریات سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ اپنے جہاز بڑھائے چلا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی تجارت پر اپنی گرفت مضبوط کر لے اور مشرقی بحری آمدورفت کا دروازہ دوسروں کے لئے بالکل بند کر دے۔ نتیجہ ابھی سے یہ ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے کہ برطانوی جہازوں کا کثیر حصہ مشرقی آمدورفت سے بالکل بیدخل ہو گیا ہے۔ اور وہ زمانہ جلد آتا نظر آتا ہے کہ جب جاپان ان سمندروں پر بالکل چھا جائے۔ برطانیہ کو جلد متوجہ ہو کر جاپان سے اس بارہ میں عہدنامہ کرنا چاہئے۔ تاکہ برطانوی بحری تجارت تباہ نہ ہو جائے کیونکہ ان جہازوں کی آمدورفت پر ہی ہندوستانی کوٹھوں کی تجارت اور یہاں کے ہزاروں مزدوروں کی جو ان جہازوں کے متعلق کام کرتے ہیں روٹی کا انحصار ہے۔

اطالیہ نے ہر باشندہ کو قانوناً مجبور کر دیا ہے کہ اپنے گھر میں ہوائی جہاز کے حملہ سے بچنے کے لئے ایک پناہ کی جگہ تعمیر کرائے۔ جرمنی نے ہر ایسے آدمی کو جو جنگی خدمت سے معذور ہو حکم دیا ہے کہ جب حکم پہنچے وہ فوراً حکام کے پاس حاضر ہو۔ تاکہ اسے اس کے لائق کام دیا جا سکے۔ موٹر چلانے والے اور مستری وغیرہم کو بھی اسی طرح پابند کر لیا گیا ہے۔ اس طرح جنگی تیاری کا حکم ہوتے ہی ساری آبادی قومی خدمت کے علاوہ دیگر ضروری کاموں پر تعینات ہو گی۔ ہر ہٹلر چار سالہ سکیم تیار کر رہا ہے جس میں وہ اس قدر تیاری کرے گا کہ کل مردانہ آبادی کے میدان جنگ میں مصروف ہو جانے کی صورت میں وہ سب مرد و عورت جو جنگی خدمت کے ناقابل ہوں مزدوروں اور کاریگروں کی جگہ کام کرنے لگیں گے۔ ان سب امور کی بنیاد کھلم کھلا جنگی ضرورت بیان کی جاتی ہے۔

جاپان نے چین سے جو ایک علاقہ چھین کے مانچوکو کے نام سے قائم کیا ہے اس میں پانچ لاکھ جاپانی نقل مکان کر کے آباد ہونے والے ہیں۔ فرانس اور انگلستان نے حبش میں سفارت خانوں کی جگہ قنصل خانے قائم کر دینے سے ایک طرح اطالیہ کی فتح کو تسلیم کر لیا ہے۔ بحیرہ روم کے متعلق اطالیہ اور انگلستان میں مفاہمت کی گفتگو ہوئی۔ کیونکہ یہ سمندر ایسا ہے کہ جس پہ انگلستان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ بظاہر یہی کہا جا رہا ہے کہ گفتگو مصالحانہ تھی اور دونوں ملکوں میں صفائی ہو گئی اور ۲ر جنوری کو عہدنامہ مرتب ہو گیا جس میں دونوں ملکوں کے بحیرہ روم میں حقوق مشرح کر دئے گئے ہیں۔ فی الحال یہ جھگڑا بظاہر طے ہو گیا ہے۔

**عورت کا ہوائی کارنامہ۔** میریس ہلز مشہور فرانسیسی عورت ایک جہاز میں ڈھائی سو اور تین سو میل فی گھنٹہ

درمیانی رفتار سے جہاز چلا رہی تھی کہ اس کا جہاز ٹوٹ گیا اور اسے جان بچانے کے لئے چھتری کے ذریعہ کودنا پڑا۔ وہ ایک جھیل میں اپنے پاش پاش شدہ جہاز کے قریب ہی آکے گری۔ اور اس کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ پچھلے سال ایک عورت ہیلن بوشر متوفیہ نے ۲۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جہاز آڑا کے عورتوں کی جانب سے ایک کارنامہ قائم کیا تھا۔ اب یہ زخمی عورت اس رفتار سے بڑھ جانا چاہتی تھی۔ عورتوں کے کارناموں میں پچھلے سال ایک جین بیٹسن کی پرواز ہے جو لمپدنے اور الکنڈ کے درمیان ۱۴ سو میل کا فاصلہ ۱۱ دن ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ میں طے کیا اور مسز مارکھم ایک سات سالہ بچے کی ماں انگلڈم سے نواسکوشیا، ۲۶۳۰ میل ۲۴ گھنٹہ میں اڑ کے گئی۔ یہ بحر اقیانوس پر مشرق سے مغرب کو پہلی زنانہ پرواز تھی۔

**بیوی کا حق مہر** دہلی میں عدالت سب جج درجہ اوّل سے ایک فیصلہ صادر ہوا ہے جس میں مدعیہ کو خاوند کے خلاف ۲۵ ہزار روپے زر مہر کی ڈگری ملی ہے۔ نکاح کے وقت سوا لاکھ روپیہ مہر مجل مقرر ہوا تھا مگر بیوی نے صرف پچیس ہزار روپے کا دعویٰ بصیغہ مفلسی دائر کیا۔ شوہر نے عذر کیا کہ مہر تو بے شک اتنا ہی مقرر ہوا مگر یہ محض نمائشی تھا مقصد ادائیگی کا نہ تھا اور میری طاقت اس قدر رقم ادا کرنے کی نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔ علاوہ ازیں مدعیہ نے زر مہر معاف کر دیا تھا۔ مدعیہ نے شہادت میں کابین نامہ اور اس کے ایک دو گواہ پیش کئے۔ مدعا علیہ نے وہ گواہ دئے جن کے دستخط کابین نامہ پر نہ تھے، مدعیہ نے اپنے بیان میں حلف سے کہا کہ میں نے زر مہر معاف نہیں کیا۔ عدالت نے قرار دیا کہ مدعیہ سچی ہے اور گو مدعا علیہ کو ۲۵ ہزار روپیہ ادا کرنا بھی مشکل ہے مگر موجودہ قانون کے سامنے مجبوری ہے۔ وہی رقم ادا کرنی ہوگی جو بطور مہر مقرر کی جائے۔ اے آئی۔ آر ۱۹۳۶ لاہور صفحہ ۱۸۳ کی رو سے عدالت نے مطلوبہ رقم ۲۵ ہزار کی پوری ڈگری شوہر کے خلاف صادر کر دی۔ چونکہ دعویٰ بطور مفلسی کے تھا اس لئے شوہر سے جو رقم وصول ہوگی پہلے سرکاری اسٹامپ مبلغ ایک ہزار تین سو بارہ روپے آٹھ آنے میں مجرا ہوگی۔

**طلاق کا مقدمہ** خدیجہ بی بی نے اپنے شوہر برہان مرزا پر بردوان کے ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں اس امر کے استقرار کے لئے دعویٰ دائر کیا کہ اس کی شادی بذریعہ طلاق فسخ ہو چکی ہے۔ یا بصورت دیگر مختلف ظلم وغیرہ کی بنا پر شادی کی زنجیر توڑ دی جائے۔ شوہر نے عذر کیا کہ یہ مقدمہ بردوان کے منصف کی عدالت میں دائر ہونا چاہیے۔ لیکن ڈسٹرکٹ جج نے اس عذر کو مسترد کر دیا جس پر شوہر نے عدالت عالیہ کلکتہ میں مرافعہ کیا۔ اس پر سپیشل بنچ بیٹھا جس میں پانچ جج شامل تھے۔ بنچ نے قرار دیا کہ اسلامی شادی کے معاملات میں جملہ اختیارات قانون نے دیوانی عدالتوں کو بحیثیت قاضی دے دئے ہیں۔ اس لئے مقدمہ سب سے ابتدائی عدالت میں دائر ہونا چاہئے۔ چنانچہ عدالت ڈسٹرکٹ جج کو حکم ہوا کہ مدعیہ کا دعویٰ اسے منصف کی عدالت میں پیش کرنے کے لئے واپس دے دیا جائے۔ اس طرح معاملہ صاف ہو گیا کہ ایسے دعوے عدالت بالا کی بجائے ابتدائی ماتحت عدالت میں پیش ہونے چاہئیں۔

**ترکی اور فرانس** جنگ عظیم کے بعد ترکوں کو جہاں اور سزائیں ملیں وہاں ایک یہ بھی تھی کہ اناطولیہ کے دو ضلعے اسکندرونہ اور انطاکیہ شام میں ملا کے فرانس کی سیادت میں دے دئے گئے۔ ان دونوں اضلاع میں ترک ہی بستے ہیں۔ اب فرانس شام کو اپنی سیادت سے بصورت ظاہر آزاد کر رہا ہے۔ اس حالت میں یہ دونوں ضلعے شام کا حصہ رہنے کی وجہ سے عربوں کے ماتحت ہو جائیں گے۔ اسپر ترکی نے احتجاج کر کے ان دونوں ضلعوں کو مانگا ہے۔ فرانس کسمسا رہا ہے۔ کیونکہ اسے ڈر ہے کہ اگر وہ راضی ہو گیا تو جرمنی بھی اپنے دو صوبے مانگے گا جو ۱۹۱۴ء

کی جنگ کے خاتمہ پراس سے چھین کے فرانس کے حوالہ کر دئے گئے تھے۔ ترک آتش زیر پا ہیں اور وہ ان ضلعوں کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ فرانس نے شام میں حفظ ماتقدم کے طور پر ۵۰ ہوائی جہاز بھیجدئے ہیں ترک بھی اپنی فوجیں سرحد پر جمع کر رہے ہیں۔ فی الحال دونوں ملکوں میں گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اگر فیصلہ نہ ہو سکا تو جنگ فیصلہ کرے گی۔

## گذارہ کا دعویٰ

بمبئی ہائیکورٹ میں کلثوم بائی نے جان محمد علی بھائی اپنے شوہر پر جداگانہ گذارہ کا دعویٰ اس بنا پر کیا کہ وہ اس سے بیرحمی سے پیش آتا ہے اور بالآخر اس نے اسے گھر سے نکال دیا اور اس سے کچھ زیور بھی چھین لئے۔ دوران مقدمہ میں شوہر نے اسے طلاق بائن دیدی۔ مدعیہ آغاخانی ہے۔ اور اس کے تین نابالغ لڑکیاں ہیں۔ شوہر نے بے رحمی کے سلوک سے انکار کیا اور عذر کیا کہ اس نے مدعیہ کو بعد میں ہر چند بلایا وہ نہیں آئی۔ عدالت عالیہ نے قرار دیا کہ بلاشبہ مسلمان شوہر کو اپنی بیوی پر ایک گونہ غلبہ دیا گیا ہے اور وہ اس کی پابندی میں ہے۔ اور بلا وجہ معقول اس کا گھر نہیں چھوڑ سکتی۔ لیکن بیوی کے بھی اس پر حقوق ہیں جن میں سے ایک اس کی حیثیت کے مطابق گذارہ پاتا ہے۔ اگر وہ معقول وجہ سے شوہر کا گھر چھوڑ کر چلی جائے تو اس سے اسکا حق جاتا نہیں رہتا۔ اس مقدمہ میں یہ ثابت نہیں کہ مدعیہ کے ساتھ شوہر نے بے رحمی کا کیا سلوک کیا محض بدمزاجی، ضد، کج اخلاقی، بدزبانی، بے توجہی، غصہ بے رحمی کی تعریف میں اس وقت تک نہیں آتے جب تک اُن کے ساتھ جسمانی ضرر شامل نہ ہو۔ بے رحمی کے لئے واقعی ایسی زیادتی ثابت کی جائے جس سے جسمانی و ذہنی صحت خطرہ میں پڑ جانے یا ایسے خطرہ کا اندیشہ ہو۔ اگر شوہر کے پاس جانے میں واقعی بیوی کو خطرہ ہو تو عدالت اسے اس کے پاس نہ بھیجے

انکار کر دینے کی لیکن اس مقدمہ میں بیوی پر ظلم یہ بتایا گیا کہ اسے اپنی ماں سے نہ ملنے دیا جاتا تھا اور نہ ماں کو ہی اس کے پاس جانے دیا جاتا تھا۔ شراب میں مخمور ہو کے وہ اسے مارتا تھا لیکن میخواری کا ثبوت ناکافی ہے۔ اور مارپیٹ کے متعلق صرف مدعیہ کا بیان ہے۔ عدالت عالیہ نے گھر کے نکالے جانے کے وقت تک کا گذارہ مبلغ ۹۲۰ روپے دلائے لیکن بعد کے نہیں دلائے کیونکہ مدعیہ شوہر کے بلانے کے باوجود اس کے گھر بلا وجہ معقول نہ گئی شیعوں میں بیوی کو عدت کے زمانہ کا گذارہ نہیں مل سکتا۔ اور نہ زیور چھیننے کا ثبوت موجود ہے۔ اس لئے صرف ۹۲۰ روپے کی ڈگری دی گئی۔ شوہر نے ۲۵۰ زر مہر بھی دینے کا اقرار کیا۔

## تاروں کا جھرمٹ

امرتسر میں ایک گھر کی کھڑکی کی لوہے کی سلاخوں میں سے ایک تین سالہ بچے نے اپنا سر نکال کے باہر دیکھنا شروع کیا۔ پھر اس نے اپنا سر اندر کرنا چاہا اور ہزار کوشش کی مگر سر پھنس گیا اور اندر نہ جا سکا۔ اسی کشمکش میں بچہ کا دم نکل گیا۔

راس کاسا کے دو بیٹے اطالویوں نے گرفتار کر کے پھانسی پر چڑھا دئے۔ راس کاسا نے شاہ حبش کی طرف سے بڑی داد شجاعت دی تھی۔

مسولینی اب حبش کا دورہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ اکا دکا ڈاکوؤں کے علاقوں کے سوا باقی سارا ملک طالویوں کے قبضہ میں آگیا ہے۔ ابھی راس دستہ اطالویوں کے قبضہ میں نہیں آیا اور جب موقع ملتا ہے ان سے برسرپیکار ہو جاتا ہے۔ اطالوی اس کی بہادری کے قائل ہو گئے ہیں راس عمرو کو گرفتار کر کے اطالوی روما لے گئے ہیں۔ وہاں اس بہادر کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔

دہلی میں ایک کمہار اپنی ماں اور اپنے دو تین اور پانچ سالہ بیٹوں کو لے کر دیئے جمنا پر نہانے گیا۔ بچے نہاتے نہاتے گہرے پانی میں پہنچ گئے اور ڈوبنے لگے چیخ پکار پر

تیر اُن کو دے۔ لیکن لاشوں کا پتہ نہ لگا۔

لاہور کی ڈگری عطا کرنے والی مجلس کے جلسہ میں سر تیج بہادر سپرو نے تعلیم کی اصلاح کے متعلق ایک بڑا خطبہ پڑھا جس میں بے کاری کا علاج یہ بتایا کہ ملک کے وہ ذرائع وسیع کئے جائیں جن سے دولت پیدا ہو سکے۔ وکالت کا پیشہ بظاہر دلکش ہے۔ اسی لئے ہر سال بے شمار لڑکے اس میں داخل ہوتے ہیں، مگر جلد ہی ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں لیکن اس پیشہ میں داخل ہو جانا آسان ہے۔ پھر اس دلدل سے نکلنا مشکل کام ہے۔ پانچسو گریجویٹوں میں ساٹھ لڑکیوں کو ڈگری ملی۔ ایک بڈھے سکھ مدرس کو ایم اے کی ڈگری ملی۔ ایک شادی شدہ عورت کو تمغہ دیا گیا۔ چند اور لڑکیاں بھی تمغہ لینے کے لئے آگے بڑھیں۔

کلکتہ جانے والی تیز رفتار (ایکسپرس) گاڑی میں پٹنہ کے سٹیشن پر معلوم ہوا کہ ایک عورت کے بچہ ہونے والا ہے۔ گاڑی کاٹ دی گئی تاکہ آسانی سے بچہ ہو سکے۔ اسکی وجہ سے گاڑی ۱۶ منٹ لیٹ ہو گئی۔ چند منٹ بعد عورت کے مردہ بچہ ہوا۔

صوبہ دہلی میں کنسٹبلان کی ۲۲ اسامیوں کے لئے پانچسو امیدواروں نے درخواستیں دیں۔ ان میں زیادہ تعداد ایف اے اور انٹرنس پاسوں کی تھی۔

ڈاکٹر مونجے نے جو جنگی مدرسہ بھونسلا جنگی مدرسہ کے نام سے قائم کیا ہے جس کا منشا ہندوؤں کو جنگی سورما بنا دینا ہے۔ اسے مہاراجہ اندور نے ۲۵ ہزار روپیہ عطا فرمایا ہے۔

چین میں جنگ سوہ لیانگ جرنیل نے بغاوت کر کے وہاں کے حاکم مطلق چیانگ کائی شک کو قید کر لیا تھا بعد میں وہ رہا ہو گیا۔ اس جرنیل کو آخر کار ہتھیار ڈالنے [illegible] اس پر فوجی مقدمہ چلا اور دس سال قید سخت [illegible] کے منشا کی خلاف تھی۔

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| کشمیری اور مدراسی کھانے | بنگالی اور بہاری کھانے | ایرانی اور افغانی کھانے | ترکی اور عربی کھانے | [illegible] کھانے |
| دلی اور لکھنؤ کے کھانے | [illegible] کھانے | [illegible] کھانے | نفیس نفیس کھانے | [illegible] کھانے |
| پشاوری اور سندھی کھانے | | | | [illegible] کھانے |

# سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں منظر کتاب

# عصمتی دسترخوان (حصہ اول)

[illegible]

کتاب [illegible] ہندوستان کی [illegible] اس کی تیاری پر

[illegible] پہلے ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ [illegible] ایڈیشن نکل [illegible] پاس قدر محنت کی

[illegible] تھی لیکن اس لئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے صرف دو روپیہ قیمت رکھی

جلد کی قیمت صرف دو روپیہ چار آنہ ہے۔ اور زیادہ تر مجلد ہی منگائی جاتی ہے۔

**منیجر رسالہ عصمت کوچہ چیلان دہلی**

# عصمتی دسترخوان کے اصول پر عصمتی کن ہی کل

## یہ کتابیں بھی شائع کی گئی ہیں!

### عصمتی ہنڈکلیا

[illegible]

### [illegible] رشتہ

[illegible]

### [illegible] کھانے

[illegible] کتاب کی موجودگی [illegible] قیمت [illegible]

### [illegible] کھانے

[illegible] اس کی تیاری میں [illegible] ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا [illegible] قیمت [illegible]

### مذاقیہ کھانے

[illegible] پہیلیوں کے جواب [illegible] کتاب [illegible] ذوق کی جگہ اس کتاب کو شائستہ مذاق کو [illegible] زندہ دلی کا ثبوت [illegible] لڑکیوں کی شادی کے وقت [illegible] لڑکیاں یہ کتاب نہایت شوق [illegible]

### مشرقی مغربی کھانے

[illegible]

# زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

## جو اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

## (۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر ... صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے ... صاحبہ کی رائے ہے ... یہ کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے ... مقبول ہو چکی ہیں ... قیمت ...

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

| | | |
|---|---|---|
| گلو بند | فارم ہاؤس | کوٹ ... |
| زاک جنگل | ... | امام حسین |
| ... | مرغ | شیر ببر |
| ... | تاج محل آگرہ | جامع مسجد |
| ... | ... | ... |
| ... | عید مبارک | ... |
| ... | ... | پردہ ... |
| گاؤ تکیہ | ... | ... |
| ... | ... | ... |

## (۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں ... نہایت اچھے نمونے دیئے گئے ہیں ... کس کس چیز کے نمونے ... میز پوش، پلنگ پوش، رومال ... پردوں وغیرہ ... گلدستوں ... یہ کتاب بہت کار آمد ہے ... قیمت ...

## (۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کار آمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ... دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر ... فاطمہ بیگم صاحبہ ... نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

| | | |
|---|---|---|
| باب | خوبصورت ... | ۹ نمونے |
| باب | مختلف قسم کے ... | ۶۲ |
| باب | مختلف ... | ۴۴ |
| باب | ... | ۱۹ |
| باب | ... | ۱۸ |
| باب | ... | ۱۱ |
| باب | ... پلنگ کی چادریں ... | ۱۶ |
| باب | ... | ۸ |
| باب | ... | ۳ |
| باب | ... | ۴ |
| باب | متفرق ... | ۱۵ |

## (۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے ... اس کتاب ... قیمت ...

| | | |
|---|---|---|
| ... | ... | ... |

## خواتین کی دستکاریاں

... قیمت ...

ملنے کا پتہ: منیجر عصمت دہلی

... Printed at the Calcutta Art Press Katra Baryan Delhi

REGD. No L. 1872



# مضامین عظمت کا دوسرا سیٹ بھی شائع ہو گیا

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کے مضامین کا مجموعہ ایک سال کے اندر شائع ہو گئے

## عورتوں سے متعلق احکام قرآن مجید اور ان کی تفسیر

# احکامِ نسواں

خواتین ہند کے محسن اعظم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے کئی سال تک رسالہ بنات میں یہ تفسیر لکھی تھی اور پہلے ہی پرچہ میں تحریر فرمایا تھا کہ

یہ تفسیر ان تمام تفسیروں سے جو اس وقت ہمارے ہاں موجود ہیں بالکل علیحدہ عام فہم اور عام فہم بیان میں واضح طور پر ہوگی۔ تاکہ مسلمان عورتوں کے واسطے ان کی اپنی ایک علیحدہ تفسیر ہو جائے۔ اور ان کو مسائل کے دریافت کرنے میں جو دقت اس وقت محسوس ہو رہی ہے وہ رفع ہو۔

افسوس موت نے مہلت نہ دی کہ علامہ مغفور تفسیر کو مکمل فرما دیتے۔ تاہم تمام احکام جمع کر لئے گئے ہیں کتاب اس لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہئے۔ اس کی پوری قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

## محسنِ حقیقی

مسلمانوں کے آقا و مولا سردار دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات مصنف مرحوم کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرایہ میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں۔ مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔

قیمت چھ آنے (۶؍)

## گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو مکمل اور مفید نصائح شعار بنانے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری کے متعلق نہایت ہی مفید مستورات سے لئے گئے بیش بہا

[illegible]

## قرآنی قصے

[illegible]

## دعائیں

[illegible]

## دلی کی آخری بہار

[illegible] کس طرح بے فکری اور [illegible]
[illegible] تے تھے [illegible]
[illegible] ایک کتاب میں [illegible]
[illegible] مد و شعرا کی [illegible]
[illegible] فسانے ہیں جن میں علامہ مغفور نے [illegible]
[illegible] دکھایا۔ قلعہ معلیٰ کی گو شے دہلی ہوئی
[illegible] سنا کر در دمند دلوں کو
[illegible] قیمت ایک روپیہ [illegible]

## مسلی ہوئی تتلیاں

دلی کی بیگماتی زبان میں [illegible] کی مقبول کتاب [illegible]
انسانی کے وہ راز ہیں جن کو پڑھ کر بے ساختہ جی چاہتا ہے [illegible]
[illegible] ایک دریائے لطافت ہے [illegible]
ایک مسلمہ بے نظیر ہے کہ خواتین ہی کو نہیں مردوں کو بھی [illegible]
[illegible] ہے۔ ایک نشتر ہے [illegible]
[illegible] کے رنگ [illegible]
حضرت مصور غم کا [illegible]
شمارہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔ قیمت [illegible]

## داستانِ پارینہ

مصور غم مرحوم جامع صفات مصنف تھے۔ آپ کی مستند حیثیت کے [illegible]
[illegible] اسلامی تاریخ کے [illegible] تاریخی مضمونوں [illegible]
[illegible] لطف پیدا کر [illegible]
[illegible]
[illegible] یہ مضامین [illegible]
[illegible] قیمت [illegible]

## عروسِ مشرق

[illegible]

## بزمِ رفتگاں

[illegible]

# مصنفہ حضرت علامہ راشد الخیری کی مشہور و مقبول تصنیفات

## مختصر کیفیت

[illegible] ... اخلاقی و اصلاحی ... ناول ایک لڑکی کے حالات ... [illegible]

... پیدائش سے شادی تک کے حالات نہایت موثر پیرایہ میں۔ لڑکیوں کی تربیت پر بے مثل کتاب ہے۔ ... دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

... کی شادی سے موت تک کے واقعات۔ یہی وہ تصنیف ہے جس نے مصنف مرحوم کو قوم سے مصور غم کا خطاب دلوایا ... [illegible]

... کی موت کے بعد کے حالات۔ اصلاح رسوم کے سلسلہ میں ... بہترین تصنیف کہی جاتی ہے ... [illegible]

... رسوم شرک بدعت وغیرہ دور کرنے کیلئے ... اصلاحی ناول۔ قصہ بے انتہا دلچسپ۔ واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔

... لڑکیوں کی ... زندگی جن میں ایک ... اور ایک ... [illegible] ... سال ... [illegible]

... ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک تمام واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں۔ یہ کتاب ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

... [illegible] ...

اس افسانہ میں دکھایا ہے کہ مرد کے لئے شریف بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی ... [illegible]

... [illegible] ...

... اور ابتدا سے اب تک ... بہتر افسانہ شائع نہیں ہوا۔ کئی جگہ نہایت درد انگیز ہے۔ ... ظرافت اور ہنسی سے لبریز۔

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا مرقع۔ وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا انجام۔

غیر مسلم مدارس میں مسلم لڑکیوں کی تعلیم پاکہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور افسانہ۔ مغربی تقلید کے دردناک نتائج۔

تین ... [illegible] ... افسانہ۔ ... دفعہ شائع ہوئے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

## حضرت ... [illegible] ... کے مجموعے

**نانی خشو** [illegible] ان کی

**نسوانی زندگی** [illegible] مسائل یعنی زبانیں [illegible] فخرے اور [illegible] ہے جائے

**ڈسٹ سعید** اگرچہ عید اور رمضان سے متعلق [illegible] اور افسانوں کا مجموعہ ہے مگر اثر اور تبدیلی کے لحاظ سے ہر وقت پڑھنے کی چیز ہے

**رودادِ قفس** حضرت علامہ مغفور کی وہ رودادِ غزلیں [illegible] ان نظموں کا مجموعہ ہے جنہیں پڑھ کر دل درد مند تڑپ اٹھتے ہیں [illegible] چھپا ہے

**گرفتار قفس** [illegible] بہت موثر نظمیں ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ حضرت مصنف مرحوم علیہ الرحمۃ جذبات نگاری میں کس درجہ کمال رکھتے تھے

# تاریخ، سیرت، ادب و انشا

**آمنہ کا لال** اردو زبان میں مولود شریف کی بہترین کتاب ہے جس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے اس میں علامہ مغفور کا بہترین لٹریچر ہے

**سیدہ کا لال** [illegible] مکمل تاریخ شہادت جس میں واقعہ کربلا سے پہلے اور بعد کے مفصل حالات ہیں [illegible]

**الزہرا** [illegible] خاتون جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کی بہترین سوانح عمری اور [illegible] واقعہ کربلا کا مختصر بیان۔ [illegible] ہے

**وداعِ خاتون** [illegible] ملکہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر [illegible] کتاب بتائے گی کہ بہو کسے کہتے ہیں

**قلبِ حزین** ان [illegible] مضامین کا مجموعہ جن میں حضرت علامہ مغفور نے [illegible] تحریر [illegible] بار بار پڑھئے۔

**وداعِ ظفر** [illegible] بہادر شاہ دہلی کے آخری [illegible] دلی کی جھلک قلعہ کی بہاریں شاہی [illegible] کے رنگ

**امین کا دم واپسیں** [illegible] ہارون الرشید و ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کے [illegible] قتل کے حالات [illegible]

# تاریخی ناول

## جو شادی شدہ خواتین مطالعہ کر سکتی ہیں مگر کنواری بچیاں نہ منگائیں

**یامین ناشام** [illegible]

**عروس کربلا** [illegible] علامہ [illegible] مصنف کے تاریخی ناولوں میں بہت ممتاز ہے

**محبوبہ عذاودی** [illegible]

**تیغ کا لال** [illegible] عبرت انگیز کارنامے اور محبت کا لطیف فسانہ

**شہید مغرب** [illegible] اسلام [illegible] ہندوستان [illegible]

**ورشہواد** [illegible] محبت کا دلکش افسانہ ہے

**منصور موہنا** [illegible]

**سرور سلطانہ** [illegible]

**شہنشاہ** [illegible]

[illegible]

## الزہرا

[illegible] فرمایا [illegible] ... کتابیں [illegible] ... اور کئی سلسلوں [illegible] ... جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا [illegible] ... جو حضرت علامہ [illegible] ... اضافہ کے علاوہ الزہرا تنہا ایک کتاب ہے ... بچوں کو کس طرح پالتی ہیں [illegible] ... سے کیا تعلق ہوتے ہیں اور ان کی [illegible] ... بنت رسول کے حالات [illegible] ... [illegible]

### الزہرا نویں دفعہ چھپی ہے

[illegible]

## آمنہ کے لال
### اردو زبان میں بہترین کتاب

[illegible] مقبول تصنیف جس [illegible] ... [illegible] کی لڑائی ہے [illegible] ... [illegible] غیر مسلم بہنیں کو ترجمہ [illegible] ... [illegible] سے آمنہ کے لال ... [illegible] میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل ... [illegible] جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے ... [illegible] نہیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ موصوف کے ہیں۔

### آمنہ کے لال میں

### حضرت علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے

[illegible] کتاب ہے [illegible] ... [illegible] اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ [illegible] حضرات نے ... [illegible] ایک سال [illegible] چار سال [illegible]

[illegible]

# شام زندگی کا اٹھارہواں ایڈیشن

اس کتاب [illegible] شام زندگی [illegible] شادی [illegible] شام زندگی میں [illegible] ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اس نے شادی سے [illegible] حیات کے کسی مرحلہ [illegible] نظرانداز نہیں کیا گیا۔ [illegible] کتاب [illegible] یہی وجہ ہے کہ [illegible] غرض شام زندگی [illegible] کامیاب کتاب ہے کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا۔ [illegible] عورت اور مرد سب اس پر شیدا ہو جاتے ہیں [illegible] شام زندگی اور [illegible] شام زندگی ہے۔ شام زندگی نے سینکڑوں [illegible] شام زندگی سے محروم رہنے [illegible] شام زندگی [illegible]

## صبح زندگی

یہ شام زندگی کا [illegible] ہے شام زندگی میں نسیم بیگم کی شادی سے موت تک کے حالات [illegible] پہلے زمانہ [illegible] سے تمہیں پتہ لگے گا کہ ایک لڑکی [illegible] سے شادی تک کیسی تعلیم و تربیت کرنی چاہیے [illegible] صبح زندگی [illegible]

## شب زندگی

صبح زندگی میں نسیم کے بچپن اور جوانی کو دکھایا ہے شام زندگی میں [illegible] منزل تک پہنچایا ہے۔ شب زندگی میں موت کے بعد کے حالات [illegible] معلوم ہوگا کہ نسیم نے دنیا میں وہ کونسے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا [illegible] ہیں اور وہ کونسی دو عورتیں ہیں جن میں ایک دوزخ میں بھی [illegible] میں بھی [illegible] نسیم کی بہو [illegible] دلہن کی جگر خراش داستان [illegible] کے مفصل بیان ہیں ممکن ہی نہیں کہ دل پر [illegible] صبح زندگی اور شام زندگی [illegible] شب زندگی [illegible]

[illegible]

# حضرت علامہ راشد الخیری کے چند مشہور تاریخی ناول

## عروسِ کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے بھی بہت سے لکھے گئے ہیں اس پر مصنف کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھا دی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ کہ محبت کا دلاویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح [illegible] عرصہ ہوا کسی بلا کی بازیچہ کئی مصنفوں نے ناول لکھے مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے حال ہی میں چھٹی مرتبہ [illegible] ہے قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ۱)

## محبوبۂ خداوند

طرابلس کا مقدس خداوند کا رتیبت شمالی افریقہ کی [illegible] سفیر یہ پر فریبی دعوؤں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے [illegible] محبوبۂ خداوند کس طرح اپنی عزت بچاتی ہے حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کے عہد میں مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت عیسائیوں کے ٹڈی دل فوج کے مقابلہ میں کس طرح کامیاب ہوتی اور عیسائی لڑکی سفیر جس کا تمام افریقہ مداح ہو کیونکر خداوند کو چھوڑ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح کرتی ہے وہ دلچسپ اور پُر درد داستان ہے جس کا ہر صفحہ کلیجہ کے پار ہوتا ہے چار دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲/)

## یاسمینِ شام

امیر المؤمنین فاروق اعظم حضرت عمرؓ کے زمانہ کی اسلامی لڑائیاں ہلال و صلیب اسلام و عیسائیت کے معرکے۔ تستر اردن بیسان حمص بعلبک ارسنا۔ حلب۔ انطاکیہ۔ بیت المقدس اور یرموک کے مجاہدین اسلام کی سرفروشانہ قربانیاں۔ جنگ یرموک وہ اسلامی جنگ تھی جس میں ۴۰ ہزار مسلمانوں نے عیسائیوں کی متفقہ طاقت یعنی ۳ لاکھ کے لشکر عظیم پر فتح پائی جس میں مسلمان عورتیں اس طرح لڑیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ خالدؓ بن ولید اور شرحبیل کی تقریریں۔ مسلمانوں کے جوشِ ایمانی جرأت و جانبازی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر یاسمین شام ہی میں نظر آئیں گے۔ اگر محبت کا دلآویز افسانہ دیکھنا ہے تو یاسمین شام کا مطالعہ کرو۔ جو سفاک و سنگ دل باپ۔ خدا ترس ماں اور مظلوم بچی کی دل خراش داستان بھی ہے۔ حال ہی میں جدید ایڈیشن خاص اہتمام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ (عہ۱)

## تیغِ کمال

غازی اعظم مصطفےٰ کمال پاشا کی سوانح عمری۔ جس میں ترکی اور یونان کی لڑائیاں اسلام اور نصرانیت کے معرکے اور ترکی کو فنا کر دینے کے لئے یورپ کی متفقہ کوششیں سیاسی چالیں اور ناکامی کے حالات تفصیل سے لکھے گئے اور اتحادیوں کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں۔ شہزادی کوت کوشنٹ کا غازی اعظم کی شجاعت و ایثار کا اعتراف اتحادی شہزادوں کا یونانی شہزادی سے شادی کی درخواست یہاں تک کہ انکار پر قید کر دینا اور قتل کا [illegible] غازی مصطفےٰ کمال کا عجیب و غریب طریقہ سے پہنچنا اور شہزادی کی جان بچا لینا ایسے ایسے دلچسپ باب ہیں کہ کتاب شروع کرنے کے بعد ختم [illegible] نہیں رہا جاتا۔ ناموس اسلام پر ترک عورتوں کی قربانیاں اور مذہب مقدس اور وطن عزیز کے لئے ایک آزاد اور خود دار قوم کی جانبازی [illegible] اور جوانوں کی سرفروشی اور بالآخر طاقت اور مکر کے مقابلہ میں صداقت کی ظفرمند جوش ایمانی اور غیرت اسلامی کی فتح تیغ کمال [illegible] کے حساب سے ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں اب خاص اہتمام کے ساتھ شائع کی گئی ہے مگر اس کے باوجود قیمت صرف [illegible] ہے۔

## طرابلس

تیغ طرابلس کے مسلمانوں کا جوش [illegible]

[illegible]

## سودائے نقد

جس سے [illegible]

[illegible]



ایک گڑھوالی عورت اپنی پیٹھ پر
گھاس کا ٹوکرا لے جارہی ہے



شان سٹیٹ برما کی ایک عورت
اپنے قومی لباس میں



ہولی کی خوشی میں پہاڑی عورتوں کا ناچ





توارگ قوم کے مرد اور عورت جس میں مرد نقاب پوش اور عورت بے نقاب ہوتی ہے

# رسالہ عصمت دہلی

| انتیسواں سال | بابت ماہ اپریل ۱۹۳۷ء عیسوی | جلد ۵۸ نمبر ۴ |
| --- | --- | --- |

## فہرست مضامین



چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ — ممالک غیر سے دس شلنگ

قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔ فی پرچہ ایک روپیہ

رسالہ عصمت، ہندوستان کے بڑے بڑے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وہیلر کے بک اسٹال پر بھی ۵ میں ملتا ہے +

[illegible] پریس دہلی میں چھپا

# چند ضروری باتیں

**رسالہ عصمت** ہر مہینہ مقررہ وقت یعنی ۱۳ تاریخ کو شائع اور پوسٹ کر دیا جاتا ہے اور کبھی ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ لیکن اکثر مرتبہ ڈاک خانہ کی غفلت سے آپ کو رسالہ دیر سے ملتا ہے یا ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر اتفاقاً کسی مہینہ کا رسالہ ٹھیک وقت پر آپ کو نہ ملے تو ایک ہفتہ انتظار کر کے ۲۵ تاریخ تک دفتر ہذا کو اپنے خریداری نمبر کے حوالہ سے اطلاع دے کر دوبارہ پرچہ طلب فرما لیجئے۔ لیکن جب رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اکثر پیش آتی رہتی ہو یا ایک سے زیادہ پرچے آپ کو نہ ملے ہوں تو مقامی پوسٹ ماسٹر یا پوسٹ ماسٹر جنرل کو شکایتی خط ضرور لکھ دیجئے۔ تاکہ ڈاک کا انتظام درست ہو کر دفتر رسالہ اور آپ خود نقصان و زحمت سے محفوظ رہ سکیں۔

---

**پتہ تبدیل** کرانے کی جب ضرورت پیش آئے تو فوراً مقامی پوسٹ ماسٹر کو ایک کارڈ لکھ کر اپنے جدید پتہ سے مطلع کر دیں۔ اور بحوالہ اپنے خریداری نمبر کے جدید پتہ دفتر ہذا کو تحریر فرما دیں۔ ورنہ آپ کا پرچہ سابقہ پتہ پر ارسال ہو کر ضائع ہوتا رہے گا۔

لیکن جب آپ عارضی طور پر کسی جگہ تشریف لیجانا چاہیں تو صرف مقامی پوسٹ ماسٹر کو عارضی پتہ لکھ کر ڈاک منتقل ہونے کا انتظام کر لینا سہل تر ین طریقہ ہے۔ کیونکہ دفتر ہذا کو ہر تبدیل پتہ پر مختلف رجسٹروں اور فائلوں میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور ہر عارضی یا مستقل تبدیلی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری بدلنا پڑتا ہے۔

---

**بعض خریدار** نمبر خریداری غلط لکھ دیتے ہیں یا رجسٹرڈ ایل (۱۵) یا وی پی کا نمبر لکھ دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رسالہ کسی نام پر جاری ہوتا ہے اور خط یا چندہ کا منی آرڈر وغیرہ ان کے کسی دوسرے رشتہ دار کی طرف سے اصل خریدار کے نام و نمبر کے حوالہ کے بغیر وصول ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں تعمیل ناممکن ہو جاتی ہے۔

---

**آپ کا خریداری نمبر** رسالہ کے ریپر یا لفافہ پر اور پتہ کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اپنی نوٹ بک میں اس کو نوٹ کر لیجئے۔ اور دفتر ہذا کو خط یا منی آرڈر لکھتے وقت اس میں اپنا صحیح خریداری نمبر اور اپنا نام و مقام ضرور درج کیجئے۔ اگر نمبر یاد نہ رہے یا ضائع ہو جائے تو اپنا پورا پتہ اور اس مہینہ کا نام لکھئے جس مہینہ سے آپ کا سال خریداری شروع ہوتا ہے یعنی جس مہینہ میں آپ کا پہلا چندہ ادا کیا جاتا ہے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تاخیر وجہ شکایت ہو...

# مضمون نگاری کے قواعد

**مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے پہلے ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ ان کا وقت اور محنت بے کار نہ جائے۔**

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے، نظر ثانی و مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوش خط لکھنے چاہئیں۔ (۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے (۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے کہ جگہ نہ نکل سکے۔ لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں۔ اور کم از کم الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ (۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیا جائے (۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین ارسال کئے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں۔ وہ مضمون ہرگز نہ روانہ کیا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہو۔ (۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں (۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی فرقہ یا شخص کی دل آزاری ہوتی ہے۔ ردی کر دیئے جاتے ہیں۔ عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے اس کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو، مسلمان، عیسائی، سکھ، یہودی، غرض سب کے لئے مفید ہوں۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیئے رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے۔ فارسی، عربی، انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے۔

(۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت بحق عصمت محفوظ ہوتا ہے (۱۰) عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے۔ غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

جو خواتین اور حضرات ان قواعد کی پابندی نہیں کرتے ان کے مضامین ناقابل اشاعت ہوتے ہیں۔

# احکامِ نسواں

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کے مضامین کے مجموعوں کا دوسرا سٹ بھی سال بھر کے اندر شائع ہو گیا۔ یہ بارہ کتابیں ہیں جن کا اشتہار کسی دوسری جگہ درج ہے۔ اس وقت مجھے صرف ایک کتاب احکام نسواں کے متعلق کچھ لکھنا ہے۔

حضرت والد مغفور اپنے ساتھ جو ارمان لے گئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ قرآن مجید میں عورتوں کے متعلق جو احکام ہیں ان کی ایک علیحدہ تفسیر عام فہم زبان میں شائع ہو جائے۔

رسالہ بنات کو جن عصمتی بہنوں کی نظر سے گزرنے کا شرف حاصل ہے انہوں نے ہر ماہ مستقل عنوان کے تحت میں ایک صفحہ حضرت علامہ مغفور کی اس تفسیر کا کئی سال تک ملاحظہ فرمایا ہے۔ مسلمان عورتوں کی یہ بدنصیبی ہے کہ تفسیر پوری نہ ہوئی تھی کہ ان کے محسن اعظم کی زندگی پوری ہو گئی!

جس قدر تفسیر لکھی جا چکی تھی اس کا شائع کرنا تو کچھ دشوار نہ تھا لیکن تمام احکام کا جمع کرنا، انہیں سلیقہ سے ترتیب دینا، تشریح طلب مطالب کا بیان کرنا اور ان باتوں کا خیال رکھنا جو تصانیف حضرت مغفور کی خصوصیات ہیں یہ سب کام میرے لئے بے انتہا مشکل تھے، اہلیت نہ قابلیت، معلومات نہ علمیت، مشاہدہ نہ مطالعہ، اس پر اس صدمہ سے چور چور، طبیعت مضمحل، دماغ پریشان، مگر عم مکرم مولوی عبد الغفار صاحب الخیری (سابق پروفیسر دار العلوم بیروت) نے بیش بہا مشوروں سے مستفید فرمانے کے علاوہ گراں قدر امداد فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا کچھ ایسا فضل و کرم شامل حال ہوا کہ دو ماہ کی شبانہ روز محنت کے بعد کتاب تیار ہو گئی۔

کتاب کے تین متفرق ٹکڑے میں یہاں نقل کرتا ہوں۔ تین اس لئے کہ تفسیر نصف سے زیادہ حصہ علامہ مغفور کی ہے۔ بعض احکام کی تشریح چچا صاحب قبلہ مولوی عبد الغفار صاحب الخیری نے کی ہے اور بعض نوٹ میں نے لکھے ہیں۔ ان سے کتاب کا کسی قدر اندازہ ہو سکیگا ورنہ اس کی پوری قدر و قیمت تو اس کے دیکھنے ہی سے معلوم ہوگی یعنی یہ کہ علامہ مغفور کی یہ کتاب مسلمان عورتوں کے لئے کیسی بے بہا نعمت ہے اور ان مردوں کے لئے جو حقوق نسواں کے حامی ہیں نیز ان مردوں کے لئے جن کی نگاہ میں عورت کی وقعت نہیں اس کا مطالعہ کس قدر ضروری ہے اور مذہب و ادب میں یہ کتاب کیا درجہ رکھتی ہے۔ چونکہ عصمت میں اس تفسیر کا کوئی حصہ شائع نہیں ہوا اس لئے مجھے امید ہے عصمتی بہنیں نہایت دلچسپی کے ساتھ ان اقتباسات کا مطالعہ فرمائیں گی۔

رازق الخیری

**میراث**

یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (نساء ع ۲ پ ۴) (مسلمانو، تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں اللہ تم سے کہتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو)

**لڑکیوں کا ترکہ**

ہندوستان کے مسلمانوں نے جن کا ایمان قرآن اور حدیث ہے خدا کے اس فیصلہ کی جس قدر مخالفت کی ہے وہ دنیا جانتی ہے بہت سے خاندان ایسے ہیں جہاں لڑکیوں کو باپ کے مال میں سے تنکا نہیں دیا جاتا [illegible]

زمین باپ دادا چھوڑتے ہیں وہ صرف لڑکوں کا مال ہے چونکہ اسلامی فیصلہ یہ ہے کہ لڑکی کو نصف حصّہ لڑکے سے ملے اس لئے ان ظالم مسلمانوں نے جو خدا کے دشمن ہیں یہ کہہ کر کلامِ الٰہی کو نہایت بیدردی سے ٹھکرا دیا ہے کہ خدا کا یہ فیصلہ قابلِ عمل نہیں ہمارے ہاں جو رواج ہے وہ درست ہے اور وہ رواج یہ ہے کہ لڑکی کو کسی قسم کا حصہ نہ دیا جائے۔ خداوندکریم اس آیت میں فرماتے ہیں۔

"اور ہم نے ماں باپ اور اقارب کے ترکہ میں ہر ایک کے لئے وارث بنائے ہیں" مگر وہ مسلمان جو ان ورثا کو محروم کرتے ہیں اور خدا کے فیصلہ کی حقارت کرتے ہیں۔ نہ معلوم کس طرح مسلمان سمجھے جا سکتے ہیں غضب یہ ہے کہ ان سنگدلوں نے رواج کو قرآن سے بڑھ کر سمجھا ہے اور اپنے ہاں کے فیصلے رواج کے موافق کرتے ہیں۔

عورت چونکہ ابتدائے اسلام میں مرد کے برابر خدمت کر رہی تھی بلکہ بعض موقعوں پر اس کی خدمات مرد سے بھی بڑھ گئی تھیں اس لئے اس آیت کے نزول پر عورتوں کو اپنا حصّہ مرد سے نصف ناگوار گذرا اور امِ سلمہ نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں یہ عرض کر ہی دیا کہ ہم تو پیدا ہی نہ ہوتے تو اچھا تھا کہ مرد کو ہم سے دوگنا حصہ ملا۔ اس عرض کا ثبوت احادیث میں موجود ہے جو ثابت کر رہا ہے کہ عورت اور مرد کے درجہ میں اُس وقت کوئی فرق نہ تھا ورنہ امِ سلمہ کو اس شکایت کا احساس ہی نہ ہوتا اور جو کچھ ملتا اسی کو غنیمت سمجھتیں۔

یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ عورت کو مرد سے کم درجہ دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ عورت کا درجہ کم نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کا مہر مرد کے یعنی شوہر کے ہاں مقرر کیا اور اس کے مال میں حصّہ دیا اور اس طرح اس کمی کو پورا کر دیا۔

اس آیت میں خداوندکریم نے ماں باپ کے مال میں ایک حصّہ لڑکی کا اور دو حصّے لڑکے کے قرار دیئے ہیں۔ اس فیصلہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے اور لڑکی میں خود قدرت ہی نے فرق رکھا ہے اور لڑکے کو زیادہ دے کر اُس کا حق افضل کیا ہے مگر حقیقت یہ نہیں ہے۔ لڑکی کو ماں باپ کے ہاں اس لئے ایک حصّہ دیا ہے کہ اس کا حق مہر شوہر پر مقرر کیا ہے اور اس طرح کمی کو پورا کیا ہے۔ اس کے علاوہ لڑکی کو اس کے شوہر کی کمائی میں بھی حصّہ دلوا دیا ہے۔

جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد سے کمزور کر دیا ہے اور عورت کو صرف مرد کی حکومت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ وہ اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ان کو معلوم ہو جائے کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس نے عورت کو مرد کے قریب قریب برابر رکھا ہے دنیا کے کسی مذہب میں عورت کا یہ مرتبہ نہیں۔ اسلام نے عورت کی شخصیت تسلیم کر لی۔ باقی مذہبوں میں یا تو ترکہ ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو اس طرح کہ کہنے کو مالک مگر ملکیت مطلق نہیں اس پر طرّہ یہ کہ عورت کی شخصیت شوہر کے ساتھ جذب کر دی ہے لیکن اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے عورت کا درجہ مرد کے برابر کر دیا۔ دوسرے مذہبوں پر تفصیل سے بحث کی ضرورت نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کی قدر نہ کی وہ ذرا اپنے گریبان میں مُنہ ڈالیں۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے اس وقت دنیا میں عورت کا کوئی مرتبہ ہی نہ تھا۔ اس حکم نے تمام دنیا کے کان کھول دیئے کیونکہ وہ لوگ تو عورت کو لونڈی سے بدتر خیال کرتے تھے۔ اور خود عرب ہی میں یہ دستور تھا کہ لڑکی کو زندہ قبروں میں اور کنوؤں میں ڈال دیتے تھے۔ اور پیدائش مصیبت خیال کرتے تھے۔

اس آیت کے نازل ہوتے ہی سب دنگ رہ گئے۔ اور ترکہ کی تقسیم میں عورت کا حصّہ شروع ہو گیا۔ اس حکم کی موجودگی میں کہ ماں باپ کی میراث [illegible] میں نصف حصہ کے [illegible] کی بحث کی ضرورت نہیں۔ [illegible]

ہوسکتا ہے مگر ہندوستان کے مسلمان جنہوں نے ہر اعتبار سے عورت کو دبانے کی کوشش کی ہے اس حکم کی بھی نافرمانی کر رہے ہیں۔ پنجاب نے ۱۹۲۸ء کا قانون بنا کر رواج کو اتنا غالب قرار دیا کہ عدالتوں میں بھی اس حکم کی کُھلم کُھلا مخالفت ہو رہی ہے اور لڑکیاں ورثے سے محروم کی جا رہی ہیں۔ بات چونکہ مسلمان مرد کے فائدہ اور مطلب کی تھی اس لئے پنجاب کی دیکھا دیکھی دوسرے صوبوں کے مسلمان بھی اس طرف جُھک پڑے اور خدا کے فیصلہ کی مخالفت شروع کر دی اور باوجود اس کے کہ ان کے اس فعل پر ہر طرف سے ملامت ہو رہی ہے ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔

قبل از اسلام جب لڑکیاں زندہ دفن کی جاتی تھیں تو بعض مائیں آخر وقت میں ان کو اچھی پوشاک پہنا کر اور اچھی طرح ان کا پیٹ بھر کر باپ کے حوالہ کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عاصم کا بیان ثابت کر رہا ہے کہ مسلمان بننے سے قبل جب وہ آخری لڑکی کو دفن کرنے چلے تو ماں نے بچی کی آخری خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اور باپ کی گود میں دے کر بیہوش ہو گئیں۔ خود حضرت عاصم کے الفاظ بھی یہ ہیں کہ دفن کے وقت گڑھے کا جو گرد و غبار میرے چہرے پر پڑا تھا اور میں خاک میں اٹ چکا تھا جس وقت اس بچی نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے صاف کیا ہے تو میرا دل بھی پگھل گیا۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان جو پیغمبر اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں اور ان کی اُمت کا دعوی کرتے ہیں اور اس شخص پر ایمان لائے ہیں جو بدبخت عورت کے حقوق کا بہترین وارث تھا کچھ ایسے سنگدل اور ظالم واقع ہوئے ہیں کہ جب بیٹی کو ترکہ سے محروم کرنے کا مقدمہ عدالت میں پیش ہوتا ہے اور احکام خدائی کے خلاف اپنی ناجائز کوششوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو باغ باغ ہوتے ہیں اس بے ایمانی پر فخر کرتے ہیں اور نہال نہال رہتے ہیں۔

اس کا فیصلہ عقل سلیم کرے گی کہ انسانیت کے وہ دشمن جن پر آج تاریخ لعن طعن کر رہی ہے بہتر تھے یا آج کے مسلمان جو قرآن مجید کے خلاف کاربند ہونے پر ناز کرتے ہیں۔ لڑکی کی پیدائش پر جو مصیبت گھر بھر میں چھا جاتی ہے اور خاصے اچھے چہرے سُست پڑ جاتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ لڑکے کے ورثہ میں خواہ مخواہ کی ایک شریک پیدا ہو گئی۔ بعض مسلمان یہ عذر کرتے ہیں کہ خدا کے حکم کی تعمیل نہ کرنا حقوق اللہ میں داخل ہے مگر یہ عذر اس قدر نامعقول ہے کہ لاحول کے سوا اور کچھ جواب نہیں ہو سکتا۔ خدا کے وہ احکام جو اس کی اپنی ذات سے متعلق ہیں مثلاً نماز روزہ حج وغیرہ حقوق اللہ میں شامل ہیں۔ وہ احکام جو دوسروں سے متعلق ہیں حقوق العباد ہیں اس حکم کی نافرمانی ایک لڑکی کو اس کے تمام حقوق سے محروم کرتی ہے یہ حقوق اللہ میں کس طرح شامل ہو سکتا ہے؟

ایک یہ بھی عذر کیا جاتا ہے کہ شادی کے موقعہ پر ہم لڑکی کو اس قدر کافی دے دیتے ہیں جو ترکہ کے برابر ہو جاتا ہے یہ بھی عذر لنگ ہے اول تو اس وقت جو کچھ دیا جاتا ہے وہ زیادہ تر نام و نمود ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ طریقہ مسنون ہے۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ ترکہ پدری دیا جاتا ہے تو شاید دنیا میں اس شخص سے زیادہ بیوقوف کوئی نہ ہوگا کہ جو مال بھی دے اور بدنام بھی ہو جب ترکہ پدری ہے تو بیٹی کی شادی کے وقت نہ دیجئے ترکہ اُسی طرح دیجئے جس طرح خدا نے فیصلہ کیا ہے۔ شادی کے موقعہ پر دعوتیں اور برادری کے کھانے والدین پر فرض نہیں ہیں یہ اس سے بھی زیادہ بے ایمانی ہے کہ اپنی نام آوری کو دعوت تو دیں برادری کو زردہ بریانی کھلائیں اڑوسی پڑوسی کو اور نام ہو بیٹی کے ترکہ کا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ!!

(بنات ستمبر ۲۹ء)　　　　(از حضرت علامہ مغفور)

## بیوہ اور عدت بیوگی

(۱) وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو اپنی بیبیوں کے حق میں ایک برس تک کے سلوک (یعنی نان نفقہ) اور (گھر سے) نہ نکالنے کی وصیت کر جائیں۔

**تفسیر** عرب میں یہ رسم تھی کہ جب شوہر کا انتقال ہوتا تو عورت پورے ایک سال تک عدت میں بیٹھتی اور بناؤ سنگار نہ کرتی نہ نئے کپڑے پہنتی اور شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ اسی گھر میں رہتی اور ان سے نان نفقہ لیتی اور جب اس گھر سے نکلتی تو نان نفقہ ساقط ہو جاتا۔ اسلام نے ابتدا میں اس رسم کو رکھا اور یہ حکم دیا کہ شوہر ایک سال کے لئے گھر میں رہنے اور نان نفقہ کے واسطے اپنے ورثار کو وصیت کر دے کہ وہ نہ گھر سے اس کو نکالیں نہ نان نفقہ روکیں۔ لیکن جب اسلام کی اشاعت بڑھی اور اللہ تعالےٰ نے فراخی دی تو دوسرا حکم نازل ہوا جو ذیل میں درج ہے۔ اگرچہ یہ حکم ایک سال پہلے نازل ہوا تھا اور ذیل کا حکم بعد میں مگر قرآن شریف میں ذیل کا حکم پہلے ہے اور مذکورہ حکم بعد میں ہے۔

(۲) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط (بقرہ ع۔ ۳ پ۲)

اور تم میں جو لوگ مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو (عورتوں کو چاہیئے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں۔ پھر جب اپنی (عدت کی) مدت پوری کر لیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اس کا تم (وارثان میت) پر کچھ الزام نہیں

**تفسیر** حکم ملا کے بعد پھر یہ حکم نازل ہوا کہ بیوہ عورتیں بجائے ایک سال کے چار ماہ اور دس دن کی عدت گذاریں۔ اور پھر جب عدت پوری کر لیں تو پھر اگر وہ شریعت کے بموجب کسی دوسرے سے نکاح کر لیں تو.................

.................تو شوہر کے رشتہ داروں پر کوئی گناہ نہیں اور ان کو چاہیئے کہ وہ مزاحمت نہ کریں۔

اس سے ایک تو وہ کسی پر بار نہ ہوں گی اس کے علاوہ ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو تیسرے اسلام کو یہ منظور نہیں کہ عورت بیکسی اور مجبوری کی زندگی گذارے۔

(از مولوی عبد الغفار صاحب الخیری)

## عدل وانصاف

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـــًٔا مَّرِيْٓـــًٔا

اے لوگو اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو، دو اور تین، تین۔ اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو لونڈی، تمہارے قبضہ میں ہو اسی پر قناعت کرنا۔ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دے ڈالو۔ پھر اگر وہ خوش دلی کے ساتھ اس میں سے کچھ تم کو بخش دیں تو اس کو [illegible] سمجھ کر مزے سے کھا[illegible]

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ (نساء ع ۱۹۔ پ ۵)

اور (لوگو) تم (اپنی طرف سے) بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکے گا کہ (کئی کئی) بیبیوں میں (پوری پوری) برابری کرسکو۔ تو تو بالکل (ایک ہی کی طرف) مت جھک پڑو کہ دوسری کو (اس طرح) چھوڑ بیٹھو گویا (اُدھر میں) لٹک رہی ہے۔

**پہلی بیوی** کی موجودگی میں دوسری شادی کرنے کی مخالفت خواتین ہند کے محسن اعظم نے متعدد تصانیف اور مضامین میں کی ہے۔ جو لوگ نکاح ثانی کرتے ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ سنت نبوی اور ہمارا شرعی حق ہے۔ سنت نبوی کا جواب تو امنہ کے کالم سے اوپر نقل کردیا گیا اور اس سے معلوم ہوگیا کہ سرور کائنات کے تمام نکاح اسلامی مفاد کے لئے تھے اور حضور اکرم نے سوائے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کے باقی تمام نکاح رانڈوں سے کئے بڑھیوں سے کئے ان سے کئے جن کے بال سفید بھک بگلے کے پر جن کے رخسار پچکے ہوئے اور جن کے دانت اور ڈاڑھیں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ اگر پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی سنت ہے تو بیوہ بڑھیوں سے نکاح کرنا بھی تو سنت ہے۔ مگر آج کون ایسا نوجوان ہے جو ایک بڑھیا سے نکاح کرنا پسند کرے گا؟ اب رہا شرعی حق، تو جس طرح اور معاملوں میں بعض خود غرض ہندوستانی مسلمانوں نے عورتوں کے حقوق غصب کرکے اسے گھر کی ملکہ کی بجائے ماما اور لونڈی بنا دیا اسی طرح اس اجازت کے پہلے حصہ سے جو ان کے مطلب کی تھی اُنھوں نے نہایت غلط فائدہ اٹھایا اور دوسرے حصہ کو نظر انداز کرکے گنہ گار ہوئے۔ پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنے کا حکم نہیں، اجازت ہے لیکن جہاں اجازت ہے وہاں یہ بھی تو ارشاد ہے کہ ان کے مہر ادا کرو۔ جو لوگ دوسری شادی کرتے ہیں ان میں کتنے ایسے سچے مسلمان ہیں جو اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ مہر بھی ادا کردیتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ نکاح ثانی کی اجازت "مہر ادا کرنے" کے علاوہ "انصاف" کی شرط کے ساتھ ہے۔ یعنی اگر انصاف کرسکو۔ لیکن چونکہ ع

سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے

یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک کی محبت کسی نہ کسی قدر زیادہ اور دوسری کی کسی نہ کسی قدر کم نہ ہو۔ اس لئے نہایت صاف الفاظ میں یہ بھی ارشاد فرما دیا۔ کہ تم بہتیرا چاہو لیکن یہ یعنی انصاف تم سے نہ ہوسکے گا کہ کئی کئی بیویوں میں پوری پوری برابری کرسکو۔ پھر جب "مہر" بھی ادا نہ کیا جائے "انصاف" بھی نہ کیا جاسکے تو دو یا تین بیویاں کرنا کس طرح جائز ہوگیا؟ حقیقت یہ ہے جیسا کہ حضرت علامہ مغفور نے امنہ کے کالم میں اس بحث کے دوران میں فرمایا ہے کہ "اسلام سے قبل عرب میں اس قدر جہالت تھی کہ چار بیویوں کی حد تھی نہ ہزار کی۔ چار کا تعین محض مصلحت تھی اس واسطے عدل حقیقی کی شرط ایسی تھی جو واجب التعمیل نہ تھی"۔

حضرت علامہ مغفور اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے اور کئی مضمونوں میں بھی تحریر فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی مالی حالت اس قدر گر گئی ہے کہ اطمینان کے ساتھ پیٹ کو ٹکڑا نصیب ہے نہ تن کو کپڑا وہ ایک بیوی کو تو خوش رکھ نہیں سکتے یعنی اس کے جو شرعی حقوق ہیں انہیں تو اچھی طرح ادا کر نہیں سکتے دوسرے نکاح کا خیال کس طرح ان کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے؟

رازق الخیری

# بچوں کی تفریح

بچوں کو پارٹیوں میں ساتھ لے جانے سے جو تکالیف ہوتی ہیں انہیں اب عام طور پر محسوس کیا جا رہا ہے اور امید ہے کہ جلد یہ رواج اُٹھ جائے گا بلکہ تعلیم یافتہ حلقہ میں تو یہ طریقہ قریب قریب معدوم ہو چکا ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے یعنی بچوں کو بڑوں کی پارٹی میں تو نہیں لے جایا جاتا لیکن ان کے لئے جداگانہ کسی قسم کی تفریح کا سامان بھی بہم نہیں کیا جاتا۔

بچوں کی پارٹیز کا بالکل رواج نہیں۔ اسے رواج دینا بہت ضروری ہے۔ اس کے ذریعہ بچے آداب ملاقات سیکھیں گے۔ اور بڑے ہوکر وہ پارٹیوں میں جانے اور اجنبی لوگوں سے ملنے میں جھجکیں گے نہیں۔ بچوں کی پارٹیز میں ان کے اپنے دوستوں کو مدعو کرنا چاہیئے۔ نہ کہ ان بچوں کو جن سے آپ کی رائے میں آپ کے بچوں کو دوستی کرنی چاہیئے۔ ایک آدھ ایسے بچے کے ہونے سے کوئی مضائقہ نہیں جس کی آپ کے بچے سے پہلے سے واقفیت نہیں ہے بلکہ اس طرح سے اجنبیوں سے ملنے کی جھجک دور ہو جائے گی۔ لیکن سارے مہمان ایسے ہی نہیں ہونے چاہئیں۔

بچوں کی پارٹی میں کھانے پینے نشست وغیرہ کا انتظام خود آپ کو کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر بچے آٹھ دس برس کے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے واقف تو کھیلنے کے لئے انہیں آزاد چھوڑ دینا چاہیئے۔ ہاں اگر بہت ہی کم عمر ہیں یا ایک دوسرے سے زیادہ بے تکلف نہیں تو آپ کو ان کے لئے کھیل کا انتظام کرنا ہوگا بڑے بچوں کو بھی بعض اوقات کھیل میں مدد اور مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ان کی طبیعتوں پر موقوف ہے۔ بعض بچے آزاد پسند ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مطلب کے کھیل کھیلیں۔ انہیں کسی خاص کھیل کے لئے مجبور نہ کرنا چاہیئے۔ بعض بچے صلاح اور مدد چاہتے ہیں۔ انہیں مدد دینی چاہیئے۔ لیکن ان کو بھی طریقے بتا کر اور دو ایک کھیل ساتھ کھیل کر چھوڑ دینا چاہیئے کہ اب وہ خود کھیلیں۔ کھانے پینے کے انتظام میں بارہ چودہ برس کے بچوں کو ضرور حصہ لینے دیں۔ پارٹیز کے دن بھی بچوں کو وہی چیزیں کھانے کو نہ دیں جو وہ روز کھاتے ہیں۔

پڑھنے اور ایسے کھیلوں کے علاوہ جو بچے بالعموم والدین کی خلاف مرضی کھیلتے ہیں جیسے پتنگ اُڑانا۔ گولیاں۔ گلی ڈنڈا وغیرہ (جن میں سے کوئی بھی بذات خود مضر نہیں بلکہ مفید ہے) انہیں کوئی ایسا کھیل نہیں کھلایا جاتا جو بڑے ہونے پر بھی ان کی تفریح کا باعث ہو۔ جیسے سواری کرنا۔ تیرنا۔ شکار۔ کرکٹ۔ فٹ بال۔ ہاکی وغیرہ۔ بڑے ہونے پر سوائے پڑھنے لکھنے کے اور کسی طرح سے جو شخص وقت نہ گذار سکے وہ یقیناً ہمدردی کا مستحق ہے جس لڑکے کو پڑھنے لکھنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔ بڑے ہوکر وہ آفس کے ۸ گھنٹوں کے بعد سوائے مطالعہ یا خوش گپیوں کے اور کیا کرے گا وہ نہ ورزش کرتا ہے اور نہ صحیح معنوں میں تفریح۔ کیونکہ تفریح کا مطلب ہے کہ وہ اس شغل سے مختلف ہو جس میں دن کے بیشتر حصہ میں انسان مشغول رہے۔ مطالعہ اور گپ سے دس گھنٹہ آفس میں کرسی نشین رہنے والے کو حقیقی تفریح نصیب نہیں ہو سکتی۔ بچوں کی تفریح میں "سپورٹ" کا ضرور حصہ ہونا چاہیئے۔ لڑکوں کو تو پھر بھی کچھ نہ کچھ موقع مل جاتا ہے

اگرچہ باقاعدہ اس کے سامان مہیا نہیں کئے جاتے اور جتنی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے وہ نہیں کی جاتی بلکہ اس کو ایک طرح کا تضیع اوقات سمجھا جاتا ہے تاہم جن بچوں کو شوق ہوتا ہے وہ تھوڑا بہت سیکھ ہی لیتے ہیں لیکن لڑکیوں کو تو بالکل ہی اس کا موقع نہیں ملتا اور آگے چلکر ان کے پاس وقت گذارنے اور تفریح حاصل کرنے کا کوئی سامان نہیں ہوتا.

فنون لطیفہ کو بھی بچوں کی تفریح میں ایک جگہ ملنی چاہیئے. نقاشی کی طرف ہر بچہ کی طبیعت کا رجحان ہوتا ہے اور آڑی ٹیڑھی لکیروں سے ہر بچہ گھر کے دروازوں اور دیواروں کو مزین کرتا اور ماں باپ کی ڈانٹ ڈپٹ سنتا ہے.

موسیقی کا شوق بھی بچوں میں عموماً ہوتا ہے مگر دادی اماں یا ابا جان کی نیند میں خلل پڑنے سے لکڑی سے پیٹ پیٹ کر ان کی خبر لی جاتی ہے. گانے کا شوق ہر بچے میں پایا جاتا ہے بے تال سر کوئی ٹوٹے پھوٹے مصرعے گا گا کر گھر سر پر اٹھا لیتا ہے ان کی ان فطرتی خواہشات کو صحیح طور پر برتنے کا موقع دینا چاہیئے. رنگین پنسل و چاک بلیک بورڈ اور ڈرائنگ کی کاپیاں دے کر ان کی نقاشی کے شوق کو پورا ہونے کا موقع دیجئے. سستے سستے گراموفون کھیل کے ہارمونیم وغیرہ دے کر باجے کا شوق پورا کرائیے. حمد و نعت اور بچوں کے لئے موزوں اشعار سے ان کے گانے کے شوق کو ترقی دیجئے. چھوٹے چھوٹے ڈرامے ایکٹ کرا کے ان کے نقالی کے مادہ کو پورا ہونے کا موقع دیجئے. غرض تکمیل کے ذریعے فطرتی رجحان اور طبعی میلان کے پورے ہونے میں مدد دیجئے. فنون لطیفہ میں لڑکوں کی طرف سے زیادہ غفلت ہوتی ہے جیسے "سپورٹس" میں لڑکیوں کی طرف سے. لڑکوں کا باجا بجانا گانا مصوری زنانہ پن سمجھا جاتا ہے جیسے لڑکیوں کا اچھل کود صنف نازک کی نزاکت کے خلاف ہے دونوں خیال یک قلم غلط ہیں. نہ لڑکوں کا فنون لطیفہ سے شغف زنانہ پن ہے. نہ لڑکیوں کا کھیلنا کودنا مردانہ پن ہے. بلکہ اس زمانہ میں جب نوکری کی عام راہیں جیسے قانون. میڈیسن. پولیس وغیرہ محدود ہیں. فنون لطیفہ کا حقیقی مذاق اور اس کی تحصیل کرنے کا اعلیٰ موقع ملنے سے ممکن ہے کہ لڑکے کے ذریعہ معاش کی ایک صورت نکل آئے. لیکن فنون کے متعلق ایک اور بات یاد رکھنی چاہیئے. وہ یہ ہے کہ جہاں قریب قریب ہر ایک بچہ گانا بجانا اور لکیریں کھینچنے کا شوقین ہوتا ہے یہ لازمی نہیں کہ ہر ایک بچہ دس سال کی عمر تک بھی فنون لطیفہ کا شائق رہے. اس لئے جہاں چھوٹے بچوں کو فنون کے متعلق سامان بہم کیا جائے آٹھ دس سال کے بچے کو باقاعدہ استاد رکھ کر مصوری. موسیقی. گانا صرف اسی صورت میں سکھایا جائے جب اس میں اس کا مادہ ہو. ورنہ کوئی فائدہ نہ ہوگا. فنون لطیفہ جبریہ کبھی نہیں آسکتے. ان کا جبریہ سیکھنا بچہ کے دماغ پر بہت برا اثر ڈالے گا. اسے ہمیشہ کے لئے فنون لطیفہ سے متنفر کر دے گا.

بچوں کی تفریح کے سامان میں کتابوں کا درجہ بہت بڑا ہے. خاص کر اس زمانہ میں جب خاص طور پر بچوں کے لئے ہزاروں طرح کی رنگین و باتصویر کتابیں چھپتی ہیں. ہر بچے کے کمرے کی الماریاں ہر قسم اور ہر مضمون کی کتابوں سے بھری ہونی چاہئیں ان کے لئے خاص اخبار بھی جاری کرنے ضروری ہیں. اس طرح سے ان کی معلومات و لیاقت میں کہیں زیادہ ترقی ہوگی. بہ نسبت اس کے کہ آپ ان کا مطالعہ اسکول کے مقررہ سبق کے یاد کرنے پر محدود رکھیں. سینما بھی کبھی کبھی بچوں کے مناسب فلم دکھاتے ہیں لیکن سینما کی زیادہ چاٹ بچوں کو ہرگز نہ لگنی چاہیئے کیونکہ سینما ایک قسم کی خارجی تفریح ہے. بچپن کا زمانہ ایسا ہو کہ داخلی تفریح کا زیادہ حصہ ہونا چاہیئے.

چڑیا خانوں عجائب گھروں شہر کی مشہور عمارات و باغوں کی سیر کو بچوں کو اکثر لے جانا چاہئے اس سے ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے اور دلچسپی کا دائرہ بڑھتا ہے۔ اگر گھر میں صحن ہو تو ایک چھوٹا سا حصہ بچوں کو دے دینا چاہئے۔ پھل ترکاری بونے زمین کھودنے کا مشغلہ انہیں نہایت خوش و مشغول رکھے گا۔ بڑھئی بننے وانجینیرنگ سکھانے کے کھلونے ایسے لڑکے کو جس کا اس طرف رجحان ہے گھنٹوں خوش رکھے گا۔ لڑکیوں کے لئے ان کا پرانا گڑیوں کا کھیل اپنے اندر مشغولیت و دلچسپی کے ہزار ذرائع رکھتا ہے بلکہ خانہ داری کے ہر ایک شعبہ پر حاوی ہے اور کھیل کھیل میں ان سب میں انہیں ماہر بنا دیتا ہے۔

کھیل بچوں کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ ہے۔ ماؤں کا رجحان عام طور سے اس طرف سے بے پروائی کا ہے۔ بہت کم اس کی اہمیت کو سمجھتی ہیں بچے کی تفریح کی اسی طرح نگہداشت ہونی چاہئے جیسے اس کی تعلیم کی۔ بلکہ بچے کی تعلیم کا اصل ذریعہ تفریح ہے۔ تفریح کے ذریعہ وہ جو کچھ سیکھتا ہے وہ دل پر پتھر کی لکیر ہو جاتا ہے۔

بچپن کا زمانہ خوشی بے فکری و تفریح کا ہے۔ زندگی کے پر آلام سفر میں ایک ہی منزل ہے جہاں فکر و پریشانی پھٹکنے نہیں پاتی۔ یہ دور خوشی کا ہے اس دور میں تفریح کو تعلیم سے زیادہ درجہ ملنا چاہئے۔ بچے کے جذبات کو کسی طرح سے کچلنے یا اس کی آرزوؤں کو پامال کرنے کی کوشش نہ ہونی چاہئے بچپن کو ناامیدی۔ تباہی۔ شکست کے احساسات سے پاک خوشی۔ قہقہوں اور نغموں سے پر ہونا چاہیئے۔

شائستہ اختر بانو سہروردی -

**ناقابل اشاعت مضامین**۔ افسوس ہے یہ مضامین عصمت میں درج نہیں ہو سکتے۔ ۱۵ اپریل تک ارکا ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس بھیجے جا سکتے ہیں ۱۵ اپریل کے بعد ضائع کر دیئے جائیں گے۔ ایڈیٹر

زندگی کی قدر کرو۔ پردیسی سیتاں (نظم) غصہ کا نتیجہ۔ سوسائٹی کا ظلم۔ دودھ کے فوائد اور طریقہ استعمال۔ تعلیم نسواں (از غازی آباد) معجزات۔ ناکام محبت کی تمنا۔ خواب کی حقیقت (از پٹنہ) محترمہ نوشابہ کی بیماری کے متعلق۔ ماں کے نام بیٹی کا خط (ازم) دوست کا خط۔ الوداع۔ غرور کی سزا۔ عورتوں کی تعلیم (از پشاور) اخلاق (نظم) پھول (نظم) بھائی کا خط بہن کے نام (از آگرہ) محبت (افسانہ) اشعار نعتیہ (از گونتی) ہمدردی میری کہانی میری زبانی۔ خواتین سینما۔ نورجہاں کا مزار (نظم) عید (از پٹنہ) شباب سے کھنیاں بخار۔ سلطنت عثمانیہ کا پہلا فرمانروا۔ قینچی کا بجنا۔ ننھے کے ابا پلیٹ فارم۔ نند کی آرزو۔ اعمال کا نتیجہ۔ شوہر کا راز یا انجام جہالت۔ مذہبی تعلیم کی خوبی۔ انقلاب زمانہ۔ سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ السلام علیک یا امیر المومنین۔ کرشمۂ محبت۔ خانہ آبادی۔ ایس ایس اسلامی جہاز سے خط (مرسلہ از سیتاپور) انتظار۔ دل اور محبت دل کی مصلحت۔ مدینۃ الزہرا۔ عذرا (افسانہ) فردوس آشیاں بہن کے نام پیام۔ شہرت۔ آنسوؤں کا قطرہ۔ رحمۃ للعالمین (نظم) بسم اللہ اور ختم علی رحمت (نظم) وقت کی قدر۔ حسد (از بھوپال) غسل کا طریقہ۔ علمی معلومات (از بنگلور) مصیبت اور خوشی۔ جمنا کی سیر [illegible] (افسانہ) (از ریواڑی) زندگی کے زہریلے جراثیم۔

# ترکن کی لوری

اے حاصلِ خلقت رات ہوئی　　اے تحفۂ قدرت رات ہوئی
اے تاجِ شرافت رات ہوئی　　اے وجہِ محبت رات ہوئی
اے طوطیٔ گویا چپ ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے باغِ فضیلت کے گلِ تر　　اے تاجِ خلافت کے گوہر
اے راہِ حقیقت کے رہبر　　اے نجمِ ہدایت رشکِ قمر
دن بھر چکا ہے اب سو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے آدم و حوا کے دل بند　　اے ملتِ بیضا کے فرزند
اے عقبیٰ و دنیا کے پیوند　　اے رسمِ تولا کے پابند
پھر صبح کو اٹھنا ہے سو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے غیرتِ مہ رشکِ خورشید　　اے جانِ تمنا روحِ امید
اے شمعِ شبستانِ صبحِ عید　　اے جلوۂ حق کے طالبِ دید
پھر سیر کریں گے اب سو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے ماں کے دلارے یوں ہی ہمک　　اے آنکھ کے تارے یوں ہی چمک
اے نخلِ تمنا یوں ہی بہک　　اے شاخِ تسلی اور پھپک
اے غنچہ چٹک کر گل ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
تجھ سے بہادر زندہ رہے　　بن تیغِ غزا رخشندہ رہے
آزادی تری پائندہ رہے　　اقبال کی ضو تابندہ رہے
بچہ سے جوانِ ذیجاں ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
تو ترک بچہ ہے یاد رہے　　آزاد رہا آزاد رہے
اسلام کے غم سے شاد رہے　　یوں خانۂ دل آباد رہے
کچھ کرنے کے قابل تو ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
ہے یاد تجھے پیمانِ ازل　　ہے قلب میں تیرے جوشِ عمل

ملنا ہے تجھے وہ زور وہ بل　　پامال کرے گا دشت و جبل
کرنا ہے بہت کچھ اب سو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
موتی ہوں تری گردن کی گہیں　　جو باغِ وطن کی ہوں نہریں
اے کاش رہِ مولا میں کٹیں　　ہم تجھ کو نبی پہ فدا کر دیں
ملت پہ شہیدِ وفا ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
مادر ہوں مگر میں ترکن ہوں　　محبوبِ خدا کی جوگن ہوں
اسلام پہ مر یا دشمن ہوں　　ڈس لوں گی تجھے وہ ناگن ہوں
بن مشعلِ دیں یا گل ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
ہیں یاد تجھے یارانِ نبیؐ　　بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
چل ان کے قدم بقدم اور جی　　بن خادمِ دیں شیدائے نبیؐ
یا دشتِ فنا میں گم ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے خالد مادر جانِ پدر　　سن گزرے ہیں کتنے ہی آ نور
کچھ کارِ شجاعت دکھلا کر　　سلطان صلاح الدیں بن کر
مشہورِ جہاں اے جان ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے شاخِ بنالِ آزادی　　دے بار نہالِ آزادی
اے جسمِ جمالِ آزادی　　بن جانِ کمالِ آزادی
تو بڑھ کے کمال آسا ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
خم خنجرِ خوں آشام نہ کر　　تو نامِ وطن بدنام نہ کر
بزدل کہلا وہ کام نہ کر　　اپنے خم کا منہ خام نہ کر
پی کر سرمستِ وفا ہو جا　　سو جا سو جا سو جا سو جا
اے ترک بہادر شیر ببر　　دشمن کا لہو پی کے نکھر
ہیں تیغ و تبر تیرے زیور　　تلوار کے جوہر دکھلا کر

آفاق میں تو ہی تو ہو جا | سو جا سو جا سو جا سو جا
ہتھیار لگا کر بن ٹھن کر | اعدا کی صفوں میں گھس گھس کر
دشمن کو لہو میں نہلا کر | منصور و مظفر آ جا گھر
یا وادیٔ غربت میں کھو جا | سو جا سو جا سو جا سو جا
نعروں سے زمیں کو ہلا دینا | دل دشمن کے دہلا دینا
ترکی ہمت دکھلا دینا | توپوں میں ہاتھ چلا دینا
اے ترکن کے پیارے سو جا | سو جا سو جا سو جا سو جا
میں تجھ کو بھی لڑتا دیکھوں گی | تن تن کے اکڑتا دیکھوں گی
دشمن سے بگڑتا دیکھوں گی | اس جھنڈے کو گڑتا دیکھوں گی
تو تیغ اٹھا اتنا ہو جا | سو جا سو جا سو جا
اب صبح اٹھاؤں گی تجھ کو | پیارے نہلاؤں گی تجھ کو
کپڑے پہناؤں گی تجھ کو | میں ترک بناؤں گی تجھ کو

اب رات بہت آئی سو جا
سو جا سو جا سو جا سو جا

عبدالرب صوفی الکانندی



# جالی کا کام

مارچ میں رسالہ جوہر نسوان دہلی کا خاص نمبر جالی کے کام کے متعلق کتابی صورت میں شائع ہوا ہے جس میں علاوہ کئی نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتوں کے ڈیڑھ سو سے اوپر نمونے اور ترکیبیں ہیں۔ ۴۸ نمونے بلاکوں کے ہیں۔ قیمت ۱۲/ بذریعہ وی پی۔ ۱۴/ مگر جوہر نسوان کے خریداروں سے ۸/ کی رعایت۔ اس نمبر کے متعلق (۱) مہ جبین صاحبہ بنت خان بہادر ڈاکٹر حکیم سلیمان اشرف صاحب سول سرجن ڈالٹن گنج لکھتی ہیں جوہر نسوان کا پانچواں خاص نمبر یعنی جالی کا کام جس کا انتظار بےچینی سے کر رہی تھی ملا۔ دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوئی خوبصورت خوبصورت دلفریب خاکے جو ایک دوسرے سے زیادہ خوبصورت ہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میری ناچیز دستکاری میں انشاء اللہ ایک اور خوشنما دستکاری کا اضافہ ہو جائیگا۔ میں آپ کی بیحد ممنون ہوں کہ آپ ہم بہنوں کے لئے اس قدر تکلیف برداشت کر رہی ہیں خدا پیارے جوہر نسوان دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ ترکیبیں اس قدر عام فہم ہیں ایک بار پڑھنے کے بعد نمونہ بالکل سمجھ میں آ جاتا ہے۔ (۲) مسز عبدالشکور صاحب صدیقی سب انسپکٹر ڈیلار گنج لکھتی ہیں۔ کل جوہر نسوان کے پانچواں خاص نمبر "جالی کا کام" بذریعہ وی پی وصول ہوا اسے دیکھ کر جو خوشی ہوئی بیان سے باہر ہے واقعی یہ کتاب نہایت ہی قابل قدر ہے جس نے پرانی صنعت کی یاد دل میں تازہ کر دی۔ اس کتاب کا ہر دستکار بہن کے پاس ہونا اشد ضروری ہے۔ (۳) آر کے درخشاں صاحبہ بجنور لکھتی ہیں جالی کے کام سے چونکہ مجھے دلچسپی نہ تھی میں نے انکاری خط لکھ دیا تھا مگر میں نے کل ایک بہن کے ہاں یہ دیکھا تو بہت پسند آیا اس قدر ۲۴ عمدہ اور دیدہ زیب نمونے ہیں کہ بیان نہیں کر سکتی۔ یہ نمبر جالی کے کام کا شوق رکھنے والی بہنوں کے لئے انشاء اللہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔ اس نمبر کو دیکھ کر ایک نظم لکھی ہے جو ارسال خدمت ہے۔

# حُسنہ

حُسنہ کو لوگ سمجھتے تھے کہ ایک خوش نصیب لڑکی ہے اور اس میں شک وشبہ کرنے کی گنجائش بھی کیسے ہو سکتی تھی۔ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے اسے بلا کا حسین بنایا تھا۔ جو دیکھتا اس کا گرویدہ اور جو ملتا اس کا مداح نظر آتا۔ قدرت جب فیاض ہوتی ہے تو اس کی فیاضیاں بے انتہا ہوتی ہیں۔ وہ پیدا بھی ایک شریف اور متمول گھرانے میں ہوئی تھی۔ ذہین بھی غضب کی تھی۔ پھر تہذیب اور فیشن پرستی نے اس کے حُسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس کی شادی کے کثرت سے پیام چلے آرہے تھے۔ آخر اُس کے باپ نے اس کی شادی ایک تنومند و خوشرو نوجوان سے کردی جس کی آمدنی حُسنہ کے اخراجات کو بآسانی برداشت کر سکتی تھی۔ حسنہ بھی اپنے شوہر سے خوش تھی۔ اور دونوں خوشی خوشی گردش زمانہ سے بے خبر اپنی اس گاڑی کو کھینچ رہے تھے جس میں دنیا کی آبادی کی کثیر تعداد بستی نظر آتی ہے۔ دن گذرتے رہے ان کی محبت بظاہر اسی رفتار سے ترقی کرتی رہی چند سال کے بعد حُسنہ کئی بچوں کی ماں تھی۔ وہ سیر تفریح کی شائق ہونے کے باوجود انتظام خانہ داری میں طاق تھی۔ بچوں کی دیکھ بھال اس عمدگی سے کی اور کرائی جاتی کہ دوسری مائیں اس کے بچوں کی تندرستی پر رشک کرتیں۔ لیکن فلک کجرفتار کو اس کا یہ مسرت وآرام پسند نہ تھا وہ ناز پروردہ حُسنہ کو باچشم پُرآب دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ ہنسی خوشی اور کامیابی کی زندگی گذار رہی تھی کہ اس کا شوہر قدرت کی ستم ظریفی کا شکار ہو گیا۔ اس کی موت نے حُسنہ کے ہوش وحواس زائل کر دیئے اس کا نازک دل اس صدمے کی تاب نہ لاسکا بار بار اس کو غش آنے لگے۔ ہمدردی کرنے والوں کو اس کو صحت کی طرف سے پریشانی رہنے لگی۔ وہ کھاتی نہ پیتی دن رات شوہر کی یاد میں رونا اس کا کام تھا۔ لیکن چند ماہ کے بعد اس کی شوخی وشرارت پھر عود کر آئی صحت میں ترقی ہوئی اور دیکھ بھال کرنے والوں کو یک گونہ اطمینان نصیب ہوا۔ تھوڑے عرصے بعد یہ خبر گرم تھی کہ حُسنہ نے بیوگی کا بدنما دھبا دوبارہ شادی کرکے مٹا دیا ہے۔ وہ ایک آشیانہ اجڑنے کے بعد دوسرا آشیانہ تیار کر رہی تھی۔ اور واقعی جب مرد بیوی کے مرنے کے فوراً ہی بعد نئی بیوی کے تصور سے دل کو تسکین دیتا ہے۔ اور اُس کے چہلم کے بعد ہی دوسری بیوی کو یتیم بچوں پر ظلم کرنے کے واسطے وارد کر دیتا ہے تو بچاری حُسنہ کا کیا قصور جو اُس نے بھی ایک آشیانے کے خاکستر سے دوسرے کی تجدید کی لیکن واقعی وہ قصوروار تھی۔ واقعی اس کا دل پتھر کا تھا۔ عورت کا دل عورت ہی خوب سمجھ سکتی ہے۔ لیکن حُسنہ بے خبر تھی اُس نے اپنا گھر آباد کرنے کی خاطر دوسری کا گھر اجاڑ دیا۔ اس نے اپنی گم گشتہ خوشیوں کی تلاش میں دوسری کا لطف ومسرت اطمینان وسکون کرکرا کر دیا اُس نے کیا ایک ظالمانہ فعل ایک سفاکانہ کام یعنی جس مرد کو اُس نے منتخب کیا وہ شادی شدہ تھا۔ وہ بیوی بچوں والا تھا آہ وہ کیسی ظالم تھی دوسرے کا گھر لوٹ لینے میں۔ وہ کیسی سنگدل تھی دوسری کی مسرت غصب کر لینے میں۔ مگر اس سے زیادہ ہو گا اس کا شوہر سنگدل تھا۔ اس نے کیسے کیسے عہد وپیمان بھلا دیئے تھے۔ اس نے کیسی کیسی الفت ومحبت کی باتیں فراموش کر دی

تھیں۔ اس کو خیال بھی نہ تھا کہ اس نے ایک ایسی ہستی کا دل سنگِ جفا سے چور کر دیا تھا جو اس کی دلداری کی مستحق تھی۔ آہ مرد مرد ہے عورتیں اس کو کبھی نہ سمجھ سکیں گی وہ کیسے کیسے اقرار کرتا ہے جب محبت کرتا ہے تو وہ خدا اور رسول اور کتاب مقدس کا واسطہ دیتا ہے کہ اس کی بیوی اس کی محبت کو پائدار سمجھے وہ اس کو پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط سمجھے۔ لیکن یہ سب سراب ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب مرد کی محبت ختم ہونے والی ہے۔ روز دوسری شادی کے لئے نہیں پہلی بیوی پر ظلم توڑنے کے لئے نئے نئے بہانے تراشتا ہے کوئی کہتا ہے بھئی کیا کروں بچہ نہیں ہوتا اس لئے عقد ثانی لازمی ہے۔ کوئی فتویٰ دیتا ہے اسلام نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے پھر کیوں نہ اس نعمت عظمیٰ سے متمتع ہوں۔ حسنہ کا شوہر چونکہ بیوی بچوں والا تھا۔ اس لئے اس نے یہ عذر معقول پیش کیا کہ اسلام چار بیویوں کی اجازت دیتا ہے۔ اس کی پہلی بیوی جو حسنہ کی ہمدردی میں جب اس کا شوہر مر گیا تھا پیش پیش تھی وہ رو رہی تھی اس سے ہمدردی کر رہی تھی اس سے بے خبر تھی کہ یہی وہ برق ہے جو میرا آشیانہ خاکستر کرے گی۔ اب حسنہ کا حکم تھا کہ پہلی بیوی اس کے موجودہ شوہر سے نہ مل سکے۔ وہ اس کی جائداد سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ کیونکہ شوہر وہ سب جائداد حسنہ کے نام لکھ رہا تھا۔ اور حسنہ کا اندیشہ بجا تھا وہ بیوفائی کی زندہ مثال تھا شاید وہ اس سے بھی بیوفائی کرتا۔ اس نے اس کی جائداد جو اس کے بچوں کا حق تھا دبالی تھی۔ کتنی ایسی دردناک مثالیں زمانہ پیش کرتا ہے۔ کتنی ایسی خود غرض مائیں ہیں جو اپنی لڑکیاں سوکنوں پر دیدیتی ہیں۔ کتنے ایسے نفس پرور مرد ہیں جو پہلے عہد و پیمان بھلا کر اور دوسری بیوی اور کر پہلی بیوی کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینک دیتے ہیں۔ شاید وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس غریب کے پہلو میں بھی اس چیز کا وجود ہے جس کو لوگ دل کہتے ہیں۔ کاش انسان اس قدر خود غرض اور بندہ حرص نہ ہوتا۔ موجودہ تعلیم نے تو کچھ حالات سنوار بھی دئے ہیں۔ ورنہ کتنی بیچاریاں خود اپنی ہی صنف کی خود غرضی کا شکار ہو گئی ہیں۔ کوئی آنکھ ان پر نہ روئی۔ اور کتنی ہیں جو مرد کی نفس پروری کا شکار ہو کر دنیا اور دین سے گئیں۔ آنکھیں کھولو۔ اپنی لڑکیاں سوکنوں پر مت دو۔ خود اپنے ہاتھوں اپنی صنف کا گلا مت کاٹو۔

انیس فاطمہ خانم

## عصمت کے ۲۸ سال کے پرچے ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۵ء تک کسی سال کا مکمل فائل بلکہ سال کی دو جلدوں میں سے

کوئی جلد مکمل موجود نہیں متفرق پرچے وہ بھی بہت تھوڑی تعداد میں باقی ہیں۔ قیمت فی پرچہ ایک روپیہ اس دور میں حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی اڈیٹری میں عصمت نہایت آب و تاب سے شائع ہو رہا تھا۔ کاغذ ولائتی نہایت اعلیٰ قسم کا لگایا جاتا تھا۔ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۳ء تک متفرق پرچے تھوڑی تعداد میں بچے ہوئے ہیں۔ کاغذ معمولی قیمت فی پرچہ آٹھ آنے ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۷ء تک جس سال کے پورے پرچے ہیں اُن کی قیمت چار روپے اور جس سال کے ۱۰ ماہ کے پرچے ہیں اُن کی قیمت ساڑھے تین روپے۔ ۱۹۲۸ء ۱۱ ماہ کے پرچے جن میں جوبلی نمبر بھی شامل ہے قیمت للعہ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۶ء تک بڑا سائز ہر فائل میں زیادہ تر سفید چکنے کاغذ کے پرچے ہیں لیکن بعض آرٹ کاغذ کے اور بعض معمولی [illegible] ہیں۔ سال کے پورے پرچوں کی قیمت چار روپے۔ دس ماہ کے پرچوں کی قیمت ساڑھے تین روپے ہر سال کے مکمل

[illegible]

# ایک زنانہ تہوار کے گیت

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو عصمت فروری ۱۹۳۷ء

## گیت نمبر ۵

| گیت | ترجمہ |
|---|---|
| بیوی۔ راجہ گنگا کے تیرے سُہاون سکھی ری۔ | راجہ گنگا کا کنارہ مجھے بہت پسند ہے |
| اُوہیں بنگلہ بنَو تیو بھلے ،، | بہتر ہوتا کہ وہیں بنگلہ بنواتے |
| ہُنہوں تو ہوں راج کرتن ،، | (اور اسی میں) ہم تم راج کرتے |
| شوہر۔ کا ہوئی بنگلہ بنوائے رے ،، | کیا ہوگا بنگلہ بنوا کر |
| کوکری بنگلہ میں راج رے ،، | (اور) کون اس میں راج کرے گا۔ |
| تیسرے بھینوا اوکہن جا بے ،، | (کیونکہ ہم تو تیسرے جنم کہیں چلے جائیں گے |
| بیوی۔ تہرے سنگ تُہوں چلبے ،، | تمہارے ساتھ ہم بھی چلیں گے |
| شوہر۔ روئی مرہیں مائی بابا ،، | میرے ماں باپ رو کر مر جائیں گے (اگر تم بھی چلی جاؤ) |
| بیوی۔ کیکر لائے ہم رہبے ،، | (پھر) ہم کس کے ساتھ رہیں گے |
| کاہے مں منوا لگو بے سکھی ری | کس چیز میں جی لگائیں گے |
| شوہر۔ ساسو سسرا سے راہیو ،، | ساس سسر کے ساتھ رہنا |
| من اُنہیں کے چرنن لائیو ،، | (اور جی انہیں کے قدموں (کی خدمت) میں لگانا |
| بیوی۔ کاہے لائیو ہمرا گو نوا | (جب ایسا ہی کرنا تھا تو کیوں لاگئے تھے |
| شوہر۔ گوری گونا جو ہم نہ آیت ،، | گوری گون اگر ہم نہ لاتے |
| دیکھت کونے صورتیا ری روپوا ،، | کس تدبیر سے یہ صورت دیکھتے |
| بیوی۔ جونے رُوپوا تم بھونرا ،، | جس صورت کے تم بھونرا ہو |
| برہن آنچ سُکھیں ،، | (وہ تمہارے دکن چلے جانے پر جدائی کی آنچ سے سوکھ جائے گی۔ |
| بن کی کُسلیا بنی جا بے ،، | (تو ہم) بن کی کوئل بن جائیں گے۔ |
| شوہر۔ برہن آنچ [illegible] | [illegible] |

## گیت

| گیت | ترجمہ |
|---|---|
| ست کی جوت جگا یُو ،، | ست کی جوت جگانا |
| اوہی جوتن چمکیو ،، | (اور) اسی جوت سے چمکنا |
| بیوی۔ سامی اہی جو دھرتی کھلیہ تو۔ | سامی جو یہیں کی زمین (تقسیم) پر کھیتی کرتے۔ |
| دھرتی ماتا ان دیتیں (زمین) (خوراک) ،، | تو دھرتی ماتا اناج دیتیں |
| شوہر۔ دکھن لوٹ جب آوبے ،، | دکن سے جب (کما کر) پلٹیں گے۔ |
| موتین مانگ بھروبے ،، | (تو اتنا لائیں گے) کہ موتیوں سے تمہاری مانگ بھرائیں گے۔ |
| بیوی۔ چرنن درشن جب ترسب ،، | قدموں کے درشن کو جب ترس جائیں گے۔ |
| موتین آگ لگو بے | (ان ترسا کر جو موتی لیں گے ان) موتیوں کو ہم آگ لگا دیں گے۔ |
| شوہر۔ راجن بتیا ہارو سکھی ری | میں راجہ سے بات ہار چکا ہوں |
| بیوی۔ راجن منتی کرتو ،، | (تم) راجہ سے عاجزانہ درخواست کرتے۔ |
| مائی با با کو سیوے ،، | (کہ مجھے معاف کیجئے) میرے ماں باپ کی سیوا کرنے والا اور کوئی نہیں |
| شوہر۔ چھتری بنس بوہو ماسو ،، | (میں جھوٹ کس طرح بولوں اور اور فوجی خدمت سے منہ کیسے چھپاؤں) کہ ہمارا خون گوشت چھتری خاندان کا ہے۔ |
| گوری تُسے لاج رکھتیو ،، | گوری تم کو بھی ان کی شرم رکھنا چاہئے |
| بیوی۔ بابا سے [illegible] | [illegible] |

| گیت | ترجمہ |
| --- | --- |
| بیوی دکھن کھیڑا اجڑتے (اُجاڑے) | کہ دکن کا ملک ہی اجڑ جائے |
| دکھن ہمکا کربال رہے " | دکن تو ہمارے لئے کربلا ہوگیا |
| شوہر۔ گوری آتنا بروگ نہ کرتو سکھی لی | گوری ابھی سے اتنا رنج نہ کرو |
| دونوں مہینہ بیتا دیتو " | یہ دو مہینے گزر جانے دو |
| تیسرے مہینہ میں دیکھت " | تیسرے مہینے میں دیکھا جائے گا۔ |
| رامن ہمیں کچھ کرتیں (ایسا) " | (شاید) رام کوئی ایسی صورت پیدا کرے |
| بہرن دکھنا بھوگت " | کہ ہم دونوں کو جدائی کی تکلیف |
| | نہ اُٹھانی پڑے۔ |

یہ گیت صفائی سادگی دلکشی اور مکمل مکالمہ کی صورت میں ہونے کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے کچھ عرصہ ہوا ایک صاحب شادی کے بعد ہی تعلیم کی غرض سے ولایت تشریف لے گئے ان کی بیوی کی سہیلیاں ہمجولیاں اس گیت کے اس بند کو

دکھن کھیڑا اُجڑے سکھی لی    دکھن ہمکا کربال رہے سکھی لی

یوں کہہ کر کہ۔

لندن کھیڑا اُجڑے سکھی لی    لندن ہم کا کربال (ہم کو کربلا) رہے سکھی لی

چھیڑا کرتی تھیں اس گیت میں کربلا کا لفظ بصورت کربال غور کے قابل ہے کہ کس خوبی سے تاریخ کا یہ غیر ملکی نام اور مذہبی روایات رکھنے والا خالص اسلامی لفظ ہندوستان کی خالص معاشرتی زبان میں بے تکلف داخل ہوکر ایک ہندی عورت کی زبان سے برمحل ادا ہوا اور نیچ جگہ پر انگوٹھی میں نگینہ کا کام دے گیا۔

## گیت نمبر ۶

(۱) جھنڈا کے لیے چلے پیتہ اے دیدی    (۲) سسرو تو کاہے آئیں "

(۳) [illegible] ہم کھایے اے دیدی    (۴) پردھن مٹھائیاں لے آئیں "

(۶) مٹھائی دھر دیہم کھایے اے دیدی (دیکھو۔ کہ کھائیں گے)

پے ہم نہ جانے دی دیسوا

لیکن ہم اُس دیس نہ جائیں گے۔

(۷) بہنا جو آئے اُنویا اے دیدی (بہن بھی)

(۸) بہنا تو کاہے آئیں اے دیدی

(۹) پردھن پوتھیا لے اس اے دیدی (بلون۔ کتابیں)

(۱۰) پوتھیا دھر دیہم پڑھے "

کتابیں رکھو پڑھیں گے

پے ہم نہ جابے اوی دیسوا

لیکن ہم اس دیس نہ جائیں گے

(۱۱) جیٹھوا جواے اُنویا اے دیدی

(۱۲) جیٹھوا تو کاے آس " "

(۱۳) پردھن کھلونا اے آئیں " (بلون پر)

(۱۴) کھلونا دھر دیہم کھیلبے

پے ہم نا جابے وی دیسوا

(لیکن ہم اس دیس نہ جائیں گے)

(۱۵) دیور اجواے اُنویا اے دیدی

(۱۶) پردھن گوریا اے آس " (گوریاں)

(۱۷) گوریا دھر دیہم کھیلبے " " "

(۱۸) سیاں سیاں جواے انویا " " (شوہر)

(۱۹) پردھن چھڑیا اے آئیں "

(بیلوں پر چھڑیاں لاد کرے آئے)

(۲۰) چھڑیاں دھرو ہم کھیلبے اے دیدی

پے ہم نہ جابے اوی دیسوا اے دیدی

(۲۱) ابکل چھڑیا کے مارن اے دیدی

(۲۲) مائی کے کوروا لوکا یو " (ماں۔ گود میں چھپی)

(۲۳) مائی لیہن چھپائی (یا لپٹائی) "

(۲۴) دوسری چھڑیوا کے مارن "

(۲۵) بہنی کے کوروا لوکا یو " (بہن)

(۲۶) بہنی لیہن چھپائی "

(۲۷) تیسری چھڑلوا کے مارن "

(۲۸) بھوجی کے کوروا لوکا یو " (بھاوج)

(۲۹) بھوجی دیہن جھٹکھا کورا دیدی

بھاوج نے ڈھکیل دیا

(۳۰) ہم اب بکہ کھائے سوپے "

زہر کھا کر سو رہیں گے

(۳۱) پے ہم نا جابے اوی دیسوا

لیکن ہم نہ جائیں گے اس دیس کو

اس دیس سے سسرال مراد ہے یہ گیت بہت صاف ہے علیحدہ مطلب لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس کو عموماً چھوٹی چھوٹی لڑکیاں گایا کرتی ہیں۔

بنی فاطمہ نقویہ
از سلطان پور

# جاپانی پڑوسن

جنوری کا مہینہ تھا کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ دانت سے دانت بج رہے تھے۔ اخبار اور ٹمپریچر برف باری اور بارش کی پیشین گوئی کر رہے تھے۔ صبح سے دن ابر آلود تھا۔ کہر ہر چہار طرف مسلط تھی۔ جگہ جگہ پانی جم گیا تھا۔ زمین کی تمام نمی نے یک لخت برف کی صورت اختیار کر لی تھی۔ بھاری بھاری اور کئی کئی کپڑوں سے آدمی لدے پھندے ہوئے تھے۔ ناک اور منہ پر تو بڑے چڑھا رکھے تھے۔ ہوا دماغ میں تیر کا کام کر رہی تھی۔ اسی مہینے سے موٹے موٹے اونی انڈرویر پہنے پڑتے ہیں۔ ۲۰ جنوری سے دو فروری تک قیامت کی سردی پڑتی ہے۔ نل اور کوئیں بھی اس سے محفوظ نہیں رہتے۔ ان کو بھی لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ صحن کے کوئیں کا پائپ جمنے کے خوف سے آج ہی اس پر پھونس کا چغہ پہنایا گیا تھا۔ چار بجتے بجتے سورج کی آخری کرنیں بھی کافوری پڑ رہی تھیں۔ سڑکوں کی بجلیاں روشن ہو چکی تھیں۔ تاریکی سرعت کے ساتھ ڈیرا جما رہی تھی۔ انگنائی میں اچھا خاصا اندھیرا ہو چلا تھا۔

میں کوئیں کا پائپ دیکھ کر واپس آ رہی تھی کہ دفعتاً کسی اجنبی صورت نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ ایک معمر جاپانی خاتون تھیں۔ پچپن ساٹھ کے پیٹے میں ہوں گی۔ پست قد دلی ہوئی مونگ کی دال کی طرح مرجھائی ہوئی صورت دبلی پتلی کمزور ہونے کے باوجود کنگھی چوٹی لباس سے درست تھیں۔ مجھے ان کے لباس پر چنداں اچنبھے کی ضرورت نہ تھی۔ یہاں کا معمول ہے ہر شخص اپنی حیثیت کے موافق لباس سے درست رہتا ہے۔ لباس کی یکسانیت تمیز و تہذیب کی وجہ سے امیر و غریب مالک نوکر میں مشکل سے پہچان ہوتی ہے۔

نووارد ضعیفہ نے لال لال پکی پکی کھاکی (نہایت لذیذ پھل) سے لبریز ایک ٹوکری پیش کی۔ پوچھنے لگیں کیا یہ پھل آپ کو پسند ہے۔ گھر کے درخت سے اترے ہیں۔ واقعی مجھے کھاکی بہت پسند ہے۔ بڑی شیریں اور لذیذ ہوتی ہے اس کی کئی قسمیں ہیں اور سب ہی خوش ذائقہ۔ میں نے شکریہ کے ساتھ ٹوکری لے لی اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ بڑی بی بہت خوش ہوئیں۔ جب چلنے لگیں تو میں نے بڑے اطمینان کے ساتھ سمجھا سمجھا کر کہا کہ اپنی اوکسما (صاحب خانہ) کا میری جانب سے شکریہ ادا کرنا اور کہنا کہ کسی اور روز تشریف لائیں۔ وہ بہت اچھا کہہ کر رخصت ہوئیں۔

بات آئی گئی ہوئی۔ بیسیوں مرتبہ ان ہی ضعیفہ کو گھر کے کام کاج میں مصروف پایا۔ تھوڑے دن بعد ایک بجلی والے نے آ کر کہا کہ آپ کے پہلو کے مکان میں ٹیلیفون کے تار آگے پیچھے کرنے ہیں اور ان تاروں میں آپ کے درخت کی ٹہنیاں حائل ہیں۔ چند شاخیں کاٹنی پڑیں گی۔ ہم نے اجازت دے دی۔ میرے پاس ایک اور ہمسائی بیٹھی تھیں۔ انہوں نے ان ضعیفہ کا مفصل قصہ سنایا۔ کہنے لگیں اس گھر کی اوباسان (بڑی بی) بڑی نیک بیوی ہیں۔ ان کے شوہر ایک مڈل اسکول کے ڈائرکٹر ہیں۔ دو بچے ہیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ دونوں فارغ التعلیم اور برسرکار ہیں۔ لڑکی کہیں باہر ملازم ہے۔ گھر میں بڑی بی کا ایک جوان بھانجا بھی رہتا ہے۔ وہ بھی کہیں ملازم ہے۔ غرض گھر میں چار آدمی ہیں۔ مکان بھی گھر کا ہے۔ اور مکلف سامان بھی موجود ہے مگر آپ نے کبھی نوکر

ذکر بھی نہ دیکھی ہوگی۔ ایک محلہ میں انہیں مکان خریدے پندرہ برس ہوگئے ہمیشہ خود ہی گھر کا سب کام کرتی ہیں۔ میں یہ سُنکر محو حیرت ہوگئی اور گھڑوں مجھ پر پانی پڑگیا۔ اب بھی جب کبھی اپنی حماقت کا خیال آتا ہے تو شرمندگی سے پیشانی عرق ریز ہوجاتی ہے۔ آنکھ سامنے نہیں ہوتی۔ راستہ میں انہیں دیکھتی تھی کٹ جاتی تھی۔ ایک روز میں نے ان سے اپنی ناواقفیت کی تلافی کی بحث کرکے کہنے لگیں کچھ مضائقہ نہیں۔ مجھے تو خیال بھی نہیں۔

اچھی حیثیت کی آدمی ہیں۔ دو منزلہ وسیع گھر کا ذاتی مکان ہے۔ گھر میں خوبصورت باغ ہے۔ جاپانی معاشرت کا پُرتکلف سامان موجود ہے۔ اس کے علاوہ ٹیلیفون۔ ریڈیو۔ پیانو۔ گرام فون۔ سینے کی مشین جو غیر ملکی چیزیں ہیں سب ان کے گھر میں ہیں۔ لیکن گھس لگانے کو ایک نوکر نہیں۔

ایک دن نوکر کا ذکر آیا تو کہنے لگیں اچھی نوکریں نایاب ہوگئیں۔ زیادہ تر کارخانوں اور اسٹوروں میں بھرتی ہورہی ہیں۔ نوکر رکھ کر مفت میں بدنامی مول لینی ہے۔ نوکر ہمیشہ مالک میں کیڑے ڈالتی ہے اور گھر کو بدنام کرتی ہے میں تو کچھ اس لئے اور کچھ اپنی صحت کے خیال نوکر نہیں رکھتی۔ جاپان سرد ملک ہے اس میں محنت نہایت ضروری ہے۔ اگر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہو تو قبض کی شکایت ہوتی ہے دوسرے جسم میں درد رہنے لگتا ہے گھر کے کام کاج سے بڑی ورزش اور جسم میں گرمی پیدا ہوجاتی ہے۔

اپنا پروگرام بتایا کہ ہر موسم میں صبح ساڑھے پانچ بجے بیدار ہوجاتی ہوں اور کپڑے بدل کر اول انگیٹھیوں میں آگ سلگاتی ہوں اس کے بعد ناشتہ تیار کرتی ہوں۔ سات بجے شوہر (شوہر) مدرسے چلے جاتے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد برتن دھو پونچھ کر اول باورچی خانہ کی جھاڑو دیتی ہوں اور اس کا فرش الماری میز سب گیلے کپڑے سے رگڑتی ہوں۔ پھر تمام گھر کی جھاڑو وغیرہ دے کر کمروں اور برامدے کو گیلے کپڑے سے صاف کرتی ہوں نیز ڈیوڑھی۔ اس کے بعد کپڑے دھوتی ہوں۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد کچھ ٹانکا ٹوپہ لے کر بیٹھتی ہوں۔ تین بجے سودا لینے جاتی ہوں یا گھر پر خرید لیتی ہوں اور اس کے بعد غسل خانہ گرم کرکے شام کے کھانے میں لگ جاتی ہوں۔ سات بجے تک کھانے سے فراغت پاکر اخبار پڑھتی ہوں۔ پھر نہا کر کچھ دیر سب ملکر بات چیت کرتے ہیں اور گیارہ بجے سو جاتی ہوں۔ واقعہ یہی ہے کہ بڑی بی تمام دن کُھڑ کُھڑ کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہیں۔ بھلا ایسی مصروفیت میں انہیں دوسروں کی غیبت اور فضول گپیں مارنے کا کہاں وقت جن کا ایک ایک منٹ اس قدر مصروفیت کا ہے۔

نوکر کا نہ رکھنا نہ میاں کی وجہ سے اور نہ کنجوسی کی وجہ سے بلکہ کچھ دور اندیشی اور سب سے زیادہ نسلی محنت کشی اس کا سبب ہے۔ جاپانی لوگ تعلیم میں بہت روپیہ صرف کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنی اولاد کو مقدور بھر تعلیم اور ہنر سکھانا اپنا اولین فرض سمجھتا ہے۔ جہاں روپیہ کا صرفہ مناسب سمجھتے ہیں وہاں ہرگز نہیں چوکتے۔ دسمبر میں ان ہی ہمسائی کے میاں یکایک بیمار پڑگئے۔ یقین کیجئے صبح سے شام تک ڈاکٹروں کی موٹروں کا تانتا لگ گیا ایک آیا ایک گیا۔ ان کی ناک سے خون جاری تھا کسی طرح بند نہ ہوتا تھا ضعیفی کا عالم تمام گھر پریشان تھا کئی ڈاکٹر مرض کی تشخیص کے لئے بلائے گئے آخر جب شام تک نہ رکا تو ان کو ہسپتال میں بھیجا گیا۔ جاپان میں ڈاکٹر بہت مہنگے ہیں۔ مگر اس موقعہ پر کافی روپیہ خرچ کیا۔ وہ بیچارے ابھی صاحب فراش ہیں گھر آگئے ہیں مگر علاج جاری ہے۔

اتنے بڑے گھر کی صفائی اس بڑھاپے میں کرنی پھر اپنے تن بدن کا بھی خیال رکھنا حیرت میں ڈال دیتا ہے آج تک بڑی بی کا ایک بال سفید نظر نہیں آیا ہمیشہ [illegible] سر دیکھئے۔ خدا معلوم ان لوگوں کی ہڈی میں سیسا پلا یا گیا ہے۔ خداوندا تو ہماری قوم کو بھی ان کے نقش قدم پر [illegible]

# ہماری بات چیت

ہر انسان دنیا کے تفکرات سے نجات حاصل کرنے کے لئے کچھ وقت بات چیت میں ضرور صرف کرتا ہے۔ بات چیت سے کچھ دیر کے لئے طبیعت بہل جاتی ہے اور دل کا غبار نکل جاتا ہے۔ اگر انسان کو گفتگو کے ذریعے اپنے دلی جذبات اور تاثرات کے اظہار کا موقع نہ ملے تو جینا محال ہو جائے۔ کیونکہ ہم اپنے دُکھ درد اور دلی کیفیات کو بیان کرکے دوسروں کو اپنا ہمدرد بنا لیتے ہیں جس سے ہم کو اطمینان اور سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ کسی بات کا حد سے تجاوز کرنا بُرا ہے۔ ہماری بہنیں اپنے اوقات کا بہت زیادہ حصہ فضول گفتگو میں ضائع کرتی ہیں۔ اور اس سے کوئی مفید نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔ اکثر خواتین کو نہ تو گفتگو کا سلیقہ ہوتا ہے اور نہ وہ یہ جانتی ہیں کہ کس موقع پر کس قسم کی بات چیت ہونی چاہیئے۔ گفتگو کرنا بھی ایک فن ہے۔ اور ہر شخص کو دوسروں سے بات چیت کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق چند باتیں جاننا اور ان کا لحاظ کرنا بیحد ضروری ہے۔

میں نے ایک بہن کو دیکھا کہ وہ جہاں بیٹھتی ہیں صرف اپنی گذشتہ امارت اور اپنے اعزا و اقربا کی شان و شوکت۔ احتشام و تجمل کے تذکرے شروع کر دیتی ہیں۔ سننے والیاں ان کی خودستائی سے گھبرا جاتی ہیں۔ اور طبیعت پر بہت جبر کرکے ان کی گفتگو سنتی ہیں۔ بعض بے تکلف سہیلیاں عاجز ہو کر طنزاً ان کی تعریف بھی کرتی ہیں۔ لیکن ان کو اس کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔ کہ فی الواقع ان کی مدح سرائی ہوتی ہے یا محض تضحیک کی جاتی ہے۔

ایک دوسری بہن ہیں جو فخریہ بیان کیا کرتی ہیں کہ میں خاندان کے ہر فرد پر حاوی ہوں حتیٰ کہ میرے شوہر بھی تعمیلِ حکم کے لئے سربسجود رہتے ہیں۔ اور ان کی مجال نہیں کہ ذرا بھی میرے فرمان سے سرتابی کریں۔ وہ جس مجلس میں بیٹھتی ہیں سوائے اس تذکرے کے کسی اور مبحث پر گفتگو نہیں کرتیں اور اپنی اس فتح و نصرت کو باعثِ اعزاز سمجھتی ہیں اور اس پر نہایت مسرت و شادمانی کا اظہار کرتی ہیں۔

میری ایک ملنے والی خاتون ہمیشہ اپنی مظلومیت۔ دکھ اور درد کے طویل افسانے بیان کرتی ہیں کبھی اپنے داماد کی بے اعتنائی پر تاسف کرتی ہیں۔ اور اپنی لڑکی کی تکالیف اور مصائب کے درد انگیز حالات بیان کرکے زار و قطار رونا شروع کر دیتی ہیں کسی دن اپنے ننھے بچے کی علالت کی وجہ پریشانی کا اظہار کرتی ہیں۔ بعض اوقات اپنے شوہر کے اسرافِ بیجا کی شاکی ہوتی ہیں۔ اور اپنے گھر کی تباہی اور اعزا کی بے اتفاقی پر افسوس کرتی ہیں۔ غرضکہ وہ جس مجلس میں ہیں سب پر اپنے آہ و فغاں سے رقت طاری کر دیتی ہیں اور ایک مسرت خیز اور خوشگوار فضا کو مسلسل اور لامتناہی غم و اندوہ کی داستان سے مکدر کر دیتی ہیں۔

یوں تو دنیا میں شاید ہی کوئی شخص ہو جو افکار و آلام سے بالکل آزاد ہو۔ سب کو کسی نہ کسی بات کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ بعض لوگ سب کچھ [illegible] برداشت کر لیتے ہیں اور کوئی ہر وقت اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کا دُکھڑا رویا کرتا ہے ہر موقع

پھر ایک ہی بات کے اعادہ کرنے سے سننے والیوں کو کوئی دلچسپی نہیں رہ جاتی، ہمہ وقت اپنی بے بسی اور بے کسی اور بے چارگی کا مظاہرہ کرنے سے ہمدردی نہیں حاصل ہوتی بلکہ ضبط و تحمل سے۔

بعض بہنوں کو اپنی شخصیت کے نمایاں کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اور وہ ہر مجلس میں خواہ مخواہ سب کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ میں نے ایک خاتون کو دیکھا کہ وہ دوسروں کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھیں۔ جب کوئی اور بہن بولتیں تو وہ فوراً گفتگو کا رُخ بدل کر خود بولنا شروع کر دیتی تھیں۔ اگر دوران گفتگو میں کسی دوسری خاتون سے کوئی غلطی ہوتی تو وہ جھٹ سے اصلاح کر دیتی۔ یا اگر کسی مطلب کے اظہار کے لئے کسی بہن کو مناسب الفاظ تلاش کرنے میں توقف ہوتا تب بھی وہ ہرگز خاموش رہتی تھیں۔ بلکہ فوراً کچھ الفاظ کے ذریعے سے جملے کو پورا کر دیتی تھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ خاتون موقع و محل کو بغیر سمجھے ہوئے ہر ایک دوسروں کی گفتگو میں دخل انداز ہوتی تھیں۔ اور ہر نہج سے اپنی شخصیت و لیاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتی تھیں۔ ان کی اس طرز عمل سے دوسروں کے دلوں میں بجائے ان کی شان و عظمت قائم ہونے کے سب کو ان سے دلی نفرت ہو گئی۔

ایک سن رسیدہ خاتون کی یہ عادت ہے کہ وہ ہر شخص سے مختلف خانگی امور کے متعلق سوالات کیا کرتی ہیں۔ گو کہ ان کے استفسارات نہایت خلوص اور ہمدردی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور وہ ہر بہن کو بہت نیک نیتی سے اپنے تجربات کی بنا پر رائے دینے کے لئے تیار رہتی ہیں لیکن عموماً خواتین اپنے تمام راز کو دوسروں پر افشا کرنا ناپسند کرتی ہیں۔ اگر کسی بہن کو اپنے رموز کے بتلانے میں ذرا بھی تامل ہوتا ہے تو وہ ناخوش ہو جاتی ہیں۔ مثلاً وہ ہر خاتون کے آمدنی وسائل۔ آمد و خرچ کا پورا حساب۔ مختلف رشتہ داروں کا برتاؤ اور سلوک۔ ان کے طرز معاشرت کو جاننا چاہتی ہیں۔

دوران گفتگو میں اس قسم کے سوالات کرنا نامناسب ہے۔ کیونکہ بہت سی بہنیں بظاہر بہت اطمینان اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ لیکن اندرونی حالت کچھ اور ہی ہوتی ہے جس سے وہ ہر شخص کو آگاہ نہیں کرنا چاہتیں۔

ایک اور بہن ہیں وہ جب کسی سے ملتی ہیں تو دیکھتے ہی یہ ضرور کہتی ہیں کہ بہن! تم آج کل بہت دُبلی ہو۔ تم نحیف و کمزور ہو گئی ہو۔ تم خوب کھاؤ۔ پیو تاکہ فربہی آ جائے۔ بہرحال وہ ہر شخص کو ہر ملاقات کے وقت پہلے سے زیادہ دُبلی و لاغر بتاتی رہیں۔ اگر ان کے کہنے کے مطابق ہر شخص برابر دُبلا ہوتا رہے تو نہ معلوم چند سال میں اس کی کیا حالت ہو جائے۔

یہ غلط فہمی ہے کہ کسی شخص کو دُبلا اور لاغر کہنے سے وہ خوش ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کا طبیعت پر بہت اثر پڑتا ہے اور [illegible] اپنی صحت کے متعلق فکر دامن گیر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی موٹا ہے تو اُس کی فربہی کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں [illegible] ہی خلاف تہذیب ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ہماری بہنوں کو ہمیشہ ایسے موضوع پر گفتگو کرنی چاہیئے۔ جو سب کی دلچسپی کا باعث ہو [illegible]

[illegible] قابلیت کے اظہار کے لئے ایسے مضمون پر گفتگو کرنی چاہیئے جس [illegible]

[illegible]

نہ ہو۔ طعن وتشنیع سے قطعی پرہیز کرنا چاہیئے۔ اس سے آپس میں بے لطفی پیدا ہو جاتی ہے۔ مذہبی مباحثے بھی حتی المقدور ہرگز نہ کئے جائیں۔ اگر آپ کو کسی بہن سے کسی مسئلے میں اختلاف ہے تو خواہ مخواہ شدومد کے ساتھ مخالفت کے لئے برسرپیکار نہ ہو جائیے۔ ہماری بہنوں کا بہت سا وقت دوسروں کی غیبت میں گذرتا ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ بعض خواتین کو دوسروں کی برائیاں سننے میں بھی خاص لطف آتا ہے۔ یہ عادت بھی بیحد معیوب ہے۔

مسز سید احمد یحیٰی شہری

# دانت کی بیماریاں

گرم چیز جیسے زیادہ گرم روٹی جلتا سالن وغیرہ کھا کر اوپر سے ٹھنڈا پانی مت پیو اس سے دانتوں کو نقصان پہونچتا ہے۔ اور دانت سے کوئی سخت چیز مت توڑو اس سے دانت اور آنکھ دونوں کو صدمہ پہونچتا ہے۔

منجن جو عورتوں کے لئے بہت مفید ہے۔ دو تولہ بادام کے چھلکے جلے ہوئے اور چھ ماشہ زرد کوڑی کی راکھ اور چھ ماشہ مصطگی سب کو باریک پیس کر رکھ لیں اور ہر روز ملا کریں۔

**دوسرا منجن**۔ دکھنی مرچ۔ رومی مصطگی۔ عاقر قرحا قلمی تج۔ یہ سب چیزیں ایک ایک پیسہ کی کھریہ دو پیسہ کی گیرو دو ماشہ ان سب چیزوں کو باریک پیس کر رکھ لیں اور کام میں لائیں۔

**تیسرا منجن**۔ بہت آزمایا ہوا۔ سات ماشہ بارہ سنگے کا جلا ہوا سینگ اور سات ماشہ چھوٹی مائیں اور سات ماشہ ناگر تھا اور سات ماشہ گل سرخ اور سات ماشہ پھٹکڑی اور پونے دو ماشہ نمک لاہوری باریک پیس کر رکھ لیں اور ہر روز ملا کریں۔

**چوتھا منجن**۔ دانت کیسے ہی کمزور ہوں اور ہلنے لگے ہوں اس منجن سے جم جاتے ہیں مسوڑھوں سے اگر خون بہتا ہو اس کو بھی مفید ہے۔ رومی مصطگی، پھٹکری خام۔ لوبان بنگجراحت۔ طباشیر۔ لوہے کا برادہ سیاہ مرچ۔ سفید گول مرچ کیکس۔ چکنی چھالیہ۔ مازو سیکٹری۔ جڑ بیری کی چھال۔ گوندنی کی چھال۔ جامن کی چھال۔ یہ سب چیزیں ایک ایک ماشہ لیکر باریک پیس کر رکھ لیں اور رات کو ملکر پانی کھا کر سو رہیں صبح کو ایک شاخ کھجور کے پانی میں جوش دے کر کلی کریں۔

**پانچواں منجن**۔ جو دانتوں کے درد اور داڑھ نکلنے کے لئے بہت مفید ہے۔ رومی مصطگی۔ عاقر قرحا۔ نمک لاہوری۔ تمباکو سب تین تین ماشہ ملا کر باریک پیس کر لیں اور منہ میں لگا لیں۔

[illegible]

# بستی سے دور پرماتما کی یادیں

کیوں سندر آج بھی تم اکیلی ہی آئی ہو۔ رتنا کیوں نہیں آئی تم لڑکیوں میں تو کھیل کا مزا نہیں۔ محمودہ بھی آج کل لکھنؤ گئی ہوئی ہیں"۔ یہ استفسار سندر سے میں نے اس وقت کیا تھا جب ہم لوگوں کے صرف کھانے کھیلنے کے دن تھے رتنا بالکل میرے ہم عمر تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ وہ مجھے دوسری سہیلیوں سے زیادہ عزیز تھی وہ بھی مجھ پر جان دیتی رتنا اپنے چچا پنڈت رام کشن کے مکان میں جو میرے مکان سے تھوڑے فاصلے پر تھا رہتی تھی وہ اکثر میرے پاس آتی اور گھنٹوں کھیلا کرتی "ہوا کیا تم نہیں جانتیں رتنا کا تو بیاہ ہو رہا ہے کل بارات آئی ہے ان کی چاچی جی نے روک دیا نہیں تو وہ بھی میرے ساتھ آرہی تھیں" سندر نے جواب دیا اس کے بعد ہم لوگ کھیلنے لگے۔ دوسرے دن شام کو رتنا کی ماں اور چچی وغیرہ اس کو اپنے ساتھ لے کر آئیں اور میری والدہ کے پاس بیٹھ کر اس کی شادی کے متعلق گفتگو کرنے لگیں۔ ان لوگوں کی بات چیت تو میں نے غور سے نہیں سُنی صرف اتنا یاد ہے کہ رتنا کی ماں نے بتایا تھا کہ اس کے سسر کو پانچ سو روپیہ دینا طے ہوا تھا جس میں سے ساڑھے چار سو تو نقد دے دیا گیا ہے بقیہ گونا سے پہلے دینے کا وعدہ ہے۔ آج خلاف معمول رتنا بہت سے زیور پہنے ہوئے تھی اور اُس کی مانگ میں سیندور بھرا ہوا تھا زرد رنگ کی ریشمی ساری کا آنچل گرا ہوا تھا جو اُس کے معصوم چہرہ پر بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا کچھ دیر تو میں خاموش ان لوگوں کے پاس بیٹھی رہی مگر پھر مجھ سے نہ رہا گیا رتنا کو اشارہ سے بلا کر بالا خانے پر چلی گئی اور تھوڑی دیر تک وہاں کھیلتی رہی اس کے بعد وہ اپنی ماں وغیرہ کے ہمراہ گھر چلی گئی۔ اسی طرح وہ قریب قریب روزانہ آتی اور میرے ساتھ کھیلا کرتی مگر کچھ دنوں کے بعد میں الٰہ آباد پڑھنے کے لئے بھیج دی گئی۔ اور جب چھٹیوں میں گھر آتی تب ہی رتنا سے کھیلنے کا موقع ملتا وہ بھی اپنے گھر کے چھوٹے موٹے کاموں سے فارغ ہو کر میرے پاس آتی کبھی کھیلتی اور کبھی دیر دیر تک اسکول کی باتیں پوچھا کرتی کیونکہ اب اسے کھیل کود سے زیادہ میرے اسکول کی باتوں سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی وہ فطرتاً بہت ذہین اور سمجھدار واقع ہوئی تھی پڑھنے لکھنے کا اس کو بیحد شوق تھا مگر افسوس کہ وہ اعلیٰ تعلیم نہ حاصل کر سکی تاہم اس نے اس قدر ہندی سیکھ لی تھی کہ بے تکلف خط و کتابت کے علاوہ رامائن بھی پڑھ لیتی۔

وقت گذرتا گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ بڑھتے گئے جب ہم لوگوں نے اپنی عمر کے چودھویں سال میں قدم رکھا تو رتنا کے گھر میں اس کے گون یعنی رخصتی کی تیاریاں ہونے لگیں اس کے سسر نے کہلا بھیجا کہ بیساکھ میں آکر ہم گونا لے جائیں گے مگر اس سے قبل شادی کی بقیہ رقم ادا ہو جانی چاہیئے۔

بیساکھ آ گیا مگر رتنا کے سسر نے گونا کی تاریخ مقرر کرنے کے لئے کوئی آدمی نہ بھیجا ایک روز پنڈت رام کشن کاروبار کے سلسلے میں الٰہ آباد گئے ہوئے تھے کہ رتنا کے سسر سے اتفاق سے ملاقات ہو گئی۔ انھوں نے پچاس روپیہ جو اس وقت ان کے [illegible] پیش کئے اور خیریت دریافت کرنے لگے انہوں نے پہلے روپیہ کو جیب میں [illegible] کہنے لگے بیساکھ

سمجھا دینا بچہ تو چار مہینے ہوگئے کہ گذر گئے ۔ واضح ہو کہ رتنا کے سسرال والوں نے اس کے شوہر کی وفات کی بروقت اطلاع اس لیئے نہیں کی تھی کہ مبادا شادی کا بقیہ روپیہ وصول نہ ہو ۔ سمدھی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر پنڈت جی سکتہ میں آ گئے رنج والم کا پہاڑ سر پر ٹوٹ پڑا آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا معصوم بھتیجی کا چہرہ نظروں کے سامنے پھرنے لگا اور سوچنے لگے گھر جا کر کس منہ سے کہوں گا کہ جو رتنا آج کل میں دلہن بننے والی تھی ودھوا ہو گئی ۔

رتنا بیوہ ہو گئی مگر اس کو اس کا غم نہ تھا وہ اپنی حالت میں نمایاں انقلاب نہ دیکھتی جب بڑی بوڑھیاں اس کی بیوگی پر رنج وملال کا اظہار کرتیں تو اس کو تعجب ہوتا اس کا شوہر مر چکا تھا مگر اُسے کوئی فکر نہ تھی اس کے خیالات ہنوز تبدیل نہ ہوئے تھے نہ اس کی مسرت اور دلچسپیوں میں کوئی تغیر ہوا ۔ وہ ازدواجی زندگی سے بے خبر شوہر کی اہمیت سے ناواقف محض تھی ۔ جب کبھی کوئی اسے زیور پہننے یا سیندور لگانے سے روکتا تو نہایت لاپروائی سے جواب دیتی " واہ میں گہنا کیوں نہ پہنوں مانگ کیوں نہ بھروں سب ہی تو زیور پہنتے ہیں سب کی مانگیں سیندور سے بھری ہیں "

زمانہ اور آگے بڑھا رتنا کی سب ہم عمر لڑکیوں کی شادی ہو گئی وہ موقع موقع سے میکے آتیں اور مہینہ دو مہینہ رہ کر اپنے اپنے گھر سدھارتیں ۔ وہ خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی لیکن پہلے کی طرح اب وہ بے فکر نہ تھی اُسے زندگی کی تلخیاں محسوس ہو رہی تھیں گرد و پیش میں اپنے کو منحوس ترین ہستی خیال کرتی زیورات پہننا اور سیندور لگانا جن کے لئے کبھی ضد کیا کرتی اب خود ترک کر دیا ۔ ہر وقت مغموم رہتی گھر کے کام کاج سے اگر کسی وقت فراغت پاتی تو رامائن پڑھ کر دل بہلاتی ۔ ایک دن اپنی بڑی بہن کے ہمراہ میرے گھر آئی تو والدہ اس کے گلاب سے مرجھائے چہرہ کو دیکھ کر بیحد متاثر ہوئیں اور اُس کی بہن سے کہنے لگیں " کیوں کیا رتنا کی دوسری شادی نہیں ہو سکتی اس کا تو گون بھی نہیں گیا تھا بیچاری زندگی کی کٹھن منزلیں کیونکر کاٹ سکے گی ابھی تو اس کی کچھ عمر ہی نہیں ہے " " نہیں ہمارے برہمنوں میں تو چاہے لڑکا شادی کے دوسرے ہی دن مر جائے دوسرا ودواہ نہیں ہو سکتا شاستر میں تو لکھا ہے کہ عورت دوسرا کرنے سے بے دھرم ہو جاتی ہے " ۔ رتنا کی بہن نے جواب دیا اور کہنے لگی " ان کو (رتنا کی طرف اشارہ کر کے) تو اب یہی چاہیئے کہ چاچی جی کی سیوا کریں گھر کا کام دھندا سر پر اُٹھا دیں بھائی بھاوج سے دب کر رہیں کیونکہ انہیں میں تو اب ان کا گذر ہے " بہن کے الفاظ سُن کر رتنا کے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے میں نے یہ دیکھ کر اپنے پاس بلا لیا اور ساتھ لے کر دوسری طرف چلی گئی اپنا ہمدرد سمجھ کر وہ میرے پاس بیٹھ کر بے اختیار کر رونے لگی اور پھر کہنے لگی " بوا میرے تو وہی دن اچھے تھے جب مجھے کچھ معلوم نہ تھا سمجھ بڑھتی ہے اتنی ہی زندگی دشوار ہوتی جاتی ہے دن کا کاٹنا تو ابھی مجھ کو زیادہ دشوار نظر نہیں آتا مگر عورتوں کے ہر وقت کے طعنوں سے تو میرا کلیجہ چھلنی ہوا جاتا ہے اماں بھی مر گئیں اس سنسار میں تو میرا کوئی دکھائی نہیں دیتا دل میں آتا ہے کہ یہاں سے منہ کالا کروں اور کہیں بستی سے دور پرماتما کی یاد میں گذار دوں " میں نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی مگر میرے الفاظ حلق میں اٹک کر رہ گئے اور صرف اتنا کہہ سکی کہ " دیکھو رتنا کہیں ایسا کرنا نہیں تو مجھ کو رنج ہو گا " ۔ رتنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی " بوا اگر میں یہاں بھی رہاتی ہوں تو کوئی کہتا ہے ودھوا کا سنگار اچھا نہیں لگتا کوئی کہتا ہے کہ اسے ودھوا بننے والی [illegible]

بھیجتی تو مجھ کو وہاں جانا ہی کیوں پڑتی ہیں حالانکہ میں ہر وقت اپنی قوت سے زیادہ کام کاج کیا کرتی ہوں ابھی کل دو پہر ہی کی بات ہے کہ سید کا مجھے فارغ ہو کر ذرا میں باہر چلی تو بہن نے پکارا کہاں جاتی ہو میں جواب دینے ہی کو تھی کہ جھٹ بھاوج بول اُٹھیں ارے ان کو کیا جہاں جی چاہتا ہے وہاں جاتی ہیں بن کے پتے بگتے اور ان کا کام ہی کیا ہے" اتنا سننا تھا کہ میں وہیں کلیجہ تھام کر بیٹھ گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ بیری کی جھاڑیوں میں اُلجھ کر اسی میں گر پڑی ہوں جس کے کانٹے دل و جگر کے پار ہوئے جا رہے ہیں الٰہی میرا سا قسمت کسی بہن کو نہ دے۔

رتنا اپنی طبیعت میں استقلال پیدا کر چکی تھی وہ اپنی دھن کی پکی نکلی نہ اُسے گھر کی محبت کا خیال ہوا نہ اعزا کا اور نہ میری التجا کا کوئی اثر۔ ایک روز شہرت ہوگئی کہ رتنا غائب ہے۔ رات کو گھر چھوڑ کر کہیں چلی گئی بستی میں اس کے بھاگنے کے متعلق طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں کوئی کہتا اس کا سنگار ہی غضب کا تھا کوئی کہتا وہ بڑی چینی تھی کہیں جا کر دوسرا کرے گی کوئی جس کو اس سے کچھ ہمدردی تھی کہتا نہیں اس کے ہمدردی سے دل میں رنج تھا اپنی جان نہ کھو ڈالے۔ غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں لیکن باوجود تحقیقات کے اس کا نشان تک نہ ملا میرے دل پر اس کے چلے جانے کا غیر معمولی اثر ہوا اور اس عدم موجودگی سے اکثر میں اپنے دل میں بہت کڑھتی اور خیال کیا کرتی کہ کیا ہندو دھرم میں بیوہ کی شادی جبکہ وہ ہوشیار ہونے سے پہلے ہی شوہر کے دیدار سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے ناجائز قرار پانا عورت پر انتہائی ظلم نہیں ہے۔

رتنا کو گم ہوئے عرصہ ہوگیا بستی کے آدمی نیز اس کے اپنے رشتہ دار اس کو بھول چکے تھے اکثر لوگوں کو اس کی موت کا بھی یقین ہوگیا تھا میں اپنی ایک سہیلی کے یہاں فیض آباد آئی ہوئی تھی ان کا ایک مکان دریائے سرجو کے کنارے واقع تھا وہ لوگ چھٹیوں کے ایام زیادہ تر وہیں بسر کیا کرتے میں بھی چونکہ دسہرہ کی تعطیل میں آئی تھی لہذا وہیں ٹھیری۔

ایک دن حسب معمول رات کو ہم لوگ دریا کے سیر کر رہے تھے رات بہت خوشگوار تھی چودھویں تاریخ کا چاند پوری آب و تاب سے نکلا ہوا تھا اور اس کی روپہلی روشنی میں ندی کا متحرک پانی ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا رانی اندر اپنے آنچل کو اس دلفریب انداز سے حرکت دے رہی ہے کہ راجہ اندر جان سے نچھاور ہونے کو تیار ہے۔ سیر کرتے کرتے ہم لوگ کچھ دور نکل گئے اور وہاں ایک جگہ بیٹھ کر خوش گپی میں مصروف ہوگئے۔ ابھی ہماری پُر لطف باتوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ "بوا سلام" کی نہایت دھیمی آواز پر چونک پڑی سر اُٹھا کر دیکھا تو ایک عورت گیروے کپڑوں میں لپٹی میری طرف جھکتی نظر آئی میں نے پوچھا تم کون ہو مگر جواب دینے کے بجائے وہ مجھ کو لپٹ کر رونے لگی پہلے تو میں سخت گھبرائی کہ یا الٰہی یہ کون ہے اور کیوں اس قدر رو رہی ہے مگر فوراً ہی گمشدہ رتنا کا خیال آگیا اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا "ارے رتنا! تمہاری یہ حالت! تم یہاں کہاں! میری نظریں مجھ کو دھوکا تو نہیں دے رہی کیا یہ بچپن کی سہیلی رتنا اس دنیا میں موجود ہے۔"

"ہاں بوا تمہارا خیال درست ہے میں وہی بدنصیب رتنا ہوں۔" اس نے ہچکیوں کے درمیان اپنی [illegible] گفتگو جاری کرتے ہوئے [illegible] تمہاری رتنا اب جوگن ہوا [illegible] تمہارے رونے سے میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے [illegible] [illegible] کے بچھڑوں کو

جن کے ملنے کی امید نہ تھی ملا دیا اور یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیسے پہونچ گئیں کیونکر گذر کرتی ہو اور میری موجودگی کو تم کیسے جان گئیں میں نے جلدی جلدی پوچھا دیہات میں تو سب اچھے ہیں بھیا اور ان کی بیوی بچے خیریت سے ہیں" اس نے دریافت کیا۔ رتنا بتی تم کو فراموش کر چکی بھائی بھاوج اور ان کے بچے سب اچھی طرح ہیں وہ لوگ تم سے چھٹکارا پا کر مطمئن ہیں مگر پہلے تم اپنی رام کہانی سناؤ میرا دل تمہاری بپتی سننے کے لئے بے چین ہے" میرا جواب سن کر اس نے ایک آہ سرد بھری پھر کہنے لگی "گھر سے تن پر کپڑا اور رامائن لے کر نکلی تھی رستہ کا قصہ تو بہت لمبا ہے بس یہ سمجھ لیجئے کہ کسی طرح مرتی جیتی رام بھگوان کے گھر میں پہونچ گئی اور جو اپنی دل سے چاہتی تھی رات بھر اسی کٹیا (قریب کی ایک کٹی کی طرف اشارہ کرکے) میں رہتی ہوں دن میں کسی مندر میں چلی جاتی ہوں اور وہیں پوجا پاٹ میں دن گذار دیتی ہوں اور شام تک اس ظالم پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا ہے۔ پرماتما کی کرپا سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی دن رات رام بھگتی میں لگی رہتی ہوں ہر وقت انہیں کا دھیان من میں رہتا ہے رات کے وقت جب ساری دنیا نیند کے خراٹے لیتی ہوتی ہے مجھ کو رامائن پڑھنے میں بڑا آنند آتا ہے۔ ہاں بوا ایک بات آپ سے کہنی بھول گئی بستی میں میری موجودگی کی خبر کسی کو نہ دیجئے گا ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں ورنہ شاید کوئی آوے تو جس طعن تشنیع کی دنیا سے منہ موڑ چکی ہوں اسی میں پھر جانا پڑے اچھا اب رات زیادہ آ ئی۔ اور ٹھیرنے کا وقت نہیں ہے چلئے ذرا میری کٹیا بھی دیکھ لیجئے اسی میں بیٹھی رامائن پڑھ رہی تھی کہ آپ کی آواز سنائی دی دل ایسا بے قرار ہوا کہ آواز کو بغیر اچھی طرح پہچانے آپ کے پاس آ پہونچی۔

رتنا سے رخصت ہوکر ہم لوگ مکان واپس آئے سب فوراً اپنے اپنے بستر پر لیٹ کر سو گئے۔ لیکن میں رتنا کی خلاف توقع اچانک ملاقات سے اس قدر متاثر ہوئی کہ تمام رات نیند نہ آئی اور ان ہی خیالات میں صبح ہوگئی کہ کیا رتنا اسی لئے پیدا ہوئی تھی کہ اس کا معصوم دل بے رحم زمانہ کے ہاتھوں مسل ڈالا جائے بے بسی کی بدولت وہ زندگی سے بیزار ہوجائے اور بیدرد جاہل عورتوں کے طعنے اس کو اس دنیا میں رہ کر دنیا سے ہاتھ اٹھانے پر مجبور کردیں۔

زیب النساء خاتون

(صفحہ ۲۷۲ کا بقیہ)

اور ہندوستانی کسی حالت میں بھی اس بار کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس کا مشاہدہ نقالان یورپ کی حالت سے ہو سکتا ہے کہ ایک اپٹوڈیٹ ملازمت پیشہ جنٹلمین کے مصارف، ایک پابند وضع ہندوستانی رئیس سے بھی بڑھے ہوئے ہوتے ہیں مولوی مرغوب احمد اگر چاہتے تو بآسانی مغربی قسم کے تکلفات شادی میں مہیا کر سکتے تھے مگر ان کی حیثیت کی مطابق ایک پارٹی اور ایک ڈنر کے مصارف جس قدر ہوتے اسی کے اندر برادرانہ محبت، یگانگت اور بے تکلفی اور دعوت عام کی جو شان مشرقیت پیدا ہوگئی وہ میسر نہ ہو سکتی تھی۔ کئی ایسے عزیز تھے جو اپنے مصارف سے شریک ہوئے اور کئی عزیز ایسے تھے جن کو خرچ بھیج کر بلایا گیا اور مدت کے بچھڑے ہوؤں کو ملنے کا موقع دیا۔

بہن شائستہ بانو صاحبہ سہروردی بی اے آنرس نے جو خیالات رسموں کی ضرورت کے عنوان سے ماہ فروری کے عصمت میں لکھے ہیں وہ بہت پسندیدہ اور قابل تعریف ہیں ہمدردی بہنوں کو بھی توجہ کے ساتھ اس تحریک کو جاری رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (باقی آئندہ)

امۃ الوحی

# صوبوں کی مجالسِ آئین ساز

مارچ کے پرچے میں صوبوں کی مجالس آئین ساز" کی تعداد اور اُن کی اجزائے ترکیبی کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ کن کن صوبوں میں دو دو ایوان ہوں گے اور کن کن میں صرف ایک۔ اس وقت ہم مختصراً یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صوبوں کی مجالسِ آئین ساز کا طریق کار کیا ہو گا۔

صوبوں کی مجالس آئین ساز کے اجلاس سال میں کم سے کم ایک مرتبہ ہونے ضروری ہیں ایوانات مذکورہ بالا کے اجلاسوں کے درمیان بارہ ماہ کی مدت نہ گذرنی چاہئے

ہر صوبے کا گورنر مجلس اور جن صوبوں میں دو ایوانات ہیں اُن میں مجالس قانون ساز کے اجلاسوں کا وقت مقرر کرے گا جس مدت کے لئے وہ مجالس کے اجلاس کا تعین کرے اُسے وہ اپنی مرضی سے بڑھا سکتا ہے اور وہ صوبے کی لیجسلیٹو اسمبلی کو توڑ بھی سکتا ہے۔

جدید قانون حکومت کے نفاذ کے چھ ماہ کے اندر اُسے ایوان یا ایوانوں کا پہلا اجلاس منعقد کر دینا چاہیئے۔ گورنر کو یہ حق بھی حاصل ہو گا کہ وہ مجالس آئین ساز میں تقریر کر سکے اور وہ اس کا بھی مجاز ہو گا کہ زیریں اور بالائی دونوں ایوانوں کو مشترکہ طور پر طلب کر سکے۔ صوبوں کے مجالس آئین ساز کی زبان انگریزی ہو گی یعنے جملہ کارروائیاں اور تقریریں انگریزی زبان میں ہوں گی تاہم اگر ایسے ضوابط بنا دئے جائیں کہ وہ لوگ جو لوگ اچھی طرح انگریزی نہیں جانتے مجالس ہائے قانون ساز کے علٰحدہ علٰحدہ یا مشترکہ اجلاس میں دوسری زبانوں میں تقریریں کر سکیں تو وہ صوبے کی زبان میں تقریر کر سکیں گے۔

مجالس ایوان ساز کے ہر رکن کو مجلس میں پہلی دفعہ شرکت کرتے ہی گورنر یا کسی اور شخص کے روبرو جسے گورنر نامزد کرے حسب ذیل حلف لینا پڑے گا۔

"میں اس ایوان کا رکن منتخب یا نامزد ہوا ہوں اور صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میں ملک معظم شہنشاہِ ہند اُن کے ورثا اور جانشین کا وفادار اور حقیقی طور پر اطاعت کیش رہوں گا اور جن فرائض کی ادائیگی شروع کرنے والا ہوں انہیں نہایت وفاداری سے ادا کروں گا"۔

مجالس ہائے قوانین کے وہ ارکین جو کسی ریاست کی رعایا ہیں اُن کا حلف نامہ اس سے ذرا مختلف ہے جو حسب ذیل ہے:-

"میں اس ایوان کا رکن مقرر یا نامزد کیا گیا ہوں اور صدق دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جو وفاداری اور اطاعت شعاری بجا لانے واسطے ملک ان کے ورثا اور جانشینوں کی واجب ہے اُس کے ماورا اپنی بحیثیت اس ایوان کے رکن کے ملک معظم شہنشاہ ہند [illegible] جانشینوں کا وفادار اور حقیقی طور پر اطاعت کیش رہوں گا اور جن [illegible] انہیں نہایت

وفاداری سے ادا کروں گا"

اصولی طور پر تو یہ حلف نامہ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو کسی ریاست کا باشندہ ہو اور صوبوں کے مجالس آئین ساز کا رُکن منتخب یا نامزد ہو جائے۔ لیکن در اصل یہ صوبجات متوسط اور برار کی لیجسلیٹو اسمبلی کے ارکین کے لئے ہے۔ اس میں برار کے نمایندے بھی شریک ہوں گے جس پر ملک معظم نے اعلیٰ حضرت حضور نظام کی سیادت کی تجدید حال ہی میں ایک معاہدے کے ذریعہ کی ہے۔ (برار کے نمایندوں کی جو خاص حیثیت ہے اُس کی تفصیل اپنے موقعہ پر پیش کی جائے گی)

حلفِ وفاداری لے لینے کے بعد مجالس ہائے قانون اپنے اپنے صدر اور نائب صدر کا انتخاب کریں گے۔

لیجسلیٹو اسمبلی کا صدر اسپیکر اور نائب صدر ڈپٹی اسپیکر کہلائے گا۔ اور لیجسلیٹو کونسلوں کا صدر پریزیڈنٹ اور نائب صدر ڈپٹی پریزیڈنٹ کہلائے گا۔

یہ لوگ اپنی میعاد کے ختم ہونے یا استعفیٰ دیدینے کے علاوہ اس صورت میں بھی علٰحدہ کئے جا سکیں گے۔ کہ ایوان کے موجودہ ممبروں کی اکثریت اُن کی علیحدگی کی تجویز منظور کرلے۔ لیکن اس قسم کی کوئی تجویز ۱۴ یوم قبل اطلاع دئے بغیر ایوان میں پیش نہ کی جاسکے گی۔ اسمبلی کا اجلاس اس صورت میں ملتوی کردیا جائے گا کہ کل ممبروں کا ⅙ حصہ موجود نہ ہو۔ اور کونسل کا اجلاس اس صورت میں ملتوی ہوگا اگر ایوان میں دس ممبر موجود نہ ہوں۔ کوئی شخص دونوں ایوانوں کا بہ یک وقت ممبر نہ ہو سکے گا۔ جو شخص دونوں ایوانوں کا ممبر منتخب ہو جائے اُسے ایک مدت مقررہ کے اندر کسی ایک ایوان کی نشست سے دست بردار ہونا پڑے گا اسی طرح کوئی شخص بہ یک وقت صوبہ کی کسی مجلس آئین ساز اور مرکزی مجالس آئین ساز کا رُکن نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی شخص کا انتخاب صوبوں کی مجالس آئین ساز اور مرکزی آئین ساز میں ہو جائے تو مدتِ مقررہ کے بعد اُس کی وہ نشست جو اُسے صوبے کی مجالس آئین سازی میں حاصل ہوگئی ہے خالی تصور کی جائے گی۔ اگر صوبوں کی مجالس آئین ساز کا کوئی رکن بغیر ایوان کی اجازت کے مسلسل ۶۰ یوم ایوانوں کے اجلاسوں سے غیر حاضر رہے تو بھی وہ اپنی نشست سے محروم ہو جائے گا۔

جدید نظامِ حکومت کے ماتحت صوبوں کے جو ایوان ہائے زیرین (لیجسلیٹو اسمبلیز) بنائے گئے ہیں اُن میں نامزد کردہ اراکین شامل نہیں۔ لیکن ان میں ایک تو ہر صوبے کا ایڈووکیٹ جنرل شریک ہو سکے گا اور تقریر کر سکے گا اور دوسرے وہ وزراء بھی شریک ہو سکیں گے اور تقریریں کر سکیں گے جو باوجود ممبر نہ ہونے کے وزیر مقرر کئے جائیں گے۔ لیکن یہ لوگ رائے نہ دے سکیں گے۔

کونسل کا پریزیڈنٹ اور اسمبلی کا اسپیکر اور ان کی غیر موجودگی میں ڈپٹی پریزیڈنٹ اور ڈپٹی اسپیکر ایوانوں کی صدارت کریں گے۔ یہ مجالس مذکورہ کی کارروائیوں کو باضابطہ چلانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ جو شخص کسی ایوان کی صدارت کر رہا ہوگا وہ رائے شماری کے وقت رائے دینے کا مجاز نہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی تجویز کے متعلق مخالف اور موافق رائیں برابر ہوں گی تو وہ اپنی حق رائے کا استعمال کر سکے گا [illegible]

قانون منظور نہ ہو اس وقت تک انہیں وہ تنخواہیں دی جائیں گی جو گورنر مقرر کرے گا۔

مجالس آئین ساز کو تقریر کی آزادی حاصل ہوگی۔ ان کی کسی تقریر یا رائے کے متعلق جو وہ مجلس آئین ساز اور اس کی کسی کمیٹی میں ظاہر کریں یا ان کی کسی تقریر کی اشاعت کی بنا پر جو سرکاری طور پر شائع کی جائے ان کے خلاف کسی عدالت میں قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

ممبروں کو تنخواہیں اور الاؤنس دئے جائیں گے جن کا تعین وقتاً فوقتاً مجالسِ آئین ساز کریں گی۔ لیکن جس وقت تک یہ تعین نہ ہو اس وقت تک انہیں وہی تنخواہیں اور الاؤنس ملے گا جو صوبوں کی کونسلوں کے ممبروں کو ملتا ہے۔

مجالسِ آئین ساز کی جملہ کارروائیاں کثرت رائے سے منظور کی جائیں گی۔ جو کارروائی مجلسِ زیرین میں منظور ہو گی وہ مجلس بالا میں بھی پیش ہوگی دونوں ایوانوں سے منظور ہو جانے کے بعد بھی کوئی قانون قابلِ نفاذ نہ ہوگا جب تک گورنر اس پر مہر تصدیق ثبت نہ کر دے۔

اگر گورنر کسی مسودے قانون میں کوئی ترمیم ضروری سمجھے گا تو وہ اس ترمیم کی سفارش کے ساتھ اسے مجلس آئین کو واپس کر دے گا۔ اور پھر حسب ضابطہ گورنر کے پاس تصدیق کے لئے واپس کیا جائے گا۔

گورنر اس کا بھی مجاز ہوگا کہ وہ کسی مسودۂ قانون پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے بجائے اسے گورنر جنرل کی تصدیق کے لئے روک لے۔ گورنر کسی کارروائی کی تکمیل کی غرض سے صوبوں کے دونوں ایوانوں کا مشترک اجلاس مدعو کرے گا۔ اور اس اجلاس میں بھی کثرت رائے سے فیصلہ کیا جائے گا۔

ہر صوبے میں گورنر کو مشورہ اور امداد دینے کے لئے وزرا کی ایک کونسل ہوگی لیکن ہر معاملہ میں گورنر وزرا کے مشورے پر عمل کرنے کے لئے مجبور نہ ہوگا بلکہ اس کی رائے فیصلہ کن اور مختتم سمجھی جائے گی۔ اور اس پر کبھی اعتراض نہ ہو سکے گا۔ کہ اس نے کسی معاملے میں وزرا کے مشورے پر خلاف اپنی ذاتی رائے سے عمل درآمد کیا۔

گورنر وزرا کا انتخاب کرے گا۔ اور ان کے عہدے کی مدت اس کی مرضی پر منحصر رہے گی۔ وزرا کی تنخواہ وہ ہوگی جو وقتاً فوقتاً ایک قانون کے ذریعہ مقرر کی جائے گی۔ لیکن جب تک ایسا قانون نہ بنے اس وقت تک انہیں وہ تنخواہیں دی جائیں گی جو گورنر مقرر کرے۔ اس امر کے متعلق کہ کسی خاص معاملے میں وزرا نے گورنر کو کیا مشورہ دیا کسی عدالت میں سوال نہ اٹھایا جا سکے گا۔

اگرچہ قانونی طور پر وزرا کا تقرر اور انتخاب گورنر سے متعلق ہے لیکن عملاً اس کی صورت یہ ہوگی کہ گورنر اس پارٹی کے لیڈر کو جسے ایوان میں سب سے زیادہ اکثریت حاصل ہے وزارت کی ترتیب کے لئے طلب کرے گا۔ اور اس کے مشورے سے وزرا کا انتخاب اور تقرر ہوگا۔ کسی صوبے کی مجلس زیریں میں کسی ایک جماعت کو فیصلہ کن اکثریت حاصل نہ ہو تو مختلف پارٹیوں کے لیڈر وزارت کی ترتیب کے مشورے کے لئے طلب کئے جائیں گے۔ اور مختلف پارٹیوں کی مشترک وزارت مقرر کی جائے گی۔

اگرچہ وزرا کے تقرر میں گورنر کو مختتم اختیارات حاصل ہیں لیکن وزارت کی ترتیب میں [illegible] کہ ایسی وزارت

قائم کی جائے جسے لیجسلیٹو اسمبلی کی اکثریت کی تائید حاصل ہو۔ اور یہ صورت نہ پیدا ہونے پائے کہ وزارت نے کوئی مسودہ قانون پیش کیا اور اُسے اکثریت نے نامنظور کر دیا۔

وزارت چونکہ ایک طرف تو گورنر کے روبرو ذمہ دار ہوگی اور دوسری طرف لیجسلیٹو اسمبلی سے اُسے اپنی تجاویز منظور کرانی ہوگی اس لئے صوبوں کے نظامِ حکومت کو قائم رکھنے کے لئے ایسی وزارت کا قیام ضروری ہے جسے اکثریت کی تائید حاصل ہو ورنہ وزارت کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز منظور ہونے کے بعد وزارت کو اخلاقاً مستعفی ہوجانا پڑتا ہے۔ اور اگر کوئی وزارت عدم کی تجویز کے بعد بھی مستعفی نہ ہو تو اُسے برابر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور حکومت کے کاموں میں خاصی تاخیر پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر ایسی صورت کسی صوبے میں پیدا ہوجائے تو ہر مسودۂ قانون کو گورنر اپنی رائے سے نافذ کرنے پر مجبور ہوگا۔ یا پھر اس کے لئے صورت یہ ہوگی کہ وہ اسمبلی کو توڑ دے ایسی صورت میں وقتِ مقررہ کے بعد دوبارہ عام انتخابات ہوں گے۔ یا ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ گورنر جملہ نظامِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لے چنانچہ گورنر کو اس کا مختار کیا گیا ہے کہ اگر کسی وقت گورنر کو اس کا یقین ہوجائے کہ اُس کے صوبے کی حکومت اس طرح نہیں چل سکتی جیسی کہ قانون اصلاحات کے ماتحت چلنی چاہئے تو وہ اعلان کر دے گا کہ فلاں فلاں اختیارات میں اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔ لیکن اس اعلان کے ذریعہ جو اختیارات حاصل کئے جائیں گے وہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے لئے ہوں گے۔ اور گورنر اپنے اس اعلان کو وزیرِ ہند کی خدمت میں بھیج دے گا جو اُسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے اس اعلان کو قبول کر لیا تو یہ مزید بارہ ماہ تک نفاذ پذیر رہ سکے گا۔ اور ان بارہ کے اختتام سے قبل اگر پارلیمنٹ نے اس کو جاری رکھنے کی منظوری دیدی تو یہ نافذ رہے گا۔ لیکن کسی حالت میں بھی اس کے نفاذ کی مدت تین سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ اگر گورنر اس قسم کے اعلان کے ذریعہ قانون سازی کے اختیارات حاصل کر لیتا تو جو قانون وہ بنائے گا وہ اس اعلان کے ختم ہونے کے دو سال بعد تک نفاذ پذیر رہے گا۔ لیکن گورنر کے لئے اس قسم کا اعلان کرنے سے قبل گورنر جنرل کی تائید حاصل کرنی ضروری ہے۔

ناظرات عصمت غالباً یہ محسوس کر رہی ہوں گی کہ یہ ایک گورکھ دھندہ ہے اور دو مضمونوں کے بعد بھی ایسی صورت پیدا نہیں ہوئی کہ پورے طور پر یہ سمجھ میں آجائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک قانون کے اجزا ہیں جو تقریباً ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے انتہائی آسان صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور مختلف اجزا کو مختلف ابواب میں سے لے کر اس طرح پیش کیا جا رہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ آسانی سے سمجھا جاسکے۔ مضمون زیرِ نظر میں صوبوں کی مجالس آئین ساز کے طریق کار کے سمجھنے کی تمہید ہے۔ آئندہ اشاعت میں اس کے طریق کار اور اختیارات آئین سازی کی وضاحت کی جائے گی۔

عباس حسین۔ قاری

# شادی اور جے پور کی سیر

مرغوب احمد صاحب دمنشی فاضل، بی۔ اے علیگ جو میرے پھوپی زاد بھائی اور میرے شوہر شیخ زبیر حسن صاحب مالک اخبار الخلیل کے حقیقی بھتیجے ہیں اور ریاست جے پور کے نامور وکیل ہیں اور رسالہ عصمت کے خریدار بھی ہیں ان کی دو لڑکیوں کی شادی کی تقریب تھی۔ یوں تو بلانے کا اصرار عرصہ سے تھا اور میں اپنی کمزوری صحت کی وجہ سے مذبذب تھی۔ مگر ۱۱ر دسمبر کو تار آنے پر میں معہ اپنے بچوں کے رات کی ٹرین سے جے پور روانہ ہوگئی۔ اس رات سردی اس شدت سے پڑی کہ اس کی کیفیت ہمیشہ یاد رہے گی۔ چونکہ سردی سے بچاؤ کا سامان کافی تھا اور ایک پورے کمپارٹمنٹ پر قبضہ جما کر ہم نے سب کھڑکیاں بند کر لی تھیں۔ اس لئے بفضلہ تعالیٰ بغیر کسی تکلیف کے بخیریت یہ سفر پورا ہو گیا۔ باندی کوئی اسٹیشن پر نماز فجر ادا کی اور دس بجے جے پور اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اور موٹر کار میں سوار ہو کر جو ہم کو لینے کے لئے آئی تھی شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن سے شہر کا فاصلہ غالباً تین میل سے کم نہ ہوگا۔ ہمارا موٹر چاند پول دروازہ سے شہر میں داخل ہوا۔ دروازہ ہی سے بازار شروع ہو جاتا ہے جو سیدھا مشرق کی طرف سورج پول دروازہ تک چلا جاتا ہے سڑک اور دوکانوں پر جنگلی کبوتروں کے پرے کے پرے جمے ہوئے تھے اور مور بھی بلا خوف و خطر چہل قدمی کر رہے تھے۔ یہاں ان کے شکار کرنے یا مارنے کی قانوناً ممانعت ہے۔ موراور کبوتروں کی یہ آزادانہ شہری زندگی بہت ہی بھلی معلوم ہوئی۔ غرض ہم معہ اپنی پیاری "لِلی" کے اس لمبے چوڑے بازار کے دو بڑے بڑے چوک دیکھتے ہوئے مکان پر پہنچ گئے۔ "لِلی" کیا ہے؟ "لِلی" میرے چھوٹے بچے "نضیر" کی سفید اور خوبصورت "بلی" ہے لِلی عموماً ہر چھوٹے بڑے سفر میں ساتھ رہتی ہے اور نہایت خاموشی سے سفر کرتی ہے۔ بچوں کی طرح کھڑکی میں مُنہ رکھ کر تمام راستہ باہر کی سیر کرتی رہتی ہے۔ مگر ڈرپوک بہت ہے جب کوئی اسٹیشن آتا ہے فوراً منہ اندر کر کے چھپ جاتی ہے جب بھوک لگتی ہے تو ستاتی نہیں بلکہ خوشامد میں میری ٹانگیں خوب دباتی ہے یا اپنے چھوٹے آقا کے آگے پیچھے گھومتی رہتی ہے جس وقت اُس کے لئے گوشت آجاتا ہے مسکین صورت بن کر بیٹھ جاتی ہے اور جب تک میں اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر کھانے کے لئے نہیں دیتی منہ نہیں ڈالتی اور اکثر صبح و شام "نضیر میاں" کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتی ہے۔ کبھی کبھی میرے ساتھ باغ کی سیر کو بھی چلی جاتی ہے۔ لیکن انگریزی اخبارات کے صفحات اس کے فوٹو سے اب تک محروم ہیں۔

شادی کے گھر میں مہمانداری شروع دسمبر ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ ۲۵ر دسمبر تک مہمانداری رہی۔ عزیز و اقارب عورتوں اور بچوں سے حویلی میں ہر وقت عجیب چہل پہل نظر آتی تھی۔ اس موقعہ پر قابل ذکر اور لائق تعریف بات یہ ہے کہ اتنے بڑے اژدحام اور گہما گہمی کے باوجود کسی مہمان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور کسی کی ادنیٰ قسم کی چیز بھی ضائع نہیں ہوئی۔ یہ انتظام کی خوبی تھی۔ [illegible] کے حسب ضرورت علیحدہ علیحدہ کمرہ اور اس میں پلنگ، نماز کی چوکی، پانی [illegible] کیا گیا تھا۔

مہانوں کا اس قدر اجتماع اور ایسا بہترین انتظام یا تو میں نے اپنے بڑے لڑکے کی تقریب ختنہ پر دیکھا تھا یا اس شادی میں دیکھا ورنہ اب تو مقامی احباب اور برابرانہ حیثیت کے رشتہ داروں کے سوا عزیزوں کا جمع ہونا ہی ترک ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے پنلٹ اور یگانگت بھی اٹھتی چلی جا رہی ہے۔ مردوں کے قیام کا انتظام علیحدہ تھا۔ دونوں باراتوں کے قیام کے لئے علیحدہ علیحدہ دو مکان تھے۔ ایک اور مکان میں مسلمانوں کا کھانا تیار ہونے اور کھلانے کا انتظام تھا۔ اور ایک اور مکان میں ہندوؤں کا کھانا تیار ہونے اور کھلانے کا انتظام تھا باراتوں۔ مہانوں اور مقامی اعزا و احباب کی نشست اور مجلس نکاح خوانی کے لئے ایک وسیع اور خوبصورت پنڈال بنایا گیا تھا۔ پنڈال کی تیاری میں شیخ صاحب (میرے شوہر) نے خاص اہتمام اور جدت سے کام لیا تھا۔ رستہ پر دونوں طرف بڑے بڑے بلند دروازے جن میں سے ہاتھی گزر سکے بنائے گئے۔ جن پر سرخ کپڑے پر موٹے موٹے سنہری حروف میں اور بجلی کے "ویلکم" لگائے گئے تھے۔ اور دونوں دروازوں کے چار ستونوں پر بہت بلند چار جھنڈے تھے ان پر "خوش آمدید" کے زرد پھریرے اُڑ رہے تھے اور ہر دروازہ کے دونوں جھنڈوں کے درمیان ہوا میں لہریں مارتا ہوا بڑا ہلال بنایا گیا تھا۔ تیسرا دروازہ پنڈال میں داخل ہونے کا تھا اور اس کے دائیں بائیں سہ دریاں بنائی گئی تھیں یہ دروازہ اور سہ دریاں مصنوعی "دوب" بیل بوٹے اور پودوں کے گملوں کی جھالروں اور مختلف قسم کے زیبائشی سامان سے مزین کیا گیا تھا۔ یہ پنڈال زنانہ حویلی کے سامنے بالکل قریب تھا اور صرف دو دن میں اور معمولی صرف سے تیار ہوا تھا۔

۲۶ر دسمبر کی شام کو رؤسا اور ٹھاکر صاحبان اور معززین شہر کی آمد شروع ہوگئی۔ بعد نماز مغرب دونوں باراتیں ہاتھی اور گھوڑوں کے جلوس کے ساتھ پہونچ گئیں۔ پنڈال اس وقت ہزاروں آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا نظر آرہا تھا۔ جب باراتیں اور دولہا اپنی مسندوں پر بیٹھ گئے تو صرف دو دو ہزار زر مہر مقرر ہو کر شرعی رسم نکاح ادا ہوئی چھوہارے بکھیرے گئے۔ پان سگرٹ کی تواضع کے بعد مقامی مہانوں کو پھولوں کے ہار پہنا کر رخصت کیا گیا۔ باراتوں۔ مہانوں اور برادری کو کھانا کھلا کر دس بجے تک فراغت ہوگئی۔

۲۷ر دسمبر کی صبح کو مسلمان معززین شہر احباب اور اہل محلہ کی دعوت تھی۔ دس بجے سے ایک بجے تک شیخ صاحب نے اپنے انتظام سے قریباً تین ہزار آدمیوں کو کھانا کھلا دیا۔ اس میں محلہ کے سینکڑوں ایسے غریب آدمی بھی تھے جن کی طرف خوش حال انسان ایسے موقعوں پر کبھی التفات بھی نہیں کرتے کھانا اندازہ سے کم خرچ ہوا۔ بچی ہوئی دیگوں کا کھانا برادری کے گھروں میں اور محلہ کے غریبوں اور فقیروں کو تقسیم کر دیا گیا۔ سہ پہر کو وکیل صاحب کے ایک لڑکے کی رسم نشرح کی گئی جس نے اسی سال قرآن حفظ کیا ہے۔ حافظ صاحب کو پچیس روپیہ نقد زنانہ و مردانہ دو جوڑے اور مٹھائی کا خوان دیا گیا۔ اور سب کو مٹھائی تقسیم کی گئی اسی روز شام کو جونار تھی جس میں ہندو صاحبان اور اہل برادری مرد عورت مدعو تھے۔ "جونار" راجپوتانہ میں شادی کی دعوت کو کہتے ہیں۔ اس میں پوری۔ کچوری۔ ترکاریاں۔ اچار۔ چٹنی اور مختلف قسم کی مٹھائیاں اور نمکین چیزیں ہوتی ہیں۔ "جونار" کا کھانا کھلانے کے بعد جب ... تاروں سے فراغت ہو چکی دونوں باراتوں اور دونوں لڑکیوں کو رخصت کر دیا گیا۔

دونوں لڑکیوں کی بری بھی آئی۔ جہیز میں حسب حیثیت دل کھول کر دیا گیا۔ لڑکیوں کو ہندوستانی دستور کے مطابق دلہن بنایا گیا۔ مہمانداری اور دعوتیں بھی بڑے پیمانے پر ہوئیں لیکن کوئی رسم ایسی نہیں برتی گئی جو معیوب اور قابلِ اعتراض ہو۔ یہاں تک کہ لڑکیوں کی رخصت نہایت خاموشی کے ساتھ عمل میں آئی۔ ورنہ عام رسم و رواج کی مطابق ایک کہرام مچ جانا چاہیئے تھا۔ اکثر شادیوں میں دیکھا گیا ہے کہ غریب لڑکی گلے ملتے ملتے اور روتے روتے نیم جان ہو جاتی ہے۔ اور باپ بھائی ماں بہنیں دہاڑیں مار مار کر روتے ہیں۔ لڑکی کی رخصت کا سماں اور ماں باپ بہن بھائی اور ہجولیوں سے چھوٹنے کا وقت بیشک دلخراش اور اندوہناک ہوتا ہے۔ خصوصاً میراسنوں کا یہ گانا۔

هم تو اے بابل جامے کی چڑیاں رات بسے اڑ جائیں رے ........ سن بابل میرے
هم تو اے بابل تری پرا ہونیاں ایک رات اور راکھ لے رے ........... سن بابل میرے
هم تو اے بابل ترے کھونٹے کی گئیاں جدہر ہانکے ہنک جائیں رے ... .....سن بابل میرے
بھایوں کو بابل تو نے محلے دو محلے دئے اور ہم کو دیا پردیس رے ........ سن بابل میرے

دلوں کو زخمی اور بیقرار کر دیتا ہے۔ آنکھیں بہہ نکلتی ہیں اور تمام مجلس پر عجیب اداسی چھا جاتی ہے۔ لیکن رونا دہاڑنا تو نہایت ہی بد تہذیبی اور بد فالی معلوم ہوتی ہے جیسی تمناؤں کے ساتھ شادی کی جاتی ہے ویسی ہی ہنسی خوشی کے ساتھ رخصت کرنا چاہیئے۔ اور شادی کے گھر کو ماتم کدہ نہ بنانا چاہیئے۔

اس شادی میں جو کچھ ہوا، وہی ہوا جو تعلیم یافتہ، مہذب اور مشرقی مسلم گھرانوں میں حسب حیثیت ہونا ہی چاہیئے۔ جن شادیوں میں نکاح خوانی، رخصت اور دعوتوں کو بالکل یورپین سانچہ میں ڈہالا جاتا ہے وہ طریقہ ہم ہندوستانیوں کے لئے بہت ہی معیوب اور پھیکا معلوم ہوتا ہے۔ انگریزی تعلیم، انگریزی، سوسائٹی، انگریزی ملازمت اور انگریزی صحبت حاصل کرنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ اپنے مذہبی شعار اور اپنے ملکی و قومی مذاق، مفید رسم و رواج اور تفریحات کو بھی خیرباد کہیا جائے۔ قومی خصوصیات اور روایات کا قائم رکھنا ہر زندہ قوم کا شیوہ ہوتا ہے۔ اگر اپنی تقریبات میں غیر مہذب، مذموم اور خلاف شرع رسوم کو ترک کرتے ہوئے تفریح، خوشی اور میل جول کا ہندوستانی طریقہ جاری رکھا جائے تو یہ کس قدر دلچسپ اور مفید معلوم ہوتا ہے یا مصارف اور فضول خرچی یا کفایت شعاری کا سوال اس کا حل ہر تعلیم یافتہ اپنی حالت کی مطابق خود کر سکتا ہے کسی کو اپنی حیثیت سے آگے قدم بڑہانا اور مقروض ہونا کسی طرح جائز نہیں۔ جو شخص کچھ نہ کر سکے وہ کچھ بھی اہتمام نہ کرے۔ یا وہ صرف مقامی عزیزوں اور دوستوں کو جمع کر کے چاء، شربت یا محض پان سگرٹ ہی کی تواضع پر اکتفا کر سکتا ہے۔ یہ خیال اور عقیدہ صحیح نہیں ہے کہ ہندوستانی رسم و رواج میں زیر باری زیادہ ہوتی ہے اور یورپین طریقہ میں کفایت۔ میرا تجربہ اور مطالعہ اس کے خلاف ہے۔ یورپین معاشرت میں سادگی کے باوجود ہر شعبہ کے (بالخصوص عورتوں کے متعلق) اخراجات اس قدر زیادہ بڑھے ہوئے ہیں کہ خود وہاں کے لیڈر اور اخبار و رسائل اس کا رونا [illegible] دیکھئے صفحہ ۲۸۰

# لڑکا یا لڑکی

بابو تلسی رام کی شادی ہوئے پانچواں سال تھا۔ ان کی تین لڑکیاں تھیں لیکن کوئی لڑکا نہ تھا اس وجہ سے بابوجی اور ان کی بیوی سارتا دیوی دونو بہت رنجیدہ رہتے تھے۔ خصوصاً سارتا دیوی کو اس بات کا بڑا رنج و فکر تھی کیونکہ وہ محسوس کر رہی تھیں۔ بابوجی کا رنج اب غصّے کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ وہ سارتا کے ساتھ اب پہلی کی سی محبت کے ساتھ پیش نہ آتے تھے۔ بابوجی کو لڑکیوں میں بڑی لڑکی آندرا سے کچھ محبت تھی۔ چھوٹی دونو لڑکیوں کو انھوں نے آج تک کبھی گود میں لینا تو درکنار پاس بھی نہ بلا یا دیوالی دسہرہ ان کی بڑی عید تھی لیکن اس موقع پر بھی انھوں نے لڑکیوں کے لئے کوئی نیا کپڑا یا کھلونا نہیں لیا۔ سارتا ماں تھی ماں کا دل ہی اور ہوتا ہے۔ اس کا حساس دل لڑکیوں کے دل کی حالت کا بخوبی اندازہ کرتا تھا۔ ہولی دیوالی میں دیکھتی کہ محلہ میں سب امیر و غریب اپنے بچوں کو تماشہ دکھلانے لے جاتے اور اس کی غریب لڑکیاں باپ کا مُنھ دیکھتی ہی رہ جاتیں۔ ان کی اتنی مجال نہ تھی کہ باپ سے کبھی کسی کھلونے کی فرمائش یا کہیں تماشہ دکھالانے کا تقاضا کریں۔ جب کبھی سارتا بابوجی سے اس بات کی شکایت کرتی تو وہ نہایت بے پرواہی وخفگی سے کہتے "سارتا تم مجھے اس جھگڑے میں نہ پھنساؤ۔ کم بخت ایک نہ دو تین چھوکریاں۔ میں کہاں سے ان کے لئے روپیہ لاؤں گا۔ مجھے تو ان کی فکر مارے ڈالتی ہے" سارتا دیوی ٹھنڈی سانس بھر کر کہتی "جس نے دیا ہے وہی سب سامان پیدا کردے گا تم کیوں ناحق فکر میں گھلے جارہے ہو۔ آج کل لڑکے کون سے ماں باپ کے کام آتے ہیں۔ لڑکیاں ہی والدین کا خیال رکھتی ہیں"۔ اب کی دفعہ پھر ان کے ہاں بچہ ہونے والا تھا سارتا کو ہمیشہ یہی خوف لاحق رہتا تھا کہیں ابکے پھر لڑکی پیدا نہ ہو جائے۔ لڑکی ہونے کے خیال سے اس کا دل کانپ اٹھتا۔ خدا سے وہ رات دن لڑکے کے لئے دعا کرتی۔ زچگی کے دن قریب تھے گھر میں بابوجی کی ضعیف نابینا ماں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ سارتا نے خط لکھ کر گاؤں سے اپنی بڑی بھاوج کو بلوا بھیجا کیونکہ خاندان میں یہی سب سے زیادہ تجربہ کار عورت تھیں۔ بابو تلسی رام کچہری گئے ہوئے تھے گیارہ بجے زچگی ہو گئی اور سارتا نے سُنا کہ اس کی بھاوج کہہ رہی تھیں اب کے بھی بابوجی کے لڑکی ہوئی۔ سارتا کا دل رنج و غم سے ڈوب گیا۔ اس کی نظروں میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ اس کے منھ سے بے اختیار آہ نکل گئی اس کو فوراً یاد آ گیا کہ پار سال رادھا کی پیدائش کے وقت بابوجی اس سے روٹھ گئے تھے اور کئی دن تک بات بھی نہ کی تھی۔ "آہ اب کیا ہوگا"۔ اس کے آنسو بہنے لگے۔ دور سے اس کی بڑھیا ساس کی آواز آئی کہہ رہی تھی "بہو پر جانے کس منحوس کی پرچھائیں پڑی ہے کم بخت چھوکریاں ہی چھوکریاں ہوئے جارہی ہیں یہ گھر کا ناس کرکے ہی چھوڑیں گی"۔ سارتا کے دکھے ہوئے دل پر ایک تیر تھا۔ اس کی بھاوج اور ساس نے ننھی لڑکی کو اس کے پہلو میں لٹا یا ہی تھا کہ بابوجی کی آواز کان میں آئی۔ کلیجہ دھک سے رہ گیا

بڑھیا الگ پلنگ پر پڑی بڑبڑا رہی تھی۔ دائی کام سے فارغ ہو کر رخصت ہو گئی۔ بابو جی سارتا کے کمرہ میں داخل ہوئے ان کے چہرے پر خوشی ہی خوشی نظر آ رہی تھی۔ اس قدر خوش سارتا نے ان کو شاید ہی کبھی دیکھا ہوگا غرض بابو جی آج بے حد خوش تھے انھوں نے آنے کے ساتھ ہی سارتا کا نحیف و تھرتھراتا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑی محبت کے ساتھ بولے "سارتا تم اس دفعہ بہت کمزور و ناتوان نظر آ رہی ہو" پھر پیار سے بچی کی طرف دیکھ کر بولے "معلوم ہوتا ہے چھوکری نے بڑی تکلیف دی"۔ سارتا کانپ اُٹھی اس کا جسم تھرتھرانے لگا اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولی لڑکا نہیں لڑکی ہے" بابو جی مسکرانے لگے اور بولے "اب بھی لڑکیوں سے جی نہ بھرا کیوں منحوس بات کہتی ہو ایشور نے مدتوں بعد لڑکا دیا"۔ سارتا کے آنسو نا امیدی یاس و ہراس کے ساتھ بہنے لگے کانپتی ہوئی آواز سے بولی" لڑکا نہیں اب کے بھی لڑکی ہی ہوئی"۔ بابو جی بہت سٹ پٹا گئے ذرا ہوش ٹھکانے ہوئے تو بولے" تمہیں سارتا تم سے کس نے کہا تمہیں غلط فہمی ہوئی ابھی تو دروازہ پر دائی نے مجھے لڑکا ہونے کی خبر دی"۔ سامنے سے بھاوج مسکراتی ہوئی آئی اور سارتا کی طرف بڑے پیار سے دیکھ کر بولی "بہن تو نے سچ مچ سمجھ لیا کہ لڑکی ہے۔ لو مبارک ہو خدا نے تمہیں مدتوں بعد بیٹا دیا"۔ سارتا کا دل خوشی سے بھر گیا۔ جو آنسو چند منٹ پہلے رنج و غم میں ڈوبے ہوئے تھے اب مسرت و انبساط میں تبدیل ہو کر اس کے زرد ناتوان رخساروں پر بہنے لگے۔ آج اس کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خوشیوں سے لبریز ہے۔

بیگم عبدالرحمٰن خان از بمبئی

(باقی شدہ صفحہ ۲۷۶)

چنانچہ میرے یہاں کے ملازمین بھی دیکھنے گئے اور واپس آ کر بیان کیا کہ وہ بہت خوشی سے ٹہل ٹہل کر بھجن گا رہا تھا۔ اس نے اپنے بیان میں یہ کہا کہ میں کارتوس سو روپیہ درجن خریدتا تھا۔ اور اگر میری گرفتاری اتنے جلد عمل میں نہ آتی۔ تو میں سو روپیہ فی کارتوس خرید کرنے کا خواہش مند تھا۔

اس نے یہ بھی کہا کہ مجھ کو اکثر رئوسا بھی کارتوس دینے میں مدد کرتے تھے۔ اس کے گرفتار کرنے والے کو گورنمنٹ سے پانچ ہزار روپیہ انعام ملا ہے۔ اور پانچ ہزار روپیہ ضلع گونڈہ کی پبلک سے چندہ کر کے دیا گیا ہے۔ اور سُنا گیا ہے کہ گرفتار کرنے والے کو دو ضرب بندوق انعام دی گئی ہیں اور سب انسپکٹری کے لئے نامزدگی بھی ہوئی ہے۔ مقدمہ اس کا زیر سماعت ہے۔

آمنہ خاتون [illegible] صاحب قدوائی

# میوہ رام ڈاکو کی گرفتاری

عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے میں اس واقعہ کو سپردِ قلم کرتی ہوں جس نے کم و بیش پانچ ماہ ہوئے صوبہ اودھ کے ضلع گونڈہ میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔ نومبر ۱۹۳۵ء میں جب ہم لوگ اپنی ننھیال گونڈہ گئے تو معلوم ہوا کہ آج کل میوہ رام ڈاکو نے بہت اودھم مچا رکھا ہے۔ اور جہاں جہاں اس نے ڈاکہ زنی کی وارداتیں کی تھیں زیادہ تر قتل کئے تھے۔ میرے جانے کے دس بارہ یوم بعد معلوم ہوا کہ گونڈہ کے متصل ایک موضع (خراہہ) میں اس نے ایک ہی شب کو گیارہ قتل کئے مقتول سب مسلمان تھے ان کے علاوہ متعدد آدمی زخمی ہوئے۔

واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کہ ایک شب وہ کہیں سے ڈاکہ زنی کر کے کچھ رقم نقد اور زیورات لے کر ایک یکہ پر جا رہا تھا کہ اتفاق سے پولس والوں کو خبر لگ گئی۔ وہ سڑک پر ایک پوشیدہ مقام پر قریب موضع (خراہہ) کے ایکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ کیونکہ میوہ رام کے گھر جانے کا راستہ بھی وہی تھا۔

میوہ رام نے جب پولس والوں کو دیکھا تو وہ مال وغیرہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ پولس والوں نے اُس مال پر قبضہ کیا اور ایک زمیندار کے پاس جو خراہہ کے رہنے والے تھے رکھوا دیا۔ دوسرے دن وہ سرکاری خزانہ میں جمع کرا دیا گیا۔
شدہ شدہ یہ خبر میوہ رام کو ملی کہ تمہارا روپیہ وغیرہ نیاز حسین ساکن خراہہ نے تقسیم کرایا ہے حالانکہ یہ خبر بالکل غلط تھی کیونکہ نیاز حسین کا اُس مال سے کوئی سروکار نہ تھا۔ بالآخر وہ ایک شب اسی غصہ میں نیاز حسین کے ہاں مسلح ہو کر پہونچ گیا۔ اور فوراً اُن پر بندوق کا فیر کر دیا۔ وہ غریب گر گئے اور تڑپ کر جان دیدی۔ اُن کے بعد اُن کی اہلیہ اور اُن کے ایک بھائی اور ایک ماما کو بھی بندوق کا نشانہ بنایا۔ وہ بھی سب ہلاک ہو گئے۔ نیاز حسین کا ۵ سال کا لڑکا دوڑتا ہوا آیا۔ اور کہنے لگا کہ ابا کو کیا ہو گیا۔ اُس کی ہمشیرہ جس کی عمر ۷ سال تھی بھائی کو بلبلاتا دیکھ کر دوڑی آئی اور اُس کو اُٹھا کر ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ جس سے وہ لڑکا بچ گیا۔ مگر بہن کسی قدر زخمی ہو گئی۔ گویا ۹ آدمی اُسی شب کو ایک گھر میں قتل ہوئے اور نہ معلوم کتنے زخمی ہوئے۔ اُس کے بعد وہاں سے جا کر اُس موضع میں کئی آدمیوں کو قتل کیا۔ پوچھ پوچھ کر کہ تم مسلمان ہو یا ہندو وہ فیر کرتا تھا کسی نے کہہ دیا کہ مسلمان ہوں۔ بس فیر کر دیا غرضکہ بارہ بجے شب تک وہ اسی موضع میں انسانوں پر چاندماری کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ پولس والوں کو اطلاع جا چکی تھی۔ جس وقت وہاں پولس پہونچی تو ۵۰ عدد کارتوس خالی دستیاب ہوئے۔ مجروح داخل ہسپتال کر دئے گئے۔

میرے نانا صاحب وہاں بیرسٹری کرتے ہیں ایک زمانہ سے اُس کے خاندان کے لوگ میرے نانا صاحب کو بغرض پیروی مقدمات لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ بھی نانا صاحب کا موکل تھا۔ اُس کا ماموں بھی ڈاکہ زنی میں گرفتار ہو کر جیل میں بند تھا

اس کی پیروی کرنے کے لئے وہ خود ایک دن میرے نانا صاحب کی کوٹھی پر ان کو مقدمہ میں کرنے کے لئے ورن کو آیا۔ اور میرے ماموں سے وہ نانا صاحب کو پوچھا۔ میرے ماموں نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اُس نے کہا کہ تم کو ہم اپنا نام نہ بتائیں گے۔ بیرسٹر صاحب مجھ کو جانتے ہیں۔ یہ جواب و سوال سُن کر میرے منجھلے ماموں اپنے کمرہ سے نکل آئے اور سب سے پہلے جو نظر اُن کی پڑی وہ کارتوس کی پیٹی تھی جو اُس کے کُرتے کے نیچے دکھائی دیتی تھی۔ اُن کو شک ہوا کہ یہ میوہ رام ہے۔ انھوں نے کہا کہ تم بیٹھو بیرسٹر صاحب کچہری سے آتے ہوں گے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔ مگر کوٹھی کے پھاٹک پر اُس کو نانا صاحب کچہری سے آتے ہوئے مل گئے وہاں کچھ دیر باتیں کرتا رہا بعد کو معلوم ہوا کہ دراصل وہ میوہ رام ہی تھا۔

اس وقت تک متذکرہ بالا واردات اُس سے واقع نہیں ہوئی تھیں۔

ایک دن پولس والوں نے اُس کا تعاقب کیا۔ اُس نے بندوق سے فیر کیا۔ پولس کی طرف سے بھی فیر ہوئے وہ تو محفوظ ہو کر نکل گیا لیکن اُس کے ایک ساتھی کی ٹانگ زخمی ہو گئی۔ کیونکہ خون کے نشانات بعض بعض جگہ معلوم ہوئے۔ پولس نے بہت سراغ لگایا کہ میوہ رام یا اُس کا ساتھی ہاتھ آ جائے۔ مگر کچھ سراغ نہ لگا۔

میوہ رام نے اپنے مجروح ساتھی سے کہا کہ تم اب زخمی ہو گئے ہو ہمارے کام کے نہیں رہے۔ لیکن تم نے میرے ساتھ رہ کر میرے احکامات کی تعمیل کی ہے۔ اس لئے چلو میں تمہارا علاج فیض آباد چل کر کرا دوں چنانچہ وہ اُس زخمی ساتھی کو یکہ پر لئے جا رہا تھا۔ پولس نے اُس کا تعاقب کیا مگر میوہ رام فرار ہو گیا اور لنگڑا ساتھی گرفتار ہو گیا۔ مگر اس نے کچھ صاف حال نہیں بتایا۔

ایک دن صبح نو بجے ہم لوگوں کو یہ سُنائی دیا کہ میوہ رام گرفتار ہو گیا ہے۔ یہ آواز کسی راہ گیر کی تھی جو کوٹھی کے پشت پر سے گزر رہا تھا۔ ہم لوگ اُس کے مظالم سے بہت خائف تھے۔ گرفتاری کی خبر سُن کر بہت خوش ہوئے۔ مگر کچھ یقین نہ آتا تھا کہ اُس کی گرفتاری عمل میں آئی ہوگی۔

لیکن تھوڑی دیر بعد میرے ماموں آئے۔ اُن سے معلوم ہوا کہ میوہ رام واقعی گرفتار ہو گیا ہے۔ ہم لوگوں کو یہ فکر ہوئی کہ اُس کو کس نے گرفتار کیا۔ کیونکہ اُس کی گرفتاری پر گورنمنٹ نے پانچ ہزار روپیہ نقد انعام مقرر کیا تھا ماموں صاحب نے کہا کہ وہ ریاست (منکاپور) میں گرفتار ہوا ہے۔

تھوڑی دیر بعد نانا صاحب تشریف لائے۔ اُن سے تفصیلی واقعات اس طرح معلوم ہوئے کہ میوہ رام اپنے ایک دوست سے کہہ کر ایک مندر میں سو رہا تھا۔ دوست پر اُس کو بہت بھروسہ تھا۔ سوتے وقت اُس کے دوست نے بندوق اور رائفل اُس کی غائب کر دی اور اپنے دیگر ہمراہیوں کو لا کر اُس مندر میں میوہ رام کو گرفتار کرا دیا۔ اس طرح وہ ظالم اور ظالم ڈاکو پولس کے ہاتھ آیا۔ جس دن وہ گرفتار ہو کر گونڈہ آیا ہے۔ ہر شخص اُس کی گرفتاری پر خوشی اور اطمینان دکھائی دیتا تھا۔ وہ حوالات کی کوٹھری میں ہتکڑی پہنے بند نظر آتا تھا۔ لوگ اُس کو شوق سے دیکھنے جاتے تھے کیونکہ اعلان ہو چکا تھا کہ جس کا دل چاہے دیکھے۔

(باقی مضمون صفحہ [illegible] پر دیکھئے)

# عیادت

میں عرصہ سات سال سے ایک مزمن مرض میں مبتلا ہوں۔ اس مرض کی تفصیل بیان کرنا تو میں فضول سمجھتا ہوں لیکن یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس کے دفعیہ کے لئے ہر قسم کے علاج ئیے اور ہزار جتن کئے مگر سب بے سود ثابت ہوئے ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ÷ ایک دائم المریض ہونے کی حیثیت سے میری ذہنی کیفیت بدلتی رہی اور ماحول بھی بدلتا رہا لیکن ایک چیز نہ بدلی عزیزوں اور دوستوں کا طرز عیادت (جس کا میں شاکی ہوں) چنانچہ میں اس وقت صرف اس نقلی بیمار پرسی ہی کے متعلق ناظرین و ناظرات کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔

جس دن سے میری بیماری کا علم میرے عزیزوں اور دوستوں کو ہوا اُسی دن سے میرے مرض کے متعلق چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ جو عزیز عیادت کو آتا ہے بعد مزاج پرسی یہی تسلی دیتا ہے کہ کوئی دن کی گردش ہے خدا نے چاہا چلی جائے گی۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ خدا کا حکم ہی یوں ہے۔ خندہ پیشانی سے اُس کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے بعض لوگ تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ خدائے بزرگ کا شکریہ ادا کرو اُس نے نہ معلوم تم کو کس قابل سمجھا ہے جو اس آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ الغرض جب میں بیمار پڑا تھا تو اچھا خاصہ مومن تھا مگر اِن لوگوں کی جھوٹی تسلی کی بدولت میں خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح و تحلیل سُنتے سُنتے پریشان ہوگیا ہوں۔

"تمہارے لئے دعائیں مانگتے مانگتے تھک گئے۔ ہماری زبانیں گھس گئیں مگر دُعا قبول نہیں ہوتی۔ جب تک کی قسمت میں تکلیف لکھی ہے اُٹھانا ہی پڑے گی۔ مشیت الٰہی میں چارہ نہیں ہے"۔

ان الفاظ نے میرا ایمان متزلزل کر دیا ہے۔ اور جن مہربانوں نے یہ باتیں کہی ہیں اُن کو تو کیا کہوں۔

اکثر احباب جب عیادت کو آتے ہیں تو ان کی زبان سے قریب قریب ایک قسم کے الفاظ نکلتے ہیں جو میرے لئے اب وبال روح ہوگئے ہیں" ارے بھئی! ہیں! تم تو پہچانے نہیں جاتے یہ تم کو کیا ہوگیا؟ اس قدر کمزور ہوگئے۔ ایسا مرض وہ کونسا ہے ہم بھی تو سُنیں"

اول تو احساس ضعف دلا کر کمر توڑتے ہیں پھر یہ تقاضہ ہے کہ مرض کی تفصیل بیان کی جائے۔ خواہ مرض کی تفصیلات بیان کرنے کی ہوں یا نہ ہوں۔ ایک عزیزہ نے تو عیادت کا حق ادا کر دیا! بولیں بھئی سچ کہوں تم ہو بھی بد احتیاط ہمیشہ کے۔ کھانے پینے میں احتیاط بھی کچھ چیز ہوتی ہے۔ یہ بیماری تو گویا تمہاری اپنی بُلائی ہوئی ہے۔ اب ہمیں دیکھو......"

نہ صرف یہ کہ مجھ بیمار کو مجرم قرار دے کر میری دل شکنی کی بلکہ اپنی تندرستی قائم رکھنے کے اسباب و دلائل بیان کرنے شروع کر دیئے جس سے ایک بیمار کو کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی اور پھر اپنی احتیاطوں پر خراج تحسین وصول کرنا تو غریب مریض پر ظلم ہے

جس قدر لوگوں نے آکر مجھ سے میری بیماری کا حال پوچھا وہ سب ایک ایک نسخہ اپنے دماغ میں اُس خاص مرض کا ضرور
اپنے ساتھ لائے اور اب بھی لاتے ہیں چنانچہ جو الفاظ بالعموم روزانہ مجھے اِن عطائی قسم کے حکیموں سے سننے پڑتے ہیں وہ یہ ہیں
"تم تو انگریزی دواؤں کے قائل ہوگے۔ کیا کہیں کچھ کہہ نہیں سکتے انگریزی دوائیں ذرا گرم ہوا کرتی ہیں۔ علاج کن کا ہے؟
خدا تم کو اُن کے ہاتھ سے شفا بخشے نسخہ تو مجھے اس مرض کا ایسا مجرب معلوم ہے کہ ادھر استعمال کیا اور اُدھر مرض گیا مگر تم دیسی
دوائیں کرنے کیوں لگے؟۔ ہمارے کہنے سے ایک بار استعمال تو کرکے دیکھئے گر یہ شکایت رہ جائے تو سہی۔ فلاں شخص نے یہ دوا
کھائی اور شفا پائی وغیرہ" ان ان مواعظ حسنہ سے جو غریب مریض کی ذہنی حالت ہوتی ہے اس کو بجز ایک مریض کے اور کوئی نہیں
جان سکتا۔

اکثر عزیز تو یہاں تک مشورہ دیتے ہیں "بھئی چھوڑو اِس علاج ولاج کو پرہیز کرتے کرتے پریشان ہوگئے ہوگے۔ بعض دفعہ
بدپرہیزی سے بھی مرض چلا جاتا ہے اور پیٹ کو ہندوستانی دواخانہ بنا کر تم نے خود اسے برباد کر دیا ہے"
"چھوڑو سب وہم اور اللہ کا نام لے کر ہر چیز کھانی شروع کرو۔ دیکھیں تو مرض رہتا ہے یا جاتا ہے"
مریض غریب کہاں تک عیادت کرنے والوں کی رائے پر عمل کرے اور کہاں تک ڈاکٹر صاحبان کے مشورہ سے فائدہ
اٹھائے یہ ایسی ذہنی کشمکش ہے جو ہر مریض کے لئے ایک اچھا سامان پریشانی ہے۔

ایک نہیں اکثر احباب آکر یہ عجیب و غریب مشورہ دیتے ہیں "علاج کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال کرتے جاؤ کہ تم اچھے
ہو رہے ہو۔ یقین کر لو کہ میں اچھا ہو جاؤں گا اور بس تم اچھے ہو۔ مان لیجئے کہ نفس انسانی میں بڑی زبردست قوت ہے
جو جسم پر بھی اثر ڈالتی ہے یہ خیال ہی اب ترک کر دیجئے کہ آپ بیمار ہیں"
اب ذرا غور کیجئے کہ جو مریض رات رات بھر تڑپ کر گذار دیتا ہو اور جو دن میں بھی شدت مرض سے بول نہ سکتا ہو وہ یہ
کیسے فرض کر لے کہ بس وہ اچھا ہو گیا اس قسم کی تلقین سے بجز مایوسی کے اور کچھ پیدا ہی نہیں ہوتا۔

بعض عزیز جو میری تکالیف میں عملاً شریک ہو چکے ہیں جب یہ الفاظ کہتے ہیں تو مجھے اُن سے نفرت ہو جاتی ہے۔
"بھئی تم تو ہمیشہ کے روگی ہو۔ تمہاری بیماری سے تو سب عاجز آگئے۔ بیماری نہ ہوئی بلائے جنجال ہو گئی۔ وہ کونسی منحوس
گھڑی تھی جب یہ ملعون مرض لگا تھا۔ جب سے تم سے پور گئے بس جب سے ہی بیمار ہو۔ برا نہ مانو تو کہوں۔ کسی نے کچھ
کر نہ دیا ہو۔
سحر کا ذکر تو قرآن شریف میں بھی آیا ہے" وغیرہ وغیرہ۔

الغرض جسمانی حیثیت سے تو میں مریض تھا ہی ذہنی اور روحانی حیثیت سے بھی ان پرسش احوال کرنے والوں نے
مجھے بیمار کر دیا ہے خدا ان کو عقل دے اور یہ عیادت کرنے کا ڈھنگ سیکھیں۔

[illegible]

# افسانہ نگار بہنوں سے

زنانہ رسالوں میں، ایک عرصہ سے میں دیکھ رہی ہوں کہ بجائے اخلاقی، علمی، ادبی اور اصلاحی مضامین کے افسانے بہت زیادہ شائع ہو رہے ہیں لڑکیوں کو چونکہ قصے اور کہانیوں کا بہت شوق ہوتا ہے اس لئے افسانے والے رسالے زیادہ شوق سے پڑھتی ہیں اور ان افسانوں کا ان کے دلوں پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ افسانہ نویسی ایک اعلیٰ درجہ کا فن ہے اور اس میں درجۂ کمال حاصل کرنا بڑی لیاقت کی بات ہے۔ لڑکیوں کو جس طرح افسانہ پڑھنے کا شوق ہوتا ہے اسی طرح لکھنے کا بھی۔ پس وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے کسی افسانہ کا آغاز کر دیتی ہیں اور رسالوں میں افسانے کا طرز دیکھ کر اس کو تمام کر لیتی اور نام شائع ہونے کے خیال سے فوراً کسی رسالے کو روانہ کر دیتی ہیں۔ رسالے بھی چونکہ بکثرت ملک کے ہر ہر گوشہ سے نکلنے شروع ہو گئے ہیں اور قابل مضامین نگار میسر نہیں آتے اس لئے بلا کچھ سوچے سمجھے صرف مضمون (افسانہ) کی اردو درست کر کے یا بعض اوقات بجنسہٖ درج رسالہ کر دیئے جاتے ہیں اور ایڈیٹر صاحبان بالکل یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کا رسالہ "علمی، اخلاقی اور ادبی" ہے اس میں جو افسانہ درج ہونا چاہیئے وہ اخلاقی معیار سے گرا ہوا نہ ہو نہ یہ غور فرماتے ہیں کہ ان رسالوں کا لڑکیوں پر کیسا اثر پڑے گا۔

ملک کی نامور افسانہ نویس اور مبتدی افسانہ نگار خواتین سے میری بصد ادب التجا ہے کہ وہ افسانہ لکھتے وقت اس امر کا ضرور خیال رکھیں کہ افسانہ کا پلاٹ کیا ہے اس سے شادی شدہ اور کنواری لڑکیوں کے اخلاق پر کیسا اثر پڑے گا۔ حسن و عشق کے راگ الاپنے سے ناسمجھ طبیعتوں پر کیا نقش ہوں گے۔

مردانہ رسالوں کا تو کیا ذکر زنانہ پرچوں میں ایسے افسانے دیکھے ہیں جنہیں پڑھ کر مجھے بہت رنج ہوا ہے اور بہت دیر تک میں نے یہ سوچا ہے کہ کم سن اور ناسمجھ طبیعتیں ان فضول قصوں سے کیا اثر لیں گی جن کے ہاتھ میں کوئی رسالہ اخلاقی اور ادبی کہہ کر دیا جاتا ہے۔ وہ تو یہی جانیں گی کہ اخلاق اسی کا نام ہے اور ادب اسی تہذیب کو کہتے ہیں، جو ان کے اخلاقی۔ علمی۔ ادبی اور اصلاحی رسالہ کے متعدد صفحوں پر تحریر ہے جن لڑکیوں کو کسی غیر لڑکے سے ملاقات کا موقعہ نصیب ہو جاتا ہے وہ ان افسانوں کی بدولت وہی کرنے پر تیار ہو جاتی ہیں جو انہوں نے پڑھا ہے۔ اس قسم کے رسالے اور ان کے افسانے ملک کی ترقی کے لئے کیا رہنما ثابت ہو سکتے ہیں!

افسانہ لکھتے یا شائع کرتے وقت خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کا پلاٹ اخلاق علم ادب اور شرافت ہو شریف اور کنواری بچیاں اور شادی شدہ خواتین اس کے پڑھنے سے مستفید ہوں اور بجائے حسن و عشق کے ہمدردی و خدمت قوم کا جوش و جذبہ ان کے معصوم دلوں میں پیدا ہو جائے۔ اور جو کام وہ کریں ملک و قوم اور گھر اور برادری کے لئے باعث فلاح ہو۔ اول تو کنواری

لڑکیوں کو معیار اخلاق سے گرے ہوئے افسانے لکھنے میں اور ان کو برائے اندراج رسالہ بھیجنے میں شرم آنی چاہئے اس لئے کہ "شرم مشرقی عورت کا جوہر ہے" دوئم ایڈیٹر صاحبان کا فرض ہے کہ شرم وحیا سے گرے ہوئے افسانے ہرگز رسالوں میں نہ شائع کریں اگر مضامین فراہم نہیں ہوتے تو رسالہ کو سہ ماہی ششماہی کردیں یا بند کردیں۔ فضول قصوں سے "علمی۔ اخلاقی۔ مذہبی اصلاحی" رسالوں کے صفحے سیاہ کرنا عقلمندی اور جذبۂ ہمدردی نسواں ہرگز نہیں۔

خدائے پاک کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہمیں "عصمت" جیسے بے بہا قابل قدر رسالہ کے مطالعہ کا موقعہ عطا فرمایا ہے میرے خیال میں سوائے عصمت کے کوئی دوسرا زنانہ پرچہ ایسا نہیں جو سرورق پر "اخلاقی۔ علمی۔ اصلاحی مذہبی" لکھے جانے کی لاج رکھتا ہو۔ میں نے ۳۰ء سے لے کر ۳۶ء تک کے پرچے دیکھ ڈالے لیکن کوئی مضمون ایسا نہ ملا جو اخلاق۔ علم۔ مذہب اور معاشرت ہندوستانی کے خلاف ہو یہی سبب ہے کہ عصمت کو ملک کی مایۂ ناز خواتین کے زیر مطالعہ رہنے اور ان سے مضامین حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ افسانہ نگار خواتین عصمت سے سبق حاصل کریں۔ افسانہ نویسی میں کمال حاصل کرنے کے لئے محسن نسواں حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ اور محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی کتابوں کا مطالعہ بہت کافی ہے۔ جو بہنیں افسانہ لکھنے کی خواہش مند ہیں ان کتابوں کا مطالعہ ان کے لئے اشد ضروری ہے ایک دفعہ نہیں ہزار بار اور اسی طرح شرافت اور لیاقت سے پُر افسانہ لکھنا سیکھیں خداوند عالم ان کے ارادہ اور ہمت میں برکت عطا فرمائے۔

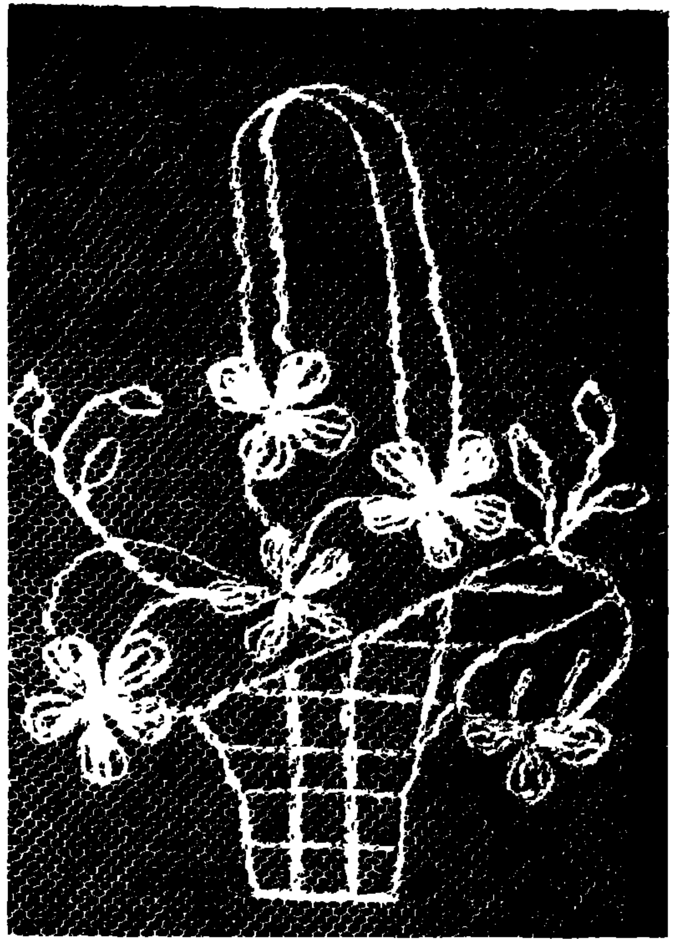
غازیہ فاطمہ

# نعت

یہ تاریک دُنیا نہ پُرنور ہوتی — نہ وحدت کی قائل کوئی روح ہوتی
وجودِ خُدا کا نہ اقرار ہوتا — رسولِ خُدا سے بھی انکار ہوتا
مسلمان ہوتے نہ ایمان ہوتا — یہ اِسلام ہوتا نہ قرآن ہوتا
گناہوں سے عالم یہ معمور ہوتا — غرور اور نخوت کا بس شور ہوتا
ہبل ساری دُنیا کا معبود ہوتا — وہ کفار عالم کا مسجود ہوتا۔
ہمیں اک نیا کُفر ایجاد کرتے — کسی طرح وحدت کو برباد کرتے
جدا اپنے مذہب کا اعلان کرتے — اشاعت میں پھر اسکی کفران کرتے
کہاں ہم کو ہوتی میسر یہ نعمت — خدا کی محبت محمدؐ کی اُلفت
یہ انعام ہوتے نہ اکرام ہوتے — میسر ہمیں مرکے آلام ہوتے
تعلق ہوا تیرا احمدؐ سے مسلم — کہاں تیری قسمت کہاں ارحم منعم
عفو تیرے عشرت گنہ کون کرتا — حقیقت سے واقف تجھے کون کرتا

اگر نورِ احمد ہویدا نہ ہوتا

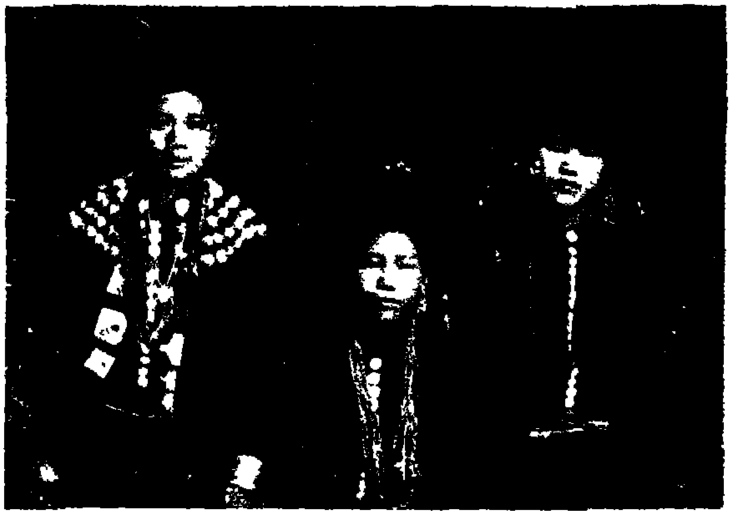
ممتاز ناصر عشرت (فدنپوری)



جالی میں پھولوں کی ٹوکری
از جوہر نسواں خاص نمبر ' جالی کا کام '



صحرائے اریٹریہ کی ایک عورت اپنے قومی لباس میں



فرانسیسی انڈو چین کی تین چینی لڑکیاں اپنے قومی لباس میں



ایک لداخی عورت اپنے سامان کے ساتھ ساتھ لڑکے کو
بھی پیٹھ پر لئے جارہی ہے



حبشی قوم کی ایک لڑکی جسکے سر پر
چاندی کی ٹوپی ہے

# دودھ کے دانت

بچے کا چھ ماہ سے لے کر ڈھائی سال تک کا زمانہ دانت نکلنے کا ہوتا ہے، اس زمانے میں سینکڑوں بچے مرجاتے ہیں، بہت سے کمزور ونحیف ہوجاتے ہیں اور وہ سال کی عمر کے اندر اندر سوکھا وغیرہ بیماریوں کا شکار بن جاتے ہیں اس کی وجہ والدین کی لاعلمی ہے!

دانت نکلنے کے زمانہ میں صفائی کا خصوصیت سے خیال رکھنا چاہیے اور سوائے دودھ کے کچھ نہیں دینا چاہیئے۔ اگر ماں کا دودھ کم ہو یا بالکل نہ ہو تو گائے یا بکری کے دودھ میں پانی ملا کر اور ابال کر دینا چاہیئے۔ میں نے عام طور پر دیکھا ہے کہ مائیں سال سال بھر کے بچے کے ہاتھ میں، بہلانے کے لئے روٹی بسکٹ یا مٹھائی کا ٹکڑا دیدیتی ہیں، بچہ اپنے مسوڑوں سے چوس چوس کر نگلتا رہتا ہے۔ اور ان بغیر چبائے ہوئے ٹکڑوں کو ہضم کرنے کے لئے بچے کے نازک معدہ کو بہت زور لگانا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنتیں کمزور ہوجاتی ہیں اور دست آنے لگتے ہیں!

جب تک تمام دانت نہ نکل آئیں بچے کو اناج وغیرہ نہ دینا چاہیئے اور جب اناج دینا شروع کریں تو خوب چبا کر کھانے کی عادت ڈالیں!

دانت نکلنے کے زمانے میں ماں کو بھی صاف رہنا چاہیئے اور اپنی غذا کے بارے میں بھی خاص خیال رکھیں۔ اگر دانت نکلنے میں مشکل پیش آئے۔ تو شہد میں قدرے نمک ملا کر مسوڑوں پر ملیں اور بچے کے گلے میں لکڑی کی چُسنی جس پر روغن نہ ہو لٹکا دیا یا ملہٹی کا ایک موٹا ٹکڑا لے کر اور اسے چھیل کر بچے کے گلے میں ڈال دیں تو زیادہ فائدہ مند ثابت ہوگا۔ ملہٹی ایک تو میٹھی ہوتی ہے، بچہ اُس کو شوق سے چباتا یا چوستا ہے دوسرے یہ کہ پیاس اور معدہ کی سوزش کو بجھاتی ہے۔ حلق اور سینہ کو نرم کرتی ہے۔ سانس اور کھانسی کو بھی مفید ہے۔ ربڑ کی چُسنی نہیں دینی چاہیئے یہ سخت مضر ہے اور اس زمانے میں بچوں کو گرائپ واٹر دینا از حد مفید ہے۔ یہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب دانت نکل آئیں تو روزانہ کپڑے سے اندر باہر اچھی طرح صاف کر کے بوروگلیسرین لگا دیا کریں۔ مٹھائی اور میدہ کی چیزیں کھانے نہ دیں۔ یہ دانتوں کو خراب کر دیتی ہیں۔ دودھ مکھن تازہ بالائی پھل خوب کھلائیں تاکہ بچے کی صحت درست ہو اور دانت مضبوط ہوجائیں۔ جب بچہ کچھ سمجھنے کے قابل ہوجائے تو اس کو برش یا مسواک کرنا سکھائیے۔ اور روزانہ دونوں وقت دانت صاف کرنے کی تاکید کیجئے اور گاہ بگاہ بچے کے دانت کا معائنہ خود کرنا چاہیئے۔ اگر کہیں کیڑا لگ جائے یا اور کسی قسم کی تکلیف ہو تو فوراً کسی اچھے ڈینٹسٹ کو دکھائیں۔ گھر کی معمولی دوائیں نہیں کرنی چاہیئیں۔ کیونکہ اس طرح عارضی طور پر آرام تو آجاتا ہے لیکن اندر ہی اندر کیڑا دانت کو کھا جاتا ہے اور اکثر ایک خراب دانت تمام دانتوں کو خراب کر کے بہت سے امراض کا شکار بنا دیتا ہے!

جب بچے دودھ کے دانت نکالتے ہوتے ہیں تو ان میں بعض کے [illegible] سے خود [illegible] آتی

مائیں یہ خیال کرتی ہیں کہ یہ عارضی دانت ہیں خود بخود گر جائیں گے ان کے علاج کی یا دیکھ بھال کی چنداں ضرورت نہیں، میرے خیال میں یہ سخت غلطی ہے مستقل دانتوں کی خوبصورتی اور مضبوطی کا دارومدار انہیں عارضی دانتوں پر ہے، اگر یہ دانت خراب ہوجائیں گے تو مستقل دانت جوان کی جگہ نکلیں گے۔ نکلنے سے پیشتر ہی خراب ہوجائیں گے، کیونکہ جب بچہ دودھ کے دانت کے بعد مستقل دانت نکالنے لگتا ہے تو اس وقت دودھ کے دانت یک دم نہیں گر جاتے بلکہ ان کے گرنے سے پہلے ایک مستقل ڈاڑھ نکل آتی ہے جس کا علم نہ بچے کو ہوتا ہے اور نہ والدین کو۔ وہ مستقل ڈاڑھ بھی کرم خوردہ اور خراب دودھ کے دانتوں میں شمار کی جاتی ہے اور نتیجہ اس لاعلمی کا یہ ہوتا ہے کہ وہ مستقل ڈاڑھ بھی آہستہ آہستہ دودھ کے دانت کے ساتھ خراب ہوجاتی ہے! والدین کو لازم ہے کہ جب بچہ چھٹے سال میں قدم رکھے تو اس کے دانتوں کا گاہ بگاہ معائنہ کیا کریں۔ جب ان کے دانتوں میں ایک دانت کا اضافہ ہوجائے یعنی بیس کے بجائے اکیس ہوں، تو سمجھ لینا چاہیے کہ بچہ اب مستقل دانت نکالنے والا ہے۔ ورنہ ہم ایک بڑی غلطی کے شکار رہوں گے جس کی تلافی ساری عمر نہیں ہوسکتی!

یہاں پر یہ بیان کردینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ جس طرح ہمیں دودھ کے دانت کی حفاظت لازمی ہے۔ اسی طرح ہم کو چاہیئے کہ مستقل دانتوں کی بھی صحیح معنوں میں حفاظت کریں! اگر آپ بچوں کے دانتوں کو روزانہ صاف نہ کریں گی تو میل تہہ در تہہ جمتی چلی جائے گی اور ان کے نازک مسوڑوں کو آہستہ آہستہ گلانا شروع کردے گی!

والدین کی لاپرواہی کی وجہ سے بچہ بھی اپنے دانت کا خیال نہیں رکھتا اور نہ صاف کرتا ہے کیونکہ اس کو عادت نہیں ہوتی۔ اس لئے والدین کا فرض ہے کہ وہ بچے کو دانت صاف کرنے کی عادت ڈلوائیں۔

اگر والدین اپنے بچوں کے دانتوں کا خیال رکھنا شروع کردیں تو آج کل ہندوستان میں جو دانت کی بیماریاں لاتعی کثرت سے بڑھ رہی ہیں، رُک جائیں، اور لوگ بہت سی مصیبتوں سے بچ جائیں!

سیدہ اصغری بیگم۔ کلکتہ

# رنگوں کی قسمیں

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ کپڑا رنگنے کے رنگ صرف ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں جو عموماً ہر جگہ فروخت ہوتے ہیں۔ اور ان ہی رنگوں کو کسی خاص ترکیب سے رنگنے سے پختہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ دراصل پختہ رنگ علیحدہ ہوتے ہیں۔ ان کو رنگنے کے طریقے بھی ان معمولی رنگوں سے مختلف ہیں۔ بعض قسم کے رنگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ صرف اون اور ریشم ہی رنگ سکتے ہیں اور وہ سوت پر بالکل نہیں چڑھتے۔ اسی طرح بعض اقسام کے رنگ صرف سوت ہی کو رنگ سکتے ہیں اور اون اور ریشم کے لئے بالکل موزوں نہیں ہوتے۔ الغرض مختلف اقسام کے رنگوں کے خواص، رنگنے کے طریقے اور ان کی پختگی کے درجے مختلف ہوتے ہیں۔

رنگوں کی تقسیم جدید تحقیقات کی بناء پر دو مختلف حیثیتوں سے کی گئی ہے۔ ایک تو رنگوں کے اوصاف کے لحاظ سے اور دوسری رنگنے کے طریقوں کے لحاظ سے۔ رنگوں کے اوصاف کے لحاظ سے ان کی اقسام حسب ذیل ہیں۔

(۱) مادی رنگ Substantive Colours. (۲) امدادی رنگ Adjective colours

مادی رنگ وہ ہوتے ہیں جو بغیر کسی دوسری دوا کی امداد کے کپڑا رنگ سکتے ہیں۔ امدادی رنگ وہ ہوتے ہیں کہ جب تک رنگنے سے پہلے یا بعد میں کپڑے کو مخصوص دواؤں میں نہ پکایا جائے وہ رنگ نہیں دیتے۔

رنگنے سے پہلے یا بعد میں جن دواؤں کا استعمال کیا جاتا ہے ان کو امدادی ادویہ یا mordants کہتے ہیں۔ یہ امدادی دوا اور رنگ مل کر ایک رنگین کیمیاوی مرکب بن جاتے ہیں اور کپڑے میں پختگی سے جذب ہو جاتے ہیں۔

رنگنے کے طریقوں کے لحاظ سے رنگوں کی نو اقسام ہیں۔

(۱) نمک کے رنگ Direct or Salt colours (۲) تیزاب کے رنگ Acid colours

(۳) بیسک رنگ Basic Colours (۴) گندگ کے رنگ Sulphur colours

(۵) ہاٹھ کے رنگ Vat colours. (۶) امدادی رنگ Mordant Colours.

(۷) نیفتھال رنگ Naphthol colours (۸) معدنی رنگ Mineral Colours.

(۱) نمک کے رنگ مادی رنگ ہوتے ہیں۔ سوت، اون، اور ریشم پر رنگے جاتے ہیں۔ یہ رنگ سوت پر کم پختہ ہوتے ہیں لیکن اون اور ریشم پر کافی پختہ ہوتے ہیں۔ یہ نمک کے رنگ اس لئے کہلاتے ہیں کہ سوت پر صرف نمک دینے سے چڑھ جاتے ہیں۔ ان رنگوں میں سُرخ، نیلا، زرد، اودا ہر رنگ ہوتا ہے۔

(۲) تیزاب کے رنگ یہ بھی مادی رنگ ہوتے ہیں۔ یہ صرف اون اور ریشم ہی رنگ سکتے ہیں۔ سوت پر بالکل نہیں چڑھتے۔

ان رنگوں میں تیزاب کا جز ہوتا ہے اور رنگنے میں بھی تیزاب استعمال ہوتا ہے اس لئے ان کو تیزاب کے رنگ کہتے ہیں۔ ان میں بھی ہر رنگ ہوتا ہے۔

(۳) بیسک رنگ۔ یہ بھی مادی رنگ ہوتے ہیں۔ اون۔ سوت اور ریشم سب کو یکساں رنگتے ہیں یہی وہ رنگ ہیں جو عام طور پر فروخت ہوتے ہیں اور خام ہوتے ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نہایت خوشنما اور آبدار ہوتے ہیں اور بہت آسانی سے رنگے جاتے ہیں۔ اسی لئے یہ بہت زیادہ رائج ہیں۔ اون اور ریشم پر بہ نسبت سوت کے زیادہ پختگی سے چڑھتے ہیں۔

(۴) گندک کے رنگ۔ یہ بھی مادی رنگ ہوتے ہیں لیکن سادہ پانی میں حل نہیں ہوتے۔ ان کو سوڈیم سلفائڈ Sodium Sulphide میں حل کیا جاتا ہے۔ یہ رنگ سوت کو رنگنے میں استعمال ہوتے ہیں کیونکہ سوڈیم سلفائڈ جو ان کو حل کرنے میں استعمال ہوتا ہے اون اور ریشم کو گلا دیتا ہے۔ یہ رنگ نہایت پختہ ہوتے ہیں لیکن زیادہ خوشنما نہیں ہوتے۔ ان رنگوں میں گندک کا جز ہوتا ہے اس لئے ان کا یہ نام رکھا گیا۔ ان رنگوں میں سُرخ رنگ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اور سب رنگ ہوتے ہیں۔

(۵) ماٹھ کے رنگ۔ یہ بھی مادی رنگ ہوتے ہیں لیکن سادہ پانی میں حل نہیں ہوتے۔ ان کو رنگنے سے پہلے کاسٹک سوڈا اور ہائڈروسلفایٹ آف سوڈا Hydrosulphite of soda میں حل کیا جاتا ہے۔ یہ رنگ کیمیاوی لحاظ سے نیل کے رنگ سے بہت مشابہ ہوتے ہیں اور نیل کی طرح اُن کا ماٹھ اُٹھایا جاتا ہے جب رنگ دیتے ہیں۔ اسی لئے ان کو ماٹھ کے رنگ کہتے ہیں۔ ابتدا سے یہ رنگ صرف سوت پر رنگے جاتے تھے لیکن حال میں جدید طریقے دریافت ہوئے ہیں جن کی مدد سے یہ رنگ ریشم اور کیلا ریشم پر بھی رنگے جاتے ہیں۔ یہ رنگ بہ نسبت تمام دیگر اقسام کے رنگوں کے زیادہ پختہ اور خوشنمائی میں مثل کچے رنگوں کے ہوتے ہیں۔ ان کا رواج روز بروز زیادہ عام ہوتا جا رہا ہے قمیص کے کپڑے کی دھاری کا سوت اور اعلیٰ درجہ کے پردوں وغیرہ کا کپڑا ان ہی رنگوں سے رنگا جاتا ہے۔ یہ رنگ نہایت گراں ہوتے ہیں اور ان کا رنگنا بھی بہت دشوار ہے اس لئے بجز تجربہ کار اور باقاعدہ سیکھے ہوئے اشخاص کے عوام ان کا استعمال نہیں کر سکتے۔ ڈی۔ ایم۔ سی کاٹن کے گولے جو مختلف رنگوں کے انگلستان سے آتے ہیں ان ہی رنگوں سے رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ بھٹی سے نہیں چھوٹتا۔ ان میں سب رنگ ہوتے ہیں۔

(۶) امدادی رنگ۔ یہ رنگ بغیر مناسب ادویہ کی زمین دئے ہوئے نہیں رنگے جا سکتے۔ عام طور پر اون اور ریشم پر رنگے جاتے ہیں۔ یہ نہایت پختہ اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ ان میں کے بعض رنگ سوت پر بھی رنگے جاتے ہیں۔

دیسی یا نباتاتی رنگ Natural colours. بھی امدادی رنگوں میں شامل ہیں انیسویں صدی کے وسط میں ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک میں ان رنگوں کا بہت رواج تھا۔ جب سے یورپ میں کوئلہ سے رنگ بنائے جانے لگے اور بہت ارزاں ہو کر یہاں فروخت ہونے لگے نباتاتی رنگوں کا استعمال کم ہو گیا۔ نباتاتی رنگوں میں نیل۔ کتھ کی چھال۔ ببول کی چھال۔ اور لاکھ کے رنگ اب بھی رنگے جاتے ہیں۔ ان رنگوں میں سبز اودا اور سُرخ رنگ نہیں ہوتا۔

نباتاتی رنگوں سے رنگنے کا رواج اب بہت کم ہے۔ لیکن میں نے ان رنگوں پر بہت سے تجربے کئے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ کسی اشاعت میں ان رنگوں کے متعلق بہ تفصیل تحریر کروں گا۔

(۷) نیفتھال رنگ۔ یہ دراصل رنگ نہیں ہوتے بلکہ چند مخصوص ادویہ یکے بعد دیگرے کپڑے پر چڑھائی جاتی ہیں جن سے کپڑے پر نہایت پختہ اور خوبصورت رنگ آجاتا ہے۔

پہلے صرف سُرخ رنگ ایجاد ہوا تھا لیکن رفتہ رفتہ اور ادویہ بھی دریافت ہوتی گئیں اور اب تقریباً سب رنگ رنگے جا سکتے ہیں۔ یہ رنگ عموماً سوت پر رنگے جاتے ہیں لیکن ریشم پر بھی جہاں بہت زیادہ پختہ رنگ درکار ہوتے ہیں رنگے جاتے ہیں۔ نیفتھال کا سرخ رنگ اپنی شوخی اور تیزی کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہے۔

(۸) معدنی رنگ۔ یہ رنگ معدنیات سے رنگے جاتے ہیں مثلاً کھیں، چونا کیس سُرخ Potassium Bichromate سیسہ کے نمک۔ ان ادویہ سے گیروا۔ بادامی۔ خاکی اور فاختئی رنگ رنگے جاتے ہیں۔ یہ رنگ صرف سوت پر رنگے جاتے ہیں اور خوب پختہ ہوتے ہیں لیکن خوشنمائی میں دیگر رنگوں کی برابر نہیں ہوتے۔

متذکرہ بالا قسم کے رنگوں کے علاوہ چند اور رنگ بھی رنگے جاتے ہیں۔ مثلاً پیپڑی[1] کا سیاہ رنگ Aniline black جو پیپڑی Aniline Salt سے رنگا جاتا ہے

(۹) پگمنٹ رنگ Pigment colours پیلی مٹی۔ نیل بڑی اور چونے وغیرہ سے رنگے جاتے ہیں۔ اس قسم میں صرف زرد۔ نارنجی اور نیلے رنگ ہوتے ہیں۔ یہ رنگ صرف سوت پر رنگے جاتے ہیں۔ اور پختہ ہوتا ہے پیپڑی کا سیاہ رنگ پختگی کے لئے بہت مشہور ہے چھتریوں کا سیاہ کپڑا عموماً اسی سے رنگا جاتا ہے۔

رنگنے سے قبل جس کپڑے کو رنگنا ہو اس کے لحاظ سے یہ انتخاب کرنا ضروری ہوتا ہے کہ کس قسم کے رنگ سے کپڑا رنگا جائے۔ مثلاً اگر کھڑکی یا دروازہ کے پردوں کے لئے کپڑا رنگنا ہے تو اُس کے لئے ایسے رنگ انتخاب کرنا چاہئے جو دھوپ سے نہ اُڑیں اور دُھلنے پر بھی نہ چھوٹیں۔ ایسی صورت میں ماٹھ کے رنگ سے کپڑا رنگنا چاہئے۔ اگر دری یا جاجم رنگنی ہے تو اُس کے لئے زیادہ پختہ رنگ درکار نہیں ہوتے اس لئے نمک کے رنگ سے رنگنا موزوں ہوگا۔ کیونکہ دری یا جاجم نہ تو عموماً دھوپ میں رہتی ہے اور نہ زیادہ دھلتی ہے۔ اسی طرح ململ کے دوپٹے جو جلد جلد بدلے جاتے ہیں کچے رنگوں سے رنگے جاتے ہیں تاکہ دھلنے کے بعد دوسرا رنگ دیا جا سکے۔ ریشم اور اون پر کچے رنگ بھی کافی پختہ ہو جاتے ہیں لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ کچے رنگ ریشم پر سے اُڑیں گے ہی نہیں۔ عام طور پر یہ یقین کیا جاتا ہے کہ ریشم پر کچے رنگ بالکل پختہ ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اگر ریشم جو کچے رنگ سے رنگا ہوا ہو گھنٹہ بھر کے لئے دھوپ میں ڈال دیا جائے تو اُس کا رنگ بہت کچھ غائب ہو جائے گا۔ ریشم رنگنے میں عموماً پختگی سے زیادہ خوشنمائی کا لحاظ ہوتا ہے اس لئے بیسک رنگ (باقی صفحہ [illegible])

---

[1] پیپڑی ایک کی نقل کی ایک دوا ہوتی ہے جو Aniline Oil سے بنتی ہے۔ اس کا کیمیاوی نام انگریزی میں Aniline Hydrochlori[…] ہے۔

# اُردو

از افسر الشعرا حضرت آغا شاعر صاحب قزلباش دہلوی

سُنا ہے میں نے. کہ کچھ رسم خط کا ہے چرچا     کہ جس کے پردے میں. بدلیں. زبان کا نقشا
کسی کو. دُھن ہے کہ اُردو ملیچھ کی ہے بھاشا     کوئی. یہ کہتا ہے. ہندی میں بات چیت بجا
مگر. وہ کونسی ہندی. کہ جو غلط گر. ہو
جو. سونسکرت سے نکلی ہو. اینٹ پتھر ہو

کلام پاک سے نسبت؟ یہی ہے خود رائی؟     ہمیں. تعصب بیجا نے. آنکھ دکھلائی
یہ. لشکری ہے زباں ہند میں جلا پائی     مٹانے والے. جو اس کے ہیں. اُن کی موت آئی
جو مُلکی بولی کے دشمن ہوں. اُن کو سمجھائیں
وہ اس کے مٹنے سے پہلے نہ آپ مٹ جائیں

ذرا سمجھئے تو. ستّو سال کی ہو جو بھاشا     تمام صوبوں میں. ہو جس کو بولتی دنیا
کہیں زیادہ. کہیں کم سہی؟ یہ بحث ہے کیا؟     اب اُس کو میٹتے ہیں آپ ہوش بھی ہیں بجا
نہ یہ رہے. نہ وہ رہ جائے. خوش بیاں بولیں
ہم. اِس کو چھوڑ کے. جناتی. چیستاں. بولیں

سُنا جناب اِنے. لُطف زباں ہے ایسی چیز؟     زبان. علم کی دیوی ہے. مُلک بھر میں عزیز
ضرورتوں کی ہمارے. ہوئی. اسی سے تمیز     یہ. دیش رانی ہے. سب خواہشیں ہیں اس کی کنیز
ہزار کام. سرانجام دے. یہ ناممکن
بغیر اس کے زباں کام دے یہ ناممکن!

ہمارے مُلک کی. دیسی زبان اُردو ہے     اسی کا نام ہے ہندی. جنم کی ہندو ہے
یہ سب میں ایک ہے توحید کا بھی پہلو ہے     جہان بھر میں جو چلتا ہے یہ وہ جادو ہے
جہاز میں سنو اس کو چٹان پر سُن لو
خدا جو چاہے. تو پھر آسمان پر سُن لو

ہے. قاہرہ میں یہی شے یہی ہے لزبن میں     یہی ہے چین میں. جاپان میں بسوئٹن میں
اسی کو بولتے ہیں آج ہند و جرمن میں     اِسی کے. راگ اُڑانے لگے ہیں لندن میں
ہزار کھیل کریں. گول. سب اُسی کے ہیں     ہزار رنگ ہوں تمام کے. پگ اسی کے ہیں

# اے ماؤں، بہنوں، بیٹیوں!

اگر میں آپ کے سامنے ان جھگڑوں اور قضیوں کا مفصل ذکر کروں جو اردو، ہندی، ہندوستانی کے نام سے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں تو یہ ایک بیکار سی لمبی داستان ہوجائے گی۔ پھر بھی سلسلہ کو قائم کرنے کے لئے میں ناگپور والے قصہ کی طرف اشارہ کروں گا یہ تو آپ جانتی ہیں کہ کچھ عرصہ قبل ناگپور میں ہندوستان بھر کے ادیب اور لیڈر اس غرض سے جمع ہوئے کہ ایک ایسی مجلس میں شرکت کریں جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کی زبانوں کی جانچ پرتال کریں اور دیکھیں کہ ملک کی آیندہ کون سی زبان ہوگی۔

خیر اور جو کچھ ہوا سو ہوا۔ جو بات ہمارے لئے غور طلب ہوئی وہ یہ تھی کہ مسٹر گاندھی اس بات پر اڑ گئے کہ ہندوستان کی قومی زبان "ہندی و ہندوستانی" ہونی چاہئے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ "ہندی ہندوستانی" سے ان کا کیا مطلب ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو نے ان کی سخت مخالفت کی اور واضح الفاظ میں کہدیا کہ ملک کی زبان ہندی رکھئے اردو رکھئے، یا ہندوستانی رکھئے لیکن ایسا نام رکھنے سے جو کسی خاص زبان کو واضح نہ کرے کوئی حاصل نہیں۔ مسٹر گاندھی کو نہ ماننا تھا نہ مانے اور آخر میں تو انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اردو خاص مسلمانوں کی زبان ہے وہ قرآن کے حرفوں میں لکھی جاتی ہے اور مسلمان چاہیں تو اسے رکھ سکتے ہیں۔ اگر اتنے بڑے لیڈر پر کم علمی کا الزام لگانا بے ادبی نہ ہوتا تو میں صاف کہتا کہ مسٹر گاندھی اردو ہندی زبانوں کی تاریخ سے واقفیت نہیں رکھتے۔ مجھ سے بہتر جواب آپ کو سندر لال صاحب کے خط میں ملے گا جو رسالہ جامعہ میں حال ہی میں شائع ہوا ہے اور مسٹر گاندھی کے نام ہے۔

اس جلسہ کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں کی آنکھوں سے پردے ہٹ گئے اور صاف دلوں میں بھی بدگمانیاں پیدا ہوگئیں۔ اردو کو جان و دل سے عزیز رکھنے والے جو ابھی تک چین کی نیند سو رہے تھے ایک دم بیدار ہوگئے۔

بدقسمتی ہندوستان میں ہر چیز فرقہ وارانہ رنگ اختیار کرلیتی ہے چنانچہ وہ جلسہ بھی جسے خالص ادبی رہنا چاہئے تھا بالکل بے لطف ہوگیا۔ اور رونا اس کا ہے کہ اس کے ذمہ دار وہ تھے جنھیں بعض لوگ فرقہ وارانہ خیالات سے بلند سمجھتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ ہندوستان میں صرف دو چیزیں ہیں جو یہاں کے باشندوں کے صدیوں کے میل ملاپ سے پیدا ہوئیں، ایک شمالی ہندوستانی موسیقی، دوسری اردو زبان، دونوں ہی کو ہندو اور مسلمانوں نے مل کر محنت کرکے ترقی دی اور موجودہ حالت پر پہنچایا۔ یہ کسی قوم کی ذاتی ملک نہیں ہاں دونوں سے برابر کا تعلق ہے اور اس پر دونوں کا حق ہے اور زیادہ صحیح الفاظ میں یوں کہئے کہ ہندوستانی قوم کی یہ پیداوار ہے اور اس کی ملک۔

ہماری ناعاقبت اندیش سیاست کی زہریلی ہوا نے زبان کو بھی نہ چھوڑا اور وہ تیری، یہ میری کا جھگڑا شروع ہوگیا۔ لیکن زمانہ کی رفتار کو کون روک سکتا ہے۔ ہندوستانی کو ملکی زبان بننے کا حق ہے وہ اس حق کو لے کے رہے گی اور ہندوستانی کیا ہے؟ اردو

اردو یا ہندی جو عام بول چال کی زبان ہے۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں، آپ سے جنہیں اس کا فخر ہے کہ اردو ان کی زبان ہے جنہیں اس پر ناز ہے کہ ان کی زبان جاننے والا ہندوستان کے ہر حصہ میں پایا جاتا ہے کیا آپ اس بات کو پسند کریں گی کہ ہم غیروں کے سامنے گڑگڑا کر کہیں کہ للہ ہماری زبان کو بخشدو۔ اسے زندہ رہنے دو، اگر ہم میں اپنی زبان کی خدمت کی صلاحیت نہیں تو غیروں کو کیا پڑی ہے۔

عزیز بہنو، ہندوستانی کا آپ پر حق، ہندوستانی آپ سے مدد چاہتی ہے۔ یاد رکھئے کہ آپ ہی قومی زبان کی پاسبان ہیں، بچہ ماں سے سیکھتا ہے، بھائی بہن سے سکھتا ہے۔ زبان کی بنیاد آپ کے ہاتھ میں ہے آپ چاہیں تو اسے سنوار سکتی ہیں آپ چاہیں تو اسے بگاڑ سکتی ہیں۔ زبان کی بقا آپ پر ہے۔

ناگپور کے جلسہ کے بعد ہندوستان کی دنیا میں اضطراب پیدا ہو گیا ہے بہت سے باہمت لوگ کمر باندھ کر زبان کی خدمت کے لئے تیار ہو گئے ہیں، بڑی بڑی کمیٹیاں بنی ہیں، بڑے بڑے ارادے ہیں، لیکن مرد آپ کی مدد کے بغیر کیا کر سکتا ہے اس کا کام تو آپ کے بعد ہے بنیاد آپ ٹھیک کر دیجئے بعد میں ہم سنبھال لیں گے۔

آیندہ دس سال ہندوستانی کے لئے بہت کٹھن گزرنے والے ہیں، ہندوستانی کو کوئی فنا نہیں کر سکتا مگر جینے جینے میں بھی فرق ہے زبان کی فنا اور بقا کی اس جدوجہد میں آپ برابر کا حصہ لیجئے۔ اس سلسلہ میں مرد کی بے پروائی اتنی زیادہ نقصان دہ نہیں ثابت ہوگی جتنی آپ کی کیونکہ آپ کے ذمہ دو خدمتیں ہیں ایک تو بچوں کی دیکھ بھال دوسرے خود آپ کی اپنی زبان کی، ہماری زبان میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں مردوں کی بولی الگ اور عورتوں کی بولی ایک، عورتوں کی بولی ہندوستانی زبان کا حسن ہے اگر یہ چیز نکال دی جائے تو زبان میں کیا خاک دھرا رہ جائے لطافت اس میں نہ ہو نزاکت اس میں نہ ہو، مرد تو خیر اپنی زبان سنبھال لیں گے لیکن نسوانی زبان کی ذمہ دار تو خود آپ ہی کو بننا پڑے گا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ زبان کی خدمت کس طرح کی جائے پہلی بات جو ہمیں ذہن نشین کرنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ جنہیں ہماری زبان سے ہمدردی نہیں ہے ان سے یہ توقع رکھنا کہ اپنا سو کام چھوڑ کر اس کی خدمت میں لگ جائیں ایسا ہی ہے جیسا سورج سے یہ توقع رکھنا کہ بارہ بجے رات کے وقت اپنی صورت دکھلا جایا کرے اگر ہم چاہتے ہیں کہ غیر ہماری زبان سیکھیں اور ہماری کتابیں پڑھیں تو ہمیں اپنی زبان کی بیحد خدمت کرنی ہوگی کتابوں کے معیار کو بلند کرنا ہوگا۔ اچھوتے مضامین اور نرالے خیالات پیدا کرنے ہونگے اس کے بعد لوگ خود بخود پڑھیں گے اور اگر مجھے زیادہ سخت لفظ استعمال کرنے کی اجازت ہو تو جھک مار کر پڑھیں گے۔

بہت سی بہنیں کہیں گی کہ ہمارے گھروں میں ہندوستانی تو بولی جاتی ہی ہے اور بچے سیکھتے ہی ہیں اس طرح یہ کام تو ہو رہا ہے لیکن میں عرض کروں گا کہ اب آپ کو اس کی طرف زیادہ توجہ دینی ہوگی ہمارے پاس اس بات کو یقین کرنے کی وجہ موجود ہیں کہ بہت سے گھر جہاں پہلے ہندوستانی بولی جاتی تھی اب سیاسی اثر کے ماتحت ہندوستانی سے بیگانہ ہو گئے ہیں آپ کو ان باتوں کا خیال رکھنا ہوگا ان کو روکنا ہوگا کیونکہ ایسا کرنا قوم اور ملک دونوں کی خدمت ہے۔

اب رہا آپ کے اپنے گھر کا سوال کیا آپ کے گھر میں آپ کے بچے بچیاں عزیز و اقارب اردو لکھ پڑھ سکتے ہیں کیا ان کی اتنی استعداد ہے کہ اردو عام فہم کتابیں رسالے اور اخبار پڑھ کر سمجھ سکیں اب میں پھر آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں ذرا غور سے سنئے کیا آپ کے گھر کیا پیش خدمتیں، مغلانیاں، ماما ئیں نوکرانیاں کچھ اردو کی شُد بُد رکھتی ہیں، اُن میں جن کی بڑھے طوطے کی حیثیت ہے ان کو چھوڑ کر کیا یہ ممکن ہے کہ ان میں سے چند کو کچھ پڑھایا جا سکے یا کیا یہ ممکن ہے کہ ان کے بچوں بچیوں کو آپ اپنے بچوں کے ساتھ اُردو پڑھوائیں۔

اگر ان سب باتوں کا جواب آپ نے ہاں دیا تو میں سمجھوں گا کہ اردو کے لحاظ سے آپ سب سے زیادہ خوش قسمت خاتون ہیں لیکن میں حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا اور اپنی توقعات کو خواہ مخواہ زیادہ بلند نہیں کرنا چاہتا ہر گھر میں کچھ پڑھے کچھ بے پڑھے لوگ ہوتے ہیں میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو جہاں تک آپ کے بس میں ہو پہلے اپنے گھر کے اندر ہی ہندوستانی کو پھیلانے کی کوشش کیجئے گھر میں کامیابی کے بعد باہر کامیابی کی راہیں کھل جائیں گی۔

آپ اپنے گھر کی ملکہ ہیں آپ چاہیں تو یہ سب کچھ ہو سکتا ہے کوشش کیجئے کہ آپ کے گھر میں زیادہ سے زیادہ رسالے آئیں زیادہ سے زیادہ کتابیں رہیں۔ خود پڑھیئے دوسروں کو پڑھنے کے لئے دیجئے۔ مہذب ملکوں میں ہر گھر میں ایک چھوٹا سا کتب خانہ ہوتا ہے آپ تہذیب میں کس سے کم ہیں۔ اپنے بچوں کے لئے مختلف رسالے اور اگر خدا نے حیثیت دی ہے تو ہر بچے کے لئے علاوہ رسالے منگوائیے۔ کوشش کیجئے کہ آپ کے محلے میں ایک علمی دائرہ قائم ہو جائے جس کا ایک چھوٹا سا کتب خانہ ہو اور محلہ کی خواتین اس سے فائدہ حاصل کریں اگر خدا نے حیثیت دی ہے تو محلہ کی تعلیم کے لئے کسی استانی کو مقرر کیجئے اگر خدا نے علم دیا ہے تو دوسروں کو سکھائیے۔ اس طرح آپ کے رسالوں میں زیادہ ترقی ہو گی اس طرح آپ عام رسالوں کے اخلاق کو درست کر سکیں گی۔ موجودہ حالت میں بھی میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے رسالے مردوں کے رسالوں سے بہت لحاظ سے بہتر ہیں، ان میں مصنوعی زبان نہیں ہوتی۔ لایعنی شاعری اور بے معنی ادب لطیف نہیں ہوتا۔ خیر یہ تو بعد کی بات ہے کہ رسالوں میں کیا ہو اور کیا نہ ہو۔ سردست میرے کہنے کا ماحصل یہ ہے کہ دامے درمے جس طرح سے بھی ہو ہندوستانی کی خدمت کا بیڑا اُٹھائیے پہلے اپنے گھر سے شروع کیجئے اس کے بعد دوسرے کی طرف توجہ کیجئے۔

یہ پیام ان بہنوں کے لئے بھی ہے جن کی مادری زبان اُردو یا ہندوستانی نہیں لیکن وہ اس سے دلچسپی رکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ ہندوستان کی قومی زبان ہے انہیں چاہیئے کہ اپنے گھروں میں مادری زبان کے ساتھ ساتھ ہندوستانی کی بھی تعلیم دلائیں۔ انگریزی کا درجہ ہندوستانی کے بعد چاہئے یاد رکھئے کہ ہندوستانی کی ترقی کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتیں اسے پڑھیں اور بولیں۔

اگر آپ نے کسی ایک کو بھی اردو یعنی ہندوستانی سکھا دی تو میں سمجھ لوں گا کہ بڑا کام کیا۔

آفتاب حسن (حیدرآباد دکن)

(بقیہ صفحہ ۲۰۵) زیادہ استعمال ہوتے ہیں ان کے لئے بھی بیک رنگ اور تیزابی رنگ عموماً استعمال ہوتے ہیں۔ بیکن بیک رنگ اگر اون پر صحیح طریقے سے اور احتیاط سے نہ رنگے جائیں تو ان میں یہ نقص ہوتا ہے کہ وہ سفید کپڑے پر چھوٹتے ہیں۔

کیلاریشم رنگنے کے لئے وہی رنگ استعمال ہوتے ہیں جو سوت رنگنے میں لائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ کیلاریشم اور سوت کے طبعی خواص ملتے جلتے ہیں +

اقبال احمد ...

# اللہ میاں

## (بچپن کا معصوم تخیل)

اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد انّ محمد الرسول اللہ، اشہد انّ محمد الرسول اللہ ........ الخ

ابھی میں یہاں آکر دم نہ لینے پایا تھا، کہ مذہبی دستور کے مطابق دادا جان نے میرے کان میں اذان دے کر مجھے اللہ میاں کا نام سنا دیا۔ اس بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اللہ میاں میری گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ میاں کا چرچا برابر جاری رہا، سو سو بہانے اللہ میاں کی آوازیں سنائی دیا کیں۔ انہیں کا نام لے لے کر مجھے بہلایا جاتا تھا، مجھے سُلانے کے لئے ان ہی کے نام کی لوریاں دی جایا کرتی تھیں، جوں ہی میری نیند کا وقت ہوا، کہ بیٹھے تھپتھپا تھپتھپا کر کیف آور لوریاں شروع ہوئیں

اللہ اللہ بھائی کے .... ... ... کان کا تو منتو بلائی کے
آجا ری نندیا تو آ کیوں نہ جا ........ میرے ننھے کی آنکھوں میں گھل مل جا ......
اللہ اللہ کرتی تھی ........ گھی کے پاپڑ تلتی تھی
گھی کے پاپڑ ہوئے تمام ........ پیارے بچے کو آیا آرام
سو جا .... سو جا .... سو ... جا ... اللہ اللہ .. اللہ ــ اللہ .... اللہ اللہ اللہ .... ..

جب کبھی میں بیمار ہوتا، تو بی اماں دعا کیا کرتی تھیں یا اللہ میرے بچے کو اچھا کر دے ... یا اللہ اس ننھی سی جان پر رحم کر، یا اللہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔

مجھے دوا پلاتے وقت اللہ شافی، اللہ کافی کہا جاتا تھا، کبھی میرے چوٹ لگتی تو بی اماں، آپا یا کوئی بڑا بوڑھا اللہ چھو اللہ چھو پڑھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

غرض اللہ اللہ کی آوازیں میرے ارد گرد چھائی تھیں، اس واسطے خیال آتا ہے، کہ ضرور بی اماں بی اماں کے ساتھ اللہ اللہ ہی میری زبان پر سب سے پہلے آیا ہوگا۔

اسی اللہ آمین سے میں گھٹنیوں چلنے لگا مگر اتنے سے بچے کی کیا بساط، اکثر لڑھک جایا کرتا تھا، بس اِدھر لڑھکا اُدھر کسی بڑے کی گھبرائی ہوئی آواز آئی بسم اللہ بسم اللہ ــ یا اللہ خیر .. جھٹ پٹ کسی نے مجھے اُٹھایا، اور لگی اللہ چھو اللہ چھو ہونے۔

ان ہی دنوں میرے ابا کو ضلع ”بھنڈ“ ریاست گوالیار کے مڈل اسکول کی ہیڈ ماسٹری ملی۔ اس واسطے آگرہ سے ہمارا آب و دانہ اُٹھا، ابھی تک میں نے گود، ڈولی، یکہ، چھکڑا، اور بہلی کے سوائے ریل کا نام بھی نہیں سنا تھا، بھنڈ جاتے وقت آگرہ فورٹ اسٹیشن سے پہلے پہل ریل میں بیٹھا، دنگ رہ گیا، جب وہ چپکے سے بہت تیز چلی، گویا ہوا میں اڑائے لئے جاتی ہے، اور ہانکنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

پہلے تو ریل کا تماشہ بہت اچھا معلوم ہوا، کہ خوب تالیاں بجائیں، اُچھلا کودا، اور ٹھٹھے لگائے، پھر جو ہوئی زیادہ دیر، تو گھر یاد آیا، سخت ہی گھبرایا، گھر چلو گھر چلو کی رٹ لگا دی۔

کتنی ہی دفعہ بی اماں اور ابا نے بہلایا، ذرا خیال اِدھر اُدھر ہوتا، کہ وہی اپنے گھر کے در و دیوار سامنے آجاتے اور ہر وقت دکھائی دیتے

صورتیں آنکھوں میں پھرنے لگتی تھیں۔

یوں ہی ہلتے مچلتے کتنے ہی اسٹیشن آئے، طرح طرح کے جنگل نکل گئے، میں اپنے گھر کی یاد میں اندر ہی اندر گھٹتا رہا، آخر اٹاوہ اسٹیشن پر اُتر کر سب یکے میں بیٹھے، میرا جی خوش ہوگیا کہ لو بھئی اب چلتے ہیں گھر، مگر وہ یکا تو کسی اور ہی طرح کے بازاروں میں ہوتا ہوا، آبادی سے باہر پہنچا، اور کون کہے، جنگلوں میں گذرتا، جمنا، چمبل، کنواری ندی عبور کرتا جھٹ پٹے وقت ایک کچے مکان کے دروازے پر جا ٹھیرا، آبا نے اس کا تالا کھولا، اور ہم سب نے چھپروں میں جا کر دم لیا۔

راستہ کی تکان تھی، پھر خبر نہیں کیا ہوا، صبح کھلی جو آنکھ تو کیا دیکھتا ہوں، کہ وہی کل شام والا مکان ہے، اور بی آماں، آبا اور بہن کے سوا، آگرہ کا کوئی نظر نہیں آتا، وہ بڑی سی انگنائی اور چھپروں کا گھر مجھے کچھ ویران ویران سا معلوم ہوا، خاک نہ سمجھ میں آیا، کہاں ہوں، آبا یہاں کیوں آئے، اور کب گھر چلیں گے۔

اُسی دن سے وہاں کی دیہاتی عورتیں بی آماں کے پاس آنی شروع ہوگئیں، ان میں کچھ تو ہندو پڑوسنیں تھیں، اور کچھ مسلمان بڑھیاں ٹھریاں، ہندو پڑوسنیں تو خیر جنس ہی دوسری ٹھیریں، ان مسلمان بوڑھیوں میں بھی آگرہ والوں کی سی کوئی بات نہ تھی، لیکن جناب! اللہ میاں کا نام یہ بھی لیتی تھیں، گویا آگرہ کا سب کچھ وہاں کا وہیں رہ گیا، ایک اللہ میاں ضرور ہمارے ساتھ یہاں آئے۔

آبا مجھے مدرسے لے جارہے تھے، گھر سے نکلتے ہی کسی صاحب سے سلام دعا ہوئی وہ کہنے لگے، انشاء اللہ میں آپ کے پاس ضرور حاضر ہوا کروں گا، پھر راستہ میں ملنے والوں میں بھی مزاج پرسی کے جواب میں الحمد للہ، شکر ہے اللہ کا کہتے ہوئے گئے

مدرسے پہنچ کر میں نے مولوی صاحب کو سلام کیا، تو اُنہوں نے میری ٹھوڑی چھو کر دعا دی، اللہ تمہاری عمر دراز کرے، تم صدوں سال سلامت رہو، تمہیں اللہ بلند اقبال کرے۔

جمعرات کی جمعرات ہمارے دروازے پر چمٹا بجاتے کوئی میاں صاحب پھیری کیا کرتے تھے، ان کا تکیہ کلام "اللہ" تھا، آتے ہی زور سے صدا کرتے۔ اللہ بھلا کرے اللہ، اللہ مائی کی خیر اللہ، اللہ چراغ روشن مراد حاصل اللہ، اللہ مائی کے بچے خوش رہیں اللہ... اللہ ماسٹر بابا کی خیر اللہ، اللہ فضل اللہ، اللہ، اللہ، اللہ کچھ مائی اللہ نام کا اللہ.. ......

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ میاں کے نام کی کشش تھی، یا اُن جمعراتی میاں صاحب کے سُریلے گلے کا اثر، یہ فقرے میرے دل پر نقش ہوگئے، چند پھیریوں کے بعد لگا میاں صاحب کی نقلیں اتارنے، دو ایک دفعہ تو بی اماں کو اچھا معلوم ہوا، پھر اُنہوں نے منع کیا، نا بچے ایسا نہ کہہ، کسی کی نقل نہیں اُتارتے ہیں ........ توبہ... ... توبہ.. اللہ میاں کی نقل اُتارنا گناہ بچے.. خبردار. خبردار! مارے ڈر کے مجھے توبہ کرنی پڑی، مگر کیا کہوں پھر بھی بھول چوک میں کئی دفعہ وہ فقرے میری زبان سے نکل نکل گئے۔

اس دنیا میں آکر چند موسم تو ایسے گذرے کہ مجھے آپے کا ہوش ہی نہ تھا، جب کچھ کچھ حواس بجا ہونے لگے، اور نئی نئی چیزیں سامنے آتی گئیں، تو ان کے حالات جاننے کا اشتیاق بھی ہوتا گیا، اُس وقت سوائے بی آماں کے میری تسلی کرنے والا کون ہوسکتا تھا، جنہوں نے خود تتلا کر مجھے بولنا سکھایا تھا، اور جو بغیر پوچھے بھی مجھ کو بہت سی باتیں بتایا کرتی تھیں، اس واسطے جو کچھ دیکھتا یا سنتا اُنہیں سے دریافت کرتا تھا، تو بعض کے متعلق تو وہ خوب سمجھاتیں اور بعض کی نسبت یہی کہہ کر رہ جاتی تھیں "اللہ جانے"

عجب تماشہ تھا، جب میں کسی چیز کے متعلق پوچھتا بی اماں یہ کس نے بنائی ہے، تو وہ بڑھئی، لوہار، سُنار، درزی، کمہار، حلوائی وغیرہ کا نام لے دیتیں، باقی ایک تنکے سے لے کر زمین آسمان تک کا بنانے والا اللہ میاں ہی کو بتایا کرتی تھیں، اور میں سمجھتا تھا کہ بی اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں پہلے تو جب بی اماں کہتیں کہ چیز اللہ میاں نے بنائی ہے یقین کر کے خاموش ہو جاتا تھا۔ آگے چل کر اور زیادہ حالات معلوم کرنے کو جی

چاہنے لگا، اس واسطے یہ ماننے پر بھی کہ ایسی چیز سوائے اللہ میاں کے کوئی نہیں بنا سکتا، میں ہر چیز کی نسبت کرید کرید کر پوچھتا تھا کہ بی اماں یہ اللہ میاں نے بنائی کاہے سے ہے؟ سو افسوس بی اماں کچھ نہ بتاتی تھیں صرف یوں کہہ کر ٹال دیتیں، اپنی قدرت سے بنائی ہے، اللہ میاں نے۔

بی اماں سے کتنا ہی پوچھتا، مگر وہ کبھی نہ بتا سکیں، اور یہ میں نہیں بتا سکتا، کہ ان کے اس فقرہ پر مجھے کیوں یقین آگیا، اور میں نے کیوں مان لیا کہ بے شک قدرت سے ہی بنائی ہوگی، اور قدرت آری، بسولا، ہتھوڑے چھینی کی طرح کوئی عجیب اوزار ہوگا جس سے اللہ میاں سب چیزیں بناتے ہوں گے۔

---

اس کے بعد سننے میں آیا، کہ ان چیزوں پر ہی کیا موقوف اللہ میاں ہی نے دن، رات، گرمی، سردی، برسات، آگ، پانی، ہوا، مرنا، جینا اپنی قدرت سے بنائے ہیں، اللہ میاں کی قدرت سے جلیبیاں میٹھی ہوگئیں، اللہ میاں کی قدرت سے مرغیاں انڈے دیتی ہیں، اللہ میاں کی قدرت سے بخار اُتر جاتا ہے، اور دیکھ لینا! اللہ میاں کی قدرت سے میرے ابا کی ترقی ہو جائے گی۔

بی اماں یہ بھی کہا کرتی تھیں، کہ اللہ میاں سے دعا کرو تو جو چاہو مل جایا کرتا ہے۔ اللہ میاں لوگوں کو ہزاروں لاکھوں روپے دیتے ہیں، اللہ میاں چاہیں تو بگڑے کام بن جائیں، خاص کر معصوم بچوں سے تو اللہ میاں ایسے خوش ہیں، کہ ان کی دعا کبھی نہیں ٹالتے۔

اوہ! اللہ میاں کو معصوم بچوں سے ایسی محبت ہے، تو مجھ سے بھی ضرور ہوگی، میں بھی معصوم بچہ ہوں، ابا کسی دن مجھے ان کے پاس کیوں نہیں لے جاتے جب وہ کچھ چیز دیں گے تو رومال میں باندھ کر گھر لے آؤں گا۔

یہ گھر قصبہ کے بالکل سرے پر تھا، یہاں سوائے دیہاتیوں کے کون رہتا، لیکن جناب گو پڑھے لکھے نہ سہی مگر دیہاتی بھی آخر ہوتے تو ہماری تمہاری طرح انسان ہی ہیں، بلکہ اگر دیکھا جائے تو سچی محبت اور وفاداری بیچارے غریب غربا میں ہی زیادہ پائی جاتی ہے، پھر اُس زمانہ کے لوگ شیطان طوفان سے ڈرنے والے، نیکی بدی سے کانوں پر ہاتھ دھرنے والے، جن کی ہمدردی کا یہ عالم تھا کسی کے بچہ کی انگلی دُکھے تو محلہ کا محلہ دوڑا دوڑا پھرے، ہندو ہو یا مسلمان خیریت پوچھتا چلا آرہا ہے، اڑوسنیں پڑوسنیں کام کاج کے لئے موجود ہیں۔

چنانچہ یہی ہوا، کہ ابا گھر میں ہوں یا نہ ہوں، محلہ ٹولے کے علاوہ بستی کی عورتیں بی اماں کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں، جب دیکھو ایک محفل بھری ہوئی ہے، ہرچند کہ ایک دوسرے کی بولی سمجھنا مشکل تھا، لیکن کیا مجال جو تالو سے زبان لگے، سب کی سب جی لگا کر باتیں کیا کرتی تھیں، گویا یہی ایک کام رہ گیا ہے۔

ان میں سے ایک بولی:-

بائی! وہ بڑی مغرور ہے، پیسے کے گھمنڈ میں کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی، ہم تو محبت کے بھوکے ہیں، اُس کی دولت نہیں چاہتے، ہمارا بھی اللہ ہے، امیر غریب سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔

یہ سُن کر میں نے پوچھا۔ اور بڑی بی! مجھے کس نے بنایا ہے؟

اُنہوں نے جواب دیا۔ صدقہ گئی بیٹا! تجھے بھی اللہ میاں نے بنایا ہے، میرا چاند!! مگر بی اماں کی تصدیق ضروری تھی۔ اُن سے کہا، کیوں بی اماں!

وہ کیا جواب دیتیں، یہی کہ "ہاں! ہاں اللہ میاں نے!" "اچھا اور ابا کو؟"

[illegible] ابا کو بھی اللہ میاں نے اور تیری بہن کو بھی اللہ میاں نے [illegible]

اس بات سے مجھے بڑی خوشی ہوئی، کہ بھئی اللہ میاں تو بہت اچھے آدمی ہیں جنہوں نے بی آماں بنائیں میری، پھر سوچتا رہ گیا، کہ بی اماں زیادہ اچھی ہیں، یا اللہ میاں زیادہ اچھے ہوں گے۔

یہ تعریفیں سن سن کر اللہ میاں سے ملنے کو میرا بیحد جی چاہنے لگا، اور یہ اشتیاق روز بروز بڑھتا گیا، مگر بی آماں سے معلوم ہوا، کہ وہ آسمان پر رہتے ہیں، اس واسطے کچھ بس نہ چلا، بجز اس کے کہ بادلوں کو دوڑ لگاتے دیکھ دیکھ کر جوڑ توڑ لگاؤں کہ یہ ضرور اللہ میاں سے ملنے جا رہے ہیں، ہائے میں اتنی دور کیسے پہنچوں، اللہ کرے میں بھی بادل بن جاؤں، یا کوئی ایسی ترکیب معلوم ہو جائے، کہ جب جی چاہا بادل بنے اور اللہ میاں کو دیکھنے چلے گئے، پھر ایسے کے ایسے ہی ہو کر اپنی بی آماں کے پاس آکھڑے ہوئے!

اللہ میاں کے نت نئے بھید کھلتے گئے، ایک روز بی اماں اور محلہ کی دو چار عورتیں باتیں کر رہی تھیں، اتفاقاً آگرہ کا ذکر چھڑ گیا، تو وطن کی یاد سے بی اماں کے آنسو نکل پڑے، آواز بھرا گئی، اس پر ایک مسلمان بڑی بی تسلی دینے لگی "کیوں بائی"۔

"بائی! کیوں کڑھتی ہے، رنجیدہ نہ ہو، ہم تیری خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ گھبرانے کی کیا بات، اے یہاں کوئی اور اللہ تھوڑا ہی ہے، وہی اللہ یہاں ہے، جو وہاں ہے، ویس پر دیس کا ہے گا، میرے کان کھڑے ہوئے فوراً پوچھا۔ کیا آگرہ کے ہی اللہ میاں یہاں بھی ہیں؟"

"اور کیا وہی ایک اللہ میاں تو ہیں ہی سارے میں، سب نے کہا۔ پہلے کے ہونے کی وجہ سے آگرہ کے اللہ میاں سے مجھے خاص محبت تھی، واہ وا یہ تو عجیب بات معلوم ہوئی۔ کہ آگرہ والے اللہ میاں یہاں بھی ہیں، ورنہ بڑا وہ ہوتا، نئے اللہ میاں نہ جانے کیسے نکلتے۔

بھنڈ کی آبادی سے کوئی دو ڈیڑھ میل ایک جگہ تھی "نوادہ" جہاں راجہ بھدا در کے باغ اور محل کی نگرانی پر گڑھیا والے حکیم خاندان کے میرے ایک چچا میاں حکیم کریم الزماں صاحب مقرر تھے، آبا کے ساتھ میں ان کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ راستے میں عجیب عجیب خیالات بندھتے۔

سوچتا تھا، اللہ میاں کی ٹانگیں بہت بڑی بڑی ہوں گی، اور کیا بڑی بڑی تو ہونی ہی چاہئیں، کم از کم اپنے گھر سے نوادے تک، جب ہی تو وہ یہاں بھی پانی برسا سکتے ہیں اور آگرہ میں بھی، لیکن نہیں آگرہ دُور ہے، بہت ہی دُور، ریل میں بیٹھ کر جانا پڑتا ہے.......... کنواری ندی ...... بلکہ اس سے بھی آگے چمبل تک ہوں گی ...... ورنہ پانی برسانا مشکل ہو جائے گا، اور ممکن ہے اس سے بھی بڑی ہوں ...... نہیں میں تو جانوں اتنی ہی کافی ہوں گی، البتہ ذرا پُھرتی کی ضرورت ہے، سو پھرتیلے تو وہ بہت ہوں گے، بھلا اللہ میاں سے تیز کون دوڑ سکتا ہے، دیکھو لو یہ ہوا میں فرّاٹے بھرنے والے چیل کوّے، ایسے تیز اُڑنے پر بھی یہاں کے یہیں رہ جاتے ہیں، اور یہ معاملہ ٹھیرا آگرہ تک کا، معلوم ہوتا ہے، اللہ میاں نے بہت سے نلوں میں فوارے لگا رکھے ہوں گے۔ پہلے ہی سے، جب ہی تو برسات آئی کہ آگرہ میں لحاف کے لحاف بادلوں کا ڈھیر کرکے، دوڑے بھنڈ کی طرف زور سے آندھی اٹھاتے ہوئے۔ مار مار ڈنڈے آندھی کو تو گائے بھینس کی طرح آگے بھگایا، پھر جو پلٹے، تو جناب آگرہ پہنچتے اُڑڑ دھوں کرکے بادل گرجا دیا، ادھر سے جو بجلیاں چمکاتے آئے یہاں آ کر بڑے شور سے پانی برسا دیا، پھر اک دم جنگلوں کے جل تھل بھرتے ہوئے، آگرہ جا پہنچے، اور وہاں گھٹنوں کیچڑ کر دی۔

اچھا! لو یہ تو خیال ہی نہیں رہا، کچھ پانی برسانا ہی نہیں، اللہ میاں کو اور بھی تو ہزاروں باتیں کرنی پڑتی ہیں، بیچارے سوتے کب ہوں گے، یا پانی برسانے لگے، تو اور چیزوں کا کیا ہوتا ہوگا'........ ہاں! شاید انہوں نے بہت سے نوکر رکھ لئے ہوں گے، کوئی کچھ کرتا ہوگا۔ کوئی کچھ کرتا ہوگا، جب تک اللہ میاں پانی برسانے میں رہے، نوکروں نے چیزیں بنا رکھیں، آئے جو اللہ میاں تو سب میں جان ڈال دی اپنی قدرت سے، اکیلے ہوں تو تھک نہ جائیں آخر ایک آدمی کتنے کام کر سکتا ہے۔

خود بخود اس قسم کے عجیب و غریب سوالات پیدا ہوا کرتے تھے، پھر کوئی نہ کوئی جواب بھی بن جاتا تھا، بہر حال اللہ میاں کے متعلق سوالات

کا سلسلہ جاری رہتا، اور یہ دلچسپی ختم ہونے میں نہ آتی۔

برسات آئی آسمان پر بادل گھرا ہوا تھا، بی اماں بہن کو گود میں لئے بیٹھی تھیں، ہوا کے جھونکوں سے خوش ہو ہو کر میں چارپائی پر اچھلنے لگا، بہن ہاتھ پاؤں چلا رہی تھی، یکایک تیزی سے بڑی بڑی بوندیں پڑنے لگیں، بی اماں نے بستر سمیٹتے سمیٹتے گھبرا کر کہا:۔

"ارے! اللہ میاں آ گئے جلدی سے تکیہ اٹھا کر بھاگ نہیں تو بھیگ جائے گا!!"

میں ہکا بکا سا رہ گیا، کہ کدھر ہیں اللہ میاں۔

اتنے میں بی اماں نے خود بستر سمیٹ لیا، اور میرا ہاتھ پکڑ کر چھپر میں آ گئیں، پھر بہن کو دوسری چارپائی پر بٹھا کر وہ چارپائی اٹھا لائیں۔

جوں ہی وہ بیٹھیں، میں نے پوچھا:۔

"بی اماں! اللہ میاں کہاں آئے؟"

وہ بولیں "ارے بچے بے کیا، اللہ میاں کیوں آنے لگے، میں نے تو پانی برسنے کو کہا تھا۔" وہ چھپروں والا کچا گھر تو تھا ہی، اسی برسات میں پچھواڑے کی دیوار ڈھے پڑی، ہم جو تھے مدرسہ کی پختہ عمارت میں اُٹھ گئے، اور وہیں رہنے بسنے لگے۔

سرکاری مدرسہ کے تین بڑے بڑے کمرے تھے، سرے والے کمرے سے ملی ہوئی پڑوس کی اونچی دیوار چلی گئی، اُدھر وہ روک ہو گئی، ادھر دو کمرے چھوڑ کر ایک لمبی دیوار کھڑی کر لینے سے ہمارے رہنے کا گھر بن گیا تھا۔

ایک دفعہ ابا مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے، میں ان کی پرچھائیں کا تماشہ دیکھنے لگا، اور بالکل محو ہو گیا، اتنے میں اُنھوں نے منہ پھیر کر کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہائیں! لو آج سچ اللہ میاں آ گئے، ابا اُنہیں سلام کر رہے ہیں۔

لیکن میں نے دیکھا تو اللہ میاں قطعی نہ تھے، اور ابا نے اُدھر سے منہ پھیر کر دوسری طرف سلام کیا یہاں بھی سوائے پرچھائیں کے کوئی نظر نہ آیا۔

میں دیکھتا رہ گیا، اور ابا ہاتھ باندھ کر دوبارہ کھڑے ہو گئے، میں نے خیال کیا ابا کو اللہ میاں نظر آتے ہوں گے، جب بڑا ہو کر نماز پڑھنے لگوں گا تو مجھے بھی ضرور دکھائی دیا کریں گے اللہ کرے میں جلدی سے بڑا ہو جاؤں۔

اس کے بعد میں اکثر نماز کے وقت بڑے شوق سے ابا کو دیکھا کرتا تھا، کہ خیر بڑا ہونے تک ابا کے سلام کرنے ہی کا مزا سہی۔

ہماری ماما جعفر کی ماں نے ہنڈیا روٹی میں بڑی دیر کر دی، مارے بھوک کے آنتیں قل ہو اللہ پڑھ رہی تھیں، وقت کاٹنے کے لئے میں بی اماں اور ابا کی باتیں سننے لگا، اس وقت نہ جانے کیوں بی اماں نے کہا، جی ہاں! اللہ کے ہاتھ ہے وہ جو چاہے کرے۔

اک دم کھانے پینے کا خیال اُڑ گیا، سب کچھ بھول بھال کر میرا دھیان اِدھر ہی کھنچ آیا، بات کاٹ کر بولا، بی اماں!! اللہ میاں کے ہاتھ کتنے بڑے ہیں؟ اُنہوں نے کچھ جواب نہ دیا، مجھ پر ایک نظر ڈال کر ابا سے باتیں کرنے لگیں، میں ان کا منہ تکتا رہا، کہ کب بات ختم ہو اور کب پوچھوں۔

اِدھر ذرا تار ٹوٹا، اُدھر تڑاق سے میں نے وہی سوال کیا، بی اماں! اللہ میاں کے ہاتھ کتنے بڑے ہیں؟

یوں ہی بار بار پوچھا، اور وہ متوجہ نہ ہوئیں، کتنی ہی دفعہ سنی ان سنی کی، جب کچھ پیش نہ گئی، تو میں نے گھبرا کر ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں، اور بڑی آرزو سے پوچھا، بی اماں! اللہ میاں کے ہاتھ کتنے بڑے ہیں؟

پھر بھی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، مسکرا کر مجھے دیکھا، اور میرے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں، لیکن شفقت اور پیار کی راحت کا مزا لینے کے بجائے میں نے بے چین ہو کر وہی سوال کیا، بی اماں! اللہ میاں کے ہاتھ کتنے بڑے ہیں؟

پہلے تو انہوں نے ابا کی طرف دیکھا، پھر شفقت مادری کا نور برسا کر نرم آواز سے فرمایا بچے! اللہ میاں کے ہاتھ نہیں ہیں!!

"ارے! کس نے کاٹ ڈالے!" میں نے پوچھا...... ..

بی اماں ہنسیں .. ........ اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "کاٹتا کون"

"تو پھر کہاں گئے، بی اماں ہاتھ اللہ میاں کے؟" "گئے کہاں ہیں ہی نہیں، بچے!"

ہیں۔ تو کیا پیدائشی ہی نہیں تھے؟ بی اماں۔ ہائیں ہائیں، توبہ کر بچے! یوں نہیں کہتے ہیں، گناہ ہوتا ہے!!

فوراً توبہ کے لئے گالوں تک میرے ہاتھ پہنچے، اور حیرت سے میں جوں کا توں رہ گیا "کہ ہونے تو ضرور چاہئیں، ورنہ اللہ میاں ہیں کیونکر بناتے، بھنڈے آگرہ تک پانی کیسے برساتے، اگر قدرت کے ذریعہ سے ہی کام کرتے ہیں، جب بھی ہاتھ نہیں تو اُسے (قدرت کے ہتھیار کو) پکڑتے کاہے سے ہوں گے... ..... کہیں بی اماں نے یوں ہی تو نہیں کہہ دیا.... ...اچھا ذرا ابا سے اور پوچھنا چاہئے۔

"ابا! ابا!! کیا سچ مچ اللہ میاں کے ہاتھ نہیں ہیں؟" "ہاں! میاں نہیں ہیں"، ابا نے جواب دیا۔

لو ابا بھی وہی کہہ رہے ہیں، ہائے ایسے اچھے اللہ میاں کے ہاتھ ہیں، جنھوں نے میری بی اماں بنائیں۔

اس وقت اپنے آپ سمت چھین کے قحط کی فقیرنی میری آنکھوں میں پھرنے لگی، جو ایک ننھا سا بچہ لئے بھیک مانگتی آیا کرتی تھی جب ہم اُسے روٹی سالن دیتے، تو وہ اپنے بچے کو کھلانے لگتی تھی، معاً خیال آیا، کہ اگر اللہ میاں یہاں آجایا کریں تو میں اپنے ہاتھ سے انھیں کھانا کھلا دیا کروں، جعفر پانی لئے کھڑا رہے۔ جوں ہی وہ اشارہ کریں، فوراً ان کے منہ سے کٹورا لگا دیا کروں۔ اُفوہ بچارے اللہ میاں کو بڑی تکلیف ہے خدا خاموش رہ کر بولا۔

بی اماں! خیرات میاں کے ہاتھ نہیں، مگر منہ تو ہے؟

بی اماں اور ابا دونوں نے جواب دیا۔ اللہ میاں کے منہ بھی نہیں!

میں، اللہ میاں کے منہ نہیں تو کھانا کیسے کھاتے ہوں گے؟

ابا نے جواب دیا۔ میاں اللہ میاں کے نہ ہاتھ ہیں، نہ پاؤں، منہ ہے نہ سر، وہ سراپا نور ہیں، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، اور نہ ہماری تمہاری طرح سوتے ہیں، ان میں کوئی عیب نہیں، وہ لاثانی ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں ..... . .....

ابا اسی طرح کہتے رہے۔ میری سمجھ میں خاک نہ آیا، مجھے تو جب معلوم ہوا کہ اللہ میاں کے ہاتھ، پاؤں، منہ سر کچھ بھی نہیں، تو سخت رنج ہوا، میرا ننھا سا دل بیٹھنے سا لگا، اُس روز والے جذامی کی حالت سامنے آگئی، جس غریب کے ہاتھ پاؤں ٹپک گئے تھے، پیپ خون میں لتھڑا، بے حالوں پڑا کراہ رہا تھا، اور اس پر بے طرح مکھیاں بھنک رہی تھیں۔

میری روح بے چین ہو گئی، رونگٹا رونگٹا فریادیں کرنے لگا، کہ ہائے اللہ میاں بڑی تکلیف میں ہیں۔ اب انہیں کون اچھا کرے گا.....

چند منٹ بعد جعفر کی ماں نے آواز دی۔ بائی کھانا تیار ہے۔ بی اماں اُٹھ کر باورچی خانہ کی طرف جانے لگیں، ابا نے مجھ سے کہا:۔ جا ذرا لوٹا تو اُٹھا لا، اب کھانا کھاتے ہیں!

کاش بی اماں اور ابا نے اللہ میاں کو بغیر ہاتھ پاؤں منہ اور سر کا نہ بتایا ہوتا، اور میں اپنے خیال کے مطابق ان کے ہاتھ پاؤں بنانے کی دُھن میں اندر ہی اندر مزے لیا کرتا۔ آہ! وہ لطف خاک میں مل گیا، بڑی ویسی حالت ہو گئی، حیران تھا کہ بغیر جسم والے نور کے بنے ہوئے اللہ میاں کی کیا صورت بنا دوں، کتنا لمبا قد اور کتنے بڑے بڑے ہاتھ پاؤں سوچوں، مصیبت پر مصیبت یہ کہ دہانے کن بزرگ نے پیدا ہوتے ہی اذان دے کر کانوں کی راہ میرے دل میں اللہ میاں کچھ ایسے اُتار دیئے ہیں، کہ نکلنے بھی محال ہو گئے۔

اسی دوران میں جبکہ اللہ میاں کی الجھن جاری تھی، شہید مردوں اور قطب، غوث، ولیوں وغیرہ کے عجیب وغریب حالات سنتا رہا، ان بزرگوں میں حیرت انگیز کرامتیں بتائی جاتی تھیں، یعنی انہوں نے ٹھوکر سے مردے جلا دیئے، ان کی دعا سے بارہ سال کی ڈوبی ہوئی بارات شادیانے بجاتی جوں کی توں نکل آئی۔ سوا نیزے پر آفتاب اُتار کر گوشت کا تکہ بھون لیا، اور گو اب وہ دنیا سے پردہ کر چکے، تاہم بعض وقت اعلیٰ درجہ کے گھوڑوں پر سوار، زرق برق پوشاکیں پہنے، پانچوں ہتھیار لگائے دکھائی دے جاتے ہیں، کبھی کسی کو اللہ اللہ کرتے قرآن شریف پڑھتے خواب میں نظر آئے تھے۔ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے تو بھیس بدل کر اُسے راہ پر لگا دیتے ہیں۔ پھر پل مارتے خبر نہیں ہوتی کہاں گئے۔ ان بزرگوں کی چھنی بھک پیلی ڈاڑھی ہوتی ہے۔ بڑا سا صافہ باندھے، اُجلے اُجلے کپڑے پہنے، کمر میں پٹکا، سچے موتیوں کی تسبیح پر اللہ اللہ کرتے کبھی کبھی جنتی تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں، لہراتی بل کھاتی زلفوں والی خوبصورت خوبصورت حوریں، بال بال موتی پروئے سولہ سنگار کئے، عطر پھلیل میں شرابور مورچھل کرتی ہوئی، دست بستہ ملائکہ کھڑے ہوئے، ان کے چہروں سے نور کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ کہ انسان کی آنکھیں چوندھیا جائیں۔ ایک موتی کا بنا ہوا محل ہے، بزرگ جنتی باغ میں موجیں کر رہے ہیں۔

ایسے قصے سُن سُن کر میرے دل میں ان بزرگوں کا بڑا احترام ہوگیا۔ اور سمجھا کہ جب وہ اتنے بڑے آدمی ہیں، تو شاید نیم، املی، بڑ، پیپل سے بڑے ہوتے ہوں گے، ابا جو کہیں مجھے مل جائیں تو میں جھک کر انہیں سلام کروں، پھر وہ مجھے دعا دیں، اللہ تجھے بلند اقبال کرے، تو میں بڑا ہوجاؤں، اور ممکن ہے کہ وہ مجھے اللہ میاں تک بھی پہنچا دیں۔

میں ان بزرگوں کی کرامتوں کا تہ دل سے قائل ہوگیا تھا، اور مجھے یقین تھا کہ واقعی وہ عربی گھوڑوں پر سوار ہوکر نکلا کرتے ہوں گے۔ لوگوں نے ضرور انہیں جنت میں تخت پر بیٹھے قرآن شریف پڑھتے دیکھا ہوگا، ان کی صورتیں بڑی نورانی ہوں گی، اور سلام کرنے پر وہ بچوں کو دعائیں دیتے ہوں گے۔ اُن کی زیارت کو بڑا جی چاہا کرتا تھا، ابا کے ساتھ شکار کو جاتا تو جھاڑیوں میں غور کیا کرتا تھا، کہ یہاں کوئی بزرگ بیٹھے کہیں قرآن شریف تو نہیں پڑھ رہے ہیں۔

کبھی تاروں بھری رات میں چارپائی پر پڑے تصور بندھتا، کہ ان تاروں میں شہید مرد گھوڑوں پر سوار فراٹے بھرتے پھرتے ہوں گے، آسمان پر ہی تو جنت ہے، اتنی دور سے نظر نہیں آتی ... ..

مگر اصل میں اللہ میاں سب سے بڑے ہیں، تمام چیزیں اپنی قدرت سے بنانے والے ...... نہ جانے وہ کیسے ہوں گے۔

ایک زمانہ اسی اُدھیڑبن میں گذرا۔

اب میں نے قرآن شریف کے تین چار پارے پڑھ لئے تھے، اور ابا مجھے اُردو کی دوسری کتاب پڑھایا کرتے تھے۔ اُس وقت میں خوب دوڑیں لگانے لگا تھا، بے تکان میلوں چلنا میرے لئے کوئی بات نہ تھی، ابا مجھے اپنے ساتھ ہاٹ بازار، صوبات، شکار اور میلے تماشوں میں لے جایا کرتے تھے، میں نے کتنی ہی دفعہ محرم، دسہرا، پھول ڈول اور بازیگروں کے تماشے دیکھے، فرادے کے باغ میں خوب دوڑیں لگائیں، شکار کی دُھن میں ڈھاک کا جنگل چھان مارا، شاید ابا کو مجھے سیر کرانے کی عادت ہوگئی تھی، ایک دفعہ جنم اشٹمی کا تماشہ دکھانے بازار لے گئے، اس رات بڑی چہل پہل نظر آئی، حلوائیوں کی دوکانیں سجی ہوئی، لوگ اجلے کپڑے پہنے پھر رہے تھے، کھوے سے کھوا چھل رہا ہے۔ خاص کر ایک مکان پر بڑی بھیڑ تھی، میں نے پوچھا ابا یہ کس کا مکان ہے؟ اُنہوں نے کہا میاں مکان نہیں مندر ہے۔"

"[illegible] مندر ہے، تماشے آدمی کیوں جمع ہیں، کیا یہاں کوئی تماشہ ہو رہا ہے [illegible] نے کہا کیوں [illegible]

میں: "جی ہاں! دیکھوں گا، کیسا تماشہ ہے۔"

ابا نے میرا بازو پکڑ لیا، اور سنبھالتے ہوئے، مندر کے پاس لے پہنچے، کیونکہ میں چھوٹا سا تھا، لوگوں کے اژدہام میں مجھے کچھ نظر نہ آیا، یوں ہی اچکنے لگا، ابا نے اٹھا کر مجھے کاندھے پر بٹھالیا، اور کہا "لے دیکھ!"

ا ہا ہا ہا! ہانڈی فانوس پھول پتوں سے مندر سجا کر برہمنوں نے کیا خوبصورت جھانکی بنائی تھی، اور کرشن رادھکا کی مورتوں کے درشن کرا رہے تھے۔ دیکھتے ہی میں نے کہا "یہ کھلونے تو بہت اچھے ہیں!"

وہیں ماتھے پر بہت سا صندل لگائے ایک کشیدہ قامت آدمی کھڑا تھا، ہنس کر کہنے لگا "لالہ! یہ کھلونے نہیں، بھگوان ہیں!"

"بھگوان کون؟" میں نے پوچھا۔ وہ بولا "لالہ! جیسے تمہارے اللہ، ایسے یہ ہمارے بھگوان!"

میں نے تڑخ کر جواب دیا "واہ اللہ میاں کہیں ایسے ہوں گے یہ تو کھلونا ہے، بڑا سا، گوٹے ٹھپے کے کپڑے پہنا دئے ہیں اس کو!"

اس نے دیدے پھاڑ کر کہا۔ "ارے لالہ! ایسے مت کہو، یہ بھگوان ہیں، بھگوان۔۔۔۔"

ابھی میں کچھ جواب دوں کہ ابا نے جلدی سے میرے منہ پر ہاتھ رکھدیا، اور کہتے ہوئے وہاں سے پلٹے "ٹھاکر صاحب! معاف کیجئے گا، بچہ ہے، یہ کیا جانے۔"

اور بھیڑ سے نکل کر مجھے سمجھانے لگے۔ "نہیں میاں! یوں نہیں کہنا چاہیئے، اپنے یہاں کسی کی دل آزاری منع ہے، یہ ہندو ہیں، ان کے مذہب میں ایسا ہی ہے، ہمیں کیا غرض کسی کے مذہب سے، یہ جانیں ان کا کام جانے، ہم مسلمان ہیں ہمارا ایک خدا ہے اور اس کا نبی برحق۔"

راستہ بھر ابا مجھے سمجھاتے آئے، میں بھی ہوں ہاں کرتا رہا، اور کیونکہ ابا کا کہنا مانتا تھا، خواہ کوئی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے خوف کے سبب سے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، اس واسطے بحث تو نہ کی، لیکن دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، کہ ہوگا یہ کھلونا ان کا اللہ، اپنے کس کام کا، اللہ میاں ہمارے ہی اصلی، یہاں سے آگرہ تک پانی برسانے والے، قدرت سے سب چیزیں بنانے والے، خاص الخاص نور کے بنے ہوئے، گورے گورے۔

پہلے اللہ میاں کے ہاتھ پاؤں کی لمبائی چوڑائی معلوم کرنے کا خبط تھا، پھر شہید مردوں اور ولیوں کے دیدار کی دھن بندھی، اب مندر والے کھلونا اللہ سے اپنے اللہ میاں کے مقابلہ کا تصور رہنے لگا۔

مہینوں ہوگئے، اس درمیان کی ہزاروں ہزاروں باتیں نہ رہیں، مگر اللہ میاں کا ذکر بات بات میں آجاتا تھا، بھلا وہ کیسے بھلائے جاتے۔

ایک روز شکار میں بڑی دوڑ دھوپ کرنی پڑی، بالکل بے سکت ہوگیا، اللہ اللہ کرکے گھر گیا، مارے تکان کے برا حال تھا، آتے ہی سیدھے نواڑ کے پلنگ پر جو گرا، تن بدن کا ہوش نہ رہا، خبر نہیں کتنی رات گئی ہوگی، خواب میں اللہ میاں دکھائی دئے، روح باغ باغ ہوگئی، کہ لو صاحب اللہ میاں تو یہ رہے، اور کیا ایسے ہونے چاہئیں اللہ میاں، سبحان اللہ کیا نورانی صورت، اجلے اجلے لباس سے روشنی چھن رہی، چہرہ سورج کی طرح دمک رہا تھا کہ نظر نہ ٹھیرے، ایک ایسے باغ میں جہاں خوشبو ہی خوشبو چھائی ہوئی تھی، آپ بڑے مزے سے تخت پر بیٹھے قرآن شریف پڑھتے پائے گئے، مجھے قلبی ڈر نہ لگا، لیکن تلاوت میں سلام کیسے کرتا، چپ چاپ کھڑا دیکھتا رہا، وہ کئی دفعہ غائب ہو ہو گئے، پھر نظر آنے لگے۔

اللہ میاں کو دیکھ کر مجھے وہ مزا آیا کہ کیا کہوں، معلوم ہوتا تھا ان کے نور کی کرنیں میری طرف آآ کر مجھے بھی روشن کر رہی ہیں، اب کسی چیز کی حسرت نہیں، بس یہ سامنے بیٹھے رہیں، چاہے بولیں نہ بولیں، قرآن شریف ہی پڑھے جائیں۔

یہ نظارہ کب ختم ہوا، کچھ ہوش نہیں، لیکن اس رات صبح میری طبیعت خوب بحال تھی، شکار و کار کا ان کا نام بھی نہ رہا، جیسے من ہلکا

پھول ہوگیا، سویرے ہی سویرے ڈٹ کے بھوک لگی۔ اس خواب کا حال میں نے کسی سے نہ کہا، کیا خبر لوگ یقین کرتے یا نہ کرتے، بلکہ ممکن ہو کہ بی اماں یا آبا ناراض ہی ہوتے.... تو کیا فائدہ تھا۔ اور در اصل کسی سے کیا غرض، اس خواب کے بعد اللہ میاں کی طرف سے مجھے اطمینان ہوگیا، کہ چاہے دکھائی دیں یا نہ دکھائی دیں کچھ پروا نہیں، ایک دفعہ زیارت ہوگئی۔ اللہ میاں ہیں تو ادھیڑ، خوبصورت، نہایت رعب دار، تمام آدمیوں سے زیادہ بہادر، سورج کی طرح چمکتے ہوئے۔

اس کے بعد کبھی کبھی خود بخود اللہ میاں کی زیارت ہو جاتی تھی، خاص کر بخار کی غفلت میں مسکرا مسکرا کر قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے، درختوں کے جھنڈ میں ایک سرتی کے تخت پر جلوہ افروز، وہاں نواسے کے باغ کی طرح کیلے کے اونچے اونچے درخت ضرور ہوتے تھے۔ لہلہاتے ہوئے خوشبودار ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں۔

اچھا اور خواب کے اللہ میاں میں ایک صفت عجیب تھی، وہ یہ کہ آپ دکھائی دیئے، پھر جو مجھے خیال آیا کہ ابھی روشنی ذرا کم ہے، فوراً اس سے تیز ہوگئے، پھر سوچا چہرہ پر بوٹیاں ہوتیں تو اچھا تھا، اب جو دیکھتا ہوں تو لو صاحب بوٹیاں ہی بوٹیاں چمک رہی ہیں، مگر ایک بات ہے، بولے کبھی نہیں، نہ کبھی میری طرف دیکھا۔

تقریباً چھ سال ہم لوگ جھنڈ میں رہے، پھر جوراعلاپور کو آبا کا تبادلہ ہوگیا، اس کے سال بعد مڈل اسکول گوالیار میں آگئے۔ یہاں بھی کبھی کبھی بخار کی غفلت یا تکان سے چکنا چور ہو جانے پر گہری نیند میں اللہ میاں کی زیارت ہو رہی۔

بتدریج وہ زمانہ شروع ہوا، جب انسان کو کچھ نہ کچھ نیک و بد کی تمیز ہونے لگتی ہے، اور اسے بہت سی علمی وعقلی باتیں سمجھائی جاسکتی ہیں، سدا کا خبطی تو ہوں ہی، مجھے کتب بینی کا شوق بھی رہا ہے، اس سلسلہ میں کتنی ہی کتابیں پڑھ ڈالیں، جن میں بہت سی مذہبی بھی تھیں، مختلف صحبتوں میں نشست و برخواست کے اتفاقات ہوئے، طرح طرح کی بحثیں رہیں، اللہ میاں کے تذکرے بھی وقتاً فوقتاً چھڑے، بہر صورت یہی ثابت ہوا کہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہ ہے، اُس نے ایک کُن سے زمین آسمان پیدا کردیئے، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالےٰ کی صناعی کا آئینہ دار ہے، سب اُسی کے بنائے ہوئے ہیں، مگر انسان حیوان یا کسی مخلوق کے سے جسم میں تمام و کمال قدرتوں سے قید نہیں ہے۔

غرض انواع و اقسام کے دلائل و براہین سُنے اور پڑھے، اس طرح دماغ میں وہ خرابی پیدا ہوئی، کچھ نہ پوچھو، یعنی اصل اللہ میاں تو کہاں کوئی دکھاتا سمجھاتا، اور میری فہم ناقص میں کیونکر آتے۔ آہ بچپن میں وہ خواب میں دکھائی دینے والے اللہ میاں بھی جنہیں دیکھ کر جان میں جان آتی تھی جب سے ہوشیار ہوا النظر آنے بند ہوگئے۔

وہ دن اور آج کی گھڑی، کیسے کیسے اُلٹ پھیر دیکھے، کس رنج و راحت میں گذری، کتنے ملے کتنے بچھڑے، زمانہ کیا سے کیا ہوگیا لیکن نہ اللہ میاں نے مجھے چھوڑا اور نہ میں انہیں چھوڑ سکا، حالانکہ یہ عمر ہونے کو آئی، اُن تک رسائی ہونی تھی نہ ہوئی۔ اللہ میاں میرے لئے ابھی تک ویسے ہی بنے ہوئے ہیں، جیسے بچپن میں تھے۔

مرزا فہیم بیگ چغتائی

# دلچسپ تجربے

سائنس بھی کیا عجب شے ہے۔ اس علم کے ذریعے سے ایسی ایسی باتیں ظہور میں آئی ہیں جن کو دیکھ کر لوگ دانت تلے انگلی دباتے ہیں۔ اس کی بدولت ایسے ایسے کام ہوئے ہیں جن کو دیکھ کر انسان حیرت کے عالم میں رہ جاتا ہے۔ سائنس کے کرشموں کو اکثر لوگ جادو سمجھتے ہیں۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اکثر جادوگر ایسے کھیل دکھایا کرتے ہیں جن کو تماشہ گیر محض جادو کی کاریگری تصور کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ سائنس کی برکت ہوتی ہے۔ گو میرا دخل اس علم میں اتنا ہی ہے جتنا کہ ایک گویئے کو شاعری میں لیکن مجھ کو اس علم سے طبعی دلچسپی ہے جو میرے سائنس داں عزیز و اقربا کی صحبت کی برکت ہے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ میرا منشا اس وقت سائنس کی صفات پر طول طویل مضمون لکھنے کا نہیں بلکہ میں یہاں پر سائنس کے صرف دو تجربات تحریر کروں گی جن کو حسب ہدایات آپ بھی اپنے گھروں پر تجربہ کر سکتی ہیں اور ان چھوٹے چھوٹے دلچسپ چٹکلوں سے حظ اُٹھا سکتی ہیں۔

پہلا تجربہ یہ ہے کہ کسی موٹی ریل کا سفید رنگ کا ایک ڈیڑھ فٹ لمبا تاگا ڈور الیجئے اور اُس کو نمک کے پانی میں دھو کر سکھا دیجئے۔ جب سوکھ جائے پھر دھوئیے اور سکھا دیجئے۔ اسی طرح چار پانچ مرتبہ نمک کے پانی میں اسی تاگے کو دھوئیے اور سکھائیے لیکن نمک کافی مقدار میں ہونا چاہیئے اور پانی کم تاکہ مرکب گاڑھا رہے۔ جب تاگا کئی مرتبہ نمک اور پانی کے مرکب میں بھیگ کر خشک ہو جائے اس کو کسی جگہ باندھ کر لٹکا دیا جائے اور اس کے دوسرے سرے میں کوئی چھلا انگوٹھی یا پردوں میں لٹکانے والا ہلکا سا چھلا باندھا جائے۔ اور اس تاگے میں آگ لگا دی جائے۔ پھر مزا دیکھئے کہ تاگا جل کر راکھ ہو جائے گا لیکن اپنی جگہ پر برابر قائم رہے گا اور چھلا بھی بدستور اس میں لگا رہے گا۔ گرے گا نہیں۔ برخلاف اس کے اگر سادہ تاگہ یعنی بغیر نمک کے پانی میں بھگوئے ہوئے تاگے کو اس طرح کام میں لائیں گے تو وہ فوراً جل جائے گا اور گر پڑے گا۔ تجربہ کیجئے اور لطف اُٹھائیے۔

ایک اور دلچسپ چٹکلہ یہ ہے کہ تھوڑا سا نوسادر اور تھوڑا سا چونا ایک شیشہ کے گلاس میں سفوف کر کے ڈال دیجئے۔ اس کے اوپر ڈھکنے کے لئے ایک چھوٹی رکابی چینی یا شیشہ کی لیجئے اور اس کی پینیدی کو ذرا پانی سے تر کر دیجئے اور تھوڑا سا نمک کا تیزاب بھی اس رکابی کی پینیدی میں لگا دیجئے۔ اور اس کو گلاس پر ڈھک دیجئے۔ اس گلاس کا نام گلاس نمبر (۱) سمجھئے۔ اس کے ساتھ ہی ایک ایک گلاس شیشے کا اور لیجئے اور کسی صاحب سے کہئے کہ سگرٹ پی کر خوب دھواں اس گلاس نمبر (۲) پر سے ڈھکنا ہٹا دیجئے۔ دھواں نکلنا شروع ہو جائے گا اور فوراً ہی تیزاب لگی ہوئی رکابی گلاس نمبر (۱) پر جس میں چونا اور نوسادر کا سفوف پڑا ہوا ہو ڈھک دیجئے۔ اور بچوں سے کہئے کہ دیکھو اس گلاس نمبر (۲) کا دھواں گلاس نمبر (۱) میں آجائے گا۔ عجیب تماشہ معلوم ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ سگرٹ کا دھواں تو گلاس کا منہ کھولنے کی وجہ سے ہوا میں اُڑ جائے گا اور دوسرے گلاس میں نوسادر اور چونا نمک کے تیزاب کی مدد سے دھواں ہو جائے گا [illegible] سائنس کے گر دیکھنے والے سمجھیں گے کہ جادو ہے یا شعبدہ بازی ہے۔

اگر رسالہ عصمت کے پڑھنے والوں کو علم سائنس سے دلچسپی ہو اور اگر ایڈیٹر صاحب ارشاد فرمائیں گے تو انشاء اللہ ضرور اسی قسم کے کچھ اور دلچسپ تجربے آیندہ ماہ کے واسطے ارسال کروں گی

مسز گرراج بہاری ماتھر



# آہ بی بی آمنہ

میری پھوپی بی بی آمنہ صاحبہ کے نام رسالہ عصمت چوبیس سال سے آرہا ہے افسوس صد افسوس کہ بی بی صاحبہ اس دار فانی سے رحلت کر گئیں ان کے عزیز و محبوب پرچہ میں ان کا مرثیہ شاید نامناسب نہ ہو۔ ظہیرہ

اے لمینہ آمنہ ہمنام حضرت آمنہ — اے امانت دار عصمت آہ اے عفت شعار
اے امہ تیری ہستی قابل تعظیم تھی — اے سینہ سیکڑوں جانیں تیرے اوپر نثار
اے کہ تیری ذات تھی سرچشمۂ علم و عمل — اے کہ تیری بات تھی گویا کہ دُرِ شاہوار
اے کہ تھی بستی میری آباد تیری ذات سے — ہو گئی برباد بالکل اس گلستاں کی بہار
اے کہ تو تھی علم میں اپنی پھوپھی کی جانشین — اے کہ تھی والد کی اپنے ایک بہتر یادگار
عائشہ کے علم و عصمت سے تجھے حصہ ملا — اور زینب سے ملا تھا تمکنت عز و وقار
فاطمہ سے سیرت و عادت خدیجہ سے کرم — زہد و تقویٰ ام سلمہ سے ملا اے دیندار
عمر بھر علمی مشاغل سے تمہیں بس کام تھا — ہر گھڑی ہر لحظہ ہر صبح و مسا لیل و نہار
عورتوں میں دین کا چرچہ تھا تیری ذات سے — لڑکیوں کو فیض پہونچا تیرے باعث بے شمار
تو کہاں تنہا گئی ہر اک سے رشتہ توڑ کر — رو رہے ہیں آج سب غم میں تیرے باحال زار
اس طرح منہ پھیر کر جانا تجھے لازم نہ تھا — یوں نہ کرنا تھا سبھوں کو بے قرار و سوگوار
والدہ کے ضعف و پیری کا نہ کچھ آیا خیال — رو رہی ہیں جو تیری فرقت میں ہر دم زار زار
ہاشم[1] معصوم سے بھی تو نے آنکھیں پھیرلیں — قاسم[2] مغموم کو تو دیکھ لیتی ایک بار
ہاں مگر تو بھی بہت معذور تھی مجبور تھی — ٹال سکتی تھی بھلا کس طرح حکم کردگار
آئے رحمت کے فرشتے تیرے استقبال کو — اور تھا حوران جنت کو بھی تیرا انتظار
جا خدا حافظ خدا ناصر خدا مالک تیرا — جا کے سو آغوش رحمت میں تو اے پرہیز گار
قبر پر انوار رحمت کی ہو بارش دمبدم — دل کے بہلانے کو ہوں حور و ملائک بے شمار
محفل حوران جنت میں خدا کی حمد کر — اور رضوان کو سنا نعت رسول کردگار
اے ظہیرہ صبر کر اپنا کلیجہ تھام لے — اب سوائے صبر کے کوئی نہیں ہے چارہ کار

ظہیرہ خاتون دلمل در بھنگہ

[1] ہاشم چھوٹے لڑکے کا نام ہے [2] قاسم منجھلے لڑکے کا نام ہے +

# بائیں ہاتھ کا استعمال

بچوں کو ابتدا ہی سے بائیں ہاتھ کے استعمال کی ترغیب دینی چاہیئے اور جس طرح ان کو داہنے ہاتھ سے کام لینا سکھایا جاتا ہے اسی طرح بائیں ہاتھ سے بھی سکھایا جائے۔ اگرچہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا یا سینا شاید بدتمیزی میں داخل ہے اور بہت کم اس سے کام لیا جاتا ہے ورنہ عموماً دن رات بچوں جوانوں اور بوڑھوں کا دایاں ہاتھ ہی کولھو کے بیل کی طرح چلا کرتا ہے مگر یہ طریقہ صحت کے اصول پر ٹھیک نہیں ہے۔

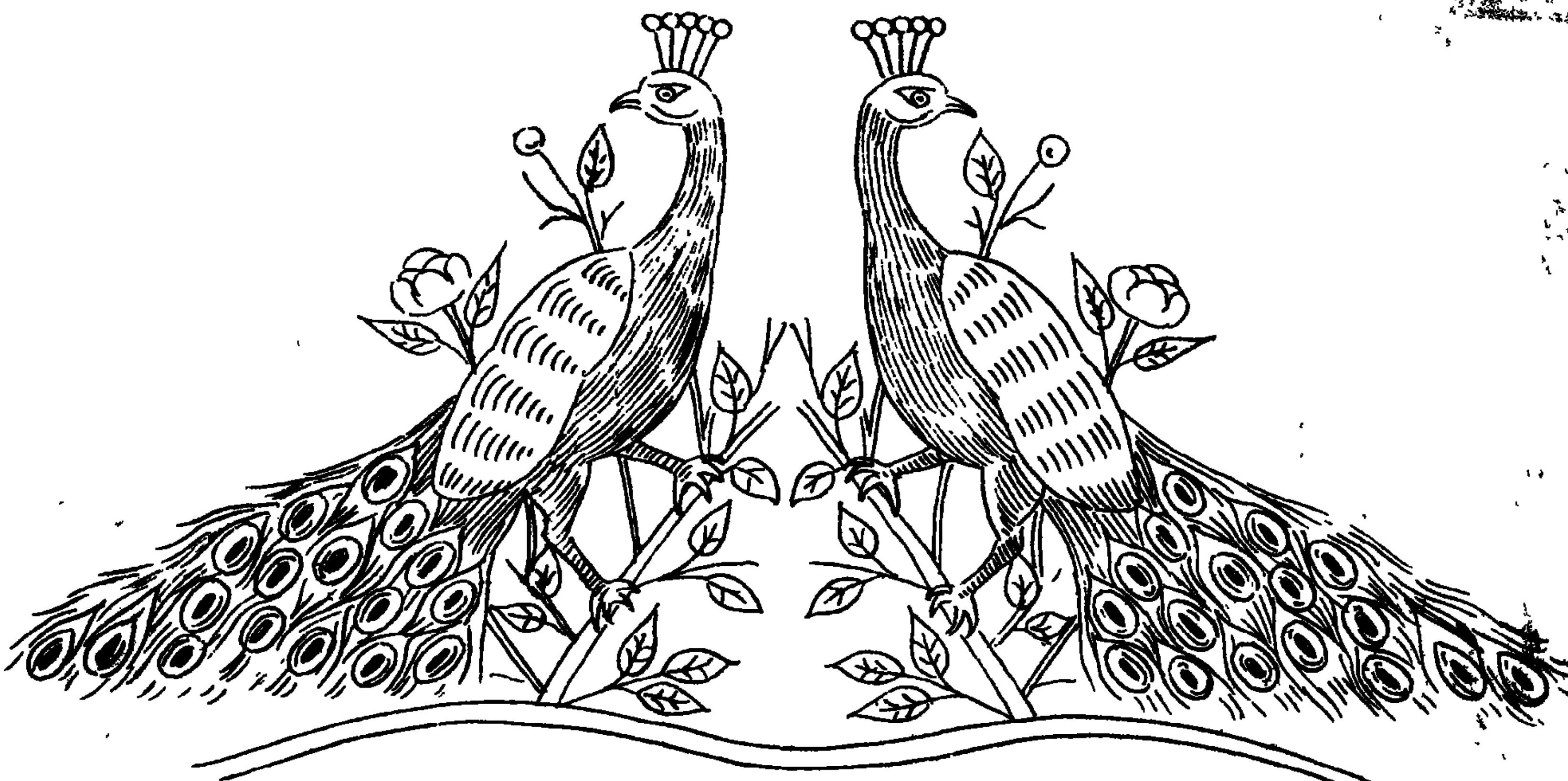
جیسا کہ ڈاکٹر اینا گلین کہتا ہے کہ چونکہ دماغ کا دایاں پہلو بائیں سے ملا رہتا ہے۔ اس لئے دونوں پہلوؤں کی مساوی حرکت دماغی قوت کے لئے بہت کچھ اصلاح کن ثابت ہوئی ہے۔ بائیں طرف سے کام لینا نہ صرف دماغ کے لئے ہی مفید ہے بلکہ جسم کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ ریڑھ کی ہڈی کا نقص بھی کی شکل میں زیادہ تر دایاں ہاتھ اور دایاں پہلو مسلسل استعمال کرنے سے اور لکھنے پینے یا دیگر کام کرنے کے لئے دائیں طرف زور دے کر بیٹھنے سے اور بایاں ہاتھ بیکار رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر جسم کے دونوں پہلو ٹھیک مساوی طور سے استعمال کئے جائیں تو اس نقص کے پیدا ہونے کا بہت کم اندیشہ ہوتا ہے۔

جاپان اور امریکہ میں ایسے اسکول ہیں جہاں بائیں ہاتھ اور بائیں پہلو کی قوت سے پورا کام لینے پر بہت زور دیا جاتا ہے بچوں کو جس طرح دائیں ہاتھ سے لکھنا سکھایا جاتا ہے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ سے بھی سکھایا جاتا ہے۔ سادہ ورزشیں بھی بائیں پہلو کے استعمال کے لئے بروئے کار لائی جاتی ہیں۔ مطالعہ سے پہلے اسکولوں میں طالب علموں کو جو ڈرل (قواعد) کراعد کرائی جاتی ہے اس میں بھی بائیں پہلو کی جنبش پر کافی توجہ کی جاتی ہے۔

بچوں کے لئے بائیں ہاتھ سے گیند پھینکنا یا گلی ڈنڈا کھیلنا، پتنگ اڑانا بہت اچھی ورزشیں ہیں اسی طرح ٹینس اور پنگ پونگ کھیل بھی تھوڑی سی مشق سے بائیں ہاتھ سے آسانی سے کھیلے جا سکتے ہیں۔ اس طرح اگر دائیں ہاتھ سے لکھنے یا سینے کا کام لیا جائے اور اس قسم کے کھیل بائیں ہاتھ سے کھیلے جائیں تو دماغ اور جسم کا توازن قائم رہتا ہے اور صحت ٹھیک رہتی ہے۔

جنہیں اس قسم کا تجربہ نہیں ہے وہ ہمارے مشورہ کو آزما کر دیکھیں۔ ان کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس طریقہ کے عامل بچہ کا جسم کیسا سڈول اور توانا رہتا ہے۔ اس کی صحت اور دماغی حالت کیسی اچھی رہتی ہے۔

سید رضا احمد جعفری



# روئی کے مور

اپریل ۳۵ء اور اکتوبر ۳۶ء کے عصمت میں روئی کی مرغی اور روئی کا مرغ بنانے کا طریقہ لکھ چکی ہیں۔ اسی طرح یہ مور بنیں گے زیادہ خوشنما کرنے کے لئے سلمہ ستارہ لگائیں۔ مور روئی سے بنا کر تاج اور دم کے پروں کا حلقہ سلمہ سے، اور اس کے درمیان ستارہ سے بنائیے ڈالی اور پتیاں سلمہ سے بنیں گی۔

نشاط افزا کلکتہ

# موتی اور نلکی کی سائکل

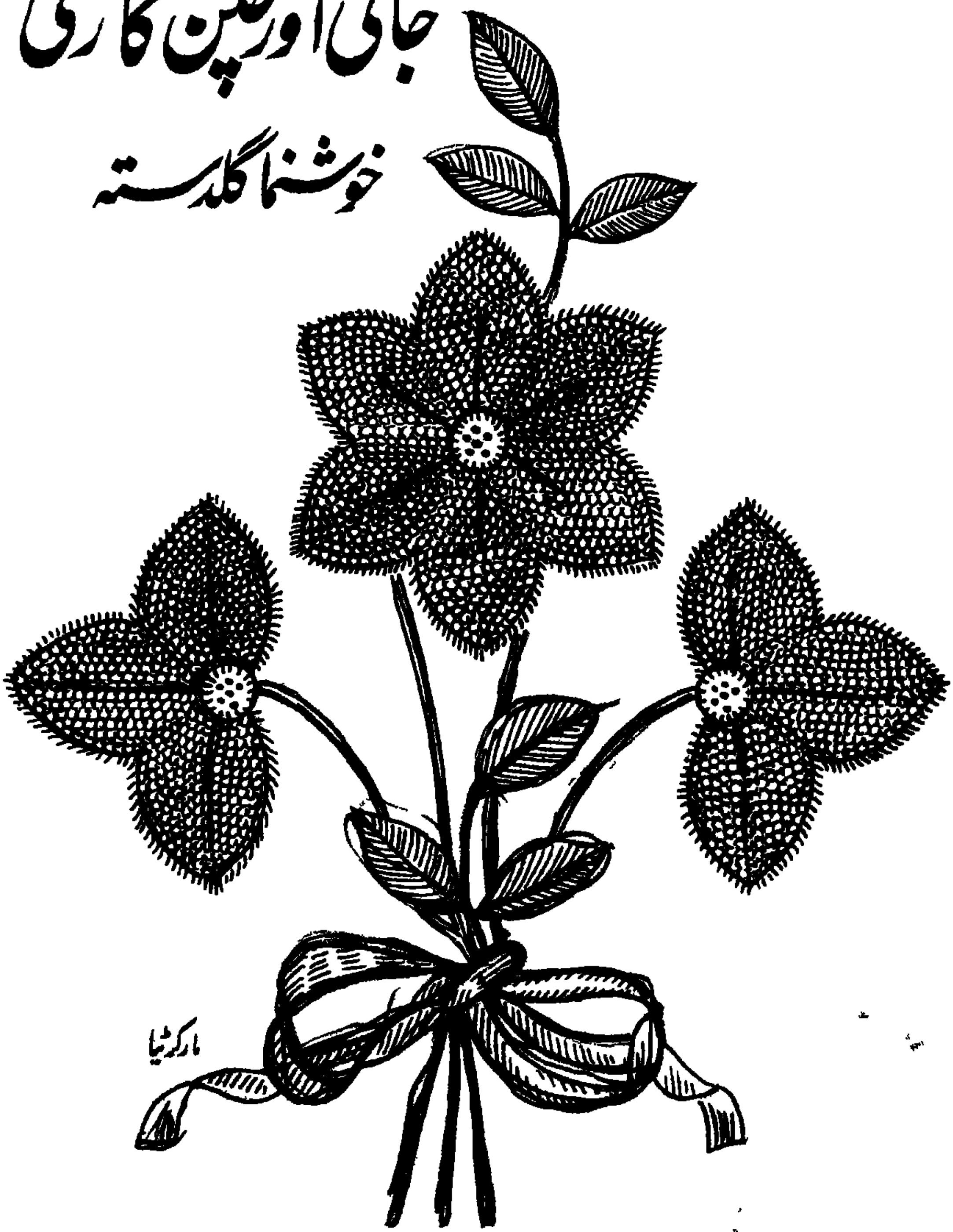



ضروری اشیاء: نلکی۔ موتی بڑے ۵ سائز۔ موتی چھوٹے ۵ سائز کے۔ پوت سفید۔ چاول نما موتی۔ صراحی دار موتی تانبے کا تار۔ چار بڑی چوڑی۔ دو چھوٹی چوڑی۔ بنانے کی ترکیب نقشہ سے صاف عیاں ہے۔ زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔

اختر اشرف رائپور

# جالی اور چکن کاری

## خوشنما گلدستہ




کشن غلاف وغیرہ کے لئے موزوں ہوگا۔

سیدہ اشرف

# خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے۔

## خوشخرامی

آپ کسی بازار میں چلنے پھرنے والی عورتوں پر نظر ڈالیں۔ ہر ایک کی رفتار جداگانہ نظر آئے گی۔ کوئی دھب دھب کرتی چلتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے زمین پر کوئی وزن گرتا جا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ اس کا سارا وزن اُس کے پاؤں پر یک لخت آپڑتا ہے اور یہ بھاری آواز پاؤں سے نکلنے لگتی ہے۔ کسی کی رفتار بڑی پیاری ہے کہ آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے لیکن اُس کے ساتھ جو عورت ہے وہ اُس کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتی اور تھکی تھکی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ دونوں کچھ تیز نہیں جا رہیں۔ یہ صرف چلنے کا نقص ہے۔ جو لوگ پاؤں کو مناسب طریقہ سے استعمال نہیں کرتے ایک وقت آتا ہے کہ وہ طرح طرح کی ٹانگوں کی تکالیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ذرا پاؤں کو دیکھو۔ بیچ میں محراب ہے اور وہاں صرف پٹھے ہی پٹھے ہیں۔ اس کے برابر باہر کی طرف ایک مضبوط ہڈی ہے۔ یہ بوجھ سہارتی ہے۔ آدمی جب چلتا ہے تو پہلے ایڑی زمین پر رکھتا ہے۔ پھر بیچ کا حصہ رکھتا ہوا پنجہ زمین پر لگا دیتا ہے۔ اگر اس قدرتی طریقہ سے پاؤں زمین پر رکھا جائے تو آدمی میلوں بے تھکے چل سکتا ہے اور اگر ایک دم سارا زور پاؤں پر ڈال دیا جائے جیسا کہ پاؤں سیدھا سپاٹ زمین پر رکھ دینے سے پڑ جاتا ہے تو پٹھے دب جاتے ہیں اور تھوڑے دنوں میں یہ محراب غائب ہو جاتی ہے اور پاؤں کی شکل نیچے سے سپاٹ ہو جاتی ہے۔ اس سے تھوڑی دُور چل کے آدمی تھک جاتا ہے اور رفتار اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

گھٹنے قدرت نے اس طرح بنائے ہیں کہ پیچھے کو کھلتے ہیں گویا وہ چڑھنے اور جھکنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں لیکن اکثر عورتیں گھٹنوں پہ جھکاؤ ڈال کے چلتی ہیں۔ اس سے پاؤں بھولے پن سے زمین پر پڑتا ہے اور ایڑی اور پنجہ بیک وقت زمین سے لگ جاتے ہیں اور کولھے سے ٹخنہ تک کے پٹھے اپنا کام نہیں کرتے کیونکہ پاؤں اپنی اصلی حالت میں رکھنے سے وہ سب پٹھے کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس طرح چلنے سے وہ پٹھے کچھ عرصہ بعد بیکار رہنے کی وجہ سے ڈھیلے پڑ کے کمزور ہو جاتے ہیں۔

کیا آپ نے ایرانی عورتوں کو نہیں دیکھا جو چادر اور تسبیح وغیرہ بیچتی پھرا کرتی ہیں؟ کیسی اچھی چال ہوتی ہے۔ ذرا غور کریں وہ کس طرح چلتی ہیں۔ وہ کولھے ہلا ہلا کے چلتی ہیں یا یوں کہئے کولھے مٹکا کے چلتی ہیں۔ پہلے کولھوں کو حرکت دینے سے ٹانگوں کی ساری لمبائی حرکت میں آجاتی ہے۔ کولھے ہی وہ جوڑ ہیں جو قدرت نے رفتار کی حرکت کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں کہ آدمی ان کی مدد سے آگے بڑھنے کی حرکت کر سکے۔ اس طرح ٹانگیں نہیں تھکتیں۔

پاؤں کو ایک دوسرے سے تھوڑے فاصلہ پر متوازی رکھتی جاؤ۔ کولھوں کے بل چلو۔ پاؤں کی پہلے ایڑی اور پھر تلوا اور بعد میں پنجہ زمین سے چھواؤ۔ لیجئے چال خوشنما ہو گئی اور تھکن بھی پاس نہ پھٹکے گی اور نہ کوئی پاؤں کی شکایت پیدا ہو گی۔

کولھوں کو کبھی ڈھیلا نہ پڑنے دو۔ سیدھی کھڑی ہو کے ٹانگیں اکڑا لو۔ اسی طرح اکڑی ٹانگوں سے کہ گھٹنے نہ مڑیں چند قدم آگے بڑھو اور اسی طرح پیچھے ہٹو۔

کسی کرسی کے پیچھے مضبوطی سے لگ کے کھڑی ہو جاؤ اس طرح کہ اوپر کا جسم کرسی سے مضبوطی سے جما ہوا ہو اور نیچے کا جسم لٹک رہا ہو۔ پہلے بائیں ٹانگ اور پھر دائیں ٹانگ کو اکڑ کے پہلے آگے اور پھر پیچھے کو جھلاؤ اور کولھوں کی جانب سے چند بار گھماؤ۔

## بالوں کی خشکی

عام طور پر عورتوں کو بالوں کی شکایت رہتی ہے۔ کسی زنانہ پرچہ کی بزم نسواں پڑھ ڈالئے ایسے ایسے سوال درج ملیں گے کہ بال گرتے چلے جا رہے ہیں، کہیں چندیا میں گنج نہ پیدا ہو جائے۔ بال چھوٹے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ بال پھٹے اور

بے رونق ہوتے جاتے ہیں وغیرہ۔ بال ایک طرح آدمی کی صحت کی کسوٹی ہیں۔ اگر بالوں کی شکایت پیدا ہو فوراً صحت کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ معدہ کام کرے اور خون صالح پیدا ہو۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ بالوں کی شکایت پیدا ہو۔

بالوں میں عام طور سے خشکی پیدا ہو جاتی ہے جس کو بفہ اور پنجاب میں گڑ کہتے ہیں۔ یہ بڑی نامراد چیز ہے۔ یہ بالوں کی جڑوں کا دم گھونٹ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پتلے اور بے رونق ہو کے آخر میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی موجودگی چندیا کی بیماری کا اظہار کرتی ہے اس لئے فوراً توجہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ چندیا چڑچڑی ہونے کے بعد پھر سخت ہو جاتی ہے اور بالوں کے خانے گھٹ گھٹ کے بالآخر جڑوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ بفہ کی وجہ سے چہرہ کی دلکشی بھی جاتی رہتی ہے اور گدی اور ماتھے پر جھائیاں اور کھرنڈ پیدا ہو جاتے ہیں۔

اس کی پہچان پہلے بتائی جا چکی ہے۔ یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ جب چندیا میں چڑچڑاپن زیادہ ہو بال زیادہ گریں اور بے رونق اور بدنما ہو جائیں تو سمجھو کہ یہ ذات شریف سے آئیں۔ کنگھی کرنے سے پہلے سامنے ایک ملگجا کاغذ رکھ لو۔ اگر کنگھی کرتے ہوئے اس پر سر میں سے کچھ جھڑے تو خیریت سمجھو اور اگر چھلکوں کا سفوف بکھر جائے تو سنبھل جاؤ۔

خشک بفہ کے لئے پومیڈ اور چکنی کے لئے لوشن استعمال کرنا فائدہ دے گا۔ بازار میں ایسے پومیڈ Ponade اور لوشن بکثرت دستیاب ہوتے ہیں۔ دونوں قسم کی خشکی کے لئے ذیل کی دوا بنوالیں جس کو ئی کاربونٹ آف امونیہ Sesquicarbonate of amonia نصف اونس۔ سپرٹ آف روزمیری Spirit of rose mary ½ پنٹ۔ روز واٹر ¾ پنٹ۔ ملا کے خوب ہلائیں اور دن میں تین دفعہ چندیا میں لگائیں۔

ڈنمارک میں اس کے لئے وہاں کی عورتیں پیاز کا عرق لگاتی ہیں۔ پیاز نچوڑ کے اس کے عرق میں انگلیاں ڈبو ڈبو کے چندیا ملی جاتی ہے کہتے ہیں کہ جہاں سے بال غائب ہو کے گنج کا دھبہ پڑ گیا ہو پیاز کاٹ کے اس جگہ اس سے ملنا بال اگا دیتا ہے۔ یہ نسخہ سستا اور بے ضرر ہے اور قابل تجربہ ہے۔ پیاز کا عرق بالوں کی جملہ شکایات کے لئے نافع ہے۔

بفہ کے لئے سر میں بادام روغن بھی لگاتے ہیں۔ خشک بالوں میں وہ جذب ہو جاتا ہے اور جو دوسرے بالوں کی جڑوں میں جم کے ان کا دم گھونٹتے ہیں انہیں ڈھیلا کر دیتا ہے۔ جتنی دیر یہ تیل لگا رہے اچھا ہے۔ پھر چیڑ کے تیل کے شیمپو Pinetar Shampoo سے بال صاف کریں۔ جب بال گیلے ہوں بالوں کی جڑوں میں بے رم Bay rum لگائیں اور حسب معمول بال جھاڑیں۔

جس کے سر میں بفہ ہو اس کی کنگھی کبھی استعمال نہ کریں۔ یہ مرض متعدی ہے۔ دوپٹہ یا ٹوپی یا کنگھی استعمال کرنا ہی غضب ہو جاتا ہے۔ جب بفہ کو آرام ہو جائے تو اپنی ایسی چیزیں جراثیم کش محلول سے دھوئے بغیر دوبارہ استعمال نہ کریں ورنہ شکایت عود کر آئے گی۔

جن کو اس کی شکایت رہتی ہو وہ روزانہ ایک چمچہ مچھلی کے تیل کا پی لیا کریں۔ یہ بڑی زود اثر چیز ہے۔

**حسن افروز غذا** حسن کا انحصار بیشتر غذا پر ہے۔ یورپ میں تو کھانے پینے کا علاج جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے یا تو ایسی غذا اختیار کی جاتی ہے جو دبلا کر دے یا ایسی جو موٹا بنا دے۔ گاجروں آلوؤں شلغموں وغیرہ کا ابلا ہوا پانی کون روزانہ پیتا رہے گا لیکن زیادہ غذا کا خیال بھی جنون ہے۔ ذیل کے قواعد پیش نظر رکھنے سے خوبصورتی قائم رہتی ہے (۱) چہرہ کی طرح اندرون جسم کو بھی احتیاط سے صاف کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ ۲۴ گھنٹوں میں کم از کم چھ گلاس پانی پئیں۔ اور کافی مقدار میں سبزیاں اور کچی خوردنی اشیا کھائی جائیں (۲) غذا آہستہ آہستہ اور خوب چبا کے کھائیں۔ (۳) دن میں صرف ایک دفعہ گوشت کھائیں (۴) تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں کیونکہ یہ حسن کے لئے مضر ہیں۔ ابلی ہوئی اشیاء سے خوبصورتی بڑھتی ہے (۵) نہایت صاف مصری یا قند استعمال کریں اور میٹھی بہت کم کھائیں کیونکہ اس کی خواہش خشک میووں مثلاً انجیر کھجور اور کشمش سے دور کی جا سکتی ہے (۶) زیادہ مصالحہ دار اچار چٹنیاں [illegible] بالکل نہ کھائیں

(۷) تیز چائے قہوہ اور تمباکو جیسی اشیا بہت ہی اعتدال سے استعمال کریں۔

خشک اور جھری دار جلد دودھ ملائی مکھن یا دام والی غذاؤں سے ٹھیک ہوجاتی ہے تین پاؤ دودھ روزانہ چسکی سے پیا کریں، اس دودھ کو خوشنما مٹھائی میں تبدیل کر کے کھائیں۔ بہت چکنی جلد یا موٹی ہوجانے والی جلد ایسی غذا سے درست ہوسکتی ہے جو فضول اجزائے جسم کو چھانٹ دے جیسے چھنا آٹا بھوسی دار کھانے، سنگترہ کا عرق اور جو کا پانی سب مفید ہیں، سبز ترکاریاں کثرت سے کھائیں البتہ ملائی اور مکھن اور چربی دار کھانے ترک کردیں۔ چائیں اور مٹھاسے والے سنگترہ کا پانی پیاز اور جھلسائی ہوئی ترکاریاں کھائیں۔ کچے ٹماٹر اور گاجر جلد اور خون کو صاف کرنے میں بے نظیر ہیں۔ ایک ماہرِ فن کی تجویز ہے کہ صبح ناشتہ سے گھنٹہ بھر پہلے ایک گلاس گرم پانی کا روزانہ پی لیا کریں اور دوسرا سونے سے گھنٹہ بھر پہلے۔ دوسری یہ ہے کہ سونے سے پہلے ایک چھالیا کے برابر سمندر جھاگ Yeast گرم دودھ کے گلاس میں حل کر کے پی لیا کریں حتیٰ کہ جلد نکھر جائے۔

## خانگی ٹوٹکے

تارپین اور السی کا تیل مساوی مقدار میں ملا کے پالش والے چوبی سامان پر ملنے سے اس میں چمک آجاتی ہے۔

اگر چہرہ گول ہو تو ٹیڑھی مانگ نکالیں۔ اس سے وہ لمبا معلوم ہوگا۔ بالکل بیضوی چہرہ پر بیچ کی مانگ زیب دیتی ہے۔

لیموں ایک چوڑی گردن کی بوتل یا مرتبان میں رکھ کے منہ تک پانی بھر دینے سے عرصہ تک تازہ رہتے ہیں۔

تین انڈوں کی سفیدی خوب پھانٹیں اور کسی ملائم کپڑے سے (اگر فلالین ہو تو زیادہ اچھا ہے) چہرہ کو لگائیں اور اسے خوب مل کے جذب کردیں، چہرہ بالکل صاف ہوجائے گا۔ کرسیوں کی چرمی نشست اور ایسی چیزیں انڈے کی سفیدی کی اس مقدار سے خوب صاف ہوجاتی ہیں۔

زہریلی مکھی بھڑ بچھو کے کاٹے پر پھٹکری گھس کے لگانے سے آرام آجاتا ہے۔

ایک ماشہ پھٹکری ۵ تولہ گلاب کے عرق میں حل کر کے ٹھنڈی جگہ رکھیں۔ دکھتی آنکھ۔ سرخی۔ دھند۔ کھٹک کے لئے پانچ پانچ بوند دن میں دو تین دفعہ ڈالیں۔

شہد و پھٹکری خوب ملائیں۔ اس میں روئی کی بتی بھگو کے کان میں رکھنے سے کان کی کھجلی اور اس کا بہنا جاتا رہتا ہے۔

کڑوا تیل ۵ تولہ پھٹکری ۲ ماشہ میں ملا کے بدن پر مالش کریں خارش جاتی رہے گی۔ دو ماشہ پھٹکری صبح و شام تازہ پانی سے کھانا دردِ گردہ کو دور کرتا ہے۔ ایک ماشہ صبح شام کھانے سے سیلان الرحم جاتا رہتا ہے۔ پھٹکری ہر حالت میں کھیل کر کے استعمال کریں یبس کرنے کے لئے بھی استعمال کریں۔

محمد ظفر

# چائے سے تواضع

چائے کا استعمال کچھ اس کثرت سے رائج الوقت ہورہا ہے کہ شاید ہی کوئی گھرانا ایسا ہوگا کہ جہاں صبح وشام چائے نہ پی جاتی ہو۔ طبقہ امراء تو درکنار غرباء میں بھی اس کا عام رواج ہورہا ہے۔ کہیں پیٹ بھر روٹی نصیب نہ ہو وہ بھی اگر دو وقت نہیں تو ایک وقت چائے ضرور پئیں گے۔ اگر چینی میسر نہیں تو قندسیاہ سے میٹھی کرکے یا نمکین ہی سہی۔ اور دودھ ملانے کے بجائے قہوے پر ہی اکتفا کریں گے مگر چائے پئیں گے ضرور۔ یہاں مجھے چائے کے حسن وقبح یا اس کے فوائد ونقصانات پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ میرا روئے سخن موسم اور مناسب وقت اور موقع پر استعمال کرنے کی طرف ہے۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ خود کثرت کے ساتھ چائے پینے کے عادی ہیں۔ اور جو چائے کے عادی نہیں وہ بھی عموماً مہمان یا نووارد کی تواضع چائے سے کرتے ہیں حسب حیثیت اور مناسب لوازمات کے ساتھ مہمان کی چائے سے تواضع کرنا ایک نہایت اچھا طریقہ ہے مگر اسی طریقہ میں مناسب وقت اور موسم کا لحاظ رکھنا اور انتخاب کرنا کمال دانشمندی کہی جاسکتی ہے۔

بعض بی بیوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر موسم گرما میں کوئی مہمان دس گیارہ بجے یا ڈیڑھ دو کے قریب آنکلا ہے تو اُس کے سامنے بطور تواضع چائے ہی پیش کریں گی حالانکہ گرمیوں میں پابند وقت اور چائے کے عادی لوگ ہمیشہ صبح چھ یا سات آٹھ بجے کے درمیان چائے پی لیتے ہیں۔ اور اسی طرح شام کی چائے چھ سے ساڑھے سات تک کیونکہ ان وقتوں میں تمازت آفتاب کم ہونے کی وجہ سے خنکی اور خوشگواری سی ہوتی ہے۔ اور چائے پینے سے تلخی نہیں معلوم دیتی۔

سردیوں میں صبح نو سے لے کر دس بجے تک اور شام کو چار سے پانچ چھ کے درمیان تک چائے پینے کا وقت ہوتا ہے۔ مگر برعکس اس کے اگر میزبان خاتون ڈیڑھ بجے دن کے کسی نووارد مہمان کے سامنے چائے پیش کریں تو وہ میزبان کی دلشکنی کے خیال سے قہر درویش بجان درویش نامناسب وقت چائے پی تو لے گا مگر دل میں ضرور اس بے وقت چائے کی تواضع سے چین بجبیں ہوکر میزبان خاتون کو چائے پلانے کے طریقہ سے ناواقف سمجھ کر اُس کے اس طریقہ کو پھوہڑپن پر محمول کریگا۔

ایسا ہی چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کے وقت مہمان کی تواضع چائے سے کرنا نہایت غیر موزوں ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اگر چائے پینے کے عین وقت پر کوئی مہمان آنکلے تو یا خود چائے پر مدعو کیا ہو تو چائے سے تواضع کرنا نہایت موزوں اور قابلِ تحسین طریقہ ہے کیونکہ چائے کے ساتھ ہم ہر طرح کے لوازمات بطور تواضع مہمان کے سامنے پیش کرسکتے ہیں بشرطیکہ چائے اپنے مناسب وقت پر پیش کی گئی ہو۔

ایسے وقت پر جبکہ چائے سے تواضع کرنا قرین مصلحت نہ ہو مہمان کی تواضع ہم دوسری اشیاء سے کرسکتے ہیں مثلاً اگر موسم سرد ہے تو مقوی خشک میوہ جات یا تازہ موسمی پھل۔ سخت گرمیوں میں تازہ فواکہات شربت لیمونیڈ لسی۔ دودھ۔ برف وغیرہ حاصل کلام یہ کہ مہمان کی چائے سے تواضع غیر مناسب وقتوں میں کرکے چائے پلانے کے طریقوں سے ناواقف ہونے اور پھوہڑپن کا خطاب حاصل کرنے سے ہر بہن کو اجتناب کرنا چاہیئے بلکہ مہمان کی چائے سے تواضع موسم اور وقت کو ملحوظ رکھ کر کرنی چاہیئے۔

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل کپور تھلہ

# سیر بین

**توپ کی آنکھ** ایک جرمن شکاگو میں چھ سال ہوئے اپنی بیوی سمیت آیا اُس وقت سے برابر وہ توپ میں ایک بجلی کی آنکھ بنانے میں مصروف ہو اگر وہ کامیاب ثابت ہوئی تو توپ خانہ سے بہت سے آدمی ہٹاکے دوسری جگہ لگائے جاسکیں گے اور توپیں خود چلا کریں گی یہ آنکھ آسمان پر ۵۰ میل تک ہوائی جہاز کا تجسس کرسکیں گی اور ہوائی جہاز کے زد میں آجانے پر فوراً چل پڑا کرے گی۔ یہ آنکھ ہوائی جہاز میں بھی لگائی جاسکے گی۔ اس جہاز میں کسی آدمی کے بٹھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہیں سے وہ تصویریں کھینچ کھینچ کے ٹیلی وژن (برقی بصارت) کے ذریعہ بھیج دیا کرے گی۔

**انگلی لانے کی آزمائش** آسٹریلیا کے شمال میں ایک بڑا سا جزیرہ پے پُوا واقع ہے جس کا دوسرا نام نیوگنی ہے۔ وہاں شادی کا ایک عجیب دستور ہے۔ لڑکی شادی سے پہلے نسبت کے اُمیدوار کو کسی آدمی کو مار کر اس کی انگلی لانے کو کہتی ہے وہ اُسے دھوئیں میں خشک کرکے گلے میں ڈالے رکھتی ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اُمیدوار شوہر اپنے شکار کی تلاش میں جنگل میں بھٹک گیا۔ وہ بھوکوں مرجاتا۔ اتفاق سے ایک گاؤں کے آدمیوں کو وہ مل گیا اور بچ گیا۔ جب بدن میں جان آگئی تو پھر تلاش کو۔ ایک دریا عبور کرتے وقت وہ ایک مگرمچھ کا نوالہ بنتے بنتے بال بال بچا۔ آخر ایک بڑے گاؤں میں پہنچا۔ یہاں اُسے اپنا مطلب حل ہوتا نظر آیا لمبی لمبی گھاس میں چھپ کے وہ ایک آدمی کی گھات میں بیٹھا۔ وہ آیا لیکن اُس نے خود اُسے ہی اتنا مارا کہ وہ اُسے مردہ سمجھ کے چھوڑ گیا۔ آخر کسی خدا کے بندے نے اس کی دوا درمن کرکے اچھا کیا۔ اس نے سوچا کہ اتنے پاپڑ بیل کے شاید وہ لڑکی کی نظروں میں قبول ہوجائے لیکن لڑکی بھی ضد کی پکی تھی اس نے اُسے رد کردیا۔ اب وہاں کی حکومت کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ اس رواج کو منسوخ کیا جائے۔

**بولتی تصویر والوں کی تنخواہیں** انکم ٹیکس کے کاغذات سے معلوم کرکے یورپ میں ان لوگوں کی تنخواہیں چھاپی گئی ہیں۔ جو بولتی تصویروں میں کام کرتے ہیں وہاں والوں کو غضب کی آمدنیاں حاصل ہیں۔

امریکہ میں ولیم رنڈولف ہرسٹ کو ۱۳۱۳۳۳۳ روپیہ سالانہ تنخواہ ملتی ہے جو سب سے زیادہ ہے۔ ماّ ویسٹ کو ۱۲۰۲۲ ۱ روپیہ اس کے بعد مارین ڈیڑیچ کو ۸۱۳۳۳۹ روپیہ بنگ کوزبی کو ۱۳۴۲۵۰ روپیہ اور چارلس چپلن کو ۳۳۳۹۹ روپیہ تنخواہ ملتی ہے۔ تنخواہوں کا مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ ہو۔

وارنر بکسٹر ۴۶۶۶۴ ۵۵۔ جو براؤن ۳۹۳۴۲۶ ۴۔ جینٹ گے نر ۴۹۶۱۲۱۵۴۔ سٹن لارل ۲۱۶۷۰۶۔ پول منی ۴ لاکھ۔ ایڈی کنٹر ۴ لاکھ۔ جیمس کیگنی ۴۰ ۲۵۶۴ ۷۔ آئرن ڈن ۳۰۰۰۰۰۔ چارلس بوائر ۳۴۵۱۰۶۔ فریڈ ایسٹئر ۳۱۰۰۰ ۳۔ ہیرلڈ لائڈ ۳۳۳۳۳۳۔ کتھرین ہپبرن ۲۴۱۰۹۔ جون بولز ۳۱۳۱۰۶۔ کے فرنسس ۳۰۷۱۰۶۔ رونلڈ کولمین ۲۰۰۰۰۰۔ کلاڈ کولبرٹ ۲۶۶۶۶۶ روپیہ۔

یہ آمدنیاں ۱۹۳۵ء کی ہیں اور بعض کا سال تمام جون ۱۹۳۶ء ہے۔

**شاعر شادی نہ کریں** بلغراد کے ایک شاعر نے جس کے اشعار محبت کے جذبات سے لبریز ہوا کرتے تھے اُس عورت سے شادی کرلی جس کی شان میں وہ اعلیٰ غزلیں لکھا کرتا تھا۔ اب وہ پچھتا رہا ہے اور اُس نے اپنے ہمعصر شاعروں کو تنبیہ کی ہے ہرگز شادی نہ کریں کیونکہ شاعر اور اُس کی بیوی میں کبھی یگانگت و خوشنودی پیدا نہ ہوگی۔ شاعرانہ طبیعت شادی کے لئے بالکل نامنفعد ہے [illegible]

## لنکن کی ڈاڑھی

ابراہیم لنکن ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا مشہور صدر گزرا ہے۔ جب ۱۸۶۰ء میں اس کے انتخاب کا فیصلہ پیش تھا تو حسب قاعدہ اس کی تائید میں اس کی تصویر کے ساتھ بیسیوں اشتہار جگہ جگہ چپاں تھے ایک گیارہ سالہ لڑکی نے اس اشتہار کو دیکھ کے کہا۔ ڈیر مسٹر لنکن۔ میرے خیال میں آپ ڈاڑھی کے ساتھ اچھے نظر آئیں گے۔ میں اپنے بھائیوں سے آپ کو رائے دلوا دوں گی بشرطیکہ آپ ڈاڑھی رکھ لیں۔ کیا آپ کے چھوٹی بچیاں بھی ہیں؟

چار روز بعد اُسے جواب ملا۔ مائی ڈیر گریس بیڈل۔ تمہارا ۱۵ تاریخ کا بہت پُر لطف خط ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ میری کوئی بچی نہیں میرے تین بیٹے ہیں ایک ۱۷ سال کا۔ دوسرا نو سال کا تیسرا سات کا ہے۔ رہا ڈاڑھی کا معاملہ۔ کیا تمہیں اس کا خیال نہیں آیا کہ اگر میں نے ڈاڑھی رکھ لی تو لوگ اسے احمقانہ بناوٹ کہیں گے۔

لنکن صدر منتخب ہونے کے بعد اس لڑکی کے شہر میں آیا اور لوگوں کے ہجوم میں سے اس لڑکی کو آگے بلایا۔ وہ گاڑی میں اتر کے اس کے پاس بیٹھ کے کہنے لگا۔ گریس۔ ذرا میری ڈاڑھی کو دیکھنا میں نے محض تمہاری وجہ سے اُسے رکھ لیا ہے۔ اس کے بعد اُسے چوما اور چلا گیا۔ اس کے بعد وہ پھر اُسے کبھی نظر نہ آیا۔ اب یہ لڑکی ۸۸ سال کی ہو کے مری ہے۔

## مزاج دانی کی کسوٹی

لٹریری ڈائجسٹ نے ایک بڑی مزیدار فہرست تیار کی ہے۔ چونکہ اس کے سوالوں کا صحیح جواب دے کے ہمیں اپنے مزاج کا بالکل ٹھیک پتہ نہ ملا اس لئے دلچسپی کے لئے وہ فہرست درج کی جاتی ہے۔ آپ بھی ایمان داری سے نشان بناتے جائیں۔

| | |
|---|---|
| ۱۔ کیا تم دن میں اکثر تصورات میں غرق ہو جایا کرتے ہو؟ | ہاں نہیں |
| ۲۔ کیا تمہیں اکثر شکستہ دلی ستایا کرتی ہے؟ | ہاں نہیں |
| ۳۔ کیا تم اپنے آپ کو عصبی مزاج (گھبرانے والا) سمجھتے ہو؟ | ہاں نہیں |
| ۴۔ کیا بعض مضامین پر تم جھلا اٹھتے ہو یعنی بھڑک اُٹھتے ہو؟ | ہاں نہیں |
| ۵۔ کیا علمی یا کاروباری دنیا میں اپنے سے بڑے ہوؤں کے سامنے تمہیں اپنا ہیچ ہونا محسوس ہوتا ہے؟ | ہاں نہیں |
| ۶۔ کیا تم جھینپ جاتے ہو؟ | ہاں نہیں |
| ۷۔ کیا عاجز و ذلیل کرنے والے واقعات سے تمہیں صدمہ زیادہ دیر رہتا ہے؟ | ہاں نہیں |
| ۸۔ کیا تم منظر عام پر آتے ہوئے جھجکتے ہو؟ | ہاں نہیں |
| ۹۔ کیا کبھی تمہارے دماغ میں اندھیرا بھی چھا جایا کرتا ہے؟ | ہاں نہیں |
| ۱۰۔ کیا اپنے کام کرتے وقت لوگوں کے تمہیں دیکھنے سے خواہ کام بالکل ٹھیک ہی کیوں نہ کر رہے دماغ پر بوجھ معلوم ہونے لگتا ہے؟ | ہاں نہیں |
| ۱۱۔ کیا تمہیں اکثر تنہائی کی سی کیفیت معلوم ہوا کرتی ہے؟ | ہاں نہیں |
| ۱۲۔ کیا تمہارے جذبات آسانی سے مجروح ہو جاتے ہیں؟ | ہاں نہیں |
| ۱۳۔ کیا تم کسی اجنبی کو واقف کار سمجھ کے مخاطب کر کے اپنی غلطی محسوس کرنے پر بوکھلا جاتے ہو؟ | ہاں نہیں |
| ۱۴۔ کیا تم نے ایسا اکثر محسوس کیا ہے کہ وقت گذر جانے کے بعد ہی تدبیر سوجھتی ہے؟ | ہاں نہیں |
| ۱۵۔ کیا تمہیں [illegible] کا خیال ستایا کرتا ہے؟ | [illegible] |

۱۶۔ کیا کوئی خاص تکلیف دہ خیال آکے تمہیں بار بار ستایا کرتا ہے؟ ہاں نہیں
۱۷ کیا تم میں اپنے اوپر بھروسہ کرنے کا مادہ نہیں؟ ہاں نہیں
۱۸۔ کیا کسی ملاقات یا دعوت کے موقع پر تم کسی بڑے یا اہم آدمی سے ملنے سے گریز کیا کرتے ہو؟ ہاں نہیں
۱۹۔ کیا تم بلاوجہ کبھی خوش کبھی غمگین ہوجایا کرتے ہو؟ ہاں نہیں
۲۰۔ کیا تمہیں ممکن الوقوع مصائب کا خیال دکھ دیا کرتا ہے؟ ہاں نہیں
۲۱ کیا تمہیں اس خیال سے کہ راستہ کے آدمی تمہیں دیکھ رہے ہیں تکلیف ہوتی ہے؟ ہاں نہیں
۲۲۔ کیا مجلسی موقعوں پر تم پیچھے ہٹ کے رہنے میں خوش رہتے ہو؟ ہاں نہیں

میزان —— ——

نشان لگاکے دونوں خانوں کو جمع کریں۔ اگر ہاں کے نشان سوا یا زیادہ ہوں تو تم باطنی طبیعت کے آدمی ہو یعنی خاموش اور تنہائی پسند۔ اوروں کو اپنے ساتھ لوالے جانے کی بجائے خود آسانی سے دوسرے کے ساتھ ہو لیتے ہو۔ یعنی رہنما کی بجائے مقتدی ہو۔ گو خود ابتدا کرنے کی صفت تم میں نہیں لیکن تم ایک اعلیٰ ترین دماغ ثابت ہو سکتے ہو۔ اگر نہیں کی میزان سوا یا زیادہ ہو تو ظاہری آدمی ہو یعنی کارکن ہو۔ تم میں خود ابتدا کرنے کی صفت ہے اور جس چیز کے پیچھے پڑ جاتے ہو عموماً حاصل کر لیتے ہو۔ اگر برابر کی سی میزان ۱ یا ۲ کسی طرف ہو تو ہموار طبع ہو یعنی تم میں سکون ہمدردی اور سمجھداری ہے۔ تم ارادہ قائم کر سکتے ہو مگر خاموشی سے کام کرنے کو ترجیح دیتے ہو۔ اور اس کے متعلق دھوم دھام پسند نہیں کرتے۔

## اخبارات کی ابتدا

یہ عجیب بات ہے کہ جس طریقہ سے ایشیا میں اخبار کی ابتدا ہوئی اسی طرح یورپ میں اس کی بنیاد پڑی۔ آج سے تین سو برس پہلے یورپ میں کبھی کبھی لاطینی زبان میں سرکاری اعلان شائع ہوا کرتے تھے ان سے لوگوں کو خبر معلوم ہوا کرتی تھی اور ایسا سال میں دو دفعہ ہوا کرتا تھا۔ رومیوں کے عروج کے زمانہ میں یہی طریقہ مروج تھا کہ بازار میں کسی نمایاں جگہ کاغذ چپکا دیا جاتا اور لوگ اسے پڑھ لیتے۔ [illegible] میں چینی حکومت نے پیکن سے چنگ پاؤ (پایہ تخت کی خبریں) کے نام سے ایک پرچہ نکالا اور یہ طریقہ زمانہ دراز تک مروج رہا۔ اس اخبار میں عام خبروں کی بجائے درباری خبریں ہوا کرتی تھیں۔ ایشیا میں یہی طریقہ شاہی درباروں میں جاری رہا ہے۔ وقائع نویس اپنے رقعے بھیجتے تھے جو پڑھے جاتے تھے اور پھر وہ خبریں مشہور ہو جاتی تھیں۔ سولھویں صدی کے وسط میں وینس کی حکومت نے ایک ایسا پرچہ نکالا جو یورپ میں پہلا اخبار کہا جا سکتا ہے۔ یہ دستی لکھا ہوتا تھا اس میں دشمنوں بالخصوص ترکوں کے ساتھ جنگ کرنے کے حالات درج ہوتے تھے۔ انگلستان میں براڈسائڈ بیلٹ ایک ورق کا پرچہ نکلا۔ اس کا ایک پرچہ [illegible] کا موجود ہے۔ اس کے بعد [illegible] میں انگلستان میں لاطینی زبان میں ایک رسالہ نکلا چونکہ اس میں یورپی واقعات پر رائیں ہوتی تھیں اس لئے ایک ایک اشاعت کے ۵۰۰ صفحے ہوتے تھے۔ سال میں دو مرتبہ چھپتا تھا۔ لاطینی زبان اس لئے استعمال کی گئی کیونکہ یہی بین الاقوامی زبان تھی۔ اس کے بعد [illegible] تک انگریزی اخبار اس کے ہی نقش قدم پر چلتے رہے۔ ۹۔ اکتوبر [illegible] کو ایک ہفتہ وار اخبار نکالا۔ اس میں باہر کی خبریں بھی ہوتی تھی۔ انگریزی اخباروں پر شروع سے احتساب کا شکنجہ قائم تھا۔ پارلیمنٹ کے حالات چھاپنے ممنوع تھے۔ خلاف ورزی میں موت زندگی کا سوال تھا۔ ستر سال تک اخباری دنیا ان سختیوں سے جدوجہد کرتی رہی آخر کار اخبارات کو آزادی حاصل ہو گئی۔ انگریزی اخبارات ٹیٹلر اور سپکٹیٹر خاص طور پر موجودہ اخبار نویسی کے رہنما تسلیم کئے جاتے ہیں [illegible]
ان کی جلدیں اب تک محفوظ ہیں۔

[illegible]

جن کو شادی کے وقت پیش نظر رکھنا پڑتا ہے:۔

(۱) یاد رکھو تم جرمن ہو۔ (۲) اگر تمہیں نسلی صحت درست رکھنی منظور ہے تو کنوارے ہرگز نہ رہو۔ (۳) اپنے جسم کو صاف رکھو۔ (۴) اپنی روح اور دل کو صاف رکھنا چاہئے۔ (۵) صرف جرمن عورت سے ہی شادی کرو۔ (۶) رفیق حیات کے انتخاب سے پہلے اس کے اجداد کا حال معلوم کرو (۷) بیرونی صحت کے لئے اولین ضرورت صحت کی ہے۔ اس بات کا مطالعہ کرو کہ تمہاری طرح تمہارا رفیق حیات طبی معائنہ کرائے۔ (۸) صرف طبیعت کی صورت میں شادی کرو۔ روپیہ قابل قدر ہے لیکن وہ آنی جانی چیز ہے اور اس سے پائدار و مستقل طبیعت حاصل نہیں ہوتی۔ فوری نشہ شباب کا جذبہ محبت نہیں کہلاتا۔ (۹) کھلونا مت تلاش کرو۔ بلکہ رفیق حیات۔ عمر کا بہت تفاوت محبت کے توازن کے لئے خطرناک ہے۔ (۱۰) جس قدر اولاد ممکن ہو اُس کے آرزو رہو۔

## پھلجھڑیاں

ایک کتا ڈوکن ہیم (انگلستان) پائپ پیتا ناچتا اور منہ کے باجہ کے ساتھ گاتا ہے۔ اور تاش میں سے غلام کے پتے نکال دیتا ہے بمبئی کے وکٹوریہ باغ میں ایک بندر رہتا ہے جو سگرٹ اور بیڑی شوق سے پیتا ہے۔ پائپ استعمال نہیں کرتا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک مقام پر شکار کھیلتے ہوئے ایک ۱۵ سالہ لڑکے کے دماغ میں گولی لگی۔ دماغ پر عمل جراحی ناممکن تھا دوسرے طریقوں سے علاج کر کے اچھا کر دیا گیا مگر دماغ میں گولی رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ چیزوں کے نام بھول گیا ہے البتہ ان کی تشریح کر دیتا ہے۔ اسی طرح کسی رشتہ دار کا نام اُسے یاد نہیں پہچان لیتا ہے۔

جزیرۂ قبرس میں دُلھنیں ۲۶۶ روپیہ سے لے کر ۱۳۳۳ روپیہ تک خریدی جاسکتی ہیں۔ وہاں کے ترکی غریب باشندے سب سے زیادہ بولی دینے والے کو اپنی بیٹیاں بیچ دیتے ہیں چنانچہ زیادہ تر خریدار فلسطین کے عرب ہیں جو لڑکیوں کی خوبصورتی سے کھنچ کے وہاں سے اپنے لئے دُولھنیں لاتے ہیں۔

رومانیا کے بعض ضلعوں میں جب لڑکی شادی کے قابل ہو جاتی ہے تو دروازہ پر ایک پھول منقش کرا دیا جاتا ہے تاکہ بیویوں کے متلاشیوں کو خبر ہو جائے۔

انگلستان میں ایک انگریز نے ۶ سیر خوراک کھا جانے کی بازی لگائی چنانچہ ۳ سیر بکری کی ران کا گوشت ادھ سیر آلو اور ایک سیر رائی کھائی۔ ہڈی پر آدھ سیر گوشت رہ گیا۔ اور صرف ۵ ۱/۲ سیر کھا سکا اور بازی ہار گیا۔

ایک عمدہ انجن دس لاکھ میل چلنے کے بعد گھسنا شروع ہوتا ہے۔

بلبل کا گیت ایک میل کے فاصلے سے سنا جاتا ہے۔

گیولا (ہنگری) کے اسٹیشن ماسٹر کی بیوی کو دل کی کچھ بیماری ہوئی۔ اس کا عکس ریز کرایا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس کا دل نہ صرف دائیں طرف ہے بلکہ لگا ہوا بھی اُلٹا ہے یہ دنیا میں پہلی مثال دیکھنے میں آئی ہے۔

محمد ظفر

## [illegible] انجمن خواتین دکن

[illegible] مبارک انجمن خواتین دکن کا ایک جلسہ [illegible] راجہ پرتاب گیرجی بہادر کی کوٹھی واقع شاہراہ [illegible] میں منعقد ہوا۔

مسز صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی تحریک اور مسز صوفی صاحبہ کی تائید پر عالیجناب محل نواب مہدی یار جنگ بہادر نے ازراہ کرم جلسہ کی صدارت قبول فرمائی۔ سب سے پہلے مس صوفی صاحبہ نے قرآن شریف کی چند آئتیں پڑھیں پھر مسز صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی افتتاحی تقریر کے بعد عالی جناب صدر صاحبہ نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھا۔ اس کے بعد بنت عبدالحمید صاحب نے عہد عثمانیہ پر اپنا ایک مضمون پڑھا۔ بشیر بیگم صاحبہ نے بھی مختصر سی تقریر کی حمیدہ علاء الدین صاحبہ اور محمودہ بیگم صاحبہ و صفیہ بیگم صاحبہ و مقبول بیگم صاحبہ نے نظمیں پڑھیں۔ بنت جمیل الرحمن صاحبہ نے وائلن اور محل سید محمد ہادی صاحب نے ہارمونیم بجایا۔ مسز گنگولی و مس گنگولی صاحبہ نے بنگالی مسز کرلوسکر نے مرہٹی اور مسز رام چندر نائک نے کنڑی گانے مزامیر کے ساتھ گائے۔ محبوبیہ گرلز اسکول کی لڑکیوں نے فارسی میں قومی ترانہ گایا۔ اس کے بعد مسز سندی صاحبہ نے حاضرین اور عالی جناب صدر صاحبہ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر مسز صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ نے محل اسلمی کا جن کا ذوالی کو نظر یا تعا نیز رانی اور راجہ صاحب پرتاب گیرجی سرانی صاحبہ اور جنتا گیر بہادر محل علاء الدین [illegible] شکریہ ادا کیا۔ سب سے آخر میں ہمایوں نگر کے مدرسہ کی لڑکیوں نے ایک دعائیہ نظم پڑھی۔ شام کو سات بجے جلسہ بخیر و خوبی [illegible]

[illegible] کی گئی
[illegible]

## تقریر افتتاحی مسز صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ

جناب صدر و دیگر بیگمات۔

سب سے پہلے میں حضرت اقدس و اعلیٰ کیلئے دعا کرتی ہوں کہ خدا ان کو سلور جوبلی مبارک کرے۔ اور وہ دن لاوے کہ ہم حضرت والا کی گولڈ جوبلی منائیں۔

حضرت اقدس و اعلیٰ نے عورتوں پر جو احسانات کئے ہیں اگر میں بیان انکو بیان کروں تو گھنٹوں لگ جائیں گے اسلئے مختصر کہوں گی۔

جب سے اعلیٰحضرت نے حکومت کی باگ ہاتھ میں لی ہے اس وقت سے عورتوں کی ترقی کا خیال ہے۔ اس لئے لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ تعلیم دے رہے ہیں خسرو دکن نے لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ہر محلہ میں درسگاہیں کھولی ہیں زنانہ کالج بنوائے۔ محبوبیہ اسکول بنوایا تعلیم المسلمات قائم کروایا جس میں لڑکیاں تعلیم حاصل کر کے نوکری کو سکتی ہیں کئی پروفیسر بن گئی ہیں پچیس سال قبل استانیوں کا ملنا بہت مشکل تھا۔ شریف عورتیں نوکری کرنا عیب سمجھتی تھیں۔ اب یہ تمام باتیں نہیں رہیں۔ لڑکیوں کو اسکالرشپ مل رہا ہے ہندو مسلمان عیسائی پارسی لڑکیاں یورپ جا رہی ہیں بی اے ایم اے ہو رہی ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر بن رہی ہیں حیدرآباد میں پہلے زنانہ کلب نہ تھے اب زنانہ کلب بن گئے ہیں جن میں شہزادیاں تشریف لاتی ہیں پچیس سال قبل شہزادیاں سوائے اپنے شاہی خاندان کے کہیں آتی جاتی نہ تھیں۔ ہمارے روشن خیال بادشاہ نے شہزادیوں کو اجازت دے دی کہ زنانہ جلسوں میں شریک ہوں۔ شہزادی [illegible] صاحبہ و امام اقبال اور شہزادی نیلوفر صاحبہ و امام اقبال [illegible] جلسوں میں شریک ہوتی اور تقریریں کرتی اور جلسوں کی [illegible]
[illegible]

[illegible] کردا دیا ہے پہلے ہسپتال میں صرف بیماروں کی امداد ہوتی تھی مگر جب سے عثمانیہ ہسپتال بن گیا ہے۔ امیر غریب سب اس سے آرام پاتے ہیں حضرت اعلیٰ نے خود فضول رسوم ترک کر دیں۔ اس سے امراء نے بھی فضول رسموں کو ترک کر دیا۔ ہم لوگ جس قدر حضرت اقدس و اعلیٰ کا شکریہ ادا کریں کم ہے۔ انجمن خواتین دکن کے مقاصد بھی اس موقع پر بیان کر دینے ضروری ہیں۔ یہ انجمن انیس سال سے قائم ہے اس کے مقاصد یہ ہیں۔

(۱) ہر مذہب و ملت کی مستورات کو خصوصاً غریب و شریف عورتوں کی جو کسی کے آگے دست سوال دراز کرنا معیوب جانتی ہوں ان کی مدد کرنا۔ مثلاً کسی کو صنعت و حرفت آتی ہے۔ لیکن کام کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہے اس کی مالی امداد کرنا یا دستکاری نوکری کو ملازمت دلوانا۔

(۲) غریب ناکتخدا لڑکیوں کی شادی میں امداد دینا۔

(۳) بیوہ عورتوں اور نادار لڑکیوں کو دستکاری سکھانا۔ معذور عورتوں کو ماہانہ امداد دینا۔

(۴) لڑکیوں کی شادی اس طرح سے کرنا کہ فضول رسوم ترک کر دی جائیں اور لڑکی کی عمر پندرہ سال سے کم نہ ہو۔

(۵) ملکی صنعت و حرفت کو ترقی دینا۔

(۶) خوشی و غمی کے موقعوں پر فضول رسوم ترک کرنا۔

(۷) آپس میں اتحاد و اخلاص پیدا کرنا بنا و لہ خیال کے ذریعے [illegible] ملکی بلا خیال مذہب و ملت پیدا کرنا۔

انجمن نے بہت سے مفید کام کئے اور کر رہی ہے۔ ہر سال [illegible] دکن کی سالگرہ کی تقریب میں جلسہ ہوا کرتا ہے۔ [illegible] جلسہ ہوتا ہے۔ نمائش دستکاری ہر سال ہوتی ہے [illegible]

[illegible]

# تقریر صدارت بیگم نواب مہدی یار جنگ

معزز خواتین!

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے ہمارے بادشاہ اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر (خدا تعالیٰ ان کی عمر و اقبال میں ترقی دے) کے مبارک دور حکومت میں ہمارے ملک نے ہر طرح ترقی کی ہے۔ حکومت کے تمام سر رشتوں کے ساتھ ساتھ پبلک کے اداروں میں بھی نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ اور ان ترقیوں میں مردوں ہی کا حصہ نہیں ہے بلکہ ہم عورتوں کی ترقی بھی اس مبارک عہد کی ایک یادگار خصوصیت ہے۔

شروع میں اس عام بیداری کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں جو عہد عثمانی میں خواتین کے طبقے میں پیدا ہوئی ہے۔ اس مبارک دور کے شروع ہونے سے پہلے حیدرآباد میں عورتوں کی تعلیم عورتوں کی سماجی اور معاشی ترقیوں اور ان کی زندگی کو بہتر بنانے کے چرچے تک نہ تھے۔ برائے نام چند مدارس نسواں قائم تھے لیکن ان کے لئے نہ اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام تھا نہ گھریلو صنعتوں اور کارآمد فنون کے سکھانے کا بندوبست۔ ان کی کوئی انجمن یا سوسائٹی بھی موجود نہ تھی یہ اسی دور عثمانی کی برکت ہے کہ پچیس سال کے عرصہ میں (جس کی تکمیل پر ہم سب اپنے ہر دلعزیز بادشاہ کی سلور جوبلی منانے کی عزت و سعادت حاصل کر رہے ہیں) ہمارے طبقے میں بھی ہر قسم کی ترقی کی چہل پہل پیدا ہو گئی ہے۔ بڑی خوشی کی بات تو یہ ہے کہ نہ صرف مرد ہی ہماری ترقی کی کوششیں کر رہے ہیں بلکہ ہم خود بھی [illegible] ہر طرح کی کوششوں میں مصروف ہیں [illegible] عورتوں کی ایک نہیں بہت سی [illegible] قائم ہیں [illegible] کام انجام [illegible] ترقی تعلیم [illegible]

[illegible] مثال وہ کامیاب کانفرنس ہے جو ہز ہائینس [illegible] پرنس آف برار کی صدارت میں حال ہی میں چند دن قبل ہوئی تھی

عہد عثمانی میں خواتین کی ترقی کا دوسرا پہلو تعلیم نسواں کی توسیع ہے۔ اس وقت ملک کے ایک ایک تعلقہ اور قصبہ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ابتدائی مدرسے قائم ہو چکے ہیں اور ان کی مدد سے ہمارے طبقے کی عام جہالت دور ہو رہی ہے۔ ضلعوں کی مستقر اور شہر حیدرآباد میں ثانوی تعلیم کے لئے بہت سے مدرسے قائم کئے گئے ہیں۔ ان مدرسوں کی پڑھی ہوئی لڑکیوں کو ایف۔ اے اور بی۔ اے کی تعلیم دینے کے لئے جامعہ عثمانیہ کے تحت ایک درجہ اوّل کا زنانہ کالج بھی قائم کیا گیا ہے۔ جہاں مختلف مضامین کی تعلیم کا بندوبست ہے۔ جامعہ عثمانیہ کو قائم فرما کر حضور پر نور نے لڑکوں کے ساتھ ملک کی لڑکیوں کے لئے بھی اعلیٰ تعلیم کا دروازہ کھول دیا ہے۔ معلمات کو تیار کرنے کے لئے چار مدرسے تعلیم المعلمات کے بھی قائم کئے گئے ہیں۔ لڑکیوں کے لئے طب کی اعلیٰ تعلیم کا بھی ملک میں انتظام موجود ہے۔ ان سہولتوں میں آئے دن ترقی ہو رہی ہے۔ اور ان کے لئے ہم جتنا بھی شکریہ اپنے محبوب بادشاہ کا ادا کریں کم ہے۔ اگر ہمارے ترقی کی یہی رفتار قائم رہے تو یقین ہے کہ ہم ترقی کے ایک اعلیٰ معیار پر پہونچ جائیں گے اور وہ دن دور نہیں ہے کہ حیدرآباد ترقی نسواں میں دوسروں کے لئے ایک مثال کا کام دے۔

یہ عہد عثمانی ہی کی برکت ہے کہ اب ہمارے ملک میں بہت سی بی۔ اے [illegible] خواتین موجود ہیں جو تصنیف و تالیف [illegible] پیش نظر آتی ہیں۔ ہندوستان کے [illegible] حیدرآبادی خواتین [illegible] ہماری [illegible]

میں نے مختلف [illegible] خواتین نے مستقل [illegible] بہت مستفید مرحومہ [illegible] بیگم [illegible] بھی تھیں [illegible] شہور تھی۔ عورتوں کی سماجی اور تعلیمی اصلاح کی کانفرنسوں میں جو ہر سال ہندوستان کے مختلف مقامات پر ہوتی رہتی ہیں ہمارے ملک کی خواتین برابر شریک ہوتی ہیں اور مفید تحریکیں پیش کرتی ہیں۔ خود ہمارے ملک میں ایسی کانفرنسیں ہر سال ہونے لگی ہیں اور ان میں مفید تحریکیں پیش اور منظور ہوتی ہیں۔

عورتوں کی صحت کو بہتر بنانے اور ان کی تفریح اور کھیلوں کے لئے بھی ہمارے ملک میں مختلف قسم کی مفید تحریکیں اسی عہد میں رائج ہوئی ہیں۔ میں یہاں صرف مرکز بہبودی اطفال اور لیڈیز کلب کے نام لے لینا کافی سمجھتی ہوں۔

میں آپ سب کو مبارکباد دیتی ہوں کہ آپ نے اپنے ہر دل عزیز بادشاہ کی سلور جوبلی کی مبارک تقریب میں یہ جلسہ کرکے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کو اپنے مہربان بادشاہ کی عنایات اور توجہات کا دلی اور قومی احساس ہے۔ میں دعا کرتی ہوں اور اس دعا میں آپ سب میری شریک ہوں گی کہ خدا تعالیٰ ہمارے عالی مرتبت بادشاہ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ ان کے زیر عاطفت ہمارے ملک کی خواتین دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہیں۔ میری یہ بھی دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضور پر نور کے زیر سایہ شہزادگان والا تبار اور شہزادیان فرخندہ فال کی عمر و اقبال میں بھی روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

[illegible] بیگم جمیل [illegible]

# بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف ایسی خطوط شائع کئے جاتے ہیں

(۱) جن میں ہر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) جن میں استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے خوشخط لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

میں بیخبر دلی مسرت کے ساتھ لکھتی ہوں۔ میری عزیزہ سہیلی ہر دو دنیا کے ادبی مشہور ادیبہ ماہر دستکار محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ جعفر مولانا سرسی کا نام جو اب بیگم سید لیاقت حسین میاں کو اللہ پاک نے ۸ دسمبر کو ننھی منی بیٹی عطا فرمائی۔ بہنوں سے التماس ہے دعا فرمائیں کہ ننھی جان اپنے والدین کے نیک سایہ میں پھلے پھولے اور اپنی ماں کے نقش قدم پہ چلے آمین ثم آمین۔

آنسہ صفیہ خانم۔ لاہور

میری عمر اس وقت ۲۰ سال کے قریب ہے۔ میری شادی کو دو سال ہوئے شادی کے بعد سے آج تک میری صحت خراب ہے [illegible] مجھے بشیر [illegible] تھا مگر اب [illegible] بند ہو گیا ہے پھر بھی [illegible] گرم تار رہتا ہے۔ [illegible] کے ساتھ [illegible] ہر وقت بخار رہتا ہے۔ میرے سر [illegible] سے [illegible] سر سے [illegible] بہت تکلیف رہتی ہے سر کو جس [illegible] [illegible] بال بالکل جھڑ گئے [illegible]

[illegible] اکثر حرارت ہو جاتی ہے [illegible] بیمار رہ گئی ہے [illegible] بہت سی قسم [illegible] [illegible] سے [illegible] گزارے [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] سے کوئی [illegible] فرمائیں

[illegible]

مجھے چند عملی کارآمد باتیں جو پرانی ہوں ساتھ [illegible] مرغوب ہیں۔ خاص کر اردو کی [illegible] جو بہن ان سے واقف ہوں تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں بہت ممنون ہوں گی۔ [illegible] کہانیاں جن میں دال بھری ہوتی ہے اور بہت زیادہ [illegible] ہیں ان کی ترکیب بھی [illegible] فرمائیں تو باعث ممنونیت ہو گا۔

[illegible]

گزشتہ سال میری داہنی آنکھ میں [illegible] گئی تھی ڈاکٹر حکیموں کے علاج سے آرام ہو گیا [illegible] کمزور ہو گئی ہے۔ تار کشی وغیرہ کا کام کرتی ہوں تو میری آنکھ پر زور پڑتا ہے اور سخت درد ہونے لگتا ہے اور ویسے بھی [illegible] اکثر رہا کرتا ہے۔ براہ عنایت کوئی بھائی یا بہن [illegible] فرمائیں تو ممنون ہوں گی۔

[illegible]

کوئی بہن جو فوٹوگرافی میں دخل رکھتی ہوں۔ خواہ [illegible] وسیلے سے بذریعہ عصمت مجھے چند باتیں بتائیں اور ممنون فرمائیں۔

(۱) فوٹوگرافی شروع کرنے والوں کے لئے [illegible] بند ہونے والا کیمرہ کم سے کم کس قیمت کا آ سکتا ہے [illegible]

(۲) ایسے کیمرے کے متعلق کیا خیال ہے [illegible] تصویریں ساتھ لی جا سکتی ہیں۔ مجھے بعض [illegible]

(۳) اردو خواہ انگریزی میں [illegible] ہے جو دراصل مفید ثابت ہو۔ [illegible]

کوئی بہن [illegible] والے

[illegible]

[illegible]

...صاحبہ [illegible]

...کیا [illegible] کریم استعمال

...رین [illegible] کریم بمبئی میں بنی وی

...دستیاب [illegible] بمبئی تک سے مل سکتا ہے۔

خریدار نمبر ۲۲۳

... صاحب مارچ میں ایک خریدار نمبر ۲۴۴۹ نے اپنے ...رہ کی چھائیاں دور کرنے کے لئے کوئی نسخہ یا کریم دریافت کی ہو ...ن صاحبہ اپنے چہرہ پر افشان اسنو لگائیں۔ میری ایک عزیزہ ...ے چہرہ پر بھی چھائیاں بہت پڑگئی تھیں کئی چیزیں لگائیں کچھ نہیں ...لیکن افشان اسنو کے استعمال سے بہت جلد دور ہو گئیں ...سنو تمام چہرہ پر لگا کر انگلیوں سے مالش کیجئے۔ جہاں چھائیاں ...ں وہاں زیادہ لگا کر چند منٹ مالش کریں۔ روزانہ مسلسل ...ستعمال [illegible] جلد دور ہو جائیں گی۔

خریدار نمبر ۹۵۹ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنے ...ں سکاکائی اور ریٹھی سے دھوئیے۔ سکاکائی ایک قسم کی سرخ ...لی ہوتی ہے جس میں کالے بیج ہوتے ہیں۔ سر دھونے سے ...ند گھنٹے پیشتر [illegible] اور سکاکائی بھگو دیجئے۔ جب وہ ...ب بھیگ جائے تو سکاکائی کے بیج نکال کر اسی پانی سے جس میں ...بھیگی ہے [illegible] پیس لیجئے۔ باریک پیس کر سر دھو لیجئے۔ ...یل کا تیل [illegible] استعمال [illegible] بال فوراً گرنا بند ہو کر نہایت ...چکیلے [illegible] مندرجہ بالا چیزیں پنساری یا ...طار کی دوکان [illegible]

[illegible]

[illegible]

...ج سے [illegible]

...ردی [illegible]

...ں ان سے [illegible]

...ا دوا کی [illegible]

[illegible]

...غرض کا [illegible] لانے کے لئے کوئی دوا دی جاتی ہے پھر اُنہیں [illegible] دواؤں میں [illegible] جو [illegible] کو نین یا [illegible] کوئی دوسری دوا ہوتی ہے۔ لہذا [illegible] صاحبہ مطلع فرمائیں کہ [illegible] صرف کو نین وغیرہ کی جگہ استعمال کرنے کے واسطے ہے [illegible] لانے کے لئے۔

جعفری

[illegible] صاحبہ: یاد فرمائی کا شکریہ تجویز مطلوبہ پیش خدمت ہے۔ بھنے ہوئے چنے چھیل کر نو تولہ تول لیں۔ اسی کے برابر عمدہ صاف گڑ یا قند سیاہ ۹ تولہ لیں اور دو تولہ مرچ سیاہ لیں۔ تینوں کو ملا کر ہاون دستہ میں کوٹ کر باریک تار والی چھلنی میں چھان کر رکھ لیں اور روزانہ صبح نہار منہ ایک تولہ کھا لیا کریں اسی طرح ایک تولہ رات کو سوتے وقت لیکن اس کے ساتھ پانی یا کوئی سیال چیز مثلاً چائے یا دودھ وغیرہ بالکل نہ پئیں۔

خریدار نمبر ۹۵۹: یہ ایک مرض ہے جس کا نام [illegible] ہے۔ اس مرض میں یا تو خون کے سرخ دانوں کی تعداد گھٹ جاتی ہے یا سرخ دانوں کی سرخی کم ہو جاتی ہے۔ اس کے [illegible] یہ ہیں۔ رنج و غم فکر و تردد۔ کثرت محنت دماغی۔ امراض [illegible] بدہضمی۔ قبض وغیرہ۔ بہرحال اصل سبب کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ عام علاج میں یہ تجویز مفید ہو سکتی ہے۔ خبث الحدید [illegible] بقدر ایک چاول۔ زعفران [illegible] بقدر دو چاول دونوں کو ملا کر ایک پیالی دودھ کے ساتھ صبح کھا لیا کریں۔ دوپہر کو انار شیریں سرخ ایک عدد کھائیں۔ رات کو سوتے وقت چار تولہ گلقند خاص جو گلاب کے سرخ پھولوں سے بنایا گیا ہو ٹھنڈے پانی میں چھان کر [illegible] پی لیا کریں۔ ایک دو مہینے برابر اسی طرح استعمال کریں۔ اگر شام کو عرق [illegible] مرکب [illegible] ملا کر پی لیا کریں تو [illegible]

# دوربین

## دنیا کی سیاسی حالت

اطالیہ نے جنگ حبش کے اس زمانہ میں جبکہ برطانیہ دیکھ رہا تھا اس سے خوف کھائی بیچ کا [illegible] اختیار کر رکھا تھا بحر جزیرہ ڈوڈیکانیز کی قلعہ بندی کر لی ہے۔ یہ جزیرہ انگریزی جزیرہ مالٹا کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اس کے قلعہ بند کر دیے جانے سے مالٹا بہت کچھ بے کار ہو گیا ہے۔ اب اطالوی حکومت نے ایک حکم جاری کیا ہے کہ کوئی ہوائی جہاز اس کے آٹھ میل کے اندر نہ اڑے۔ بحیرہ روم میں برطانیہ کے مقابلہ میں اطالیہ کی ایک اور اقتداری صورت ہے۔

افواہ گرم ہے کہ فلسطین کے دو ٹکڑے کئے جائیں گے۔ خالص عربی حصے امیر ٹرانس اردن کو دے دیے جائیں گے اور باقی سارا ملک برطانوی مقبوضہ ہو جائے گا۔ برطانیہ نے فلسطین پر اپنے مفاد کی خاطر قبضہ کیا تھا۔ اب اطالیہ کی طاقت روز افزوں ہونے سے انگریزی حکومت سخت خطرے میں پڑ گئی ہے۔ حیفہ کی بندرگاہ میں برطانوی ہندوستانی آسٹریلوی [illegible] کے ہوائی جہاز آ کے ٹھہرتے ہیں اور یہیں موصل سے تیل نلوں کے ذریعہ آتا ہے۔ یہ مقام اب بحیرہ روم کے مشرقی حصہ پر برطانوی اقتدار کے قیام کے لئے نہایت اہم ہو گیا ہے۔ کیونکہ جزیرہ مالٹا بے کار ہو گیا ہے۔ اور اسکندریہ اس کی جگہ مستحکم نہیں کیا جا سکتا۔ مصر پر برطانوی اقتدار کم ہو جانے سے فلسطین پر برطانیہ اپنی گرفت مضبوط کرنا چاہتا ہے جو اس تقسیم سے ممکن ہو جانے کی [illegible]

ہٹلر کی نظریں زیکوسلاویکیہ پر جمی ہوئی ہیں۔ ۱۲ مئی سے ۵ جون تک خطرہ کا زمانہ ہے۔ ان دنوں وہاں جھگڑا برپا کر دینے کا انتظام کر دیا ہے۔ اس ملک میں جس قدر نازی ہیں وہ سب بغاوت کر دیں گے۔ برطانیہ اپنی تاجپوشی کی دھوم میں لگا ہوگا اور اسے ادھر توجہ کرنے کی فرصت بھی نہ ہوگی۔ فرانس نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس ملک کی ہر طرح مدد کرے گا۔ کیونکہ جرمنی کا وسطی یورپ میں زیادہ زمین حاصل کر لینا فرانس کے مقابلہ میں اسے غیر مفتوح بنا دے گا۔ روس صرف سامان جنگ بہاں [illegible] بھیج دے گا۔ ہٹلر جرمنی میں جنگی تیاریاں کر رہا ہے۔

ہسپانیہ میں دونوں فریق بدستور مصروف پیکار ہیں۔ اسی ہزار اطالوی اور چالیس ہزار جرمنی باغیوں کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔ مجریط پر باغیوں نے زور و شور سے پھر حملہ جاری کر دیا ہے۔ اس شہر کا بہت سا حصہ برباد ہو چکا ہے۔ مجریط کے محاذ پر ۲۵ ہزار اطالوی موجود ہیں۔

فلسطین میں بے چینی پھر نمودار ہو گئی ہے۔ یہودی اور ان کے طرفدار حکومت پر جنگی قانون نافذ کرنے کے لئے زور دے رہے ہیں۔ انگریز فوجی تدابیر سوچ رہے ہیں۔

## افغانستان کی جدوجہد

سردار محمد [illegible] سے گئے [illegible] وہ افغانستان [illegible] کرنے کے لئے [illegible]

[illegible] زمین مانگتے تھے اور بعد میں انگریزوں کو اپنے ملک میں [illegible] میں اب تک [illegible] کام نہیں کیا اپنی قسمت آزمانے کا موقع دیتے تھے۔ وہ [illegible] اب تک [illegible]

[illegible]

[illegible] اور جرمنی [illegible] ہیں۔ بہرحال [illegible] جرمنی کا [illegible] قائم کرنے کی اجازت
دے دی گئی ہے۔ انھوں نے ترکی سے بھی دوستی کا معاہدہ کر لیا ہے۔

## مسلمان عورت کی بہادری

ضلع بیٹا ور کے ایک گاؤں میں ایک مسلمان کسان باہر جاتے ہوئے اپنی بیوی سے کہہ گیا کہ کواڑ بند کر لو ایسا نہ ہو کہ کوئی چور اندر گھس آئے۔ بیوی نے اتنا تساہل کیا کہ بچہ کو لوری دے رہی تھی وہ سو گیا تو اٹھی۔ اس اثناء میں ایک چور اندر داخل ہو چکا تھا جس کے پاس تلوار تھی۔ عورت در وازہ بند کرنے نہیں پائی کہ وہ تلوار کھینچ کے کھڑا ہو گیا کہ گھر میں جو کچھ زیور و روپیہ ہے دے ڈالو۔ عورت نے کہا کہ گھر سے ابھی نکل جاؤ ورنہ تیری خیر نہیں۔ اس پر چور مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گیا۔ عورت نے ایک کلہاڑی جو وہیں رکھی تھی اٹھا کے چور کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔ چور نے دوڑ کے اس کے بچہ پر تلوار کا ہاتھ چھوڑا اور اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ لیکن عورت نے بڑھ کے اس کی گردن پر کلہاڑی ماری۔ کہا جاتا ہے کہ چور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ خاوند جب گھر آیا تو وہ زخموں سے چور تھی۔ اس کے آتے آتے وہ اس کے سامنے بے ہوش ہو کے گر پڑی۔

## وقف کا قبضہ غیر ضروری

عدالت عالیہ مدراس نے ابھی ایک فیصلہ کیا ہے جس میں قرار دیا کہ وقف کے لئے قبضہ دیا جانا ضروری نہیں۔ اس مقدمہ میں وقف کنندہ نے کچھ جائداد ربیع الاوّل کے پہلے بارہ دنوں میں مولود شریف کرنے اور اس موقع پر مسکینوں کو کھانا کھلانے کے لئے وقف کی اور اپنی بہن کو اس کا متولیہ بنایا تھا۔ آمدنی میں سے جو کچھ بچے وہ بہن یا اس کے ورثا کو ملتا تھا۔ بعد میں اس شخص نے یہی جائداد دس ہزار روپے میں رہن کر دی۔ عدالت کے ذریعہ جب قبضہ لیا جانے لگا تو متولی نے عذر کیا کہ یہ تو وقف ہے چنانچہ یہ عذر مان لیا گیا۔ اس پر ان سب پر رہن لینے والے نے دعویٰ کیا۔ چنانچہ عدالت عالیہ نے طے کیا کہ موپلا شافعی قانون کے پابند ہیں جس کی رو سے وقف کا قبضہ دیا جانا ضروری نہیں۔ اور حنفی قانون میں بھی امام ابو یوسف کی یہی رائے ہے اور ان کی رائے امور شرعی میں عدالت ہائے عالیہ زمانہ حال کے مطابق ہونے کی وجہ سے قبول کرتی رہی ہیں۔

## عربوں کو خوف

ترکوں کے استقلال کی وجہ سے فرانس نے شام کے اضلاع سکندرونہ اور انطاکیہ ترکوں کو ایک طرح دے ہی دئے۔ اب عرب ناخوش ہیں کہ برطانیہ نے ترکوں کو محض خوش کرنے کے لئے فرانس پر دباؤ ڈال کر یہ اضلاع دلوائے ہیں۔ انگریز اطالیہ سے خوفزدہ ہیں اور ترک بھی یہی کہتے ہیں کہ سکندرونہ پر اگر اطالیہ کا قبضہ ہو گیا تو ان کا ملک غیر محفوظ ہو جاتا ہے۔ انگریزوں کو خیال ہے کہ اس سے ہنوز حیفہ اور نہر سویز خطرہ میں پڑ جائے گی۔ عرب کہتے ہیں کہ ترک اب حلب اور موصل کا مطالبہ کریں گے۔ وہ عربوں سے جنگ عظیم کی بغاوت سے ناراض ہیں اس لئے وہ اپنا اخر پھیلا کے بدلہ لینا چاہتے ہیں۔

## [illegible]رول کا جھوٹ

[illegible] کالج [illegible] کا پرنسپل ڈاکٹر کرنس ہندو ہو گیا اور نام [illegible] رکھ لیا گر ستائی اسے [illegible] ہندو [illegible] کہتے ہیں کہ روحانی طور سے اسے ہندویت کا نفع پورا حاصل مگر چار روز [illegible] ہندو [illegible] پیدا ہونا چاہئے

اطالوی [illegible]

[illegible] ہوا۔ دو [illegible]

اس کے علاوہ قتل عام ہوا اور بہت سی مال [illegible]

سے وار [illegible] کر گیا۔ اسے ایک ہفتہ کی میعاد دی گئی کہ وہ [illegible]

ہوتا پھا [illegible] ہم جا۔ اس عرصہ کو کسی جزیرہ میں نظر بند کیا جائے گا۔

اپریل سنہ کے ساتھ ٹیکس دس آنے فی ہنڈ ایٹ ڈاک سے [illegible] ایک روپیہ [illegible]

روپیہ [illegible] آنے سے دو روپے ہو جائے گا۔ ڈاکخانہ میں پیکٹ آئندہ [illegible] تولہ دو پیسے میں جائے گا [illegible]

گنا جائے گا۔ دو آنے والا پارسل اٹھا دیا جائے گا۔ آدھ سیر یا کم وزن کے پارسل پر مہر لگیں گے۔

اٹلی کی یونیورسٹی میں سنسکرت کا ایک استاد مقرر ہے۔ وہ آج کل ہندوستان میں سنسکرت کے متعلق معلومات حاصل کرنے

کے لئے آیا ہوا ہے۔ آج کل آٹھ طلبا وہاں سنسکرت پڑھ رہے ہیں۔

ستہا پور کے ایک مسلمان ممبر کمیٹی سابق وکیل سرکار کو چھوٹے کیکوں کا پارسل مراد آباد سے آیا۔ سپہر کی چائے کے وقت اس نے

اپنے تین بیٹوں سمیت انہیں کھایا۔ بیوی نے ایک کھا کے تھوک دیا۔ چند منٹ میں ان کی حالت بری ہو گئی اور مر گئے [illegible] کی عمر ۲۲

۔ ۔ ۵ سال تھی۔ بیوی بچ گئی۔ ایک پارسل اس کے داماد اور دوسرا ایک اور بیٹے کے نام تھا۔ وہ شہر سے [illegible]

نہ دے جا سکے اور وہ بچ گئے۔

مشہور طیارہ عورت ایمی جانسن نے تالیسن دوسرے ہوائی جہاز ران سے کئی سال ہوئے شادی کر لی تھی۔ دونوں نے

نئے ہوائی کارنامے انجام دئے تھے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ دونوں جلد ہی طلاق لے کے الگ ہو جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ دونوں

کے اغراض زندگی میں بعد المشرقین ہے۔

وزیرستان کی طرف پھر انگریزی فوجوں نے نقل و حرکت شروع کر دی ہے۔

اوکسفورڈ یونیورسٹی نے اپنی ساری ڈگریوں کے حصول کی عورتوں کو اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ اب وہ الٰہیات

میں بھی کامل ہوا کریں گی۔

انگلستان میں دو میاں بیوی کو چھ ماہ قید سخت کی سزا اس جرم میں ملی ہے کہ وہ دونوں اپنے تین سالہ اور ایک سالہ بچوں کی

پرورش میں غفلت بلکہ بے رحمی برتتے تھے۔ وہ سب ایک گندے کمرہ میں رہتے تھے۔ جب بچوں کو یتیم خانہ میں لیجا کے نہلایا گیا تو بدنوں

پر بہت سی پھوڑوں کے نشان ملے۔ علاوہ ازیں انہیں غذا کم اور لباس خراب ملا کرتا تھا۔

کلکتہ یونیورسٹی کے اس دفعہ کے انٹرنس کے امتحان میں ۲۷ ہزار امیدوار شریک ہوئے ہیں۔ ان میں [illegible] بھی ہندوستان

بھر میں اس امتحان میں نہیں بیٹھے۔

[illegible] ضلع کانگڑہ کی عدالت دیوانی میں ایک مسلمان عورت نے اپنے شوہر پر تنسیخ نکاح کا دعویٰ [illegible] اسلام ترک

کر چکی ہے۔ اب ایک اسلامی انجمن کی کوشش سے بیرون عدالت مقدمہ اس طرح [illegible] مجرا دے [illegible]

باقی رقم کے بدلے میں بیوی کو طلاق خلع دیدی۔ اور عورت نے [illegible] توبہ کی۔

جہلم کے مرکز میں ایک لڑکی انٹرنس کے امتحان میں شریک تھی [illegible] اس کو [illegible]

ہال سے نکال دیا گیا اور بعد میں اسے تین سال تک امتحان میں شریک [illegible] دی ہے۔

## ضرورت [illegible]

[illegible]

[illegible] تعلیم [illegible]

رکھنے والی لڑکی کے لئے ایک ایسے لڑکے کی ضرورت ہے

جو [illegible] تعلیم یافتہ و مستقل جائداد رکھتا ہو یا کسی

پرونشیل [illegible] سروس میں ملازم ہو مستقل جہیز دیا جائیگا

معرفت رسالہ عصمت خط و کتابت کریں (۲)

## ضرورت شادی

[illegible] نہایت معزز خاندان کے

نوجوان [illegible] ایک

اچھے [illegible]

[illegible]

---

[illegible]

## [illegible] پیر جمال صاحب [illegible]

[illegible]

## کیل مہاسوں اور جھائیوں کا علاج

چہرہ کی کیل مہاسے سے حسن چھپ جاتا ہے مگر اب خوشیہ کیلی کریم، پاؤڈر اور غازے کی حقیقت سمجھ جائیں گے۔ بلکہ جلد کو پہلے سے بھی زیادہ بہتر بنا دیتے ہیں۔

خوشیہ کیلی پاؤڈر خوشیہ کیلی کریم کے استعمال سے چہرے کے کیل، مہاسے، سیاہ داغ اور جھائیاں چند دن کے اندر حیرت انگیز طور پر رفع ہو جاتے ہیں۔

قیمت فی سٹ پلنڈ کریم ۱۰/- ۱۱ [illegible] محصول ڈاک

نوٹ: پیکنگ کا ہر خریدار بر لئے آزمائش ایک خط لکھ کر مفت حاصل کر سکتا ہے۔ آج ہی فرمائش کر

پتہ: منیجر شفاخانہ غوثیہ تلونڈی موسیٰ خاں گوجرانوالہ پنجاب

## بانمزول متبرک

[illegible] کا خطرناک مرض، بے قاعدگی، یا اوگرا [illegible] خون کی کمی، [illegible] اور اعصابی کمزوری [illegible] بڑی شیشی ۵۰ ٹکیاں (ایک ماہ کیلئے) [illegible] چھوٹی شیشی ۳۰ ٹکیاں (۱۵ دن کے لئے) [illegible] محصول ڈاک [illegible]

[illegible]

## لندن کے مشہور مالک کی پیش کش

### فیسرین ریسٹرڈ

کے متعلق تحریر فرماتی ہیں محترمہ میں نے فیسرین کے استعمال سے اپنے کیلوں کو دور کیا ہے جو کہ کسی علاج سے بھی دور نہ ہوسکے تھے۔ ترجمہ انگریزی چٹھی۔ دیکھئے اہل مغرب بھی فیسرین کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ یہ واقعی کیلوں، جھائیوں، دھبوں، بدصورتی، پھنسیوں، چہرے اور جلد کی تمام بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

نوٹ: اہل دہلی ممتاز حسین اینڈ سنز بازار [illegible] سے خرید فرماویں۔

### فیسرین سنو

دن کے سنگار اور محافظت حسن کے لئے خوشبودار فیسرین سنو جیسا کوئی سنو نہیں، یہ جلد کو ملائم کرتی ہے خوبصورتی کو بڑھاتی ہے جلن کو دور کرتی ہے۔ فیسرین ریسٹرڈ کے ساتھ اس کا استعمال ازحد مفید ہے۔ قیمت ۸/ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

### فیسرین آلو

بیرون پر دو بالا فرحت بخش عطر ہمدی تازہ ریحانہ ہے۔ قیمت چھ ماہ [illegible]

### یوٹرون ریسٹرڈ

عورتوں کی تندرستی کی محافظ (۱) مستورات کی بیماریوں کا لاثانی علاج (۲) یوٹرون [illegible] اور نوجوان لڑکیوں کی تمام پوشیدہ [illegible] یقینی علاج ہے (۳) [illegible] مقوی ہے (۴) [illegible]

[illegible]

نہایت موقع    نادر کمپنی کا شاندار آسان اور دلچسپ    زرین موقع

داخلے کی آخری تاریخ ۱۵ اپریل

نتیجہ شائع ہونے کی تاریخ ۲۵ اپریل

# معمہ نمبر ۲

## ۵۰۰ روپیہ کے نقد انعامات حاصل کیجئے

پانچ سو روپے

اوّل انعام ۳۰۰ روپیہ بالکل صحیح حل کرنے والے کو۔ دوئم انعام ۱۰۰ روپیہ ایک غلطی کرنے والے کو۔ سوئم انعام ۴۰ روپے دو غلطی کرنے والے کو۔ چہارم انعام ۴۰ روپے جس کا صحیح حل سب سے پہلے دفتر میں موصول ہوگا۔ پنجم انعام ۲۰ روپے سب سے زیادہ حل بھیجنے والے کو۔

**حل کرنے کا طریقہ**

کوپن میں جملے اور اشارات درج ہیں ہر اشارے کا حل محض ایک لفظ جس کے حروف جملے ... ہیں۔ مثلاً نمبر ۲ میں آپ ... ہے جس سے ... ہے۔ زیر زبر اور پیش وغیرہ آپ جہاں چاہیں لگا سکتے ہیں۔

شرائط و قواعد نیس داخلہ فی حل ایک روپیہ ہے ایک ہی لفافہ یا رجسٹری میں آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں۔ کوپن ... جملے کا نمبر اور جواب لکھ دینا کافی ہے۔ اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے ... فارم پر اپنا پورا پتہ اور نام ... ہر حل ...

| نمبر | جملے | اشارات | حل |
|---|---|---|---|
| ۱ | اس شہر کے وہ ایک معزز اشخاص جنہوں ڈاکٹر گوبند نے جو کہ میرے ہمدرد ہیں اس کمپنی کے افتتاح کے مراسم ادا کئے۔ | بیمار کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ | |
| ۲ | رحم دل بننے کی ہر ایک کو کوشش کرنا چاہئے۔ | ایسا ہونا مقتضائے انسانیت ہے۔ | |
| ۳ | اردو کے معمات مہمل ہوتے ہیں۔ اس شکایت کو دور کرنے نیز آپ کی زبان میں عقلی معمہ پیش کرنے کے لئے یہ کمپنی کھولی گئی ہے جس کا اصول صداقت اور ایمانداری ہے۔ | بغیر اس کے ہر کام بہت مشکل سے ہوتا ہے۔ | |
| ۴ | بخار میں ... اس میں چھت پر سونا مضر ہے۔ | یہ بہت قیمتی ہوتا ہے۔ | |
| ۵ | ... ادھر ... نے ... کا علم ... | ہمارا قلب ایسا ہونا چاہئے۔ | |
| ۶ | ... دوات درست رکھیں۔ | ... ہوتی ہے | |
| ۷ | آپ کو جاننا چاہئے ... نہیں ہیں۔ | ... نہیں ہے۔ | |
| ۸ | آپ ... | ... سر پر ... ہوتا ہے۔ | |

[illegible]

# دی جی ... [illegible] کی

# انعامی اسکیم

## ہزاروں روپیہ کے انعام

کی صفت ... آپ کیوں حاصل نہیں کرتیں ؟ کچھ مشکل ہی نہیں ہماری اسکیم پر عمل کیجئے جس کی بدولت ہزاروں اشخاص کرہ ... [illegible] قیمت ... [illegible]

## آپ کیا کیا حاصل کرسکتی ہیں

جو ہمارے ... [illegible] کے متعلق خریدار بنانے پر آپ بہت بیش قیمت انعامات حاصل کرسکتی ہیں۔ مثلاً سائیکل ... [illegible] پارکر ... [illegible] بنارسی، ساڑی بمبئی، دری، فرشی، رگ، ولائتی یالداد، ... ہارمونیم باجہ، گراموفون، ہا ... ٹیسکوپ کی مشین ... [illegible] رسٹ واچ گولڈ، پاکٹ واچ، کلاک امریکن، سوٹ ریڈی میڈ، اوورکوٹ، ٹیبل فین، گیس لالٹین ... [illegible] انس فریزر امریکن ... وغیرہ وغیرہ۔

## انعام حاصل کرنیکا طریقہ

آٹھ آنے کے ٹکٹ ڈاک وصول ہوجانے پر ہم آپ کی خدمت میں پانچ آرڈر فارم ایک انعامی واؤچر اور ایک لفافہ روانہ کرتے ہیں۔ آپ پانچوں آرڈر فارم ... آٹھ آٹھ آنے میں پانچ حضرات کے ہاتھ فروخت کردیں اور ان سے ڈھائی روپیہ خود وصول کرلیں اور آرڈر فارم کے ... [illegible] آرڈر فارم کے ... [illegible] کے نام اور مکمل پتے خوشخط لکھ کر ان کے دستخط یا انگوٹھے کا نشان کرالیں اور

## پانچوں آرڈر فارم اور انعامی واؤچر

... [illegible] انعام کا نمبر درج کرتے ہیں ... [illegible] آرڈر فارموں ... [illegible] کرکے اپنے پاس ... [illegible] وصول ہوتے ہی آپ کے بنائے ہوئے خریداروں کو ... [illegible] روپے ... [illegible] ہوگئے ... [illegible]

... خریداروں کے وی پی وصول ہوجانے ... [illegible]

[illegible]

# عصمتی دسترخوان کی اصولی باتیں

حصہ [illegible]

[illegible]!

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| انگریزی اور مدراسی کھانے | بنگالی اور بہاری کھانے | ایرانی مختلف کھانے | ترکی معمولی کھانے | عربی اور مصری کھانے |
| دلی اور لکھنؤ کے کھانے | [illegible] کھانے | [illegible] | کشمیری کھانے | [illegible] کھانے |
| پشاوری اور [illegible] کھانے | | | | [illegible] |

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

# عصمتی دسترخوان

حصہ اول

[illegible]

# زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

## جو اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

## (۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ

یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ نوعلی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ مجلہ عصمت کی مشہور مضمون نگار محترمہ ... صاحبہ کی رائے ہے "یہ خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے۔ محترمہ لطیف بیگم صاحبہ جن کے سلائی کے کام کے مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں لکھتی ہیں "عصمتی کروشیا کے نقشے اس قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی" محترمہ نفیس بیگم صاحبہ مولفہ کروشیا کی رائے ہے جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے نمونے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے" دوسرا ایڈیشن نہایت آب و تاب کیساتھ بڑے سائز پر شائع ہوا ہے کاغذ عمدہ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

### مختصر فہرست عصمتی کروشیا

| | | |
|---|---|---|
| گل نما کارنس | فارم ہاؤس | گھنٹا گھر |
| ذاک بنگلہ | مسجد کا دروازہ | امام حسین |
| اونی ٹی شک | مرغ | شیر ببر |
| کلمہ طیبہ | تاج محل آگرہ | جامع مسجد |
| ۵ بیس لسٹرش | ۱۱ دلاویز جھالریں | ۴ خوبصورت کونے |
| خوش آمدید | عید مبارک | درخت کا ڈالی |
| چڑیا ڈالی پر | طوطا ڈال | بیر وار گھوڑے |
| گاؤ تکیہ | راج ہنس | بکری تیر و کمان |
| بکسا ٹوں کے پلے | تانی کری۔ توتے | گلدستے وگلدان |

## (۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں کشیدہ کاری کے نہایت اچھے اچھے نمونے دیئے گئے ہیں ضروری اور کارآمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں ہر نمونہ کی صورت تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیئے۔ اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے پھر نمونے شروع ہوتے ہیں میز پوش پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں - پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد کئی وضع کی والا ویز بیلیں پھر مختلف قسم کی کثرت کے عمدہ عمدہ نمونے، ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض بچیوں کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انہیں ہنرمند بنا دیگی پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اب دوبارہ چھپی ہے قیمت ۱۲

## (۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں ... دستکار بہنوں نے حصہ لیا ہے اور کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علی کرفاطمہ بیگم صاحبہ آگرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

| | | |
|---|---|---|
| باب | خوبصورت مرقع مثلاً آیا محمد تاج محل عید کا تحفہ وغیرہ | ۹ نمونے |
| باب | مختلف قسم کے پھولوں کوروں ڈالیوں کے | ۶۲ ″ |
| باب | مختلف وضع کے نئے پھول | ۴۲ ″ |
| باب | میز پوش چادروں وغیرہ کے کونے | ۱۹ ″ |
| باب | غلاف تکیہ وغیرہ کے خوشنما مرکز | ۱۸ ″ |
| باب | مختلف وضع کے گول پھول | ۱۱ ″ |
| باب | بیل کلابتہ، پلنگ کی چادریں ساری وغیرہ کی بیلیں | ۱۶ ″ |
| باب | اسٹرشش کی بوٹیاں وغیرہ | ۸ ″ |
| باب | قمیص کے کف | ۳ ″ |
| باب | قمیص کرتہ بلاوز کے گریبان | ۳ ″ |
| باب | متفرق مثلاً کوری کپڑوں کے بٹوے جوتہ پاؤں کا غلاف ناسیکل کی گدی بٹوہ وغیرہ | ۱۵ ″ |

موتیوں کے کام کی طرح گلدستہ کشیدہ میں ہی پہلے نہایت کارآمد باتیں بتائی گئی ہیں ... کے بعد ... ہیں ... نمونوں کے ساتھ ... رنگ لکھ دیا ہے ... ہیں اور تمام نمونے نہایت صاف ہیں اکثر ایسے خوبصورت ہیں کہ آج تک کشیدہ کاری کی کسی کتاب میں دیکھنے میں نہ آئے ہونگے اور ترکیبیں تو اس قدر آسان ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکتی ہیں۔ گلدستہ کشیدہ میں ... عصمتی کشیدہ میں آچکے ہیں دوبارہ ... نہیں ہیں کاغذ عمدہ موٹا دبیز اعلیٰ درجہ کی چھپائی ٹائٹل رنگین صفحات ... قیمت ۱۲

## (۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق لڑکیوں میں روز بروز ترقی کر رہا ہے مگر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانیوالا نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا اور جب اشارہ مل جائے تو بآسانی کیا جا سکتا ہے یہ کام جو بجائے خود دلچسپ اور مفید غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو امیروں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۲۷ عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی مفید کتاب ہندوستان بھر میں نہیں چھپی۔ اس میں مندرجہ ذیل ۲۰۶ نمونے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| ۴۸ موتیوں کے پھول گلدستے | ۲۷ قسم کی لیس | ۴۶ جھالریں |
| ۱۳ عمدہ عمدہ فریم | ۱۱ اسفرشن توری وغیرہ | ۳ جالیاں |
| ۲۹ دو طرح وضع کی بیلیں | ۸ تکمے ار | ۸ خوان پوش |
| ۹ حاشیہ کنارہ | ۲ پنکھے | ۲ منی بیگ |
| ۷ ہینڈ بیگ کے نمونے | ۶ پردے | گلاس پوش پنکھے |
| متفرق چیزیں ال کوری | ہر لڈر بیلیں | لیمپ کے جھاڑ وغیرہ |

مثال کے طور پر صرف دو چاروں کی فہرست پیش کی جاتی ہے

| بیلیں | | لیسیں | |
|---|---|---|---|
| چاولوں کی بیلیں ۲ | گلاب کی بیل | جگنو نما لیس | رنگ نما ڈنڈی |
| آسان بیل | مینک نما بیل | پٹی کی لیس | ... نما لیس |
| سادی بیل | لٹ دار ″ | کنگورے دار لیس | چاول نما لیس |
| دوپٹہ کی بیل ۲ | جوڑی ″ | انگوٹھی دار لیس | ... کا کیس |
| فراک کی ″ ″ | کرتے کی آستین کی | سموسہ لیس | دوپٹہ کی بیل |
| ساڑھی کی ″ ″ | دامن کی بیل | دوپٹہ ریاں | لوز نما لیس |
| اور بھی ″ | حاشیے کی | بوردار | سادہ لیس |
| قیمتی کامیر | نفیس بیل | وکٹ لڑیاں | ... |
| | | ... کی تیلی | ... |
| | | ... | ... |

پہلے موتیوں کے کام کی ماہر بہنوں کے نہایت ... دکھائے ہیں پھر مفصل ترکیب اور ضروری ہدایات ... گئی ہیں کہ ... بھی پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں چنانچہ ... صفحوں میں ہیں جو کہ بآسانی سمجھ میں آ جاتی ہیں تمام ... اور خوبصورت ہیں کسی نمونے کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی ... کام کا شوق رکھنے اور یہ کام سیکھنے والی لڑکیوں اور عورتوں کے لئے بہتر ... نہیں ہے ... کاغذ خوب دبیز لکھائی چھپائی نہایت ... دو رنگ کا ٹائٹل نہایت خوبصورت۔ قیمت دو روپے ...

(۶) عصمتی دستکاری

(۷) سلمہ ستارہ کا کام

(۸) ... کی کتاب

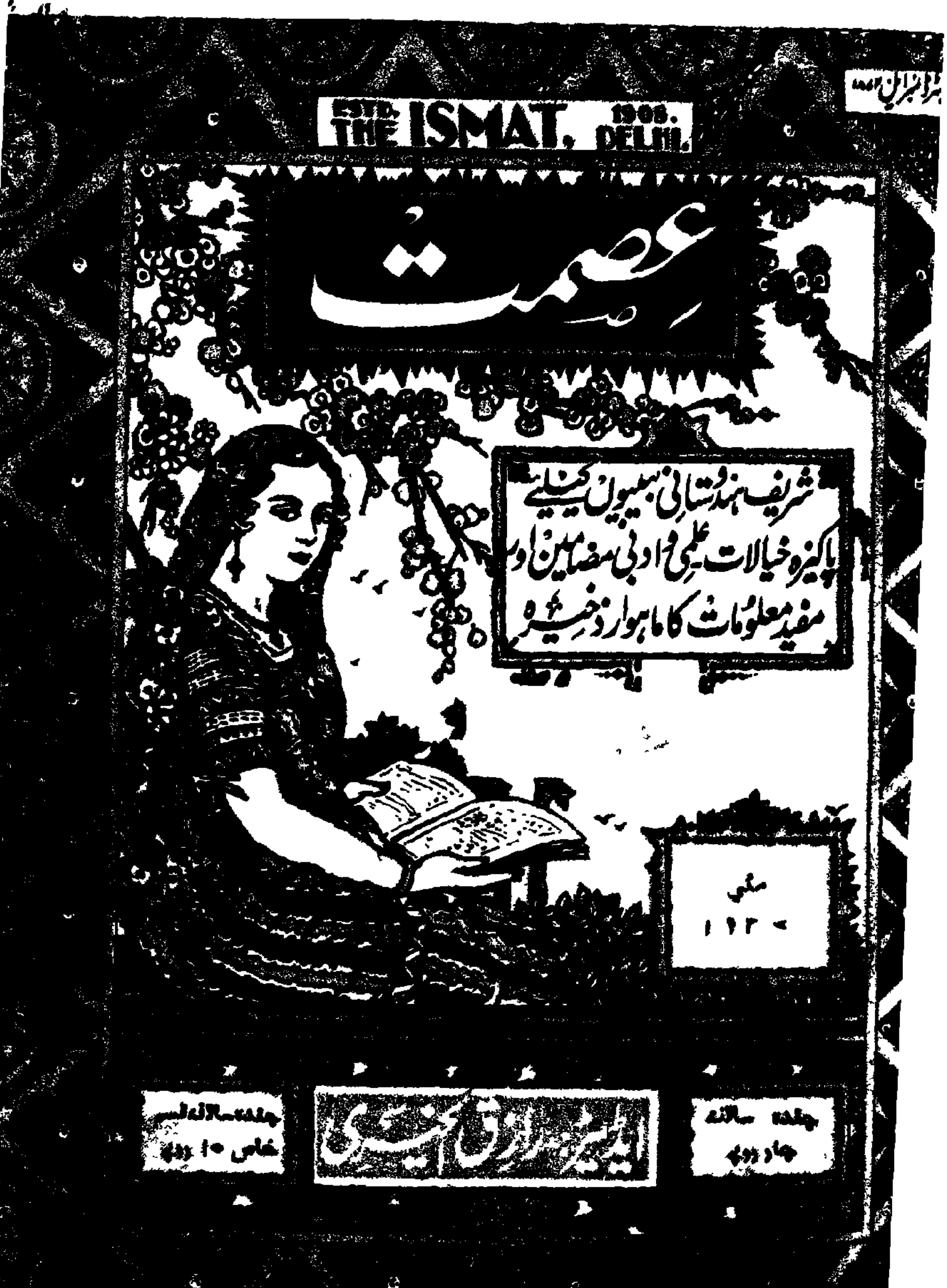
ان کتابوں کا ... بحر ... اضافہ

## (۴) خواتین کی دستکاریاں

جو عورتیں مالی دقتوں سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہو وہ اگر ایک جلد منگالیں تو گھر پر خودداری اور عزت کیساتھ زندگی گذار سکتی ہیں کیونکہ اس کتاب میں نادار اور غریب عورتوں کو نہایت کارآمد بیش بہا مشورے دئے گئے ہیں اور بہت سے کاموں کی اس قدر تفصیل بیان کر دی ہے کہ پردہ نشین عورتیں بغیر کسی کا احسان اٹھائے صرف اس کتاب کی بدولت مالی پریشانیوں کو بآسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں جہاں غریب عورتوں کو بہترین مشورہ دیگی وہاں امیر عورتوں کو بھی ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دے گی قیمت آٹھ آنہ۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

REGD. NO. L. 1872



# تصانیف فخر نسواں ہند محترمہ خاتون اکرم (بنگلوری)

# تصانیف محترمہ صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ

## گلستان خاتون

[illegible]



لکھنؤ کی مس رامولا چودھری جو
ٹیچرز ڈپلومہ حاصل کرنے کے لئے
انگلستان گئی ہیں



چینی ترکستان کی ایک مسلم
خاتون [illegible]



ایک خوبصورت "سلیپ شاٹ" فوٹو جس میں
ایک لڑکی نل سے پانی پی رہی ہے





۵۸ سالہ خاتون للھن گلبرنھہ جو
بہت ماہر انجینیر ہے

# رسالہ عصمت دہلی


| انتیسواں ۲۹ سال | بابت ماہ مئی ۱۹۳۷ء عیسوی | جلد ۵۸ نمبر ۵ |
|---|---|---|


## فہرست مضامین




چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ ممالک غیر سے دس شلنگ برما سے عہ
قسم خاص (آرٹ کاغذ کا ایڈیشن) دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔
فی پرچہ ایک روپیہ۔
رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وھیلر کے بک اسٹال پر بھی ۸ ر میں ملتا ہے۔

باہتمام ابوالمنین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

# خریداران برما کو اطلاع

## برما کا محصول ڈاک بڑھ گیا

یکم اپریل ۱۹۳۷ء سے محکمہ ڈاک و تار نے برما کے ہندوستان سے علٰحدگی کے بعد ڈاک کا محصول بڑھا دیا ہے۔ کارڈ پر بجائے تین پیسہ کے سات پیسے اور لفافہ پر بجائے ا؍ کے اب ڈھائی آنے ٹکٹ لگتے ہیں پہلے عصمت پر دو پیسہ کا ٹکٹ لگتا تھا اب سوا دو آنہ اور قسم خاص پر تین آنے لگتے ہیں۔ جوہر نسواں پر ایک پیسہ کا ٹکٹ لگتا تھا اب چھ پیسے لگتے ہیں۔ بنات پر بھی ایک پیسہ لگتا تھا اب تین پیسہ لگتے ہیں۔ وی پی کا محصول پہلے تین آنہ تھا اب پانچ آنہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ محصول ڈاک میں اس اضافہ کی وجہ سے رسالوں کا سالانہ چندہ اب حسب ذیل ہے۔ خریداران برما نوٹ فرمالیں اور اسی حساب سے منی آرڈر بھیجیں۔

| نام رسالہ | سالانہ چندہ وی پی سے | سالانہ چندہ منی آرڈر سے |
|---|---|---|
| عصمت قسم اول | [illegible] | [illegible] |
| عصمت قسم خاص | [illegible] | [illegible] |
| جوہر نسواں | [illegible] | [illegible] |
| بنات | [illegible] | [illegible] |

رسالوں کی طرح کتابوں کا محصول ڈاک بھی زیادہ ہوگیا ہے کتابوں پر محصول پہلے پانچ تولہ پر تین پیسے اور پھر ہر پانچ تولہ پر دو پیسہ تھا مگر اب ہر پانچ تولہ پر تین پیسے اور فیس وی پی بجائے ۳؍ کے ۵؍ ہے۔

**مینیجر دفتر عصمت دہلی**

# چند ضروری باتیں

**رسالہ عصمت** ہر مہینہ مقررہ وقت پر یعنی ۳۰ تاریخ کو شائع ہو پوسٹ کر دیا جاتا ہے اور کبھی ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ لیکن بعض دفعہ ڈاک خانہ کی غفلت سے آپ کو رسالہ دیر سے ملتا ہی نہیں ہو جاتا ہے۔ اگر اتفاقاً کسی مہینہ کا رسالہ ٹھیک وقت پر آپ کو نہ ملے تو ایک ہفتہ انتظار کرکے ۱۰ تاریخ تک دفتر ہذا کو اپنے خریداری نمبر کے حوالہ سے اطلاع دے کر دوبارہ پرچہ طلب فرما لیجئے۔ لیکن جب رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت اکثر پیش آتی رہتی ہو یا ایک سے زیادہ پرچے آپ کو نہ ملے ہوں تو مقامی پوسٹ ماسٹر یا پوسٹ ماسٹر جنرل کو شکایتی خط ضرور لکھ دیجئے۔ تاکہ ڈاک کا انتظام درست ہوکر دفتر رسالہ اور آپ خود نقصان و زحمت سے محفوظ رہ سکیں۔

---

**پتہ تبدیل** کرانے کی جب ضرورت پیش آئے تو فوراً مقامی پوسٹ ماسٹر کو ایک کارڈ لکھ کر اپنے جدید پتہ سے مطلع کر دیں۔ اور بحوالہ اپنے خریداری نمبر کے جدید پتہ پر دفتر ہذا کو تحریر فرمادیں۔ ورنہ آپ کا پرچہ پرانے پتہ پر ارسال ہوکر ضائع ہوتا رہے گا۔

لیکن جب آپ عارضی طور پر کسی جگہ تشریف لے جانا چاہیں تو صرف مقامی پوسٹ ماسٹر کو عارضی پتہ لکھ کر ڈاک منتقل ہونے کا انتظام کرلینا سہل ترین طریقہ ہے۔ کیونکہ دفتر ہذا کو ہر تبدیل پتہ پر مختلف رجسٹروں اور فائلوں میں تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں اور ہر عارضی یا مستقل تبدیلی پتہ کے ساتھ نمبر خریداری بدلنا پڑتا ہے۔

---

**بعض خریدار** نمبر خریداری غلط لکھ دیتے ہیں یا رجسٹرڈ ایل دی (؟) یا وی پی کا نمبر لکھ دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رسالہ کسی نام پر جاری ہوتا ہے اور خط یا چندہ کا منی آرڈر وغیرہ ان کی کسی دوسرے رشتہ دار کی طرف سے اصل خریدار کے نام و نمبر کے حوالہ کے بغیر وصول ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں تعمیل ناممکن ہوجاتی ہے۔

---

**آپ کا خریداری نمبر** رسالے کے ریپر یا لفافہ پر اور پتہ کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہوتا ہے۔ ابھی تک میں اس کو نوٹ کرلیجئے۔ اور دفتر ہذا کو خط یا منی آرڈر لکھتے وقت اس میں اپنا صحیح خریداری نمبر اور اپنا نام و مقام ضرور درج فرما دیجئے۔ اگر نمبر یاد نہ ہو یا ضائع ہوجائے تو اپنا پورا پتہ اور اس مہینہ کا نام لکھ دیجئے جس سے آپ کا سال خریداری شروع ہوتا ہے یعنی جس مہینہ سے آپ کی طرف سے چندہ ادا کیا جاتا ہے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تاخیر وجہ شکایت نہ ہونی چاہیئے۔

# نصیر اور خدیجہ

## از مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

یہ خط حضرت علامہ مغفور کا سب سے پہلا مضمون ہے جو حیات صالحہ اور منازل السائرہ کی اشاعت کے بعد ۱۹۰۶ء میں رسالہ مخزن میں شائع ہوا تھا اور آنریبل سر عبد القادر ممبر انڈین کونسل لندن (اس وقت شیخ عبد القادر صاحب اڈیٹر مخزن لاہور) کے مدت کے تقاضوں اور انتہائی اصرار پر لکھا گیا تھا۔

اڈیٹر

شاباش بھائی نصیر شاباش! چھوٹی بہن مر کے چھوٹی۔ بڑی بہن کو جیتے جی چھوڑا۔ غضب خدا کا تین تین چار چار مہینے گذر جائیں اور تم کو دو حرف لکھنے کی توفیق نہ ہو۔ حفیظ کے نکاح میں۔ وہ بھی چچی جان کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ ملتان کی بدلی ہوگئی۔ وہ دن اور آج کا دن خیر صلاح کیسی یہ بھی خبر نہیں کہ لاہور میں ہو یا ملتان میں۔ نصیر میاں۔ بہن بھائیوں کا رشتہ تو بڑی محبت کا ہوتا ہے۔ ایسی کون سی پانچ سات بہنیں بیٹھی ہیں جو دل بھر گیا۔ دُور کیوں جاؤ بھائی سلیم ہی کو دیکھ لو ایک چھوڑ دو بہنیں ساتھ ہیں اور کس طرح؟ گھر بار کی مختار۔ اندر باہر کی مالک۔ چاہے سیاہ کریں چاہے سفید۔ نہ بھائی کی اتنی مجال کہ دم مار سکے، نہ بھاوج کی اتنی طاقت کہ ہوں کر سکے۔ کسی کو دیکھ کر تو سیکھا کرو۔ ایک وہ بھائی ہیں بہنوں کو آنکھوں پر بٹھایا، بھانجا بھانجی کی شادیاں کیں۔ بھانجوں کو پڑھا لکھا کر نوکر کرایا۔ ایک تم بھائی ہو کس کا بھانجہ اور کیسی بہن۔ چاہے کوئی مرے یا جیئے تمہاری بلا سے۔ خدا کا شکر ہے۔ میں تو تمہاری روپیہ پیسہ کی بھی بھوکی نہیں خالی محبت اور میٹھی زبان کی خواستگار ہوں۔ جو کہیں خدانخواستہ تمہارے در پر آکر پڑتی تو کُتے کے ٹھیکرے میں پانی پلوا دیتے۔ آخر میں بھی تو سنوں خطا قصور وجہ سبب۔ کچھ تو بتاؤ ایسی لاپروائی بھی کس کام کی۔ اچھے سے غرض نہ بُرے سے۔ بہن کے تم نہیں۔ بھائی کے تم نہیں۔ صادقہ مرتے مر گئی اور تمہاری صورت دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ اماں رہیں نہیں، ابا اُدھر چلے گئے میں اس قابل نہیں، بڑے بھائی اس لائق نہیں۔ اب تمہارا دِلّی میں کون بیٹھا ہے جس کو خط لکھو۔ تم تو خدا سے چاہتے تھے کہ کوئی موقعہ ملے تو ایک سرے سے سب ہی کو عاق کر دوں۔ ابا کا حج کو جانا اونگتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہو گیا۔ بہن اور بھائی ماموں اور ممانی سب کو بالائے طاق رکھا۔ چچا لاپرواہ چچی خطاوار۔ بھائی خود غرض، بہن گنہگار، غرض کنبے کا کنبہ اور خاندان کا خاندان چھوٹے اور بڑے۔ بڈھے اور جوان، مرد اور عورت، بوڑھا اور بچہ ایک بھی اچھا نہیں۔ محبت نہیں مروت ہی سہی۔ بال بچوں کا ساتھ رکھنا گناہ نہیں ہے۔ دُنیا جہان میں ہوتی آئی ہے۔ مگر یہ اندھیر کہیں نہیں دیکھا کہ الگ کرتے ہی سب کو دھتا بتائی۔ اماں کا مرنا ہماری تو مٹی پلید ہوئی مگر تم کو عید ہوگئی۔ شفقت [illegible] پہلے ہی رخصت ہو چکی

تھی۔ جو کچھ تھوڑا بہت لحاظ تھا وہ بھی گیا گذرا ہوا۔ اللہ تم کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ الٰہی تمہارے بچوں کی ہزاری عمر ہو۔ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو اب سے دُور اگلے برس ذرا تم پیر کو بخار ہو گیا تھا۔ کیسے گھبرائے گھبرائے پھرتے تھے۔ تم کو آٹھ برس کے بچے کی یہ کچھ ممتا تھی۔ اماں کو تمہاری کتنی ہوگی؟ نصیر میاں دنیا کے جھگڑے تو ہمیشہ ہی رہیں گے بال بچے شادی بیاہ سب ہی کچھ ہوگا۔ اب اماں تمہاری صورت دیکھنے نہ آئیں گی!

صادقہ کے بچوں کو اماں اپنی زندگی تک کلیجہ سے لگائے رہیں ان کا مرنا تھا کہ تینوں کی مٹی ویران ہو گئی۔ پرسوں دونوں لڑکے بسم اللہ کا حصہ لے کر آئے تھے۔ میں باہر کی چارپائی پر بیٹھی ہوئی رضائی ٹانک رہی تھی۔ چھوٹا آ کر گلے سے لپٹ گیا۔ کچھ خون کا جوش تھا کہ اُس کی صورت دیکھتے ہی میری طبیعت بھر آئی۔ غلاموں کی بھی حالت ایسی ہوگی جیسی ان بچوں کی تھی۔ پھٹا ہوا کرتہ ٹوٹی ہوئی جوتی، پاجامہ چکٹ، ٹوپی چوہا، بدن پہ سیروں میل آنکھوں میں لغاروں چیپڑ ان بچوں کو دیکھ کر مجھ کو وہ دن یاد آ گیا کہ جب تک دونوں کی انگلیاں نہ آ گئیں۔ صادقہ سابعہ کی چوتھی میں نہ گئی۔ دیکھ لو تین چار ہی برس کے اندر اندر کیا کیا ہو گیا۔ بُرا نہ ماننا تم قیامت تک بھی اپنے بچوں کو اس طرح نہ پالو گے جس طرح صادقہ اپنے بچوں کو پال گئی۔ خدا کی قسم بھری ہوئی عطر کی شیشیاں کھڑے کھڑے حمیدن نے غارت کی ہیں۔ تقدیر کی خبر نہ تھی کہ صادقہ کی اولاد یوں برباد ہوگی۔ میں نے تو دیکھا نہیں مگر دادا جان ذکر کیا کرتے تھے کہ غدر سے پہلے اِس مکان پر ہاتھی جھولتا تھا۔ آج جا کر دیکھو بے کنڈی کا ایک کواڑ چڑھا ہوا ہے اور چکنی مٹی کی ایک دیوار کھنچی ہوئی ہے۔ بڑے نواب کی آنکھ کا بند ہونا تھا کہ گھر بھر میں جھاڑو پھر گئی۔ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے مسعود کے بیاہ میں صادقہ کی ساس کو گنگا جمنی پنکھے جھلے جا رہے تھے۔ لونڈیاں اور مامائیں گوندنی کی طرح زیور میں لدی ہوئی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کچھ ایسا زمانہ پلٹا کہ آج پانی پینے کا کٹورہ بھی نہ رہا۔ مٹکے میں آٹا برکت ہنڈیا میں کپڑے اللہ کا نام۔ بدن میں طاقت نہیں، ہاتھ پاؤں میں سکت نہیں۔ چلنے پھرنے سے مجبور، دیکھنے سے معذور، آنکھیں تھیں تو ایک آدھ کرتہ دو ایک ٹوپیاں کر کرا لیتی تھیں۔ اب اتنی بھی نہیں۔ پڑوس کا حق سمجھو خدا کا خوف جانو۔ ہاتھ پاؤں کی خیرات کبھو چھی جان تین روپیہ مہینہ دیتی ہیں۔ بس یہ کُل کائنات ہے۔ اس میں کیا آپ کھائیں کیا بچوں کو کھلائیں۔ تین روپیہ چار دم، ایک لڑکی کا ساتھ کیا کریں، کیا نہ کریں۔ تین روپیہ مہینہ کا تو سو کھا اناج چاہئے۔ جو جو کچھ لکھا تھا سب ہی کچھ کر چکیں۔ چکیاں پیسیں سلائیاں کیں، ہاں اتنی بات رہ گئی کہ در در ہاتھ نہیں پھیلایا۔

صادقہ کے بچے کسی غیر کے بچے نہیں ہیں۔ مری ہوئی بہن کی نشانی ہیں۔ شاباش تمہاری ہمت پہ، تم پردیس میں بیٹھے راج کرو اور صادقہ کے بچے دودو دانے کو محتاج ہوں۔ دلّی میں آ کر دیکھو غضب ہے گیا نام بدنام ہو رہا ہے۔ آخر برس میں [illegible] میں اپنے ہاں کی جتنی سسرال کی شادیوں میں تو آؤ گے سب کو [illegible] کی

یا مسسرپرآرہا ہے یا یہ بھی وہیں کر لوگے ؟ اپنے پرائے ، کُنبہ ، محلّہ ، میل ملاپی جان پہچان تمام دُنیا جنم میں تھوک رہی ہے۔ کس کس کا منہ کیلوگے ؟

بڑے بھائی اس لائق ہوتے تو تم سے کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ بیچارے آپ ہی اپنی پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ نوکری چھوٹی۔ چوری ہوئی۔ مقدمہ ہارے ، چار روپیہ مکان کے آجاتے تھے وہ بھی نہ رہے۔ اندر کا دالان ہوا ہو ہی رہا تھا ایک ہی چھینٹے میں اڑاڑا کرکے آن پڑا۔ اس کے ساتھ ہی لمبی کوٹھری بھی بیٹھ گئی۔ اتنا بھی پاس نہیں کہ اینٹیں اور ملبہ تو ہٹوا دیں۔ چار سو روپیہ کے قرضدار بیٹھے ہیں۔

ایک لے دے کر منجھلی خالہ رہ گئیں وہ اکیلی کیا کیا کریں۔ صادقہ کے بچوں کو پالیں۔ بڑی بہو کی ٹہل کریں، اپنے گھر کو دیکھیں، جس کا نہ کریں اُسی سے بُری۔ روپیہ پیسہ کے قابل نہیں، ہاتھ پاؤں سے باہر نہیں، جس کے ہاں ضرورت دیکھتی ہیں آموجود ہوتی ہیں۔ کہنے کو جس کا جو جی چاہے کہہ لو۔ خلق کا حلق تھوڑی بند ہو سکتا ہے۔ ماموں اور باپ میں فرق نہیں ہوتا۔ مگر سمجھو تو۔ نہ سمجھو تو بھانجا بھانجی تو خیر اپنی اولاد بھی غیر ہے۔ خدا گواہ ہے میری تو اگر جان تک کام آجائے تو دریغ نہیں۔ اپنے بچے کم اور صادقہ کے بچے زیادہ ۔ مگر ذرا عقل سے کام لو۔ ساری دُنیا میں بدنام ہوں، مری ہوئی ہڈیاں اکھڑواؤں، آبا و داکی ناک کٹواؤں، دادی دادا تک کو پٹواؤں جب ان کے ساتھ رکھنے کا نام لوں۔ میں خود پرائے بس میں ہوں، شوہر کا معاملہ سسرال کی بات، ساس نندوں کا ساتھ، ہر وقت کی جھک جھک، رات دن کی پٹ پٹ، کنبے بھر میں ذلیل ہونا، عمر بھر کے لئے مٹی پلید کرنی، گھروں میں لڑائیاں ڈالنی ، دلوں میں فرق ڈالنے کس خدا نے بتلائے ہیں۔ آماجان تو پہلے ہی فرماتی ہیں کہ میکے کا بھرنا بھرتی ہے۔ بچوں کو رکھ لوں تو زندگی ہی دوبھر ہو جائے۔ تم کو ماشاء اللہ اسی روپیہ ملتے ہیں دو میاں بیوی دو بچے کُل چار دم۔ اتنی روپیہ کیا کم ہیں۔ بُرا مانو یا بھلا، جس طرح ہوسکے صادقہ کے بچوں کو پانچ روپیہ مہینہ دو۔ یہ روپیہ رائگاں نہیں جائے گا۔ یہاں نیک نام وہاں سُرخرو۔ نصیر میاں حق داروں کا حق سمجھو اللہ برکت دے گا۔ پھلوگے پھولوگے، دُنیا کی بہار دیکھوگے ، روزگار میں ترقی ہوگی۔ اِن بچوں کو غیر نہ سمجھو ظہیر اور حمیدا میں فرق نہیں ہے۔ بھائی بہن کی اولاد ایک ہوتی ہے۔ یہ بیچارے بھی کیا یاد کریں گے کہ کوئی ماموں تھا۔ دولہن بیگم کو بہت بہت دُعا۔ بچوں کو پیار۔ اب تو ماشاء اللہ بچی پاؤں پاؤں چلتی ہوگی۔ اچھا خدا حافظ۔

روز جمعہ خدیجہ

# احکامِ الٰہی کی تعمیل

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ابر و ہوا اور آسمان کے چاند سورج کام میں لگے ہوئے ہیں
اس لئے کہ تو ایک روٹی حاصل کرے اور بےفکری کے ساتھ کھائے

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

سب تیرے حیران پریشان ہیں اور تابعداری کرتے ہیں
یہ انصاف کی شرط نہیں کہ تو فرمانبرداری نہ کرے

اس اتنی سی رباعی میں کیا انمول نصیحت کا خزانہ بھرا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان ذرا غور کرے تو معلوم ہو کہ اس کارخانہ ہستی میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کسی نہ کسی طرح اس کے کام کی نہ ہو۔ خاک کا ہر ذرہ پانی کا ہر قطرہ ہوا کا ہر جھونکا اس کی ضروریات زندگی میں داخل ہے۔ پھر خیال کیجئے تو بڑی سے بڑی چیزیں اس طرح اس کے قبضے میں ہیں۔ گویا یہی ان سب کا مالک ہے۔ ذخار سمندر اس کا ایک ادنیٰ خادم ہے سر بفلک پہاڑ اس کی تفریح گاہ ہیں ایسے ایسے عظیم الشان اور طاقتور جانور اس کے مزدور ہیں جن کے زور و طاقت کا یہ کبھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور اب تو حد یہ ہے کہ ہوا اور بجلی جیسے جن بھی اس کے ایسے مطیع ہوگئے ہیں کہ انہیں اس کی کوئی خدمت بجالانے میں عار نہیں۔ غضب ہے اگر یہ ان نعمتوں کو پاکر اس منعم حقیقی کا شکر گزار نہ ہو اور ستم ہے اگر اپنی بےبسی اور عاجزی کو جانتے ہوئے اپنے اس مرتبہ پر غرور کرے۔ جو پیدایش کے وقت ایک مرغی کے بچے کے برابر کیا ایک کیڑے کے برابر بھی سمجھ اور طاقت نہ رکھتا تھا۔ جو اپنی ہر ضرورت پوری ہونے کے لئے محض دوسروں کے رحم و کرم کا محتاج تھا بلکہ جس کی زندگی ہی دوسروں کے رحم و کرم پر منحصر تھی۔ آج کائنات کا مختار کل بن کر اسے یہ کیسی کب زیب دیتی ہے کہ اپنی اقبالمندی کے نشے میں جھومتا رہے اور نت نئی دلچسپیوں میں محو ہو کر یہ بھول جائے کہ "یہ جو کچھ مجھے میسر ہے محض انعام خداوندی ہے اور مجھے اس پر نہ کبھی کوئی حق تھا نہ اب ہے۔ اس نے جس طرح اپنی خوشی سے عنایت فرمایا ہے اسی طرح جب چاہے اپنی مرضی سے لے سکتا ہے"۔ کیا ایسی مثالیں دنیا میں موجود نہیں کہ ایک قابل رشک ہستی آن کی آن میں قابل رحم بن جائے۔ دولت و اقبال و مرتبہ سب ایک ایک کرکے اُس کا ساتھ چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہوش و حواس بھی کھو بیٹھے اور کسی سے اپنی حالت زار بیان کرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ اس عالم فانی میں لاکھوں ایسے مرقعے اور کروڑوں ایسے افسانے بھرے پڑے ہیں مگر ہاں ان کے لئے دیکھنے والی آنکھ اور سننے والا کان چاہیئے جنھیں خدا نے چشم بصیرت عطا کی ہے وہ ہر وقت ان واقعات سے سبق حاصل کرتے ہیں اور جتنا زیادہ ان کا مرتبہ بڑھتا ہے اتنی ہی ان کی شکرگزاری اور انکساری میں زیادتی ہوتی ہے۔

آج کل جبکہ سائنس نے ہمارے لئے ایسی ایسی خوشیاں اور راحتیں مہیا کردی ہیں جو اب سے پچاس سال پہلے کسی کو

خیال میں بھی نہیں آسکتی تھیں شلاً اپنے دور دراز عزیزوں کی صورت دیکھنا ان کی آوازیں سننا چند لمحوں میں غیر ملکوں کی خبریں معلوم کرنا طرح طرح کی مہلک بیماریوں سے شفا پانا تو ہم پر گذشتہ نسلوں سے زیادہ خدا کا شکر اور فرمانبرداری لازم ہے۔ اور اس فرمانبرداری میں درستی اخلاق، پاکیزگی باطن، ہمدردی خلق وغیرہ تو ایسی باتیں ہیں جن کا صریحی فائدہ ہماری اپنی ذات کو اور ہمارے تمام ابنائے جنس کو پہونچتا ہے۔ اسی طرح روزے زکوٰۃ اور حج کے فائدے بھی صاف ظاہر ہیں اس کے علاوہ اُن کا وقت بھی خاص خاص ہے۔ لیکن نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کے ہم ہر وقت اور ہر حال میں پابند بنائے گئے ہیں اس کے فائدے زیادہ تر روح سے تعلق رکھتے ہیں اور ظاہر بینوں کی نظر ان تک مشکل سے پہونچتی ہے اس لئے عام طور پر جو لوگ اس کی پابندی کرتے ہیں وہ محض خدا کا حکم پورا کرتے ہیں اور سچ پوچھئے تو وہ بڑے ہی خوش نصیب ہیں کہ سوائے حکم برداری اور مالک کی خوشنودی کے اور کوئی خیال اُن کے دل میں نہیں آتا اور اگر جنت کی آرزو بھی کرتے ہیں تو بالکل حق بجانب ہیں کیونکہ

جنت بھی اک رضائے الٰہی کا نام ہے — خوشنودیٔ خدا ہی عبادت کا دام ہے

ہاں جو لوگ ایک بار سمجھ کر اس سے گھبراتے ہیں کبھی ادا کرتے ہیں کبھی کاہلی سے ناغہ کر دیتے ہیں وہ کبھی یہ بھی تو غور کریں کہ رات دن بلکہ ہر لحظہ اور ہر پل ہمیں جو راحتیں آرام اور آسانیاں میسر ہیں کیا ان کے بدلے میں یہ ہلکی سی عبادت کچھ زیادہ ہے؟ دل بے اختیار پکار اُٹھے گا کہ ہرگز نہیں۔ دور کیوں جائیے۔ ایک دیکھنے کی قوت اور روشنی ہی کو لے لیجئے۔ کیا آنکھ جیسی نعمت کے لئے یہ شکرانہ کافی ہے؟ پھر جن نعمتوں کا کوئی شمار ہے نہ اندازہ ان سب کے عوض میں چوبیس گھنٹے میں صرف پانچ دفعہ کی حاضری ہے۔ ہائے کیسا رحیم و کریم مالک ہے کہ اُس پر جان بھی قربان کر دی جائے تو کم ہے مگر ہم ناشکرے کچھ نہیں سمجھتے۔ ریڈیو پر گانا اور تقریریں سننے والے تو بہت ہیں مگر ایسے بہت کم ہیں جو ریڈیو کو چھوڑ کر اس کا شکر ادا کرنے کے لئے اٹھیں جس نے کان جیسی نعمت بخشی اور عقل کو یہ قوت دی کہ اس نے ریڈیو کا آلہ بنایا۔ خدایا ہماری آنکھیں کھول دے اور ہمیں اپنی عبادت کا پھر وہی ذوق و شوق عطا کر جو گذشتہ صدیوں میں ہماری ہر قسم کی ترقیوں کا باعث رہ چکا ہے آمین۔

و۔ ا

## کاغذ بہت مہنگا ہوگیا

ابھی لڑائی نہیں چھڑی مگر جنگ عظیم کے زمانہ میں جس طرح کاغذ کا بھاؤ آندھی اور مینہ کی طرح بڑھ رہا تھا اسی طرح گذشتہ چند ماہ میں کہیں سے کہیں پہونچ گیا۔ اشتہارات اور بنات کے کاغذ کی قیمت تین ماہ میں ڈیڑھ گنی ہوگئی ہے۔ عصمت میں جو کاغذ لگ رہا ہے اس کی قیمت فی رم ساڑھے چار روپیہ تھی۔ اس ماہ چھ روپیہ میں بھی بہت مشکل سے ملا ہے اسی طرح طباعت کا تمام سامان بہت مہنگا ہوگیا اور یہ گرانی ہر روز بڑھتی چلی جا رہی ہے کسی ایسے رسالہ یا اخبار کے لئے جس کا چندہ پہلے ہی بہت کم ہو اور جو صرف خریداروں کے چندہ پر چل رہا ہو جس کی آمدنی کی اور کوئی صورت نہ ہو اس گرانی کا اس طرح مقابلہ کرنا کہ پرچہ کی شان میں فرق نہ آئے دو ہی صورتیں ہیں یا تو چندہ بڑھا دیا جائے یا خریداروں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو۔ فی الحال ہم چندہ بڑھانا پسند نہیں کرتے اس لئے اس وقت اشد ضرورت ہے کہ تمام خریدار عصمت کی اشاعت بڑھانے پر توجہ فرمائیں۔

منیجر

# اصولِ معاشرت

از ابو الاعجاز آزل

خرچ کرنا ہو تو کچھ کیسہ میں بھی زر دیکھ لے
پاؤں پھیلانے سے پہلے اپنی چادر دیکھ لے

بے ضرورت ایک پیسہ بھی نہ ہاتھوں سے نکال
وقت پر کام آئے گا یہ پاس رکھ کر دیکھ لے

بے زری جیسی نہیں زیرِ فلک کوئی بلا
حال کیا ہوتا ہے ہر مفلس کا ابتر دیکھ لے

مال کی کثرت اگر منظور ہو خیرات کر
ایک کے دنیا میں دس عقبیٰ میں ستر دیکھ لے

اس کا لینا بھی بُرا ہے اس کا دینا بھی عذاب
سود لے کر آزمالے سود دے کر دیکھ لے

زندگانی آدمی کی اس سے ہو جاتی ہے تلخ
جو نہ مانے قرض کے پھندے میں پھنس کر دیکھ لے

سیکھ ہر حالت میں رہ کر تو قناعت کے اصول
تنگدستی میں بھی وا پھر عیش کا در دیکھ لے

بارِ غم سے بیٹھ جائے کیوں نہ دل مقروض کا
قرض خواہوں کو کھڑا ہر دم جو در پر دیکھ لے

تجھ کو ہو شادی رچانی بیٹا بیٹی کی اگر
بک نہ جائیں گھر کے برتن گھر کا زیور دیکھ لے

بھول کر بھی ہو نہ پابندِ رسوماتِ قدیم
ہو گئے مفلس کئی اس سے تونگر دیکھ لے

بخل اچھا ہے نہ بے جا خرچ اچھا ہے آزل
درمیانی چال رکھ راحت کا منظر دیکھ لے

مرسلہ بیگم آزل

# لڑکیوں کے خانہ داری کے اسکول

آج کل جب لوگ اپنی لڑکیوں کو میٹرک کے بعد کالج میں داخل کرتے ہیں تو اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ آیا ان کو اس تعلیم کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ وہاں وہ سائنس اور کیمسٹری اور اسی قسم کے بیکار مضمون پڑھتی ہیں جن کی ان کو آئندہ زندگی میں بالکل ضرورت نہیں ہوتی ان میں سے بہت کم ایسی لڑکیاں ہیں جو بی اے یا ایف اے پاس کرنے کے بعد نوکری کرنے کا خیال رکھتی ہیں۔ اور ان کو معلوم ہوتا ہے کہ بی اے پاس کرنے کے بعد اگر وہ شادی سے انکار کرکے نوکری کرنے کی خواہش ظاہر بھی کریں گی تو ہندوستان کا رسم ورواج ان کو مشکل سے ایسا کرنے دے گا۔

بی اے پاس کرنے کے بعد عام خیال یہ ہے کہ لڑکیوں میں ہر طرح کی قابلیت آجاتی ہے۔ اور گھریلو زندگی کی پیچیدگیوں کو وہ اپنی کتابی قابلیت سے آسانی سے حل کرسکتی ہیں۔ مگر اس کے برخلاف وہ کالج میں ایسی چیزیں پڑھتی ہیں جن سے ان کو خانہ داری کے متعلق ذرہ برابر بھی واقفیت حاصل نہیں ہوتی۔ بہت سی لڑکیوں کے لئے کالج ایک تفریح گاہ ہے جہاں وہ اسکول ختم کرنے کے بعد شادی کے وقت تک اپنا وقت اچھی طرح گزار دیتی ہیں۔ اور ان کی یہ خواہش بھی پوری ہو جاتی ہے کہ انہوں نے تعلیم اچھی طرح حاصل کرلی اور ان کے ماں باپ بھی ان کو کالج اس لئے نہیں بھیجتے کہ وہ کچھ کارآمد چیز سیکھ لیں، اور اس کے بعد آزادانہ زندگی بسر کریں۔ بلکہ صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ بی اے پاس کرنے کے بعد تعلیم یافتہ کہلانے لگیں گی اور ان کے لئے آسانی سے تعلیم یافتہ بر مل جائے گا۔

مگر اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کالج میں پڑھنے سے لڑکی کو خانہ داری سے بالکل واقفیت حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اتنے دن تک گھر کے کام کاج سے الگ رہنے کی وجہ سے شادی کے بعد بھی باوجود تمام کوششوں کے وہ خانہ داری میں اس شوق سے حصہ نہیں لیتیں جتنا کہ ایک ان پڑھ عورت لیتی ہے۔ خاص کر ہندوستان میں اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ یہاں کی لڑکیاں گھر کے کام کاج سے اور بچوں کے رکھ رکھاؤ سے اچھی طرح واقفیت حاصل کریں۔

آج کل کے نوجوانوں کا یہ حال ہے کہ وہ سوائے بی۔اے پاس لڑکی کے اور کسی سے شادی کرنا ہی نہیں چاہتے۔ اور شادی کے تھوڑے دن کے بعد ہی اُن کو شکایت پیدا ہوتی ہے کہ آج کل کی لڑکیاں بہت فضول خرچ ہیں اور اس کے باوجود گھر کا کام ڈھنگ سے نہیں کرسکتیں۔ اس کے بجائے جہاں تک خانہ داری کا تعلق ہے اگر وہ اَن پڑھ عورت سے شادی کریں تو اُن کو گھر میں یقیناً زیادہ آرام ملے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ ایسی لڑکیاں تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے صحیح معنوں میں شریک حیات نہیں بن سکتیں۔ گو اس میں بھی شبہ نہیں کہ خانہ داری عورت کے اہم فرائض میں شامل ہے، اور اُسے کسی حالت میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ہندوستان میں آج سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ لڑکیوں کی تربیت ایسی ہو کہ خانہ داری کا سلیقہ بھی رکھتی ہوں اور تعلیم یافتہ بھی ہوں۔ پہلے کسی زمانے میں

صرف خانہ داری پر زور دیا جاتا تھا۔ اور اب آج کل سب وقت صرف تعلیم پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔ یہ افراط و تفریط خطرناک ہے۔

تعلیم نسواں ہندوستان میں ابھی شروع ہی ہوئی ہے اگر ابھی سے اسے سدھارنے کی کوشش کریں تو بہتر ہے۔ ورنہ اگر یہی طریقہ جاری رہا تو پھر اس کا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ کالج میں تو صرف اُن لڑکیوں کو جانا چاہیئے جو کوئی پیشہ اختیار کرنا چاہتی ہوں۔ یا سائنس یا اکنومکس میں دلچسپی لیتی ہوں۔ اور دوسری لڑکیوں کو چاہئے کہ اپنی آیندہ گھریلو زندگی کے واسطے تیاری کریں۔ اس کے لئے خاص سکولوں کی ضرورت ہے۔

جرمنی میں آج کل اس بات کا بہت خیال رکھا جا رہا ہے۔ وہاں صرف ایسی لڑکیوں کو کالج میں داخل کرتے ہیں جو لیڈی ڈاکٹر یا استانی بننے کی یا وکالت پڑھنے کی خواہش رکھتی ہوں اور دوسری لڑکیاں خانہ داری کے اسکول میں داخل ہو جاتی ہیں۔ یورپ میں اس قسم کے بہت سے اسکول ہیں جہاں لڑکیاں میٹرک پاس کرنے کے بعد داخل ہو جاتی ہیں ان اسکولوں میں تین چیزیں سکھائی جاتی ہیں اول خانہ داری، دوسرے اچھی مائیں بننا۔ تیسرے یہ کہ اچھی شہری بن جائیں

ان اسکولوں میں ان کو ہر قسم کے کام سکھائے جاتے ہیں۔ کمروں کو صاف کرنا۔ سردی کے موسم میں ان کو گرم رکھنا۔ انہیں کھانا پکانا بھی سکھایا جاتا ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ بچی ہوئی چیزوں کو کسی طرح محفوظ رکھا جائے اور بیمار اور بچوں کے لئے کسی قسم کا کھانا ضروری ہے۔ کپڑے سینا۔ بُننا۔ کاڑھنا اور ہر طرح کا سینے کا کام سکھایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ گھر کہاں بنانا چاہئے۔ گھر کس قسم کا ہو تو آدمی کی صحت اچھی رہ سکتی ہے۔ اور بدن کو اچھی حالت میں رکھنے کے لئے کن کن غذاؤں کی ضرورت ہے۔ کون سی غذائیں زود ہضم ہیں۔ غرض یہ کہ ان کو وہاں خانہ داری کے متعلق ہر قسم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور جتنا وہ سیکھتی جاتی ہیں اتنی ہی وہ اس میں زیادہ دلچسپی لیتی ہیں۔

ان سکولوں میں یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ بچوں کو کس طرح پرورش کرنا چاہیئے کس طرح نہلانا چاہیئے۔ کس طرح تیمارداری کرنی چاہیئے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ان کو ہر ایک چیز اچھی طرح سکھائی جاتی ہے۔

اکثر اسکولوں میں کنڈر گارٹن کا طریقہ ہے اور وہاں دو سے کر چھ سال تک کے بچے رہتے ہیں جن کی مائیں نوکری پر جاتی ہیں۔ اور ان سے یہ لڑکیاں بچوں کو کھلانا پلانا، نہیں نہلانا اور ان کو ہر وقت کھیل میں مشغول رکھنا سیکھتی ہیں۔ اس طرح وہ شادی سے پہلے بچوں کے متعلق ہر ایک بات سیکھ لیتی ہیں۔ اور جب وہ خود ماں بنتی ہیں تو ان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ اور ان کے بچے گھروں میں ہی اعلیٰ درجے کی تعلیم و تربیت پاتے ہیں۔ بچے پالنے کے علاوہ ان کو بیماروں کا رکھ رکھاؤ بھی سکھایا جاتا ہے۔ کہ بیماروں کو کیسے نہلایا جائے اور دوا پلائی جائے۔ ڈاکٹر کی ہدایت پر کس طرح عمل کیا جائے۔ زخموں پر پٹیاں باندھنا بھی سکھایا جاتا ہے۔

ان کو صرف یہ نہیں سکھایا جاتا کہ بیماروں کی تیمارداری کس طرح کرنی چاہیئے۔ بلکہ ان کو یہ بھی سکھایا جاتا ہے کہ خود اپنے بدن کو کس طرح صاف رکھا جائے۔ صحت کس طرح قائم رکھی جاتی ہے۔ یہ سب باتیں ایک لیڈی ڈاکٹر ان کو سکھاتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ ان کو اچھا شہری بنانے کے لئے سکھایا جاتا ہے کہ قومیت کیا چیز ہے۔ اور عورت کو اس میں کتنا حصہ لینا چاہئے

بیے کی کتنی ضرورت ہے۔ پیسے کی قدر کرنا اور اس کو جمع کرنے کی ترکیبیں ان کو شہر کی سوشل زندگی میں حصہ لینا سکھایا جاتا ہے۔ شہری قانون سکھائے جاتے ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ وہ قانون جن سے وہ اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کرسکیں کیا ہیں؟ اور ان سے کس طرح فائدہ اُٹھایا جاتا ہے؟

اکثر اسکولوں میں مذہبی تعلیم بھی ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہ انجیل بغیر سمجھائے پڑھا دی بلکہ یہ سکھایا جاتا ہے کہ ایمانداری سے کس طرح زندگی بسر کی جاتی ہے۔ اور بچوں کو مذہبی تعلیم کس طرح دینی چاہیئے۔ جو لڑکی چاہے وہ موسیقی اور تصویر کشی کی تعلیم حاصل کرسکتی ہے۔

پوری تفصیل سے بیان نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں کیا کیا سکھایا جاتا ہے۔ بہرکیف ہر ایک اسکول میں مختلف چیزیں سکھائی جاتی ہیں۔ مگر جو کچھ سکھایا جاتا ہے اس میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ عورت کی آیندہ زندگی میں کام آئے۔

اس قسم کے اسکولوں کی ہندوستان میں بھی ضرورت ہے۔ مگر اس میں بھی ہمیں کورانہ تقلید نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ یہاں کیا کیا مضمون لڑکیوں کو خانہ داری میں پختہ کرنے کے لئے سکھانے چاہئیں۔

بعض ایسے مضمون ہیں جو ہندوستانی خانہ داری کے اسکولوں میں ضرور سکھانے چاہئیں۔ پہلی بات یہ کہ ان کو انگریزی ضرور سکھانی چاہئے۔ کیونکہ آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان انگریزی ہوگئی ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض عورتیں ہمت کرکے مردانہ جلسوں میں آجاتی ہیں۔ مگر انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے خاموش بیٹھی رہتی ہیں۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد وہ انگریزی لکھ پڑھ توسکتی ہیں مگر عام گفتگو نہیں سمجھ سکتیں۔ اور نہ اپنا مطلب اس زبان میں اچھی طرح سمجھا سکتی ہیں۔ اس لئے ان سکولوں میں ان کو انگریزی اچھی طرح سکھانی چاہئے۔ صرف یہ نہیں کہ مشہور مصنفوں کی کتابیں اور سوانح عمریاں پڑھا دیں۔ بلکہ ان میں اخبار پڑھنے کا ذوق پیدا کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنے شوہر کی سیاسی اور معاشرتی خیالات کو سمجھ سکیں عام گفتگو اور مباحثے میں حصہ لے کر صحیح معنوں میں شوہر کی شریک زندگی بن سکیں۔

ان سب باتوں کو سیکھنے کے لئے بے جا شرم پر قابو پانا چاہیئے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ عورتیں ہمت کرکے پردہ چھوڑ دیتی ہیں اور عام جلسوں میں شرکت بھی کرنے لگتی ہیں۔ مگر نہ تو وہ آزادی سے چل پھر سکتی ہیں نہ بات چیت کرسکتی ہیں اور نہ کسی بات کا ڈھنگ سے جواب دے سکتی ہیں۔ سائنس اور انگریزی کی کالج کی تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ بیجا شرم پر قابو پانے کے لئے کھیل کود میں حصہ لینا چاہیئے۔ تھوڑا سا بیڈمنٹن کھیل لینا کافی نہیں۔ ٹینس، گھوڑے کی سواری، اور جمناسٹک وغیرہ سیکھنا چاہیئے اس قسم کے کھیلوں کا ہندوستانی اسکولوں میں خاص انتظام ہونا چاہیئے۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بے جا شرم پر قابو پانے کے لئے ان کو آزادی سے ہر ایک مسئلہ پر بحث کرنی چاہئے۔ اور ان کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ لڑکوں سے اس طرح نہ ڈریں جیسے کہ آج کل ڈرتی ہیں

اسی سکول میں یہ بھی ہونا چاہیئے کہ سال کے آخر میں ایک مباحثہ کریں اور اس میں اپنے بھائیوں کو اور دوستوں کو بلائیں۔ اور ان کے

ساتھ اچھی طرح پیش آئیں. اکثر یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ آج کل کے طالب علم بہت بدتمیز ہیں اسی لئے لڑکیوں کا ان سے الگ رہنا ہی بہتر ہے. مگر اس میں زیادہ قصور لڑکیوں کا ہے. وہ یہ جانتی نہیں کہ لڑکوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے. اگر ان سے کوئی لڑکا سوال پوچھتا ہے تو بجائے اس کے کہ اس کی بات کا کوئی معقول جواب دیں آنکھیں نیچی کرکے بھاگ جاتی ہیں. ایسی لڑکیوں کے ساتھ اگر وہ کچھ بدتمیزی کریں تو وہ خود اس کی ذمہ دار ہیں.

دوسری بات یہ کہ لڑکیوں میں سوچنے کی عادت ڈالنی چاہئے. یعنی وہ اپنے اچھے بُرے کو خود سمجھ سکیں. یورپ کی لڑکیوں میں یہ بات بہت کم عمری سے پیدا ہو جاتی ہے. وہ ہر بات میں اپنی رائے رکھتی ہیں. مگر یہاں کی لڑکیاں اس کے برخلاف اپنی رائے کسی بات پر ظاہر ہی نہیں کر سکتیں. اور نہ ان میں اتنی ہمت ہے کہ کوئی کام اپنی مرضی سے کرلیں. شادی سے پہلے وہ پردہ کرتی ہیں صرف اسی لئے کہ ان کے ماں باپ اسی کے حامی ہیں. اور شادی کے بعد پردہ چھوڑ دیتی ہیں کیونکہ ان کے شوہر پردے کے مخالف ہوتے ہیں. لباس کا بھی یہی حال ہے کہ جو کچھ سینما میں دیکھتی ہیں وہ ہی بغیر سوچے سمجھے کرنے لگتی ہیں. آج کل کی مغربی کورانہ تقلید بھی ایک افسوسناک انجام کی خبر دیتی ہے.

آج کل ہندوستانی عورتوں کو آزادی مل رہی ہے. مگر ان کے دل بھی آزاد ہونے چاہئیں. ان میں ہر ایک بات کو آزادی سے سوچنے کا مادہ ہونا چاہئے. وہ مائیں جن کی گود میں آیندہ نسل پلنے والی ہے ان میں یہ سوچنے کی قوت ہونی چاہئے کہ کن پرانے طریقوں کو قائم رکھنا چاہئے. اور آج کل کے کون سے طریقے اختیار کرنے مفید ہیں.

بجائے اس کے کہ روپیہ لڑکیوں کے واسطے نئے کالج کھولنے میں صرف کیا جائے اس قسم کے خانہ داری کے اسکول اس سے زیادہ کامیاب ہوں گے.

اس قسم کے اسکول بالکل معمولی نہیں ہونے چاہئیں بلکہ یہ کالج کی پڑھائی کا ہر طرح سے مقابلہ کر سکیں. کہ یہاں لڑکیاں یہ سوچ کر نہ آئیں کہ معمولی کھانا پکانا سیکھ لیں گے. بلکہ یہ سوچیں کہ یہاں اور اسکولوں اور کالجوں سے زیادہ دماغی اور جسمانی محنت کرنی پڑے گی. اور یہاں وہ جو کچھ سیکھیں گی وہ ان کی آیندہ زندگی کے لئے بہت مفید ہوگا. کالج میں پڑھنے کے بعد تو وہ چند سال میں وہاں جو کچھ پڑھا تھا سب بھول جاتی ہیں مگر یہاں وہ جو کچھ سیکھیں گی ان کی آیندہ زندگی کے لئے مفید ہوگا. اور چونکہ اس پر مسلسل عمل کریں گی اس لئے یاد بھی رہے گا. مگر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ یہ اسکول ایسے نہ ہوں کہ صرف امیر لوگوں کی لڑکیاں اس میں پڑھ سکیں بلکہ ایسے ہوں کہ اوسط درجے کے اور غریب لوگوں کی لڑکیاں بھی ان سے فائدہ اُٹھا سکیں.

(مس معتصمۃ الرحمٰن (حیدر آباد دکن)

**آپ کا خریداری نمبر** رسالے کے ریپر یا لفافہ پر اور پتہ کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہوتا ہے. اپنی نوٹ بک میں اس کو نوٹ کر لیجئے اور دفتر ہذا کو خط یا منی آرڈر لکھتے وقت اس میں اپنا صحیح خریداری نمبر اور اپنا نام و مقام ضرور درج فرما دیجئے.
اگر نمبر یاد نہ رہے یا ضائع ہو جائے تو اپنا پورا پتہ اور اس مہینہ کا نام لکھ دیجئے جس مہینہ سے آپ کا سال خریداری شروع ہوتا ہے یعنی جس مہینہ میں آپ کی طرف سے چندہ ادا کیا جاتا ہے. ورنہ عدم تعمیل یا تاخیر وجہ شکایت نہ ہونی چاہیئے.
**منیجر**

# مدینہ کی شادی

بفضلِ خدا مجھے یہاں آئے ہوئے سات ماہ کا عرصہ ہوتا ہے اس اثنا میں مجھے دوبارہ یہاں کی شادیوں کی محفل میں شرکت کا موقع ملا۔ لہذا میں ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے کچھ مختصر حالات قلمبند کرتی ہوں تاکہ ہماری بہنیں بھی یہاں کے رسم و رواج سے واقف ہوں طرفین میں ماں باپ کی رضامندی اور مہر کے تصفیہ کے بعد اول نکاح خوانی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس میں زیادہ تکلف سے کام نہیں لیا جاتا۔ بلکہ یہ رسم معمولی طور پر ادا ہوتی ہے۔ پھر دلہن والے دولہا سے مہر کی رقم تصفیہ کے مطابق پوری وصول کرتے ہیں۔ اور اب باضابطہ شادی کی یعنے رخصتی کی تیاری شروع ہوتی ہے۔ اس رقم سے دلہن کے کچھ مختصر سے کپڑوں کے جوڑے۔ گھر کا سازوسامان از قسم فرش و فروش خریدا جاتا ہے۔ یہاں چونکہ کرسیوں یا تخت پر نشست کا بالکل رواج نہیں۔ ہر مکان میں قالینوں کا فرش ہوتا ہے۔ اور چھوٹی چھوٹی گدیاں دیوار سے لگا کر بچھائی جاتی ہیں جن پر تکیہ ہوتے ہیں۔ زیادہ روپیہ مہر کا اسی فرش میں خرچ کیا جاتا ہے۔ بعدہ دلہن کے کپڑے اور کچھ سامان خانہ داری کا از قسم جہیز خریدا جاتا ہے مثلاً ایک دو صندوق۔ پانی استعمال کرنے کے لئے ایک بڑا سا حنفہ[1] چند دیگچیاں۔ کشتیاں۔ کپڑے دھونے کے لئے ایک بڑا طشت۔ ایک دو فانوس۔ کچھ کھانا کھانے کے برتن۔ چائے کا پورا سامان۔ غرض خانہ داری کی ضروری چیزیں خریدی جاتی ہیں۔ اب اگر کچھ روپیہ یہ سب سامان خریدنے کے بعد پس انداز ہوا تو کچھ زیور خریدا گیا ورنہ خیر صلا۔ ہمارے یہاں تو دلہن کے لئے گہنے کا ہونا لازمی ہے لیکن مدینہ کی دلہن بلا زیور کے بیاہی جاتی ہے۔ یہاں مقدم گھر کا فرش ہے اگر دلہن اپنے ہمراہ اچھا قیمتی فرش لیتی آئی تو اس دلہن کی بڑی واہ واہ ہوتی ہے ورنہ شریک شادی ہونے والی بیبیاں طعنہ دیتی ہیں۔ اس بات سے بھی آگاہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اہل عرب کے یہاں مہر زیادہ نہیں باندھا جاتا جیسا کہ اپنے ہندوستان میں دستور ہے بلکہ یہاں حسب حیثیت دولہا جو ادا کر سکے۔ کنواری لڑکی کا مہر بہ نسبت بیوہ یا مطلقہ کے زیادہ ہوا کرتا ہے اور لڑکی خوبصورت ہو تو زیادہ مہر کی مستحق سمجھی جاتی ہے۔ مہر کی تعداد یہاں گنی یعنی انگریزی ساورن پر منحصر ہے۔ کنواری لڑکیوں کا مہر عموماً سو گنی سے لے کر تیس چالیس گنی تک مقرر ہوتا ہے اور یہی رقم وصول کر کے شادی کی تیاری کی جاتی ہے لڑکی والوں کو زیادہ زیر بار ہونے کی ضرورت نہیں البتہ یہ لوگ اگر خوش حال ہیں تو اپنی طرف سے کچھ روپیہ شامل کر دیتے ہیں۔ غرض کہ نکاح خوانی کے دو تین ماہ بعد یا جیسا موقع ہو مہلت لے کر دلہن والے یہ سب سامان تیار کر کے رخصتی کا ایک روز مقرر کرتے ہیں۔ اس دن سب عزیز و اقربا کو دعوت دی جاتی ہے۔ اور یہ دعوت عموماً رات کو ہوتی ہے۔ بعد مغرب سب لوگ جمع ہوتے ہیں اور آدھی رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس اثنا میں متعدد مرتبہ قہوہ کا دور جاری رہتا ہے۔ قہوہ یہاں کا عجیب ہے بُن کو سفوف کر کے پانی میں اُبال لیا اور چھوٹی چھوٹی کٹوریوں میں نصف کٹوری قہوہ پیش کر دیا۔ نہ تو اس میں دودھ ہوتا ہے نہ شکر۔ لیکن اہل عرب اس کو بڑے شوق سے پیتے ہیں۔ یہاں چاء بھی بلا دودھ کے فنجانوں میں پی جاتی ہے۔ لیکن اس میں شکر ضرور ہوتی ہے جب سب

[1] پانی رکھنے کا ٹونٹی دار تانبے کا پیالہ۔

مہمان آچکتے ہیں تو ع.بی ساعت کے حساب سے رات کے کوئی آٹھ بجے دسترخوان چنا جاتا ہے. یعنی متعدد گول گول چھوٹی تپائیوں پر بڑی بڑی سینیوں میں سفید کپڑا بچھا کر لوازمہ اس پر چُن دیتے ہیں. اور اطراف شیرمال جیسی روٹی رکھ دی جاتی ہے. کھانے میں ہمارے یہاں کی طرح پلاؤ. زردہ. بریانی. مزعفر. سالن وغیرہ وغیرہ نہیں ہوتا. بلکہ دو تین قسم کی مٹھائیاں پنیر چھوٹے چھوٹے قتلے کیا ہوا. زیتون کے پھل سرکہ میں بھگوئے ہوئے. بہی کا مربہ بس اس قسم کی چیزیں ہوتی ہیں. تپائی زمین سے ایک فٹ اونچی ہوتی ہے. اس کے گرد سب بیبیاں جمع ہو جاتی ہیں ایک سینی کے اطراف تقریباً بارہ بیبیاں بیٹھ سکتی ہیں اور جلد ہی کھانے سے فارغ ہو جاتی ہیں ہمارے ہند کی طرح نہیں کہ پہلے تو دسترخوان پر بیبیوں کو جمع کرتے کرتے کامل ایک گھنٹہ گذر جاتا ہے. ایک کہتی ہے کہ "نہیں پہلے کہو" دوسری فرماتی ہیں کہ "بہن تم پہلے اٹھو" تیسری کا ارشاد ہے کہ "میری کیا جلدی پڑی ہے سب کو آجانے دو" غرض کہ اُٹھنے میں تو اتنا تکلف اب جو دسترخوان پر جم گئیں تو اُٹھنے کا نام نہیں لیتیں. خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا. یہاں کی شادی کی محفل میں اور ایک بات جو مجھے بہت پسند آئی وہ یہ ہے کہ شیر خوار اور چھوٹے بچوں سے اپنے یہاں کی شادی کی محفلوں میں جو اودھم مچی رہتی ہے وہ یہاں بالکل نہیں عموماً شیرخوار بچوں کو اس محفل میں لایا نہیں جاتا اپنے گھر کی بڑی بوڑھی عورتوں کے حوالہ کر کے چلے آتے ہیں. بعض بعض بیبیاں اپنے بچوں کو ہمراہ لاتی ہیں. مگر مجال نہیں کہ بچے روئیں یا کسی بات پر ضد کریں. بچوں کو عموماً یہاں اچھی تربیت دی جاتی ہے خیر کھانا ختم ہوا اور سب اپنی اپنی جگہ آئے پھر قہوہ اور سگرٹ کا دور شروع ہوا. یہاں کی عورتیں بلا تکلف سگرٹ پیتی ہیں. یہاں مستورات کا سگرٹ پینا معیوب نہیں سمجھا جاتا. عموماً بڑی بوڑھی عورتیں حقہ بھی پیتی ہیں. جدید فیشن کی خواتین شادی کی محفلوں میں رقص بھی کرتی ہیں. دو عورتیں دف بجاتی ہیں اور ایک بانسری محفل میں سے ہر ایک بی بی جس کو کہ رقص کرنا آتا ہو بلائی جاتی ہے اور باری باری یہ مشغلہ جاری رہتا ہے لیکن رقص کرنے کا عام رواج نہیں. اکثر یہاں کی سن رسیدہ عورتیں اس کو ناپسند کرتی ہیں. ایک عورت سے جو میرے برابر بیٹھی ہوئی تھیں میں نے کہا کہ جاؤ تم بھی رقص کرو تو وہ کہنے لگیں کہ "نہیں ہمارے یہاں یہ عیب میں داخل ہے". اب دلہن کی آمد کا انتظار شدت سے کیا جاتا ہے. اس اثنا میں دلہن آراستہ پیراستہ کی جاتی ہے. دلہن کی پوشاک یہاں عموماً سفید ہوتی ہے. میں نے دو تو دلہنوں کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا. دلہن کی چوٹی نہیں گوندھی جاتی. بال دائیں بائیں کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور بالوں میں مقیش کے تار دے کر ان کو خوبصورت کیا جاتا ہے. دلہن کے سر پر پیشانی کے پاس ایک تاج نما سی چیز ہوتی ہے جو الماس ہیرے وغیرہ وغیرہ لگا کر بنائی جاتی ہے اور جو جگمگ کرتی رہتی ہے کہتے ہیں. کہ یہ الماس وغیرہ کی چیز امیر کبیر لوگوں کے ہاں سے صرف ایک رات کے لئے عاریتاً مانگ لاتے ہیں. جب لباس اور زیور وغیرہ سے مزین کر دی جاتی ہے تو اس کی کوئی قریبی رشتہ دار بہن خالہ وغیرہ اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے آہستہ آہستہ آتی ہو. دلہن کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور وہ سیدھی چلی آتی ہے ہند کی دلہن کی طرح جھکی جھکائی نہیں ہوتی. دلہن کے پیچھے دو عورتیں دف بجانے والیاں عربی گیت گاتی ہوئی ہمراہ ہوتی ہیں. دلہن کو لا کر کسی کرسی یا اونچی جگہ پر بٹھا دیا جاتا ہے تاکہ سب لوگ دلہن کو بخوبی دیکھ سکیں. اب سب بیبیاں مشتاق دید جمع ہو جاتی ہیں. نصف گھنٹہ بعد جب لوگ دلہن کو دیکھ کر فارغ ہو جاتے ہیں تو دلہن پھر واپس چلی جاتی ہے اور مہمان خواتین اپنا اپنا برقع پہنے ہوئے خدا حافظ کہتی نظر آتی ہیں. صبح کی اذان ہو رہی ہو گی یا عنقریب ہونے والی ہو گی کہ مہمان اپنے اپنے گھر اور دلہن موٹر میں دولہا کے گھر پہنچ جاتی ہے.

افسر النسا بیگم حافظہ از مدینہ طیبہ

# میرا پیام

## شہنشاہِ رُسل کی بارگاہ میں

مجبوس ہوں میں غم کی    تاریکیوں میں تنہا
چھائی ہوئی ہے شورش    اندھیر سا ہے برپا
ہے مجھ پہ تنگ اب تو    یہہ تنگنائے دنیا
اے خوش نصیب ہستی!    پیاری نسیمِ رعنا!!
شہنشاہِ رُسل تک
میرا سلام لے جا!
پُر درد یہ کہانی
اور یہ پیام لے جا

(۲)

اس سازِ دل سے لے کر    نغماتِ نوحہ گر بھی
نظروں میں اپنی بھر کر    قطراتِ اشکِ تر بھی
ہمراہ اپنے لے لے!    جذباتِ غم اثر بھی
انداز سے عیاں ہوں    صدماتِ ستمگر بھی
میری الم نصیبی
الفاظ میں دکھانا
باصد ادب پھر اُن کو
یہ داستاں سُنانا

(۳)

امت حضور کی اب    گمراہ ہو گئی ہے
محوِ گناہ ہو کر    ظلمت میں کھو گئی ہے
عقبےٰ سے ہو کے غافل    مدہوش سو گئی ہے
ہے بے نیازِ مذہب    بے ہوش ہو گئی ہے
ہے محوِ خود ستائی
بدعت کا ہے اندھیرا
چھائے ہوئے ہیں اس پر
ناز و غرورِ بے جا

(۴)

تقلید غیر میں ہاں    آزادیاں بہت ہیں
شرم و حیا کے بدلے    بے باکیاں بہت ہیں
لامذہبی کی اس میں    جولانیاں بہت ہیں
تہذیب جستہ جستہ    بربادیاں بہت ہیں
لیکن کسی کو اس کا
احساس ہی نہیں ہے
مدہوشِ بے خودی ہیں
غفلت ہی دل نشیں ہے

(۵)

اے شاہِ مرسلیں اب    ٹھوکر ذرا لگا دو
خفتہ نصیبوں کو    اک بار پھر جگا دو
بگڑی ہوئی ہے حالت    آؤ اسے بنا دو
جذبے تڑپ اُٹھیں پھر    نغمات وہ سنا دو
یہ بے حسی ہو رخصت
اور چشم خواب وا ہو
اُلفت سے پھر تمہاری
دل سب کا پُرضیا ہو

خورشید اقبال حیا

# مفلسی

خدا کی مہربانی ہوئی۔ تو آرام و اطمینان سے بسر ہوگئی ورنہ ناگہانی حادثات ایک پل میں غریب و بے کار کر دیتے ہیں۔ محنت و کوشش، ہمت و حوصلہ۔ شرافت و صداقت اور نیک نیتی کے باوجود اگر کوئی مفلس ہوگیا ہے۔ تو خواہ دنیا کی نظروں میں کتنا ہی حقیر کیوں نہ دکھائی دے لیکن وہ اس حالت میں عزت و شفقت، رحم، و ہمدردی کا مستحق ہے جس کی تکلیف اپنے اختیار میں نہیں۔

بیشک مفلس ہے۔ جو اپنے سامنے روٹی پڑی دیکھے اور بغیر سوال کئے کھا نہ سکے مفلس ہے۔ جو ایک ہی لباس کو اس وقت تک پہننے پر مجبور ہو۔ جب تک کہ بوسیدہ ہو کر تار تار نہ ہو جائے۔ خوفناک محتاجی۔ انتہائی ناداری جو ہر پہلو سے آلودہ مصیبت ہو۔ جو اپنی آرزوں پر خود ہی قربان ہو جائے۔ لاثانی خوبیوں کی مالک ہے۔ اپنے مقدر پر محمول کر کے صبر و رضا پر قائم رہنا ایک زبردست شان ہے۔

لیکن باوجود تندرست و توانا ہونے کے جو شخص کام کر سکتا ہے۔ لیکن مانگتا بھی ہے۔ وہ مفلس نہیں۔ بلکہ گداگر ہے۔ اُس نے اپنی حمیت فنا کر دی ہے۔ سرِ عام ہاتھ پھیلاتا ہے۔ بیکار آوارہ، در بدر مارا مارا پھرتا ہے۔ غیرت و حمیت کی خوبیوں سے محروم۔ احساس خودداری کھو چکا ہے۔ ایسی زندگی قابل رحم نہیں۔ قابل اصلاح ہے۔

ایس۔ بی طاہرہ

# عورت

عورت ایک مدبر وزیر اعظم ہے۔ جو ایک طرف اپنے بادشاہ خاوند کی نائب اور۔ دوسری طرف گھر کے کابینہ وزارت کی صدر ہے وہ شوہر کو صائب مشورہ اور دانائی سے رہ راست پر قائم رکھتی ہے اپنے جوان لڑکے اور لڑکیوں پر عقلمندی اور حکمت عملی سے حکومت کرتی اور اُن کی حرکات و سکنات پر نگاہ رکھتی اور ملازموں کے ہر کام کی نگرانی کرتی ہے عورت ایک "مشیر مال" ہے جو روپیہ پیسہ کے خرچ میں عقل و دانش کفایت شعاری سے کام لیتی ہے عورت ایک "سفیر" ہے جو خاندانوں کی باہمی پیچیدگیوں کو اپنے ناخن تدبیر سے حل کرتی ہے۔ عورت ایک گھر کی "رونق" ہے۔ اور ایک "سٹور کیپر" ہے جو تمام چیزوں کی غور و پرداخت اور نگرانی کرتی ہے۔ گھر کی ہر چیز کو اپنی مناسب جگہ پر رکھتی ہے۔ اور خراب ہونے سے بچاتی ہے۔ عورت اپنی اولاد کے واسطے بہترین "استانی" ہے جو اپنے شیریں، خوشگوار اور غیر محسوس طریقہ سے نہ صرف اولاد کو بلکہ اپنے خاوند کو بھی دنیا کے قیمتی سبق پڑھاتی ہے۔ عورت ایک وفادار "خادم" ہے جو ہر ذلیل سے ذلیل خدمت کے لئے کشادہ پیشانی کے ساتھ حاضر نظر آتی ہے وہ اپنی فطرتی نفاست کی بدولت اپنے گھر کو خوبصورتی کے ساتھ آراستہ کرتی ہے۔ عورت ساز قدرت کا ایک "شیریں نغمہ" ہے۔ جس کے دم سے کائنات کی رونق قائم ہے۔

مس شریف الحسن

عصمت نبی

# قرض ادا ہوگیا

سکینہ کو کھانے کا مزہ اور اچھے اچھے کپڑوں کی لت ایسی پڑی تھی کہ ساٹھ روپے کمانے والے رشید کو آخر اُس نے ہزاروں کا قرض دار بنا کر ہی چھوڑا۔ کچھ تو رشید کی غلطی بھی تھی کہ اُس نے اپنی حیثیت کو بھول کر خوش حال گھرانے کی لڑکی بیاہی تھی۔ امیر گھرانے کی لڑکی ہوتے بڑے خیالات کا ہونا لازمی امر تھا۔ شادی کے شروع شروع تو رشید کو بیوی کی فضول خرچی اور پھوہڑپن کا زیادہ احساس نہ ہوا لیکن رفتہ رفتہ اس کو زندگی وبال جان نظر آنے لگی۔ تنخواہ لاکر بیوی کو دے دیتا لیکن وہ کم بخت پورے پندرہ دن بھی نہ ہونے پاتے کہ تنخواہ ختم ہو جاتی بمجبوری قرض لیا جاتا۔ قرض کا سود الگ بڑھ رہا تھا۔ رشید اپنی اس کمزوری اور آنے والی مصیبت کا احساس ضرور کرتا تھا لیکن مجبور تھا۔ یہ خود اُس کے اعمال کا خمیازہ تھا جو اُس کو بغیر چون وچرا بھگتنا پڑتا تھا۔ دونوں میاں بیوی اکیلے بھی تو نہ تھے ان کی فکروں کو زیادہ کرنے کے لئے ایک بچہ بھی خدا نے دیا تھا۔ سکینہ امیر گھرانے کی لڑکی سہی لیکن غریب مرد سے بیاہے جانے کے بعد اس کا فرض منصبی تھا کہ وہ اپنے دماغ سے اونچے خیالات کو نکال دیتی اور شوہر کی کمائی میں گھر کے اخراجات پورے کرتی۔ شوہر کی پریشانی اور قرض کا خیال کرتی لیکن نہیں اس نے تو رشید کو علا والدین کا چراغ سمجھ رکھا تھا۔ کئی دفعہ نرمی سے رشید نے سکینہ کو زمانہ کے نشیب و فراز سے بھی آگاہ کرنا چاہا۔ کئی مرتبہ آپس میں اسی قرض کی بنا پر لڑائی بھی ہوئی لیکن اس لڑائی کا صرف یہی نتیجہ ہوتا کہ شام جب رشید دفتر کے کاموں سے تھک کر چور ہوا آتا بیوی کو منہ پھلائے ہوئے روتے بسورتے پاتا اور اُدھر گھر کا چولھا بجھا ہوا الگ اپنی داستان غم سناتا۔ اُس دن غریب کو گھر میں کچھ کھانے پینے کو بھی میسر نہ آتا۔ قرض کی عادت ایسی پڑ گئی تھی کہ ذرا ذرا سی بات پر قرض لینا کوئی بات ہی نہ تھی! ادائگی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی آخر کوئی کب تک قرض دیتا۔ مارواڑی نے اب تقاضا شروع کر دیا۔ عید کو تین دن رہ گئے تھے کہ سکینہ نے پھر اپنے اور بچوں کے کپڑوں کے لئے تقاضا شروع کیا۔ رشید نے اُس کو لاکھ سمجھایا کہ نیک بخت قرض ہزاروں کا ہو چکا ہے اور ادا ہوتا نظر نہیں آتا۔ خدا کے لئے اب تو ہوش میں آؤ آخر اس کا انجام کیا ہوگا۔ یا تو قید کی صورت دیکھنی پڑے گی یا خود اپنی جان دے دوں گا! لیکن سکینہ کی آنکھوں پر ایسا غفلت کا پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس کو ذرا اپنے آگے پیچھے کی خبر نہ ہوتی تھی۔ مرغ کی ایک ٹانگ سب کچھ سن سنا اس نے پھر وہی کپڑوں کا تقاضا شروع کر دیا۔

غریب رشید عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔ اس کو اب گھر سے وحشت، سکینہ سے نفرت ہونے لگی تھی اور خود اپنی زندگی سے بیزار ہو گیا تھا۔ البتہ اپنے بچے کی آئندہ زندگی کا جب کبھی خیال کرتا اس کا دل بے چین ہو جاتا جس چیز سے اس کو اپنی زندگی میں کچھ خوشی کی جھلک دکھائی دیتی تھی وہ اس کا اکلوتا بیٹا سعید تھا ورنہ دنیا اس کی نظروں میں ہیچ خالی از مسرت تھی سکینہ کا ظلم سکینہ کی ضد [illegible] دیا تو عید سے ایک دن قبل وہ مجبوری پھر مارواڑی کی دوکان کو روانہ ہو گیا اس کا [illegible]

لاغر جسم بیمار صورت دیکھ کر مارواڑی اس خیال سے گھبرا اٹھا کہ کہیں بیٹھے بٹھائے یہ چل بسے تو پھر روپیہ کی وصولی ناممکن ہے رشید سے ہمدردی اس کو محض اسی خیال کی بنا پر پیدا ہوئی اس نے پہلے تو بڑی محبت و ہمدردی کی باتیں کیں پھر بولا سیٹھ صاحب قرض پانچ ہزار سے زیادہ ہوگیا اور پھر بیاج الگ دہرا ہے آخر آپ یوں ہمیشہ لیا ہی کریں گے تو دینے کی بھی کوئی صورت نظر آئے ابکے امیرے بیٹے کی شادی ہونے والی ہے۔ مجھے خود روپیہ کی ضرورت ہے" رشید کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی وہ سناٹے میں رہ گیا ذرا سنبھل کر بولا "مہاراج روپیہ اگر اس وقت میرے پاس ہوتا تو میں خود کیوں تمہارے پاس مانگنے آتا۔ چند دن صبر کرو خدا کوئی نہ کوئی صورت نکال ہی دے گا"

مارواڑی ذرا سخت لہجہ میں بولا "سیٹھ صاحب کب تک صبر کروں آخر اس کی بھی کوئی حد ہے قرض برابر آٹھ سال سے آپ لئے جا رہے ہیں۔ یکمشت نہیں تو تھوڑی تھوڑی رقم تو ادا کر دیجئے ہماری بھی آخر کئی ضرورتیں ہیں۔ آپ سے نہ ہوسکے تو سیٹھانی جی کے باپ سے دلوا دیجئے وہ تو بڑے آدمی ہیں"۔ رشید کی غیرت جوش میں آئی غصے سے بولا "مہاراج تم کو ہمارے خانگی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ خبردار جو تم نے ابکے کبھی ایسی بات زبان سے نکالی ہو"۔ مارواڑی کو بھی اب اپنا روپیہ کسی نہ کسی طرح لینا منظور تھا بولا "سیٹھ جی ایسے ہی غیرت دار ہو تو روپیہ سیدھی طرح ادا کیوں نہیں کر دیتے۔ خواہ مخواہ کیوں کوٹ کچہری تک بات جائے آپ کی بھی بدنامی اور ہمارا بھی خرچ"! کوٹ کچہری سُن کر رشید کا غصہ اور بڑھ گیا نوبت آخر تو تو میں میں تک پہونچ گئی اور جب رشید واپس ہونے لگا تو غصے سے پکار کر بولا "جا نالش کر اب تو تیری ایک پائی بھی نہ دوں گا" گھر کو واپس ہونے کے بجائے نہ جانے روپیہ کی فکر میں کدھر چل دیا۔ دن بھر گھومتا گھماتا سکینہ کو برا بھلا کہتا قسمت پر آنسو بہاتا ہوا شام کو گھر لوٹا۔ سکینہ بڑی بے چینی کے ساتھ اس کا انتظار کر رہی تھی رشید کو دیکھنے کے ساتھ ہی فوراً گھبرائی ہوئی آواز سے پوچھا "سعید کو تم نے کہیں دیکھا آج سہ پہر سے اس کا پتہ نہیں"۔ رشید کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی۔ جلا بھنا تو پہلے ہی سے تھا غصے سے جھلا کر بولا "مجھے کیا خبر کہ کدھر گیا میں نے اس کو کہیں نہیں دیکھا"۔ فرط الم سے سکینہ بے چین ہو کر رونے لگی۔ بدنصیب رشید نے گھر میں دم بھی نہ لیا یوں ہی واپس سعید کی تلاش میں نکل گیا۔ محلے کے سارے گھر گلی کوچے ڈھونڈھ ڈالے۔ پولس میں اطلاع دی لیکن کہیں سعید کا پتہ نہ چلا۔ دل کا حال خدا ہی جانتا تھا قدم قدم پر چکر آ رہا تھا لیکن لخت جگر کی تلاش اس کو کھینچے لئے جا رہی تھی۔ بادل ناخواستہ گھر کو واپس ہونے لگا کہ راستہ میں اس کا پاؤں اندھیرے میں کسی چیز سے ٹکرایا۔ وہ جھکا اور غور سے دیکھنے لگا اس نے دردناک چیخ ماری اور چکرا کر گر گیا۔ یہ راستہ میں حائل ہونے والی شے خود اس کے لخت دل سعید کی نعش تھی جو زخموں سے چور ہو رہی تھی۔ آہ بدبخت مارواڑی نے اپنے قرض کے بدلے میں رشید کی زندگی کا سرمایہ اس کی جان سے عزیز شے لے لی تھی رشید کو جب ذرا ہوش آیا تو وہ کچھ دیر سر پکڑے سوچتا رہا پھر یکایک اٹھ کھڑا ہوا۔ پہلے کی بہ نسبت وہ اب زیادہ چست نظر آ رہا تھا اس نے اپنے آنسو پونچھے اور اپنے لخت جگر کی نعش کو گود میں لے گھر روانہ ہوگیا۔ روانہ ہو بدقسمت سکینہ سعید کے انتظار میں

بیقرار کھڑی ہوئی تھی۔ دور سے رشید کو گود میں بچے کو لئے آتا دیکھ کر اس کا منہ خوشی سے بھر گیا اس نے ایک اطمینان کا لمبا سانس لیا۔ جوں ہی رشید نے دروازہ میں قدم رکھا اس نے دونو ہاتھ سعید کو لینے کے لئے پھیلا دئے۔ اور بڑے پیار سے بولی "تو اتنی دیر سے کہاں چلا گیا تھا میرے لال آ ذرا کلیجہ سے لگ جا" نیم مردہ رشید نے مردہ سعید کی نعش کو بیوی سکینہ کی گودی میں دے کر بے تحاشا زور سے ایک درد بھری دل و جگر کو ہلا دینے والی آواز میں چلا کر بولا "ناشاد سکینہ لے آج تیرا قرض ادا ہو گیا"

سعید جیسے لال کی ظالمانہ موت نے رشید کو بالکل پاگل بنا دیا وہ تو پہلے ہی زندگی کے مصائب و آلام سے تنگ آ چکا تھا۔ آخر اس نے خودکشی کر لی اور بدنصیب سکینہ کو اس کی ناعاقبت اندیشی کا خمیازہ بھگتنے کے لئے تن تنہا چھوڑ گیا۔ صبح عید تھی۔ لوگ عید کی خوشیاں منا رہے تھے۔ عین جس وقت لوگ عید گاہ کو نماز کے لئے روانہ ہو رہے تھے اُس وقت ناشاد نامراد سکینہ کے گھر سے تین جنازے آخری منزل کو سدھارنے کے لئے گھر سے نکل رہے تھے۔ آہ! شوہر و بچہ کی اچانک موت کے صدمہ نے سکینہ کو بھی دنیا کی تکالیف اور افکار سے بری کر دیا تھا۔

**بیگم عبدالرحمٰن خاں از بمبئی**

# سوتیاڈاہ

ہندوستان میں سوتیا ڈاہ مشہور ہے۔ ہندوؤں میں ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری جائز نہیں ہے۔ مگر راجاؤں کے لئے غالباً یہ مسئلہ نہ ہوگا کیونکہ ان کی متعدد رانیاں ہوتی تھیں اور ان ہی میں یہ ڈاہ ہوتی ہوگی ہندی گیتوں سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے رامچندر جی اسی ڈاہ کی بدولت چودہ برس بن باس رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ہندوستان ہی کا میوہ ہے مسلمانوں میں ہندی ماحول سے یہ ڈاہ آئی ورنہ اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ہاں شوہر کی محبت پر قبضہ کرنے کے لئے کوششیں ضرور تھیں مگر ان میں ڈاہ کا نام بھی نہ تھا۔ یہ کوشش کبھی نہیں کی جاتی تھی کہ دوسری کو شوہر کی نظر سے گرا دیا جائے یا شوہر کو بدظن کیا جائے۔ میں نے بیروت میں ایک صاحب کو دیکھا جن کی دو بیویاں تھیں اور ان میں اس قدر میل جول اور اتحاد تھا کہ دونوں سوکنیں نہیں معلوم ہوتی تھیں۔

ہم نے ہندوستان کے اثر سے امہات المومنین میں یہ ڈاہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور ثبوت میں ایسے واقعات پیش کئے جن سے ڈاہ یا دشمنی کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتی ہاں محبت رسول میں مسابقت صحابہ کرام میں پائی جاتی ہے اور ازواج مطہرات میں بھی۔ جہاں صحابہ کرام کی یہ خواہش ہے کہ رسول اللہ صلعم کا جھوٹا ہم کو ملے وہاں ازواج مطہرات کی بھی یہ کوشش ہے کہ رسول اللہ صلعم کے شرب و اکل کا فخر ہم حاصل کریں، مگر اس میں دشمنی یا تخریب کا شائبہ بھی نہیں۔ حضرت زینب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں برابری کا دعویٰ تھا خود حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں "وھی التی تسامینی (ازواج مطہرات میں) وہی میرے مدمقابل تھیں۔ مگر جب افک کا معاملہ پیش آیا یعنی حضرت عائشہ رضہ پر اتہام لگایا گیا تو رسول اللہ صلعم نے حضرت زینب رضہ سے ان کی اخلاقی حالت پوچھی۔ حضرت زینب رضہ کے لئے موقع تھا کہ خوب نمک مرچ لگاتیں اور سوکن پنے کا ثبوت دیتیں مگر انہوں نے یہی کہا کہ مجھکو ان کی نسبت بھلائی کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔

حضرت زینب رضہ کا انتقال خلافت فاروقی میں ہوا۔ حضرت عمر رضہ نے امہات المومنین سے دریافت کیا کہ ان کو غسل و کفن دے گا تو سب نے کہا ہم، ان کے مرض الموت میں سب ہی ازواج مطہرات نے باری باری سے تیمارداری کی یہ تو ازواج مطہرات تھیں ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ سوتیا ڈاہ صحابیات رضہ میں بھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ لیکن اپنے افعال کو موافق فطرت ثابت کرنے کے لئے کوشش ہوتی ہے کہ ان مقدس اللہ سے ڈرنے والی، رسول اللہ کی فرمانبردار، قرآن کو دستور العمل سمجھنے والی ایمان دار ہستیوں میں بھی یہ شیطانی وساوس اور کمزوریاں ثابت کی جائیں۔ مجھکو ایک جلسہ میں شرکت کا اتفاق ہوا جس میں ایک مولوی صاحب نے اپنی توند کو سنت ثابت کرنے کے لئے اس برگزیدہ رہبر کامل کی توند ہونا بیان کیا جن کے پیٹ پر پتھر بندھے رہتے تھے جس کے گھروں میں ایک ایک ماہ آگ نہ سلگتی تھی [illegible]

میں بھاٹک حبش خاں میں رہتا تھا۔ میرے پڑوس میں ایک صاحب رہتے تھے جن کی بیوی دو بچیاں چھوڑ کر انتقال کر گئی۔ انہوں نے دوسری شادی کر لی۔ سوکن کوئی نہ تھی مگر سوکن کی اولاد کم سن بچیاں تختہ مشق ستم بن گئیں۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ اللہ سے ڈرو کہیں اس کا بدلہ تم کو اپنے بچوں پر نہ دینا پڑے جو بندوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔ مگر اثر نہ ہوا بلکہ نفس اور مشتعل ہو گیا ظلم اور بڑھ گیا۔ یہ سوتیا ڈاہ ہے۔

بے شک جن کے دل اللہ کی محبت اور خوف سے مملو ہیں جن کو حشر کا دھڑکا ہے، وہ کبھی ظالمانہ حرکتیں نہیں کر سکتے ان میں رقابت ہو سکتی ہے مگر مسلمان کو زبان یا ہاتھ سے نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ وہ مسابقت کر سکتے ہیں مگر دشمنی نہیں کر سکتے۔ یہ باتیں اس وقت ظہور پذیر ہوتی ہیں کہ نفس اپنی حدود سے نکل کر آزاد ہو جائے۔ خوف الٰہی اور حشر کا کھٹکا دل سے نکل جائے۔ ورنہ ظلم و زیادتی ناممکن ہے۔

ہندوستان میں بہت سی باتیں مسلمانوں میں یہاں کی آگئیں جس کی دو وجہیں ہیں اول یہاں کی اقوام سے ربط ضبط دوم وہ ہندوستانی قومیں جو مسلمان ہوئیں مسلمانوں نے ان کو کلمہ تو پڑھا دیا مگر اسلامی تمدن اور تہذیب سے واقف نہ کیا لہٰذا وہ قومیں اپنے اخلاق، تمدن، تہذیب اور مراسم کی پابند رہیں اور اکثر مقامات پر اب تک ہیں، بیاہ شادیوں کی شرکت میں نند بھاوجوں۔ ساس بہوؤں اور سوتیا ڈاہ اور دشمنی کے گیت سن سن کر مسلمان بھی اسی رنگ میں رنگ گئے کیونکہ وہ پہلے سے بھی غیر اقوام کے اثر کو قبول کرتے چلے آرہے تھے۔ خلفائے راشدین کے عہد سعادت تک مسلمان گھر سے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے نکلتا تھا اس کے بعد غرض فتوحات ملکی ہو گئی اور چونکہ غرض یعنی اسلام کی تبلیغ مفقود ہو گئی تھی مسلمان اسلامی تمدن و تہذیب خود بھی بھولنے لگا۔ زمانہ خلافت راشدہ میں جہاں تک اسلام پہنچا وہاں آج بھی زبان عربی۔ لباس عربی۔ تمدن و تہذیب عربی نظر آہی جاتا ہے۔ اگر مسلمان مقصد اسلامی کو اعلیٰ رکھتے تو غیر اقوام سے کبھی متاثر نہ ہوتے۔ اور اب تو مسلمانوں کے پاس غیر اقوام کی نقل اور تقلید کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ نہ لباس اپنا ہے نہ صورت اپنی ہے نہ تمدن۔ تہذیب کلچر اپنا ہے۔ نہ کھانا اپنا ہے اور مسلمان بُرا نہ مانیں تو سُن لیں کہ اب ان کے پاس دین بھی اپنا نہیں رہا۔

محمد عبد الغفار الخیری

# تیمارداری

یہ تقریر دہلی ریڈیو اسٹیشن سے یکم اپریل ۱۹۳۶ء کو براڈکاسٹ کی گئی تھی۔

یورپ کے ملکوں میں تیمارداری خاص عورتوں کا فن سمجھا جاتا ہے لیکن ہندوستان کی عورتیں اس فن میں قریب قریب کوری ہیں۔ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو ان کا دل بہت دکھتا ہے اور اس کے لئے چین آرام سب تج دیتی ہیں۔ لیکن اپنے اوپر تکلیف اُٹھانے سے بیمار کو آرام نہیں پہنچا سکتیں اس لئے کہ تیمارداری کی ضرورت ہوتی ہے تو مجبوراً اسے اسپتال میں داخل کرنا پڑتا ہے۔ اب عورتوں نے پرائیویٹ نرسنگ کا کام سیکھنا شروع کر دیا ہے جن میں سے اکثر انگلو انڈین ہوتی ہیں یا کرسچین کہیں کہیں ہندو مسلمان خواتین بھی یہ کام سیکھنے لگی ہیں۔ مگر نرسوں کو گھر پر بلا کر رکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ چونکہ ابھی نرسیں بہت کم ہیں اس وجہ سے ان کی فیسیں بہت زیادہ ہیں۔ غریب آدمی تو انھیں بلا ہی نہیں سکتا اور اوسط درجے والے بھی سخت مجبوری کی حالت میں ان کی خدمات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ غرض ان سے صرف امیروں ہی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے سستی نرسیں اگر ملتی بھی ہیں تو ان کو ٹھیک سے تیمارداری اور مرہم پٹی نہیں آتی اور مزاج ہوتے ہیں ساتویں آسمان پر۔

میں پچھلے تین سال سخت بیمار رہی اور اس عرصے میں مجھے مختلف قسم کی نرسوں سے سابقہ پڑا جس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک نرس کے لئے کن کن صفات کی ضرورت ہے۔

تیماردار میں اول تو استقلال کا ہونا ضروری ہے۔ بیمار کے پاس ہر وقت بیٹھنا، منٹ منٹ پر اس کا کام کرنا، اس کی بدمزاجی اور چڑچڑے پن کو برداشت کرنا بڑا ہی مشکل معاملہ ہے جس کے لئے مستقل مزاجی اور ضبط کی اشد ضرورت ہے۔

دوسری چیز ارادے کی مضبوطی ہے۔ مریض سے وہی کرانا جس کی ہدایت ڈاکٹر نے کی ہے سب سے اہم فرض ہے۔ مریض کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے وہ بات بات پر جھلّاتا ہے، روتا اور چیختا ہے۔ تیماردار کا کہنا نہیں مانتا لیکن ایک اچھے تیماردار کا فرض یہ ہے کہ وہ وہی کرے جو اسے کرنا ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بیمار کو ڈانٹے یا سختی سے پیش آئے۔ یہ تو نہایت ہی غلط اصول ہے۔ اکثر نرسیں اور تیماردار یہی بات نہیں سمجھتے کہ مریض کے جہاں سب اعضا کمزور ہو جاتے ہیں وہاں طبیعت میں بھی قوت نہیں رہتی۔ اسے اپنے مزاج پر ذرا قابو نہیں ہوتا۔ جو اُس کے دل میں آتا ہے کہتا ہے اور چاہتا ہے کہ ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ ناسمجھ تیماردار اس کی باتوں پر غصہ کرتا ہے، اس کو ڈانٹتا ہے جس سے مریض کو صدمہ تکلیف ہوتی ہے جس طرح ناسمجھ استاد بچے اور بڑے کے مزاج کے فرق کو نہیں سمجھتا اور اس ناسمجھی کی وجہ سے بچے کو ٹھیک تعلیم نہیں دے سکتا، اسی طرح وہ تیماردار جو مریض کے مزاج کی کمزوری کا خیال نہ رکھے ٹھیک تیمارداری نہیں کر سکتا۔ یہ بات غلط ہے کہ جب تک مریض کو ڈانٹا نہ جائے وہ کام نہیں کرنے دیتا۔ ایک دفعہ مریض کے دل میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ خواہ

وہ کچھ بھی کرے ہونا وہی ہے جو ڈاکٹر کی ہدایت ہے تو مریض بہر حال اسے برداشت کرتا ہے۔

تیسری چیز دل کی مضبوطی ہے۔ جو لوگ کسی کی تکلیف دیکھ کر ضبط نہ کر سکیں اور خود گھبرا جائیں انہیں مریض کے پاس ہرگز نہ رہنا چاہیئے۔ مریض اگر تیماردار کو اپنی تکلیف سے رنجیدہ اور پریشان دیکھے گا تو اول تو اسے یہ خیال پیدا ہو گا کہ میری حالت بہت خراب ہے دوسرے اس پر تیماردار کی بات کا اثر نہیں ہو گا اور وہ اس کا کہنا نہیں مانے گا۔

ایک اور ضروری بات نرس یا تیماردار کا خوش مزاج ہونا ہے۔ خوش مزاج تیماردار سے مریض بہت خوش رہتا ہے اور اس کے اشاروں پر چلتا ہے۔ شیریں بیانی اور خوش مزاجی عجیب چیز ہے۔ تیماردار کو چاہیئے کہ اس طرح باتوں میں لگا کر مریض کا کام کر دے کہ اس کو تکلیف کا احساس نہ ہو یا ہو تو بہت کم ہو۔

پانچویں چیز سلیقہ اور صفائی ہے۔ مریض کے لئے صفائی سب سے زیادہ ضروری چیز ہے۔ مریض کا لباس، بستر، بدن، کمرہ اور کل سامان ایسا صاف شفاف ہونا چاہیئے کہ ذرا بھی میل یا گرد نہ ہو۔ اس کا کمرہ اس طرح سجایا جائے کہ دیکھ کر دل خوش ہو۔ سامان کم ہو اور ہر چیز قرینے سے رکھی ہو۔ مریض کا بستر بدلنا، کروٹ دلوانا، اُٹھا کر بٹھانا، منہ دھلانا، اسفنج کرنا ان سب میں سلیقے اور احتیاط کی اشد ضرورت ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی سے مریض کو بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور سخت کوفت ہوتی ہے۔

تیمارداری کا فن ایسا ہے کہ اس میں کمال تو صرف وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جن کی طبیعت کو اس سے خاص مناسبت ہو جن میں ہمدردی بھی ہو اور استقلال بھی، صفائی اور سلیقہ بھی ہو اور خدمتِ خلق کا شوق بھی۔ جو مریض کے مزاج شناس بھی ہوں اور ارادے کے مضبوط بھی۔ جب ایسی طبیعت والا تیمارداری سیکھے تو اس کا کیا کہنا۔ اگر اس قسم کی نرس کسی کو مل جائے تو سمجھیئے کہ مریض کی بڑی خوش قسمتی ہے۔ کیونکہ بیماری میں علاج سے زیادہ فائدہ عمدہ تیمارداری سے حاصل ہوتا ہے۔

مجھے جو دو قسم کی نرسوں کا تجربہ ہوا ہے ذرا اسے بھی سُن لیجئے۔

میں سخت بیمار تھی۔ بیماری ایسی کہ نرس کے بغیر گذارا ناممکن علی گڈھ میں صرف ایک نرس اچھی تھی جو دن کو کام کرتی تھی رات کی نرس کی بڑی دِقت تھی۔ بڑی تلاش سے ایک نرس ملی۔ کچھ دن تو میری ایسی حالت رہی کہ تمام گھر ساری رات جاگتا تھا اس وقت تک اس نرس کے جوہر نہیں کھلے۔ جب میری حالت ذرا سنبھلی اور میں بات چیت بھی کرنے لگی تو گھر والے بھی ذرا دیر کو سونے لگے۔ اب نرس کی یہ حالت کہ آرام کرسی پر دراز ہو کر جو سوتی تو سیکڑوں آوازوں سے بھی نہ اُٹھتی۔ دوسری عورت جو کمرے میں موجود رہتی تھی وہ جھنجھوڑتی تب یہ خدا کی بندی اٹھتی۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ میری آنکھ کھلی۔ پیاس سے سخت بےچین تھی۔ اسی دن ڈاکٹر نے پانی پینے کی اجازت دی تھی۔ اب نرس کو پکارے جاتی ہوں مگر نرس بڑے مزے سے خراٹے لے رہی ہے۔ ایک تو میری آواز اتنی کمزور کہ بات کرنا مشکل تھا دوسرے پیاس اور غصے سے برا حال ہو گیا۔ بمشکل سیکڑوں آوازوں سے بلکہ دوسری عورت کے اُٹھانے سے نرس صاحبہ اٹھیں۔ اب میں کہتی ہوں کہ پیاس لگی ہے پانی پلاؤ اور وہ دیتی نہیں۔ لاکھ میں اور دوسری عورت کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر نے اجازت دیدی ہے پانی دے دو مگر وہ اللہ کی بندی یہی کہے جا رہی ہیں کہ ہم نہیں دیگے

نقصان کرے گا۔ انسان جب مجبور ہو جائے تو غصہ سے خود ہی نقصان اُٹھاتا ہے کہاں تو مجھے ہلنا مشکل تھا اور کہاں غصہ میں ہاتھ بڑھا کر میز پر جس پر کمرہ گرم کرنے کا آلہ اور پانی کا گلاس رکھا تھا، گھسیٹ لی ہیٹر تو نیچے گر گیا۔ بس ذرا سی کسر تھی ورنہ پلنگ ہی پر گرتا اور میرا خدا جانے کیا حال ہوتا جھنجھلاہٹ اور کمزوری کی وجہ سے میری طبیعت بگڑ گئی اور روتے روتے اختلاج کا دورہ پڑ گیا۔ صبح کو ڈاکٹرنی آئیں اور انھوں نے ڈانٹ ڈپٹ کر نرس کو الگ کر دیا۔ اس کے بعد ایک نرس دہلی سے بلائی گئی۔ پہلی ہی رات کو انجکشن لگانے کی ضرورت ہوئی مگر وہ ایسی کمزور دل کی نکلیں کہ انہوں نے انجکشن لگانے سے انکار کر دیا اگلے دن ان کو بھی رخصت کیا اور آگرے سے نرس بلائی گئی یہ بڑی اچھی عورت تھی رات کے آٹھ بجے سے صبح کے آٹھ بجے تک خواہ میں سوتی ہوں یا جاگتی یہ پورے وقت میرے پاس کھڑی رہتی تھی۔ اور ہر کام ایسی محبت، آہستگی اور سلیقے سے کرتی تھی کہ آج تک میرے دل میں اس کی یاد باقی ہے۔

کچھ دن کے بعد دہلی آ کر میرا آپریشن ہوا۔ ایک نرس آپریشن سے پہلے تشریف لائیں تو ایسے کڑوے مزاج اور سخت لہجے سے پیش آئیں کہ میں حیران رہ گئی۔ جب آپریشن کے بعد مجھے واپس لائے تو میرے گھر والوں سے خوب لڑی۔ اس پر بھی سب خاموش رہے۔ شام کو مارفیا کا انجکشن دینے آئیں۔ مجھے پورا ہوش نہیں آیا تھا، انجکشن لگوانے سے انکار کیا تو آپ نے بڑے زور سے ڈانٹا اب تو میں غصے سے بے تاب ہو گئی خوب ڈانٹا کہ کس نے تمہیں نرس بنایا کہ تم اتنا بھی نہیں جانتیں کہ مریض سے کیسے پیش آنا چاہیئے چلی جاؤ اب مت آنا۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک کمپونڈر کو بھیج کر انجکشن لگوا دیا۔ یہ عورت اصل میں ایک اور نرس کی غیر موجودگی میں عارضی طور پر آئی ہوئی تھی۔ اسی دن وہ نرس واپس آ گئی۔ میں ڈری کہ خدا جانے یہ کس مزاج کی ہوں گی۔ مگر وہ ایسی خوبیوں کی نکلیں کہ جسے ان سے سابقہ پڑ گیا وہ تمام عمر ان کا احسان نہیں بھول سکتا۔ اس محبت اور ہمدردی سے تیمار داری کرتی ہیں کہ بیمار ان ہی کا کلمہ پڑھتا ہے۔ ہر مریض کی زبان پر یہی ہے کہ ہم بائی جی ہی سے کام کرائیں گے۔ زخموں کی ڈریسنگ کرنا سخت مشکل ہے۔ مگر یہ سب بائی جی کے لئے آسانی سے ممکن ہے۔ کریں گی وہی جو ان کو کرنا ہے مگر ایسا دلاسا دیں گی اتنا باتوں میں لگائیں گی کہ مریض کچھ کہہ ہی نہ سکے۔ اور بعد میں تکلیف دینے کی معذرت بھی کر لیں گی اسپنج کرنا، منہ دھلانا، کپڑے بدلنا غرض کونسا کام ہے جو وہ بہترین طریقے پر نہ کرتی ہوں۔ صبح سے شام تک بیسیوں وارڈوں کا کام کرتی ہیں مگر کبھی تیوری پر بل نہیں۔ کام کی زیادتی کا رونا نہیں۔ تین سال مجھے ان سے روز کا سابقہ رہا مگر ایک دن بھی ان کی طرف سے کسی قسم کی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ اور نہ صرف میں بلکہ ہر مریض ان سے خوش ہے۔ میرے خیال میں ان سے اچھا تیمار دار شاید ہی کوئی ہو۔

ان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اگر ہندوستان کی شریف عورتیں تیمار داری کا کام سیکھ لیں تو بیماروں کے لئے خدا کی رحمت ثابت ہوں گی۔ اور ہمارے گھروں میں بیماری کی وجہ سے جو رنج و مصیبت کی فضا چھائی رہتی ہے وہ بہت کچھ بدل جائے گی

**مسز صالحہ عابد حسین**

**اُردو کی بہترین زنانہ کتب کی فہرست اور اس سال کی جنتری دفتر عصمت دہلی کو ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر بالکل مفت منگا لیجئے۔**

# رُوح سے مکالمہ

مسز فرڈز ماریس نے ایک رسالہ میں جو روحانی زندگی کی حقائق کے انکشافات شائع کرتا ہے۔ اپنے مرحوم شوہر کرنل فرڈز ماریس سے سلسلہ پیام رسانی کے متعلق نہایت دلچسپ بیان شائع کرایا ہے اگرچہ دو سال گزرے ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ لیکن وہ مسز ڈوکن اسمتھ کی وساطت سے یعنی اپنے "میڈیم" کی حیثیت سے سب کچھ معلوم کرا لیتی ہیں۔ چنانچہ مرحوم کرنل نے وہاں کی روحانی زندگی کی بہت سی باتوں سے انہیں آگاہ کیا ہے

ان کی بیوی بیان کرتی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ دوران قیام حاضرات میں جس کو عام طور پر لوگ سیانے seance موسوم کرتے ہیں "میرے شوہر نے نہایت خوش اخلاقی سے بتلایا کہ "میں تمہیں ضرور یہاں کی زندگی کے متعلق کچھ بتلاؤں گا۔ بولو! کہاں سے سنو گی؟

"کیا آپ اُس وقت کا حال بیان کر سکتے ہیں جب کہ اس دار فانی سے رخصت ہوئے"!

"نہیں میں تو تمہیں مرنے سے ۲ ہفتہ پیشتر سے لے کر بعد تک کل حال سُنانا چاہتا ہوں تمہیں یاد ہوگا کہ بیماری میں اکثر تکیوں کے سہارے بیٹھے بیٹھے میں اونگھنے لگتا۔ اور اکثر کچھ دیر تک غنودگی طاری رہنے کے بعد میں یکایک چونک پڑتا تھا"۔ یہ بالکل درست تھا کیونکہ دوران علالت میں وہ ہمیشہ بار بار آنکھ لگنے کے خیال سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ نیند کی حالت میں یکایک چونک پڑنے سے ان کو جاگتے ہی بڑی شدت سے اختلاج ہونے لگتا تھا۔ اس کی تکلیف سے وہ گھبراتے تھے۔ پھر میڈیم نے کہنا شروع کیا۔

"تمہیں یاد ہوگا کہ مرنے سے ایک ہفتہ پیشتر میں ایک شب تمہیں کہنا چاہتا تھا۔ کہ میں نے عجیب صورتیں دیکھی ہیں۔ یہ کہنے کا ارادہ کرتے ہی مجھے نیند آگئی۔ اور شائد خواب میں مجھے بڑبڑاتے بھی دیکھا ہوگا۔ یہ جمعرات کی شب تھی۔ ٹھیک دوسری جمعرات کو میں دنیا سے رُخصت ہوا تھا"۔ "نہیں تو۔ آپ کا انتقال تو جمعہ کے روز ہوا تھا" مسز فرڈز ماریس نے جواب دیا۔

"نہیں میں تو جمعرات ہی کو دنیا سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ صرف دماغی کیفیات مردہ نہیں ہوئی تھیں جمعہ کو دماغی حس بھی ختم ہو گئی۔ اس وقت مجھے بالکل یاد نہیں پڑتا کہ میں نے گزشتہ جمعرات کو تم سے کچھ کہا تھا۔ خیر میرے سامنے اس وقت کئی روحیں تھیں جو مجھ سے پہلے اُس دُنیا میں پہونچ چکی تھیں۔ مجھے ایک مذہبی گیت سے بڑی مدد ملی۔ اور ایک مقدس روح یعنی تمہاری دادی لیڈی ہنریٹا بُل نے یہ مناجات سنا کر میری تکالیف میں راحت پہونچائی۔ لطف تو یہ ہے کہ میرے اپنے کوئی عزیز بھی اس وقت کام نہ آئے۔ میں روحانی دنیا میں آکر اپنے مادّی جسم کو دیکھنے کے لئے ہمہ تن مشتاق تھا۔ خیر میں نے اسے دیکھا"۔

"کیا آپ نے اس فلیٹ میں دیکھا تھا"؟

"نہیں وہاں پر نہیں"۔

"تب کیا نرسنگ ہوم میں"؟

" ہاں میں وہاں سے سیدھا چلا آیا۔ اور جب کئی گھنٹوں بعد میں آنکھیں کھولیں تو اپنے گرد کئی لوگوں کا ہجوم پایا۔ معلوم ہوتا تھا گویا میں آپریشن کرا کے آیا ہوں۔ میں ایک کوچ پر سفید چادر میں لپٹا پڑا تھا۔ لیکن میرے گرد کچھ لوگ یورپین لباس میں تھے۔ البتہ ایک شخص مشرقی لباس میں تھا۔ جو سب پر حاوی نظر آرہا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی شخص کے سپرد دنیا کا سب سے بڑا اور اہم کام ہے۔ یعنی یہی قوی الجثہ ہیکل مادی جسم کو بیکار کر دینے کا بانی ہے۔ اسی کا شکار ہو کر لوگ اپنے پیاروں کو چھوڑ کر اس روحانی قفس میں مقید ہوتے ہیں۔ اس کے آگے بہت سے ڈاکٹر اور حکیم نہایت ادب سے بات کرتے نظر آئے۔ پھر میرے پاس ایک ڈاکٹر آیا۔ مجھے خوب خیال ہے کہ زمانہ دراز ہوا ایک مرتبہ دنیا میں وہ میرا معالج ہوا تھا۔ میری عمر اس وقت صرف ۲۵ سال تھی کچھ زکام اور بخار ہو گیا تھا۔"

" ہاں۔ ہاں مجھے بھی یاد ہے ایک مرتبہ تم نے جمائی کا میں بیمار ہونے کا ذکر کیا تھا اس وقت تمہاری عمر ۲۵ سال تھی" ان سب واقعات سے میڈیم سے لے کر تمام حاضرین ناآشنا تھے۔ بلکہ خود میں نے بھی اس ڈاکٹر سے شرف ملاقات حاصل نہ کیا تھا۔ کیونکہ اس واقعہ کے دس سال بعد۔ وہ دنیا سے گزر چکے تھے میں نے اپنے شوہر سے دریافت کیا کہ آیا یہ لوگ بھوت پریت کی طرح نظر آتے ہیں"

" نہیں تو! وہ تو بالکل ویسے ہی نظر آتے ہیں جیسا کہ دنیا میں تھے۔"

" اچھا آپ نے میری دادی لیڈی ہنریٹا کو کیسے پہچانا۔ وہ تو میرے ایام طفلی میں ہی دنیا سے رخصت ہو چکی تھی بالکل درست کہا تم نے۔ واقعی میں نے ان کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر ہاں ان کی زبان خوب قینچی کی طرح چلتی ہے کیوں ؟"

"کیا وہاں لوگوں کی صورتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو جاتی ؟"

" ذرا بھی نہیں گویا وہی لوگ ہیں۔ یہاں نہ دن میں فرق ہے۔ اور نہ راتوں کا امتیاز ہے سب کی حالتیں ایکساں ہیں ایک لامتناہی کیفیتیں سب پر طاری ہیں۔ بس سمجھ لو کہ جو دنیا ہم سے پوشیدہ تھی وہ بھی ظاہر ہو گئی یہاں چاند سورج بھی نہیں۔ ہماری زندگی اب ایک فضائی تحریکوں میں تحلیل ہو گئی ہے مادی اشیاء سے کوئی نسبت نہیں۔ سگریٹ کا دھواں جب تک یکجا ہوتا ہے تم دیکھ سکتی ہو لیکن ہوا میں منتشر ہو جانے کی حالت میں اس کا سراغ مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم دیکھ اور سن سکتے ہیں۔ مگر ہمیں دیکھنا ممکن نہیں۔ کیا یہ معلوم ہونا تمہارے لئے پر لطف نہ ہو گا کہ میں اس وقت نیلے سوٹ میں ملبوس ہوں ویسٹ کوٹ کے بٹن چڑھے ہوئے ہیں تاہم مجھے ویسٹ کوٹ کے بٹن کھلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔"

یہ سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی واقعی اس وقت معمول نیلا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ لیکن اس کے ویسٹ کوٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

" میں عموماً بلو سوٹ پہنتا ہوں۔ اور سرکاری تقریبوں پر اپنی یونی فارم (وردی) بھی پہنتا ہوں۔ ایک ہفتہ تک میں برابر اپنے مادی جسم کو دیکھنے جاتا تھا۔ میں اپنے جنازے میں بھی موجود تھا میں بہت دلچسپی سے شریک تھا۔ لوگوں کا زیادہ ہجوم نہ تھا" یہ سن کر مسز فٹز موریس کو بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ اخبار میں جو تجہیز و تکفین کی کیفیت چھپی تھی اس میں تو لکھا تھا کہ بے حد لوگ جمع تھے۔ اس پر معمول نے کہنا شروع کیا کہ ہجوم کی کمی سے میرا مقصد یہ تھا کہ اب میں دوست و دشمن کو بخوبی پہچان رہا تھا چنانچہ

اس جم غفیر میں میرے چند ہی عزیز دوست تھے جن کو میرے مرنے کا غم تھا۔ باقی دنیا کے دکھاوے کو رسم ورواج کے خیال سے آگئے تھے۔ البتہ سامنے کی قطار والے سب حقیقی غمخوار تھے جن میں سے ایک نے بڑھ کر تمھارے بائیں بازو کو سہارا دیا تھا؟"

"ہاں یہ آپ کے عم زاد تھے۔ واقعی جس وقت ارل آف ارکنی نے آکر میرے بائیں بازو کو سہارا دیا اس وقت میں ہجوم یاس اور غم کی موجوں سے تھپیڑے کھاتی ہوئی ڈوبتی محسوس ہو رہی تھی۔ ان کے ذرا سے سہارے نے میرے شکستہ وچور دل کو بڑی ڈھارس بخشی۔ چنانچہ وہ مجھکو اس دلدوز نظارہ سے ہٹا کرلے گئے۔ اور میری تسلّی وتشفی میں کوئی دقیقہ نہیں فروگذاشت کیا۔

مجھے یہ سُن کر بڑی حیرت ہوئی کیونکہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ مجھے ہی یہ بات یاد تھی۔ اور نہ حاضرین جلسہ میں سے کسی کو اس کا وہم وگمان تھا۔

"تمہیں یاد ہے وہ اُداس چہرے والی لڑکی جو گرجا میں بیٹھی ہوئی تھی؟" معمول نے پوچھا "وہ تمہیں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی غم وہمدردی کے جذبات اس کی آنکھوں سے ظاہر تھے۔ اس وقت تم نے اظہار تشکر کے لئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلا دیا تھا۔

یہ واقعہ بھی درست تھا۔ جائس ہماری ملازمہ تھی۔ جو چالیس سال سے ہمارے دیہاتی قیام گاہ میں ملازمت کرتی رہی تھی اور اس وقت دورو دراز سے شرکت کو آئی تھی۔ کیونکہ نارمولک کچھ نزدیک نہ تھا۔" پھر معمول نے بتایا کہ شاہی محلات کے لوگ بھی موجود تھے۔ اس میں کوئی شک نہ تھا۔ کیونکہ ہماری بھانجی فرانسس کیبل جارل آف بیمارل کی بھانجی ہوتی تھی اور سر ڈرک کیبل بھی شریک تھے یہ شاہی محلات کے ناظم تھے اس لحاظ سے شاہی محلات کے لوگوں کی شمولیت بھی حقیقت پر مبنی تھی۔

پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے معمول نے کہنا شروع کیا۔ کہ میرے ایک دوست نے نرگس کا گلدستہ بھیجا تھا۔ میرے اس اس کاروباری ساتھی کا یہ تحفہ بہت ہی دلنواز معلوم ہو رہا تھا۔ میں اس کی نفاست پسندی اور حسن عقیدت کی دل سے داد دیئے بغیر نہ رہا۔ ایک دوست نے پھول میں یہ کارڈ آویزاں کر کے بھیجا تھا" ایک مخلص دوست چل بسا" مسٹر فٹز ماریس نے بتلایا۔ کہ کرنل آرتھر ہڈسن نے یہ پھول چڑھایا تھا۔

معمول نے زور سے قہقہہ لگا کر پھر کہنا شروع کیا" لطف تو یہ ہے کہ میں خود وہاں موجود تھا۔ اس وقت باغ میں غیر معمولی اُداسی برس رہی تھی جس وقت کہ مجھے لوگ زیر زمین دفن کر کے چلے"۔۔۔۔۔۔۔

"ہاں قبرستان کو آپ ہمیشہ باغ ہی کہتے تھے مسز فٹز ماریس نے جواب دیا۔

زیر دیوار یہ قبر بنائی گئی۔۔۔۔۔ اور قبر کے برابر دیوار سے ملحق ایک درخت سایہ دار ملا۔ اگرچہ اس سے دوسروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ مگر کہو تو ہمارے اور تمھارے لئے کس قدر محفوظ کس قدر پُر سکون یہ جگہ تھی۔ تمہیں میرے سرہانے بیٹھ کر مرقد کی نگہبانی کرنے میں کیا کچھ لطف نہیں آتا تھا۔ اور اس تنہائی میں کسی کے مُخل ہونے کا ڈر نہ تھا۔ اس لئے تم نے اس مقام کو پسند کیا

یہ انکشاف بہت ہی حیرت ناک تھا۔ کیونکہ میرے شوہر کی قبر عین قبرستان کے وسط میں بنی تھی۔ اور اسی میں اُنہیں دفن کردیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں یہ جگہ مجھے غیر موزوں محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ میں ہوم آفس گئی۔ اور وہاں سے خاص اجازت حاصل کرکے اس درخت کے سایہ تلے زیرِ دیوار یہ قبر بنوائی۔ تاکہ ہم دونوں مرنے کے بعد بھی تنہائی میں ایک دوسرے کے دوآشنا بنے رہیں۔ اس کی کسی کو بھی اطلاع نہ دی گئی۔ اور یہ تمام کام نہایت خفیہ طور پر تنہائی میں کیا گیا۔ ہزاروں اس قبرستان میں مدفون ہیں لیکن چند قبریں ہی بدلی گئی ہوں گی۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں جب عوام کی نگاہوں سے یہ مقام محفوظ تھا۔ ان کی زبانی چیرہ دستیوں سے ہمیں خوف نہ تھا۔ نعش قبر سے نکال کر موجودہ مقام پر دفن کردی گئی۔ جو صرف آج ...... فقط آج ہی حاضرین پر ظاہر ہوا ہے۔ جس کا معمول کو ذرہ برابر بھی علم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ بات صیغہ راز میں تھی۔ کئی ماہ بعد ایک مرتبہ دورانِ حاضرات میں ان کے شوہر کی روح نے بتایا کہ اب میں اس روحانی زندگی کے حالات بتاؤں گا۔ اور پیشتر ازیں جہاں تک واقعات ان پر ظاہر ہوئے تھے وہ گزشتہ موقعوں پر بتلائے گئے ہیں اس کو شائع کرادینا چاہئے۔ تاکہ دنیا کے لوگوں کو معلوم ہوجائے۔ کہ موت کے بعد بھی یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔ اور احساسات بدستور باقی رہتے ہیں۔ خصوصیت سے وہ لوگ جو جسمانی اور روحانی موت سے لذت آشنا ہوچکے ہیں۔ اس راز سے بخوبی واقف ہوگئے ہیں ــــ ہمارے اوپر گذر چکا ہے۔

اور ہر ذی روح پر گزرنے والا ہے۔

کُلُّ من علیہا فان و یبقٰی وجہ ربك ذو الجلال والاکرام

**جمیلہ بیگم کلکتہ**

# گونڈوں کے رسم ورواج

میں پہلے بھی لکھ چکی ہوں کہ اس حصہ چھتیس گڈھ میں پرانی قومیں گونڈ بھیل ۔ پنکا ہوا ۔ ڈریویڈین وغیرہ آباد ہیں آج میں گونڈوں کے مختصر حالات لکھتی ہوں ۔

گونڈ زیادہ تر جنگلوں میں رہتے ہیں ۔ مگر آبادی سے دور بھی اپنا ایک محلہ بنا لیتے ہیں اور اُس کو پارہ کہتے ہیں ۔ یہ مکھیا چُن لیتے ہیں اُس کو ڈوبار کہتے ہیں اور اس کے حکم کے بہت پابند ہوتے ہیں ان کی زبان بھی دوسری زبانوں سے مختلف ہوتی ہے ۔ مثلاً چاول کو جاوا ۔ دال کو گاٹو کہتے ہیں ان کے مرد عورت جو کپڑے پہنتے ہیں وہ بمشکل گھٹنوں کے نیچے آتے ہیں ۔ یہ لوگ اکھٹے ہو کر ہمیشہ آدھی رات تک ڈھول بجا بجا کر گاتے ناچتے ہیں ان کے مشہور ناچ کرما اور ریلو ہیں ناچنے سے پہلے کوڑی پوت ۔ مونگا اور مور کے پروں سے اپنے تئیں مزین کرتے ہیں ۔ ناچتے وقت ایک ایک چھوٹا آئینہ بعض اپنے ہاتھوں میں بعض سر کی پگڑی میں لگا لیتے ہیں ۔ ڈھول بجانے والا مور کے بلے پر ایک ساتھ دونوں بازوؤں پر باندھ لیتا ہے اور گلے میں ڈھول ڈال لیتا ہے ۔ ہولی کے دنوں میں یہ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر دروازہ ۔ دروازہ ناچتے ہیں اور ہر جگہ سے کچھ نہ کچھ انعام ملتا ہے جسے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں ۔ یہ لوگ بہت مہمان نواز ہوتے ہیں اور مہمان کی بڑی خاطر کرتے ہیں اگر کوئی اجنبی آدمی آتا ہے تو وہ ڈوبار کا مہمان ہوتا ہے اگر کئی آدمی اکھٹے آگئے تو ڈوبار اُن کو بستی میں تقسیم کر دیتا ہے اور ہر ایک پر مہمان نوازی فرض ہو جاتی ہے ۔ مرد پرانی قسم کی پہتوین پہنتے ہیں مگر عورتیں صرف ایک ساڑی جس کو اپنی زبان میں لگڑا کہتے ہیں کمر کے گرد لپیٹ لیتی ہیں جو گھٹنے سے اوپر تک رہتی ہے تمام بدن ننگا رہتا ہے اگر عورتیں اس کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا پہنیں تو وہ ذات سے باہر کر دی جاتی ہیں +

زبیدہ خاتون از ناندگھاٹ سی پی

# بچوں کا غسل

جہاں ہم ہندوستانیوں میں بچے کا ہر کام ہر بات ایک شدید مرحلہ ہے وہاں بچے کو نہلانا بھی مشکل مسئلہ ہے پہلے سے دن تاریخ دیکھ کر کہدیا جاتا ہے کہ کل ننھے میاں کو خدا نے چاہا تو نہلاؤں گی اس پر بھی کوئی اماں جان سے بڑھ کر وہمی گھر میں موجود ہیں تو صاف منع کر دیتی ہیں کہ واہ خوب کوئی بچے کی پیدائش کے دن بھی بچے کو نہلاتا ہے یا منگل ہے اٹھائیس تاریخ ہے ہرگز ہرگز مت نہلانا۔ بھلا ہوی کوئی دیوانہ بھی تو ہفتہ کے دن حمام نہ کرائے گا واہ واہ بھری اماس کو تو بڈھے بڈھے تک نہیں نہاتے تم بچہ کو کیوں نہلانے لگیں ان باتوں کے علاوہ کبھی اماں جان کو فرصت نہیں ہوتی کبھی ایا موجود نہیں ہوتی کسی دن ان کے نزدیک دھوپ اچھی نہیں نکلتی کبھی بچہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی۔ اس طرح ہفتوں بلکہ مہینوں اس معصوم کو غسل کرنا نصیب نہیں ہوتا اور جس دن کرایا جاتا ہے وہ دن ماں اور آیا ہی نہیں سارے گھر والوں کے لئے عجیب پُرشور دن ہوتا ہے۔ جب انسان کسی بات کا عادی نہیں ہوتا ہے تو اس کو وہ بات سخت تکلیف وہ معلوم ہوتی ہے چاہے بچہ ہو یا بڑا یہی حال ایسے بچوں کا بھی ہے جو روز روز غسل کے عادی نہیں ہوتے نہانے کے نام ہی سے رونا شروع کر دیتے ہیں گویا کوئی اپریشن کیا جا رہا ہے اس گھنٹے آدھ گھنٹے میں بچہ چیخ چیخ کر نڈھال ہو جاتا ہے اس قدر وقت اس لئے صرف ہوتا ہے کہ عرصہ تک نہ نہانے سے بچے کے جسم پر کافی میل جمع ہو جاتا ہے اس کے دفع کے لئے اسے بہت دیر تک زور زور سے ملا جاتا ہے بچہ اس تکلیف سے بھی روتا ہے اس کے علاوہ رونے میں زیادتی کا باعث ماں یا آیا وغیرہ کی جلدی یا گھبراہٹ ہوتی ہے جو بچے کے رونے سے پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کی آنکھ میں صابن وغیرہ لگ جاتا ہے یا بعض مائیں بچے کی ناک کان دانت وغیرہ بڑی سختی کے ساتھ صاف کرتے ہیں بچہ اور بھی روتا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر بیچارے بچہ کو خاموش کرنے کے لئے گھڑکیاں دی جاتی ہیں کہ بس چپ خاموش ورنہ اور ماروں گی یوں نہانے کو بچے کے حق میں خوفناک بنا دیا جاتا ہے بڑی مشکل سے پکڑ جکڑ کر غسل کیا کروایا کہ ایک عذاب کر دیا۔ اگر بچہ کسی وجہ سے نہانے کے نام سے رونے چلانے لگے تو بجائے ڈرانے دھمکانے یا غسل نہ کرانے کے یہ بہتر ہے کہ سمجھا سمجھا کر خوشی خوشی کھیل تماشے کے ساتھ غسل کرائیں۔ مثلاً ٹب میں کاغذ بطخیں۔ جہاز۔ مچھلیاں یا کم از کم پھول وغیرہ ڈال کر ان سے بچہ کو کھیلنے دیں اور صرف اس کے بدن پر پانی بہا دیں۔ اس خوشگوار طریقہ سے بتدریج عادت ڈالنی چاہئے پھر وہ نہ گھبرائے گا۔ اور خوشی خوشی نہانے کی خواہش کرے گا۔ یا اگر بچہ سمجھدار ہو تو کسی ایسے بچے کو غسل کرتے ہوئے دکھائے جو خوشی خوشی نہاتا ہو۔ جو مائیں بچوں کو بچپن میں نہانے کی عادت نہیں ڈلواتیں وہ بڑے ہو کر بھی نہانے سے جی چراتے ہیں۔ بعض وقت تو اس خیال سے غسل نہیں کروایا جاتا کہ نہانے سے بچہ سردی بخار وغیرہ میں مبتلا ہوتا ہے غسل کے بعد احتیاط نہ کرنے سے یا بچہ کو غیر معمولی نازک بنا دینے سے ایسا ہوتا ہے ورنہ غذا وغیرہ کے بعد بچے کی تندرستی قائم رکھنے

اور اعضا میں قوت و چستی پیدا کرنے کے لئے غسل ضروری ہے پہلے اگر بچہ کو زیادہ نہلایا جاتا تھا تو اس کے دماغ وغیرہ کو تری پہنچانے کے لئے سر اور جسم کو تیل لگایا جاتا تھا گو بچہ اس سے صاف ستھرا نہیں رہتا اور رنگ بھی کچھ کم ہوجاتا ہے لیکن کچھ نہ کچھ فائدہ گرم ممالک کی آب و ہوا میں رہنے والے بچوں کو ضرور پہنچتا تھا مگر انگریزوں کی تقلید اس میں بھی حارج ہوئی۔ حالانکہ اکثر انگریز بھی صاف تیل یا بورانک مرہم لگاتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تقلید سے بچہ تیل سے بھی محروم رہتا ہے اور اپنی سستی سے غسل سے بھی۔ ایک دفعہ ایک گنوار عورت کا نہایت تندرست بچہ جس کے تیل ملا ہوا تھا ہلکی ہلکی دھوپ میں پڑا کھیل رہا تھا اور ماں نہلانے کے لئے مٹی کے برتن میں پانی لا رہی تھی میں نے کہا تیرا بچہ کیسا اچھا اور طاقت ور ہے کہنے لگی "بچہ تو تیل پانی سے بڑھتا ہے اور میں روز پانی ڈالتی ہوں"۔ مجھے اس دن سخت رنج ہوا کہ اس بات کو یہ جاہل عورت بھی جانتی اور عمل کرتی ہے لیکن بعض مہذب والدین ہفتوں بچے کو نہلانے کا نام نہیں لیتے۔ اور جو مائیں نہلاتی تو روز ہیں وہ چند امور کا بالکل خیال نہیں رکھتیں بجائے آٹھ نو بجے کے بارہ ایک بجے نہلاتی ہیں۔ اگر تنہا وہ خود ہی بچے کی دیکھ بھال کریں تب بھی اس قدر دیر نہ ہونی چاہیئے لیکن باوجود اس کے کہ بچہ پر ملازم ہوتا ہے وقت کی پابندی نہیں کی جاتی۔ اکثر ناواقفیت سے غذا کے بعد ہی نہلا دیتی ہیں۔ اور کبھی بالکل خالی پیٹ حالانکہ یہ دونوں باتیں بہت مضر ہیں۔ بچے کو ہمیشہ آڑ کی جگہ جہاں کثرت سے ہوا کا گذر نہ ہو نہلانا چاہیئے اس بات کی پابندی اگر کی جاتی ہے تو اس طرح کہ سارا سامان جس کی بچے کو نہلاتے وقت ضرورت ہوتی ہے حمام کی جگہ نہیں رکھا جاتا ہے یا کبھی پانی سرد یا گرم کرنے کے لئے آمد و رفت ہوتی ہے حالانکہ بچہ کو نہلانے سے پہلے ہی پانی گرم و سرد رکھ لینا چاہیئے اسی طرح ضرورت کی ہر چیز پہلے ہی دیکھ کر رکھ لینی چاہیئے تاکہ بار بار کواڑ کھولنے یا خود یا کوئی چیز لانے یا منگوانے سے بچے کو تکلیف نہ ہو۔ اکثر جگہ حمام کروانے سے قبل سردی ہو یا سخت گرمی کافی آگ آتش دان میں پاس رکھ لی جاتی ہے اور غسل کے بعد بچہ کو خوب دھواں دیا جاتا ہے جس سے بچہ گھبراتا اور گرم بھی ہوجاتا ہے ایسا کہ پاس بیٹھنے والے کو بھی پسینہ آجائے۔ حالانکہ دھواں دینے اور آگ روشن کرنے کی ضرورت نہیں۔ جسم کو خوب پوچھنا اور گرم پوشاک پہنانا کافی ہے تاکہ پسینہ گرم رہے اس قدر دھواں دھار کرنا ٹھیک نہیں خصوصاً موسم گرما میں کہ اس کے بعد اگر بچے کو ذرا ہوا بھی لگ جائے تو تکلیف ہو۔ یوں بھی حمام کے بعد ہوا سے بچانا چاہیئے پہلے بہت ننھے بچے کو پاؤں پر لٹا کر اور ذرا بڑے بچے کو لوٹے سے نہلاتے تھے۔ لیکن اب ٹب میں نہلانے کا زیادہ رواج ہو رہا ہے یہ طریقہ مفید ہے خصوصاً ان بچوں کو جنہیں زکام اور سردی کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ کیونکہ ٹب میں نہلانے سے بدن کی حرارت یکساں رہتی ہے کبھی بدن سرد اور کبھی گرم نہیں ہوتا اس لئے ٹب کم از کم اس قدر بڑا ہونا چاہیئے کہ بچے کا جسم گلے تک پانی کے اندر ڈوبا رہے۔ اکثر آیائیں اور خود مائیں بھی جس پانی سے بچے کو غسل کراتی ہیں اسی پانی سے اخیر میں منہ آنکھ وغیرہ دھوتی ہیں۔ اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ غسل کے پانی سے منہ نہ دھویا جائے۔ اس لئے ایک چھوٹا برتن منہ دھونے اور اس سے بھی چھوٹا آنکھیں دھونے کے لئے رکھنا چاہیئے بورک لوشن سے یا دواخانے کی صاف روئی سے آنکھیں کان ناک خاص طور سے صاف کرنا چاہیئے اور مسوڑوں کو گلیسرین سے۔ غسل کا پانی بہت صاف ہونا چاہیئے

کیونکہ اکثر دوران غسل میں بچے پانی پی جاتے ہیں۔ بعض وقت بچے کا سر اور منہ دھونے سے قبل ہی بدن پر کوئی کپڑا نہیں رکھا جاتا۔ حالانکہ نہلانے سے قبل جب تک بچے کا سر اور منہ دھوکر نرم تولیہ سے نہ خشک کر لیا جائے جسم کو کسی گرم کپڑے سے ڈھک دینا چاہئے اس کے بعد گلے تک ٹب کے پانی سے غسل کرایا جائے اور غسل کرانے میں جلدی کرانی چاہئے یہ نہیں کہ سستی سے بہت دیر تک نہلاتے رہے۔ حمام کے بعد بچے کے جسم پر پاؤڈر لگایا جاتا ہے یہ عمل اس وقت تک بہتر ہے کہ کثرت سے نہ چھینکا جائے اس طرح نہلانے سے بدن کے جو مسامات کھل جاتے ہیں وہ پوڈر کی زیادتی سے بند ہو جاتے ہیں لیکن مائیں اس کا خیال نہیں رکھتیں اور کثرت سے پوڈر کا استعمال مفید خیال کرتی ہیں۔ یوں تو بچے کو صبح اور شام موسم گرما میں تازہ یا ہلکے گرم اور موسم سرما میں گرم پانی سے نہلانے کی ضرورت ہے اس طرح کہ صبح سوکر اٹھنے کے بعد اور شام کو سونے سے پہلے شام کا غسل ان بچوں کے لئے بیحد مفید ہے جو رات کو نہیں سوتے لیکن کم از کم ایک وقت ہی اگر روز ٹھیک وقت پر نہلایا جائے تو بچے کی تندرستی قائم رکھنے میں بیحد فائدہ مند اور ضروری ہے کیونکہ نہانے سے بچہ بہت سی جسمانی شکایتوں سے محفوظ رہتا ہے اکثر جو بچے عرصہ تک بغیر نہلائے رہتے ہیں ان کے جسم پر کثرت سے گرمی دانے اور طرح طرح کی پھنسیاں نکل آتی ہیں کبھی کبھی غسل نہ کرانے سے بھی بچہ سست رہتا ہے یا بیحد ضد کرنے لگتا ہے آخر کار وہ ایک ضدی اور چڑچڑا بچہ ہو کر رہ جاتا ہے رفتہ رفتہ اس کی فطرتی پھول سی شگفتگی ان ہی لاپروائیوں کی بدولت غائب ہو جاتی ہے اس لئے بچے کے غسل کو اہم بنا لینا چاہئے کہ سارا گھر ہل جائے جہاں تک ہو سکے خوشگوار طریقہ سے بغیر گڑبڑ کے روز غسل کر دیا جائے تاکہ وہ موسم سرما کے گلاب کی طرح شگفتہ رہے اور ماں بھی کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ کرے۔ اکثر میں نے دیکھا ہے کہ بچے کو غسل کرانے کے بعد مائیں بہت دیر تک بے اطمینان ہو جاتی ہیں اور عجیب پریشانی کے ساتھ ہر موجودہ چیز کو گھبرا گھبرا کر اٹھاتی رکھتی رہتی ہیں اس طرح بڑی دیر تک ان کے حواس درست نہیں رہتے اور کچھ دیر نڈھال سی ہو کر پڑ جاتی ہیں جس ماں میں مستعدی نہ ہو وہ میرے خیال میں کبھی اچھی ماں ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ سست اور کاہل عورت ہمیشہ ناخوش رہتی ہے اور جو عورت ناخوش رہے گی وہ کبھی اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے انجام نہیں دے سکتی بعض دفعہ ایک ماں زیادہ تنخواہ والی نرس یا آیا کو رکھ کر یہ خیال کرنے لگتی ہیں کہ اس سے بہتر بچے کی پرورش نہیں ہو سکتی ان کا یہ خیال بھی اصول پرورش کے خلاف ہے اچھی پرورش ان چیزوں کی محتاج نہیں جہاں تک میں نے غور کیا ہے اول انگریز دوم شاید وحشی بچوں کی اچھی پرورش کرتے ہیں ایک تو اصول کے مطابق کرتے ہیں دوسرے فطرت کے موافق۔

مس سعیدہ ضمیر الدین حیدرآباد دکن

# صوبوں کی وزارتیں

از قاری محمد عباس حسین صاحب سابق اڈیٹر نسائی قوم وغیرہ

ہندوستان کی جدید نظام حکومت کے سلسلے میں جو مضامین عصمت میں شائع ہو چکے ہیں ان کے مطالعے نے قانون ہند کے متعلق ایک دھندلا سا خاکہ آپ کے ذہن میں آ گیا اور یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ نئے قانون کی رو سے صوباتی مجالسِ آئین ساز کی تشکیل کس طرح ہوگی اور وزارتیں کس طرح قائم کی جائیں گی۔

ہر صوبے میں مجالسِ آئین ساز کے انتخاب ہو چکے لیکن چند صوبوں میں وزارت کے قیام کے سلسلے میں ایسی صورتِ حالات پیدا ہو گئی ہے جس کے متعلق اخبارات میں بحث و مباحثہ جاری ہے۔

اپریل ۱۹۳۷ء کے "عصمت" میں بتایا گیا تھا کہ اگرچہ قانونی طور پر وزراء کا تقرر اور انتخاب گورنر سے متعلق ہے لیکن عملاً اس کی صورت یہ ہوگی کہ گورنر اُس پارٹی کے لیڈر کو جس کے ایوان میں سب سے زیادہ اکثریت حاصل ہے وزارت کی ترتیب کے لئے طلب کرے گا اور اُس کے مشورے سے وزراء کا انتخاب اور تقرر ہوگا۔ اگر کسی صوبے کی اسمبلی میں کسی ایک جماعت کو فیصلہ کن اکثریت نہ حاصل ہو تو مختلف پارٹیوں کے لیڈر وزارت کی ترتیب کے مشورے کے لئے طلب کئے جائیں گے۔ اور مختلف پارٹیوں کی مشترکہ وزارت مرتب کی جائے گی۔ اگرچہ وزراء کے تقرر میں گورنر کو مختتم اختیارات حاصل ہیں لیکن وزارت کی ترتیب میں جو اصول رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایسی وزارت قائم کی جائے جسے لیجسلیٹو کی اکثریت حاصل ہو۔

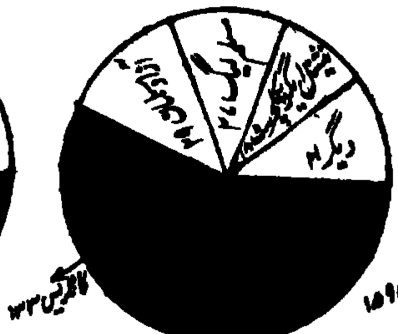
وزارت کی ترتیب کے سلسلے میں جدید قانون کی حقیقی روح یہی ہے۔ لیکن چند صوبوں میں جہاں کانگرس پارٹی کو اکثریت حاصل ہے وہاں اُنہوں نے وزارت کی ترتیب سے انکار کر دیا ہے اور گورنروں کو ایسی وزارتیں بنانی پڑیں جنہیں ایوان کی اکثریت حاصل نہیں ہے۔

اپریل کی اشاعت میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ اشاعت میں صوبوں کی مجالس آئین ساز کے طریق کار اور اختیارات آئین سازی کی وضاحت کی جائے گی۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم اس منزل پر پہونچیں جدید قانون ہند کے گورکھ دھندے میں کچھ اور پھندے پڑ گئے۔

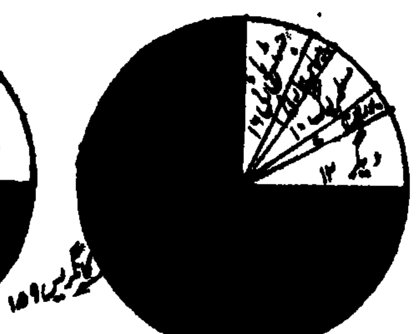
جب تک یہ نہ بتایا جائے کہ حالیہ عام انتخابات میں کن کن جماعتوں کے کس قدر اُمیدوار کامیاب ہوئے۔ اور مختلف صوبوں کی مجالس آئین ساز میں مختلف جماعتوں کا تناسب کیا ہے جماعتی آئین سازی کی آئندہ کارروائیوں کا سمجھ میں آنا مشکل ہے ذیل کا نقشہ اس سلسلے میں بہت سہولت کا موجب ہوگا۔ جو اخبار پیام سے نقل کیا جاتا ہے۔



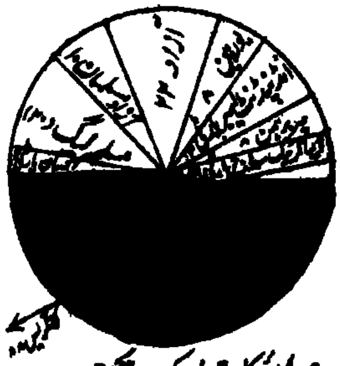
بہار کل تعداد ایک سو باون



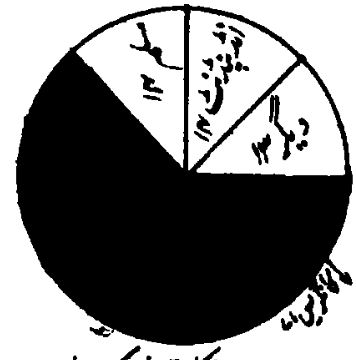
ممالک متحدہ آگرہ واودھ کل تعداد دو سو اٹھائیس

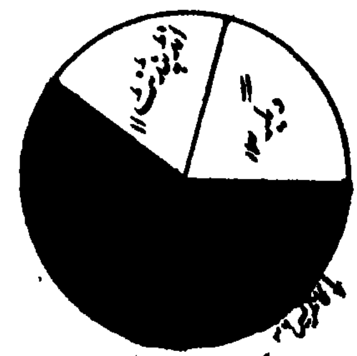


مدراس کل تعداد دو سو پندرہ



صوبہ بمبئی کل تعداد ایک سو پچھتر

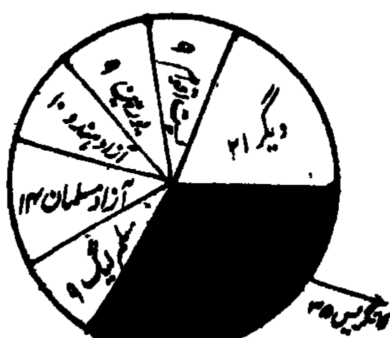




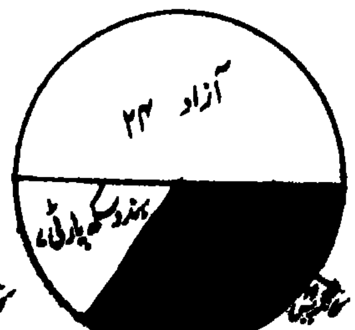
اوڑیسہ کل تعداد ساٹھ



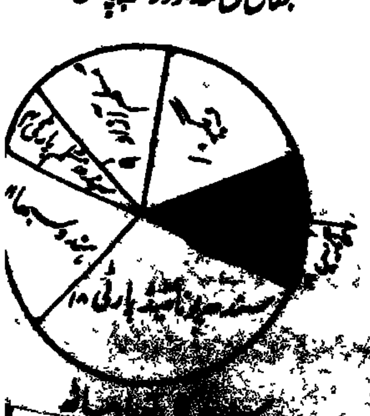

بنگال کل تعداد دو سو پچاس



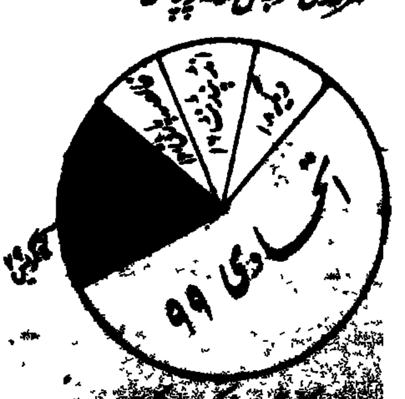

آسام کل تعداد ایک سو آٹھ




سرحدی صوبہ کل تعداد پچاس



ہر دائرہ میں
سیاہ حصہ سے مراد ہے
کانگریس پارٹی



ہر صوبے کی مجالس آئین ساز کے انتخاب کے بعد ہر صوبے کے گورنر نے حسب ضابطہ اُن جماعتوں کے لیڈروں کو جنہیں مجلس میں اکثریت حاصل ہے وزارت کی ترتیب میں مدد دینے کے لئے مدعو کیا۔ پنجاب میں واحد اکثریت رکھنے والی جماعت اتحاد پارٹی نے وزارت بنانی قبول کر لی۔ اور سندھ۔ بنگال۔ آسام۔ صوبۂ سرحد میں مختلف پارٹیوں کے اتحاد سے وزارتیں قائم ہوگئیں لیکن جن چھ صوبوں میں کانگرس پارٹی کو اکثریت حاصل ہے وہاں اُس پارٹی کے لیڈروں نے گورنروں سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر وہ یہ اقرار کریں کہ اپنے خاص اختیارات کو جو بذریعہ قانون انہیں حاصل ہیں استعمال نہ کریں گے تو وہ وزارت قبول کریں گے ہر صوبے کے گورنر نے وزارت کے ساتھ اپنی امداد اور تعاون کا اقرار ضرور کیا لیکن اس قسم کا اطمینان دلانے سے انکار کر دیا جس کا کانگرس کے لیڈر مطالبہ کر رہے تھے اس پر کانگرس پارٹی نے وزارت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور گورنروں نے صوبے کی مجالس آئین ساز کے زیادہ تر ایسے اراکین کی امداد سے جنہیں حکومت کا تجربہ ہے ایسی وزارتیں قائم کر دیں جنہیں صوبوں کی مجالس آئین ساز کی اکثریت حاصل نہیں ہے۔ اس صورتِ حال سے اُن صوبوں کے معمولی طریقِ کار میں کچھ نہ کچھ دشواریاں پیدا ہوں گی اور گورنر کو اکثر و بیشتر اپنے خاص اختیارات سے کام لینا پڑے گا۔

صوبوں کی مجالس آئین ساز کا جدید قانونِ ہند کے ماتحت طریقِ کار یہ ہے کہ وزارت اپنے نظام عمل کا ایک خاکہ تیار کرے گی اور اُس کے مطابق مسودات قوانین اور تجاویز مجلس آئین سازی پیش کرے گی اور مجلس میں کثرت آرار سے اُن کے منظور ہو جانے اور گورنر کی مہر تصدیق ثبت ہو جانے کے بعد اُن تجاویز یا قوانین کے مطابق صوبے کی حکومت چلائے گی۔ وزارت کی طرف سے جو قوانین وغیرہ پیش ہوں گے ان کے علاوہ دیگر اراکینِ مجلس آئین ساز بھی مسوداتِ قوانین و تجاویز پیش کر سکتے ہیں۔ اگر وہ کثرت رائے سے منظور ہو جائیں اور گورنر اُن پر مُہر تصدیق ثبت کر دے تو وزرا اور دیگر عمال حکومت ان کے مطابق عمل درآمد کرنے پر مجبور ہیں جن جن صوبوں میں اکثریت رکھنے والی جماعت نے وزارت مرتب کی ہے یا جہاں مختلف جماعتوں کے اتحاد سے ایسی وزارت مرتب کی گئی ہے کہ اُسے اکثریت کی تائید حاصل ہے وہاں تو اصلاح شدہ نظام کے چلنے میں کوئی خاص دقت نہ ہوگی۔ لیکن جہاں وزارت کو اراکین کی اکثریت کی تائید حاصل نہیں ہے وہاں بظاہر قدم قدم پر وزارت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جائیں گی وزارت کی تجاویز کو مسترد کیا جائے گا خود وزارت پر عدم اعتماد کی تجاویز منظور کی جائیں گی اور وزارت کے مقابلہ میں ایسی تجاویز پیش کی جائیں گی جن پر عمل درآمد کرنے کے لئے وزرا تیار نہ ہوں گے۔ ایسی حالت میں طریقِ کار یہ ہوگا کہ جن صوبوں میں دو ایوان ہیں وہاں وزارت کی تجاویز کو ایوانِ بالا میں منظور کرانے کی کوشش کی جائے گی اور گورنر اپنی سفارش کے ساتھ دوبارہ ایوانِ زیرین میں منظوری کے لئے بھیجے گا۔ اگر ایوانِ زیرین نے پھر اسے نامنظور کر دیا تو دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کر کے وہ تجاویز یا مسوداتِ قوانین مشترکہ اجلاس میں پیش کئے جائیں گے اگر وہاں بھی وہ نامنظور ہو جائیں تو گورنر اپنے خاص اختیارات سے اُنہیں نافذ کر دے گا جن صوبوں میں دو ایوان نہیں ہیں وہاں وزارت کی پیش کی ہوئی تجاویز کو اگر ایک مرتبہ ایوان نے نامنظور کر دیا ہو گورنر اپنی سفارش کے ساتھ دوبارہ ایوان میں پیش کرنے کے

لئے بھیجے گا اگر پھر بھی وہ نامنظور ہو جائیں گی تو گورنر اپنے خاص اختیارات کو کام میں لاکر اُن کے نفاذ کے احکام جاری کردے گا۔ حکومت کی منشاء کے خلاف جو تجاویز مجالسِ آئین ساز میں منظور ہوں گی اُن پر مہر تصدیق کرنے سے یا تو گورنر انکار کردے گا یا اُنہیں گورنر جنرل کے غور کے لئے محفوظ کرے گا جن صوبوں میں ایسی وزارتیں قائم کی گئی ہیں جنہیں ایوان کی اکثریت حاصل نہیں وہاں اُن دشواریوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے جن کے پیدا ہونے کا امکانِ غالب ہے وہاں مجلس آئین ساز کے اجلاس ہی فی الحال نہیں کئے جا رہے۔

اس سب کے بتانے کی ضرورت اس لئے ہے کہ مختلف صوبوں میں گورنر کا طرزِ عمل مختلف ہو گا۔ پانچ صوبوں میں جہاں وزارت کو مجالسِ آئین کی اکثریت حاصل ہے وہاں گورنر کو اپنے خاص اختیارات کو استعمال کرنے کی شاذ ونادر ہی ضرورت ہو گی۔ لیکن چھ صوبوں میں وزارت کو مجلس آئین ساز کی اکثریت حاصل نہیں ہے وہاں اکثر وبیشتر گورنر اپنے خاص اختیارات کو استعمال کرنے پر مجبور ہو گا۔

مالی معاملات کے متعلق جدید قانونِ ہند میں یہ طریق کار تجویز کیا گیا ہے کہ سال میں ایک دفعہ مجالسِ آئین ساز میں سالانہ بجٹ پیش کیا جائے۔ اس بجٹ میں اُن آمدنیوں اور اخراجات کا تخمینہ ہو گا جو صوبے کو ہوں گی یا خرچ کرنی پڑیں گی۔ وہ اخراجات جن کے تخمینے مجلسِ قانون ساز میں پیش تو ہوں گے مگر جن پر ایوان کو رائے دینے کا حق نہ ہو گا حسب ذیل ہوں گے۔

(الف)۔ گورنر کی تنخواہ اُن کا الاؤنس اور ان کے دفتر کا خرچ۔ (ب) اُن قرضوں کی ادائے گی جو صوبے پر واجب ہیں قرضہ لینے کے اخراجات۔ قرضوں اور ضمانتوں پر سود وغیرہ (ج) وزراء اور ایڈوکیٹ جنرل کی تنخواہیں اور ان کے الاؤنس۔ (د) ہائیکورٹ کے ججوں کی تنخواہیں اور اُن کے الاؤنس۔ (ہ) اُس علاقے کے انتظامات کے تمام اخراجات جو فی الحال مجلسِ آئین ساز کی دسترس سے باہر رکھا گیا ہے۔ (و) وہ رقم جو کسی عدالت یا ثالث کی ڈگری کی تعمیل کے لئے ضروری ہو۔ (ز) وہ تمام اخراجات جو اس قانون یا صوبے کی مجلس آئین ساز کے فیصلے کے مطابق صوبے کے لئے واجب الادا ہیں۔

گورنر کی تنخواہ اُن کا الاؤنس اور ان کے دفتر کے خرچ کے متعلق مجلس آئین ساز میں بحث بھی نہ ہوسکے گی دیگر مدات کے متعلق بحث ہوسکے گی مگر اُن پر رائے نہ لی جاسکے گی۔ اس مسئلہ کا فیصلہ کہ کون کون سی مدیں صوبے کی آمدنی سے ادا ہونی چاہئیں مختتم طور پر گورنر کی جواب سے ہو گا مندرجہ بالا مدات کے علاوہ بجٹ میں جن اخراجات کے لئے روپیہ طلب کیا جائے گا اسے منظور کرنے یا اُس میں کمی کرنے کی مجالس آئین ساز مجاز ہو گی۔ لیکن اگر اس قسم کے کسی مطالبے کو اسمبلی نے مسترد کر دیا یا اُس میں معتد بہ کمی کردی اور گورنر کو یہ محسوس ہوا کہ اِس کا اثر اُس کے خاص فرائض کی ادائیگی میں مانع ہو گا تو اپنے دستخطوں سے ضروری اخراجات کا ایک نقشہ مرتب کرکے اسمبلی میں پیش کرائے گا لیکن اُس نقشہ پر اسمبلی میں نہ بحث ہوسکے گی نہ رائے شماری۔ اگر کسی سال میں بجٹ سے زیادہ روپیہ خرچ ہو جائے تو گورنر ضمنی مطالبات کا قانون پیش کرائے گا اور جس کے ذریعہ لگانے یا [illegible] اختیارات حاصل کئے جائیں گے۔ اگر جدید قانون کے زیرِ عمل آنے کے قبل سال میں کسی صوبے میں [illegible]

یورپین تعلیم کے لئے صوبے کی مال گذاری سے کوئی امداد دی جاتی ہے تو ہر سال کے بجٹ میں ایسی امداد کے لئے اتنی رقم شامل کی جاتی رہے گی جو گذشتہ دس کے سالانہ اوسط سے نکلتی ہو۔ بجز اس صورت کے کہ کونسل کی ⅔ اکثریت اس کے خلاف فیصلہ کرے۔

جہاں تک صوبوں کی مجالسِ آئین ساز کے اختیارات کا تعلق ہے وہ اس قانون کی روشنی میں اپنی کارروائیوں کے سلسلے قواعد و ضوابط بنا سکیں گی۔ لیکن گورنر مجلس آئین ساز کے صدر کے مشورے سے حسب ذیل امور کے متعلق قواعد بنانے کے مجاز ہوں گے۔

(الف) اُن اُمور کے متعلق مجلس آئین ساز کے طرزِ عمل کے ضوابط جن کا اثر ان کے خاص اختیارات یا اُن کے نجی فیصلہ پر پڑتا ہے۔ (ب) وقف کے اندر مالی معاملات کے متعلق بحث مباحثہ کے تکمیل کرانے کے قواعد۔ (ج) ایسے قواعد جن کے ذریعہ سے کسی ریاست کے متعلق بحث و مباحثہ یا سوال کرنے کی مخالفت کی جا سکے۔ لیکن اگر گورنر اس سے مطمئن ہوگا کہ جو سوال کیا جانے والا ہے یا جو بحث اُٹھائی جانے والی ہے وہ صوبے کی حکومت یا کسی ایسے برطانوی باشندے کے مفاد میں ہے جو صوبے میں رہتا ہو تو وہ اجازت دے سکتا ہے۔ (د) ایسے قواعد جن کے ذریعہ سے ذیل کے امور کے متعلق صرف گورنر کی اجازت سے کارروائی ہو سکے۔

(۱) ملک معظم یا گورنر جنرل اور کسی بیرونی ریاست یا والئے ملک کے متعلق سوالات کرنے یا بحث مباحثہ کو روکنے کے قواعد۔ (۲) قبائلی علاقوں اور ایسے علاقہ جات کے انتظام کے متعلق بحث و مباحثہ یا سوالات دریافت کرنے کو روکنے کے قواعد جنہیں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے (۳) کسی والئے ریاست یا اُس کے خاندان کے کسی رکن کے متعلق بحث و مباحثے یا سوالات کرنے کو روکنے کے قواعد مندرجہ بالا امور کے متعلق جو قواعد گورنر بنائے گا اگر وہ ان قواعد کے متضاد ہوں گے جو مجلس آئین ساز نے بنائے ہیں تو گورنر کے بنائے ہوئے قواعد نافذ ہوں گے۔ اگر گورنر کسی مسودے قانون یا کسی قانون کی ترمیم یا تجویز کے متعلق یہ فیصلہ کرے گا کہ اس کا اثر اُن خاص اختیارات پر پڑیگا جو اُسے صوبے کے امن و امان اور بہبودی کے منافی کارروائیوں کو روکنے متعلق حاصل ہیں تو وہ اپنے اختیارِ تمیزی کو کام میں لاکر مجلسِ آئین ساز کو ہدایت کرے گا کہ ایسی تجویزوں کے متعلق مزید کارروائیاں روک دی جائیں گی اور مجلس آئین ساز گورنر کی ہدایت پر عمل کرنے پر مجبور ہو گی۔

صوبوں کے نظام حکومت کے متعلق حد درجہ اختصار کے ساتھ وہ تمام امور گوش گذار کر دئے گئے ہیں جن سے جدید قانونِ ہند کے سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ صوبوں کو جو اصلاحات دی گئی ہیں اور مجالس آئین ساز کو جو اختیارات حاصل ہوئے ہیں اُن کو صحیح طور پر سمجھنے میں کافی رہنمائی ہو سکتی ہے۔ اگر قانون اصلاحات ہند کی ایک دفعہ کو ہر وقت پیش نظر رکھا جائے جس کا مفہوم یہ ہے کہ صوبے کے انتظامی اختیارات ملک معظم کی طرف سے گورنر کو حاصل ہوں گے جنہیں وہ براہ راست یا اپنے ماتحت افسروں کے ذریعہ استعمال کرے لیکن اس دفعہ کی کوئی چیز فیڈرل یا صوبہ جاتی مجالس آئین ساز کے لئے مانع نہ ہو گی کہ وہ ماتحت افسروں کو کام تفویض کریں صوبہ جاتی مجالس آئین ساز قوانین بنانے کی مجاز ہوں گی اور جن قوانین پر گورنر مہر تصدیق

ثبت کر دے گا اُن پر صوبوں کی حکومت عمل درآمد کرے گی۔ اس اصول کو ذہن میں رکھ کر اگر ان مضامین کو پڑھا جائے تو غالباً جہاں تک صوبوں کی حکومت کا تعلق ہے جدید حکومت کا دائرۂ اثر اور تقسیم اختیارات ایک بڑی حد تک سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ تفصیلات کے لئے اب بھی اُس ضخیم کتاب کے پڑھنے کی ضرورت ہے جو انگریزی زبان میں ۴۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن اُس کے علاوہ بھی مختلف ضمیمہ جات ہیں جو سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو صفحات پر شائع ہوئے ہیں۔ اگر جدید قانون ہند کے اس حصہ پر ہی ذرا تفصیل سے نظر ڈالی جائے جو صوبوں سے متعلق ہے تو بھی ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہوگی۔ اور شاید "عصمت" کے محدود صفحات اس کے متحمل نہ ہو سکیں۔ اس لئے قانون کے صوبہ جاتی حصے کے اجتماعی تذکرے کو ختم کیا جاتا ہے۔ لیکن صوبجات میں سے سی پی اور برار کا صوبہ اعلیٰحضرت حضور نظام کی سیادت کی وجہ سے بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے آئندہ اشاعت میں جدید قانون ہند کے ماتحت سی پی اور برار کی جو حیثیت ہوگی اسے واضح کیا جائے گا۔ اگر اس ماہ میں قانونی گتھی میں کوئی اور گرہ نہ پڑ گئی اور اُسے کھولنے کی ضرورت نہ ہوئی تو جون کی اشاعت میں فیڈریشن کے متعلق جو جدید نظام حکومت کی بنیاد ہے ضروری معلومات پیش کی جائیں گی۔

# مخلوط تعلیم

چار ارکان سے جب انسانی ہیولیٰ بن چکا
خیمۂ ہستی نفس کی ڈوریوں سے تن چکا

جب مکمل ہو چکے نقش و نگارِ ظاہری
فکر خلاّقِ جہاں کو باطنی کی پڑ گئی

آتشی عنصر کو دیکھا چاشنی دی عشق کی
عنصرِ آبی کو آب و رنگ کی پہچان دی

عنصرِ بادی میں پیدا کی ہوائے آرزو
بادیہ پیمائی کی دی عنصرِ خاکی میں بُو

گو مرتب ہو گیا افسانۂ رازِ حیات
تشنۂ مضراب تھا لیکن ابھی سازِ حیات

ساقیِ رنگیں نہ تھا ویران سا میخانہ تھا
گیسوئے انسانیت منت پذیرِ شانہ تھا

گویا رنگ و بو سے تھا محروم باغِ زندگی
تھا تہی دامانِ کیفیت ایاغِ زندگی

رُوحِ انساں جسم میں ناآشنائے کیف تھی
مسلت خالق سے پہلی، التجائے کیف تھی

---

غور فطرت نے کیا انسان کی تنہائی پر
اور اک خاکہ جمایا کچھ سمجھ کر سوچ کر

پہلے پیکر سے یہ کچھ رنگیں و نازک تر بنا
دلفریب و دلستاں تھے جس کے انداز و ادا

سر سے پا تک جس پہ تھی معصومیت چھائی ہوئی
جس کے ہر ہر عضو کی حرکت تھی شرمائی ہوئی

جس کی آنکھوں میں نہاں تھا عفت و عصمت کا راز
جس کے دل میں تھا بلا کا جذبۂ سوز و گداز

جس کی صورت کی بلائیں لیتی تھیں رعنائیاں
جس کی سیرت دیکھ کر ششدر تھیں حورانِ جناں

جس کی تھیں معصوم نظریں کیف آور پُر سرور
جس کی طبع نازک تھی حد درجہ خوددار و غیور

کوٹ کر قدرت نے بھر دی قلب میں شرم و حیا
زیورِ نسوانیت سے پھر کیا آراستہ

جس کی ہستی بن گئی گہوارۂ حُسن و جمال
مایۂ صد فخر تھا یہ شاہکارِ ذوالجلال

ڈالی نقاشِ ازل نے پھر نظر تنقید کی
اور یہی تصویرِ رنگیں، صنفِ نازک بن گئی

---

جو مآلِ باہمی تعلیم سے ہیں بے خبر
کیا کریں گے غور کچھ تخلیق کے اس فرق پر

اس کی رگ رگ میں ہے شر، یہ پیکرِ معصومیت
مثلِ زخمہ یہ ہے، اور وہ بربطِ انسانیت

اُس طرف [illegible] اِس طرف شرم و حیا
ایں تفاوت را بہ بیں، است از کجا و تا کجا

صنفِ نازک مرد بننے کے لئے بے تاب حیف! آرزوئے ... کہ ترش و شرابِ ناب حیف!

---

مرحبا اے والدینِ عصرِ حاضر مرحبا
کیا یہی تہذیب مشرق کا ہے نشو و ارتقا؟

بے محابا غیر مردوں میں پھرے جنسِ لطیف
زنگِ بے شرمی کرے آئینۂ دل کو کثیف

کیا یہی ہے غیرتِ ہندوستان کا مقتضا؟
محشرستانِ نظر بن جائے کالج کی فضا!!!

ارضِ کالج بن کے رہ جائے نمائش گاہِ حسن
آسمانِ علم پر، پرتو فگن ہو ماہِ حسن

مطلقاً باقی نہیں ہے تم میں احساسِ حیا
شعر یاد آیا ہے مجھے جوشِ ملیح آباد کا

"ہے تمھارا ارتقا، پروردۂ سعیٔ زوال
الاماں تعلیمِ ناقص کا اجل پرور مآل"

یہ تمھارا فعل ہے منشائے فطرت کے خلاف
غیرت و شرم اور انسانی حمیت کے خلاف

محترم ناموس زیب و زینتِ کالج بنے
ٹیچروں کے دل میں ہو، لڑکوں کی نظروں میں رہے

اس کی ہو تشہیر "ذکرِ خیر" سے یوں کو بکو
کیا نہیں باقی تمھارے خون میں بوئے آبرو

زمرۂ نسواں سے باہر ہو تمھاری نازنیں
رنگ چہروں کا تمھارے، شرم سے اڑتا نہیں

خالی از فتنہ نہیں ہے اجتماع ضدین کا
لا چکا ہے رنگ کچھ کچھ اور ابھی کچھ لائے گا

تا قیامت مل نہیں سکتے زن و مرد انگبیں
آتش و باروود کی یکجائی ممکن ہی نہیں

---

آفتابِ ضَو فشاں ظلمت پہ پروانہ رہے
قلبِ مشرق حیف ہے مغرب کا کاشانہ رہے

مفلسی کے دور میں یہ نقلِ مغرب کی ترنگ
فارغ البالی سے تم محروم، تم سے موت تنگ

اور تو باقی اثاث البیت سے کچھ بھی نہ تھا
رہ گئی تھی ایک، لے دے کے یہ نسوانی حیا"

اس کے بھی در پے ہوئے تم، الاماں والغیاث!
اس قدر کیوں ہوش ہیں گم، الاماں والغیاث

اس قدر وارفتگی، مطلق نہیں تم کو خبر
عزت و اقبال روتے ہیں تمھارے حال پر

بے شبہ جدت کوئی شے ہے مگر جدت بھی ہو
دیدۂ بینا عطا ہو کاش عقلِ کور کو

تا نظر آ جائے تم کو خالِ خالِ آبرو
ہیں تمھاری جدتیں وجہِ زوالِ آبرو

باغباں! خفتہ و باغت، وا دریغا وا دریغ
می شود تاراج باغت، وا دریغا وا دریغ

آرزوئے ...
[illegible]



ایک دیہاتی عورت اپنے رشتہ داروں کے
لئے کھیت میں کھانا لے جارہی ہے



بادشاہوں کے محل کی ایک
ملازمہ اپنے پورے لباس میں



[illegible] مسلم خاتون بازار میں سودا خرید رہی ہیں



ایک ننھی درزن سفیپ شاٹ) موٹوگرافی



# بہرام

ناگپور میں میری موٹر کی ایجنسی تھی لیکن یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ بمبئی میں فورڈ کا نیا ماڈل آیا تھا میرا ارادہ اُس ماڈل کی دو گاڑیاں خریدنے کا تھا علاوہ ازیں کچھ ضروری سامان بھی لانا تھا چنانچہ میں نے بمبئی کے لئے رخت سفر باندھا۔

اسٹیشن کے بک اسٹال سے اسٹرینڈ ویکلی کی ایک کاپی لی اور ڈاک گاڑی کا انتظار کرنے لگا ٹھیک چار بجے گاڑی آئی میرے پاس سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ تھا میں ایک ڈبے میں جاکر بیٹھ گیا گاڑی فراٹے بھرنے لگی میں اخبار کھول کر تصویریں دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے کمرہ میں ایک نظر ڈالی میرے سوا اور دو مسافر تھے ایک ہندوستانی لباس پہنے کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا دوسرا مغربی لباس زیب تن کئے اخبار کے مطالعہ میں محو تھا۔

دونو میرے ہم سن تھے میں نے سوچا اِن سے دریافت کروں وہ کہاں جائیں گے لیکن پھر کچھ ضروری نہ سمجھ کر لیٹے لیٹے اخبار دیکھنے لگا گھنٹہ بھر کے مطالعہ کے بعد کچھ غنودگی سی معلوم ہونے لگی اخبار سینے پر رکھ کر میں سوچنے لگا کہ بستر لگاؤں یا نہیں میں اسی پس و پیش میں تھا کہ وہ صاحب جو اخبار دیکھ رہے تھے اپنا اخبار ہاتھ میں لئے میرے پاس آئے اور انگریزی میں مجھ سے کہا "کیا ہم اپنا اخبار ایک دوسرے سے بدل سکتے ہیں؟"

میں نے ہنس کر جواب دیا "بڑی خوشی سے" مجھے اپنا بمبئی کرانیکل دے کر وہ اپنی نشست پر جا بیٹھے اخبار ہاتھ میں لیتے ہی میری نظر نیلی پنسل سے انگریزی میں لکھی ہوئی مندرجہ تحریر پر پڑی "میں بمبئی کا ایک جاسوس ہوں آپ میرے ساتھ جس شخص کو دیکھ رہے ہیں وہ بہرام ہے اُس کی گرفتاری کا وارنٹ میرے پاس ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ بمبئی پہونچنے سے پہلے اُسے گرفتار کرلوں آپ کی امداد چاہیئے وردھا کے ریفرش مینٹ روم میں ہم اس کے متعلق گفتگو کریں گے۔

"اف بہرام . . میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے بہرام کی دھاک خوب بندھی تھی میں اخباروں میں اُس کے حیرت انگیز کارنامے پڑھ چکا تھا حال کا ذکر ہے بمبئی کے مشہور جوہری شاہ پورجی جہانگرجی کی دوکان سے وہ ایک لاکھ کا مال لے کر چمپت ہوا ہے چوری اور ڈکیتی میں بہرام کا کوئی ثانی نہیں میرے پاس بھی چھ سات ہزار روپیہ تھا اس وجہ سے میرا دل دھڑکنے لگا۔

کامل ایک ماہ سے پولس اُس کی تلاش میں سرگرداں تھی اور اُن کی آنکھوں میں خاک جھونک کر یہاں سے وہاں بھاگا پھر رہا تھا اِس لئے جاسوس چھوڑے گئے تھے شاید اُس کو پتہ نہ ہو کیونکہ اُس کے چہرے سے کسی قسم کی فکر و پریشانی ظاہر نہ ہوتی تھی اخبارات کو اُس کے متعلق کالم سیاہ کرنے کا اچھا مشغلہ ہاتھ آیا دو چار روز کی بات ہے بمبئی کرانیکل نے پولس پر خوب پھبتیاں اُڑائی تھیں۔

ساڑھے چھ بجے گاڑی وردھا پہونچی یہاں صرف پندرہ منٹ ٹھیرتی ہے میں سوچنے لگا ریفرش مینٹ روم میں کوئی مصیبت نہ پیش آئے جیسے ہی گاڑی پلیٹ فارم پر رُکی میں کرانیکل کوٹ کی جیب میں رکھتا ہوا ریفرش مینٹ روم میں داخل ہوا کچھ دیر بعد جاسوس بھی وہاں آگیا۔

اُس نے دھیمی آواز میں کہا "ہمیں بہت محتاط رہنا چاہیئے ورنہ بہرام کو ذرا بھی شبہ ہوا تو سمجھ لیجئے بنا بنایا کھیل بگڑ گیا اور پھر اُس کا ہاتھ آنا مشکل ہے بھوساول کے اسٹیشن پر اُس کا ایک ساتھی آنے والا ہے اُس نے ناگپور سے تار دیا ہے" میں نے پوچھا آپ کا مدعا کیا ہے؟

"کمک ملنے سے پہلے اُس کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں ہم اُس کو باندھ کر بنچ کے نیچے چھپاویں گے اور اُس کے دوست پر نگاہ رکھیں گے ورنہ اس کو بھی گرفتار کریں گے مجھے اس کا پتہ نہیں آیا چوری کا مال ہمراہ ہے یا نہیں ممکن ہے اُس کا دوست لاکر دے میرا خیال ہے کسی طرح مال بھی وصول ہوجائے تو زیادہ بہتر ہے۔

میں نے کہا "اِس ڈبے میں کوئی اور مسافر آجائے تو پھر؟"

آپ اطمینان رکھیئے میں نے اس کا انتظام کر رکھا ہے اس ڈبے میں کوئی نہیں آسکتا گاڑی چھوٹنے میں وقت کم ہے چلئے میں بھوساول پولس کو تار دے کر آتا ہوں لیکن سنئے بہرام بہت مضبوط آدمی ہے ضرورت پڑے تو میری مدد کیجئے گا؟"

میں نے ہنس کر جواب دیا "ضرور"۔

معاملہ ایک ہیبت ناک افسانے کی شکل اختیار کر رہا تھا گاڑی چھوٹنے کی گھنٹی ہوئی میں ریفرش مینٹ روم سے باہر آیا بہرام پلیٹ فارم پر چہل قدمی کر رہا تھا گاڑی چھوٹتے ہی وہ ڈبے میں چڑھ آیا اور اُس کے بعد جاسوس بھی میرے پاس آکر بیٹھ گیا ہم نے ایک دوسرے پر نظر ڈالی میرے دل میں پنکھا چلنے لگا کہ اب تھوڑی دیر میں ایک خوفناک لڑائی ہونے والی ہے میں نے بہرام کی طرف دیکھا وہ ایک مضبوط جوان تھا اُس کے مقابلے میں جاسوس بالکل دُبلا پتلا انسان تھا اور میرے قویٰ بھی کچھ ایسے مضبوط نہ تھے میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس طرح ہم اُس دیو قامت شخص سے مقابلہ کریں گے مبادا اُس نے چھُرا یا پستول نکال لیا تو پھر جان کی خیر نہیں۔

ٹرین پوری رفتار سے چل رہی تھی میں اپنی نشست پر بےچینی سے کروٹیں لے رہا تھا اور جاسوس نہایت اطمینان سے اخبار کے مطالعہ میں مصروف تھا یکایک وہ کھڑا ہوگیا جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھا اور ایک چھلانگ میں بہرام پر جاگرا اور اُس کو دبوچ لیا لیکن جونہی اُس نے اپنا ہاتھ جیب میں لے جانے کی کوشش کی جاسوس نے چلاکر کہا "جلدی آئیے اور اس بدمعاش کے دونوں ہاتھ تھام لیجئے"

میں نے جھپٹ کر اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے جاسوس نے جیب سے ایک رومال نکال کر بہرام کی ناک پر باندھ دیا جس سے کلوروفارم کی تیز بو آرہی تھی کچھ دیر تو اُس نے اپنی گرفت ڈھیلی کرنے کی ناکام کوشش کی لیکن کلوروفارم نے اُسے بالکل بے حس کر دیا جاسوس نے بستر باندھنے کی رسی سے اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے پھر اُس نے اطمینان کا سانس لے کر کہا "...... ہم بہت آسانی سے اُس پر قابو پاسکے اگر آپ میری مدد نہ کرتے تو وہ پستول نکال لیتا اور میری جان خطرے میں پڑجاتی" اور پھر اُس نے چلاکر کہا "جلدی کھڑکیاں کھول دیجئے ورنہ کلوروفارم کی بو سے ہم بیہوش ہوجائیں گے۔

در اصل یہ بات ٹھیک تھی گھبراہٹ میں ہمیں اس کا مطلق خیال نہ رہا تھا میرا سر چکرانے لگا تاہم میں نے لپک کر کھڑکیاں کھول دیں

جاسوس نے کہا "آپ کا عین وقت پر میری مدد کرنا مجھے کبھی نہ بھولے گا میں اپنے دوستوں میں اس کا ذکر کروں گا"۔

میں نے جواب دیا "مجھے خوشی ہوئی کہ میں آپ کی مدد کرسکا لیکن برائے مہربانی اس کا کہیں ذکر نہ کیجئے گا"

"جاسوس نے بات کاٹ کر کہا بہرام کو اس طرح رکھنا مناسب نہیں آئیے ہم اسے اٹھا کر بنچ کے نیچے دفن کر دیں۔"
وہ بالکل بے حس و حرکت پڑا تھا ہم نے اُسے بنچ کے نیچے رکھ کر احتیاطاً اُس پر کمبل ڈال دیا تاکہ باہر سے کسی کی اُس پر نگاہ نہ پڑ سکے
میں نے کہا: "ہوش آتے ہی اگر وہ چلائے ؟"
جاسوس نے جواب دیا "میں نے اُس کا منہ اتنی مضبوطی سے کس دیا ہے کہ چلانا تو درکنار وہ جنبش تک نہیں کر سکتا۔"
رات کے ڈھائی بجے گاڑی بھوساول پہونچی تو میں نے دیکھا ایک شخص دوسرے درجے کے ڈبوں میں جھانک جھانک کر دیکھ رہا ہے
جاسوس نے کہا "یہی بہرام کا ساتھی ہے جسے اُس نے تار دے کر بلوایا ہے تم کچھ دیر اس ڈبے میں ٹھیرو میں گارڈ سے کہہ کر یہ ڈبہ ریزرو کروالوں"۔ یہ کہہ کر وہ اُتر پڑا میں اکیلا ڈبے میں بیٹھا رہا بہرام کا منہ بند تھا اور وہ زور زور سے سانس لے رہا تھا میں یہ سوچ کر گھبرانے لگا کہ اب اسے ہوش آ جائے گا۔
پہلی گھنٹی ہوئی میں جاسوس کو دیکھنے پلیٹ فارم پر اترا اُس کا ساتھی پچھلے ڈبوں میں اُس کو ڈھونڈ رہا تھا میں جاسوس کی تلاش میں گارڈ کے ڈبے تک گیا لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا اتنے میں گارڈ نے سیٹی دی اور میں دوڑ کر اپنے ڈبے میں چڑھ گیا۔
گاڑی چھوٹ گئی میں کھڑکی کے پاس کھڑا پلیٹ فارم پر اُسے متفکر نظروں سے دیکھ رہا تھا حتیٰ کہ گاڑی پلیٹ فارم چھوڑ کر چلنے لگی لیکن وہ ابھی تک لاپتہ تھا میں کھڑکی کے پاس سے جوں ہی پیچھے ہٹا تو کیا دیکھتا ہوں بہرام کا ساتھی بنچ پر بیٹھا ہے اُسے دیکھ کر میری روح قفس عنصری میں تو گرفتار طائر کی طرح پھڑکنے لگی جو صیاد کو اپنے قریب آتے دیکھ کر اُڑنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔
وہ میرے سامنے پستول تان کر بولا "تم ذرا ہلے اور میں نے جان سے مار ڈالا"
اب میں ڈبے میں بالکل اکیلا تھا اور وہ توی ہیکل جوان میرے سامنے پستول تانے کھڑا تھا ڈاک گاڑی پوری رفتار سے چل رہی تھی۔
میں سمجھ گیا اب بچاؤ کی صورت نہیں۔
مجھے متفکر دیکھ کر وہ ہنس پڑا اور کہا "کیا سوچ رہے ہو تم خود ہمارے پھندے میں پھنسے ہو اب تمہارا فرار ہونا غیر ممکن ہے میں جو حکم دوں وہ بجالانا ہوگا ورنہ یہ پستول تمہارا خاتمہ کر دے گا اچھا میرے دوست کو سر کی طرف سے پکڑو اور اُسے اوپر اُٹھاؤ بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔
میں نے ایک مشین کی طرح اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ بہرام کو ہم نے بنچ کے نیچے سے نکال کر اوپر لٹایا تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آگیا اُس کے ساتھی نے ازراہ ہمدردی دریافت کیا "کیوں شمیم طبیعت کیسی ہے ؟"
میں نے دل میں کہا "کیا بہرام کے دو نام ہیں ؟"
شمیم نے کہا "ارے کون مظفر ؟ تم کب آئے کیا ڈاکو بھاگ گئے ؟"
"ایک تو بھاگ گیا دوسرا میری حراست میں ہے"
وہ اُٹھ بیٹھا اور اُس نے پوچھا: "کون بھاگ گیا ؟ میں نے تمہیں تار دیا تھا ملا یا نہیں ؟"
مظفر بولا گاڑی جیسے ہی پلیٹ فارم پر رکی میں نے پہلے آپ کو تلاش کیا لیکن جب آپ کہیں نظر نہ آئے تو مجھے فکر ہوئی اور میں سمجھ گیا کہ

بہرام نے آپ سے کوئی شرارت کی ہے بہرحال آپ کو اِس حالت میں دیکھ کر میں کانپ گیا لیکن گاڑی کے چھوٹتے ہی یہ شخص ڈبے میں آیا جو اس وقت میری حراست میں ہے۔

یہ سُن کر میں پسینہ پسینہ ہو گیا "شمیم بہرام نہیں ؟ ان کی گفتگو سے میری حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا لیکن جب ضبط نہ ہو سکا تو میں نے دریافت کیا "جناب میرا خیال ہے مجھ سے ایک خطرناک غلطی ہوئی ہے آپ کون ہیں ؟"

مظفر نے ترش روئی سے جواب دیا "ہم کوئی بھی ہوں تمہیں اس سے مطلب نہیں بتلاؤ تمہارا نام کیا ہے ؟"

اگر کوئی اور موقعہ ہوتا تو میں اس سوال کا ہرگز جواب نہ دیتا لیکن اِس وقت ضد کرنا مناسب نہ معلوم ہوا چنانچہ میں نے اپنا نام و پتہ بتایا مظفر نے کہا یہ نام و پتہ فرضی ہے صحیح نام بتاؤ بہرام سے تمہارا کب سے سازباز ہے بظاہر تم ایک شریف آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن تمہارا پیشہ ڈاکہ زنی ہے فی زمانہ نیک و بد میں تمیز کرنا مشکل ہے اچھا بتاؤ چوری کا مال کہاں ہے ؟

میں نے کسی قدر برافروختہ ہو کر کہا "آپ مجھ سے اس قسم کی گفتگو نہ کیجئے ایک عزت دار آدمی سے چوری کا مال دریافت کرنا اُس کی بے عزتی نہیں ؟ شمیم نے کہا "جناب کیا کسی عزت دار آدمی کو کلوروفارم سے بیہوش کر دینا عزت دار آدمیوں کا شیوہ ہے ؟"

"میں نے آپ کو کلوروفارم نہیں سنگھایا البتہ ایک جاسوس کو بہرام کے گرفتار کرنے میں مدد دی ہے"

"جاسوس کون جاسوس ... !"

"میرا ہم سفر جو رائے پور سے آرہا تھا" پھر کچھ دیر خاموش رہ کر میں نے کہا "آپ جنہیں شمیم صاحب کہتے ہیں جاسوس نے مجھے بتلایا کہ یہ بہرام ہے اور اُس کو گرفتار کرنے میں میری امداد چاہی اب اُس کی فراری مجھے شک میں ڈال رہی ہے کہ اُس نے مجھے دھوکہ دے کر ناجائز فائدہ اُٹھایا"

شمیم نے کہا "وہ بہرام تھا اور چونکہ میں سایہ کی طرح اُس کے ساتھ تھا اِس وجہ سے وہ چوری کا مال کہیں غائب نہ کر سکا میں نے اپنی مدد کے لئے تار دے کر بلوایا تھا لیکن تمہارا سردار مطلب سمجھ گیا اور ہماری آنکھوں میں خاک ڈال کر بھاگ گیا۔ خیر تمہیں اب یہ ثابت کرنا ہو گا کہ ناگپور میں تمہاری موٹر کی ایجنسی ہے اور تمہارا بہرام سے کوئی تعلق نہیں"

بہرام کی پنسل سے لکھی ہوئی تحریر میں نے اُسے دکھائی لیکن شمیم نے کہا "یہ کوئی ثبوت نہیں تاوقتیکہ تم موٹر ایجنسی کا مالک ہونا نہ ثابت کرو اُس وقت تک تمہاری رہائی ممکن نہیں تم اپنا چمڑے کا بیگ دکھلاؤ۔ ؟"

میں نے چھٹ بنچ کے نیچے سے اپنی اٹیچی نکالی میری حیرت کا ٹھکانا نہ تھا جب میں نے دیکھا کہ وہ میری اٹیچی لے کر فرار ہے اس میں پونے چھ ہزار روپے تھے۔ شمیم نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا "کیا تم نہیں الو بنا رہے ہو اب تمہارا فریب نہیں چل سکتا" میں نے جواب دیا "یہ اٹیچی کیس میرا نہیں ہے یہ بہرام کا ہے وہ میرا اٹیچی کیس لے کر چلا گیا اُس میں میرا پونے چھ ہزار روپیہ تھا" "یہ بہرام کا اٹیچی میرا ہے دکھاؤ اور اپنی جیب سے کنجیوں کا گچھا نکال کر ایک کنجی سے اٹیچی کھولا جو ہیرے اور موتیوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ برقی روشنی میں چمک رہے تھے۔ میں حیران تھا کہ بہرام دیدہ و دانستہ میرا اٹیچی کیس لے گیا یا جلدی میں وہ لے جانا بھول گیا۔ بمبئی میں مجھے دو دن نظر قید رہنا پڑا آخر چھٹکارا ملا لیکن بہرام کا کوئی پتہ نہ چلا شاہ پورجی جہانگیر جی کو اُن کا مال مل گیا میرے پونے چھ ہزار روپیہ بھی گئے اور بدنامی بھی ہوئی۔ (ترجمہ)

تقی علی ہاشمی ناگپور

# وائرلیس سے تعلیم

## دنیا میں وائرلیس کی محیر العقول ترقی پر ایک سرسری نظر

بارہ سال کا عرصہ ہوا انگلینڈ میں برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن کے ابتدائی دور میں ایک وسیع خیالات کا شخص سیولئے ہل آیا۔ یہ آنجہانی جے۔ سی آسٹوبرٹ تھا جو محکمہ تعلیم کا انسپکٹر رہ چکا تھا۔ اس نے نہایت پُرزور الفاظ میں یہ پیشین گوئی کی کہ "براڈکاسٹنگ اچھا ہو یا بُرا لیکن یہ موجودہ تہذیب میں ایک غیر معمولی جدوجہد اور انقلاب کا باعث ہوگا"۔ برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن بھی پہلے سے اس حقیقت کا اعتراف کرچکی تھی کہ یہ نئی طاقت صرف تفریح طبع کا باعث نہیں بلکہ توسیع تعلیم کے مواقع بھی اس میں پوشیدہ ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

واقعہ بھی یہی ہے کہ براڈکاسٹنگ بذات خود ایک اعلیٰ تعلیمی ایجنسی ہے اور ہم آج کل اس قدر قریب ہوچکے ہیں کہ اب اس سے کنارہ کشی کرنا گویا پُرانی تہذیب کی طرف لوٹ جانا ہوگا اور یہ تقریبًا ہمارے لئے ناممکن ہے کیونکہ جیسا کہ امریکن فیڈرل کمیونیکیشن کمیشن کے چیرمین مسٹر اینِنگ ایس پرال نے حال میں ایک موقع پر کہا تھا کہ "ریڈیو کی آواز ہر شخص کے لئے کھلی ہوئی ہے خواہ خانہ داری میں مشغول گھرستن بی بی ہو یا مزدور جو دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے بیٹھا ہو اور اس فرصت کے لمحہ میں گانے سُن کر دماغ کی تھکن اُتارنا چاہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا امیر ہو یا غریب مصنف ہو یا اڈیٹر یا وہ سیاح ہو جو ایورسٹ کی سب سے بلند چوٹی پر کھڑا ہو یا کسی پُرہجوم شہر کے مرکز میں گشت لگا رہا ہو۔ غرض کہ ہر جگہ ہر شخص کو ریڈیو اپنے دلنواز نغمے سناتا اور ہمدردی دوستی کے پیغام کرتا ہے ــــ مزید براں دنیا کی کوئی دلچسپی اور کوئی کام اس کے فیض عام سے انکار نہیں کرسکتا خواہ قومی ہو یا مذہبی سیاسی ہو یا معاشرتی ہر قسم کی دلچسپیوں موسیقی علم و ادب تازہ حالات وکوائف سے گھر بیٹھے جہاں یا کہیں بھی ہم ہوں مستفید کرتا ہے۔

بیشمار واقعات میں سے دو قصّے اس نئی طاقت کے مُوثر و کامیاب ہونے کے متعلق بیان کرنے کافی ہوں گے۔ برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن کے قیام کے اولین سالوں ایک شخص جو شاید جنگی کا تھا یا گورنمنٹ کی طرف سے۔ اوزار اور کچھ لکڑی کے ٹکڑے لئے لندن کی گلیوں کا اس غرض سے چکر لگارہا تھا کہ راستے کے روشنی اور وائرلیس وغیرہ کے لٹھوں کی مرمت کردے۔ اس نے دیکھا کہ رات کا ایک چوکیدار اپنی جائے پناہ میں سُرخ کوئلوں کے الاؤ پر بیٹھا ہوا ہے اور یہ دیکھ کر وہ متعجب ہوا کہ چوکیدار اپنے کانوں پر ہیڈ فون لگائے ہوئے ہے۔ کاریگر اس سے کچھ باتیں کرنے کے لئے ٹھیر گیا اور جب وہ گفتگو کرچکا تو چوکیدار نے اپنے ہاتھ پھر کانوں پر رکھ لئے اور مسرت سے چلّانے لگا "آہا ہا! میں ڈیسمنڈ میکٹ کارتھی کو بولتے ہوئے سُن رہا ہوں"۔ دوسری کہانی اس سے مختلف ہے جو دو چھوٹے لڑکوں سے متعلق ہے ان کو بدچلنی کے جُرم میں ایسٹ اینڈ پولس کورٹ نے ریمانڈ ہوم (اصلاح گھر) بھیجدیا تھا۔ ایک ہفتہ بعد وہ دونوں عدالت مذکور میں آئے۔ بڑے لڑکے نے مجسٹریٹ سے کہا جس کو وہ سن کر متعجب ہوا "جناب! ہم نے اپنا چال چلن درست کرنے کا ارادہ کرلیا ہے اب براہ مہربانی ہمیں معاف کردیجئے۔ ہم نے ریڈیو پر ایک کہانی سنی جو ایک مجرم نے گذشتہ شب کو براڈکاسٹ کی تھی جس کو سُن کر اب ہم نے فیصلہ

کرلیا ہے کہ خراب چال چلن سے رہنے میں کوئی فائدہ نہیں۔"

بہرحال برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن نے اپنے ابتدائی دور میں ہی اس قسم کے تجربات سے یقین کرلیا تھا کہ وائرلیس درحقیقت تعلیم وتربیت کے لئے ایک نہایت موثر اور کارگر ذریعہ ہے اور اس مقصد کے لئے بچوں اور جوانوں کے لئے خاص نصاب مرتب کروانے چاہئیں چنانچہ اس معاملہ پر مزید غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو ماہرین پر مشتمل تھی۔ کارپوریشن نے محکمہ تعلیم سے تعاون کیا۔ ۱۹۲۴ء میں مسٹر اسٹوبرٹ جن کا ذکر اوپر ہوا ایک سال قبل محکمہ تعلیم کی خدمات سے سبکدوش ہو چکے تھے۔ پہلے تعلیم کے وائرلیس ڈائریکٹر مقرر کئے گئے۔ وہ اس امر سے اچھی طرح آگاہ تھے کہ یہ نئی طاقت دیہاتی طالب علموں کو دیہات چھوڑنے سے باز رکھنے کے لئے نہایت مؤثر ذریعہ ہے اور اس ذریعہ سے تمام شہری دلچسپیاں دیہاتوں میں پہنچانی چاہئیں۔ اس سے کئی فائدے رونما ہوں گے۔ اول دیہات خالی نہیں ہوں گے اور جب ان کے باشندے وہیں خوش وخرم رہیں گے تو دیہات اور دیہاتی ترقی کریں گے اور شہروں کی آبادی گنجان نہیں ہوگی۔ اور یہاں کے باشندے بھی تندرست رہیں گے۔ نیز باشندگان دیہات اُن علوم وفنون سے جن کا انتظام خاطر خواہ وہاں مشکل ہے وائرلیس کے ذریعہ سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ بہرحال یہ بہت قابل شخص تھا اور بہت سی کتابوں کا مصنف بھی جو اُس نے بچوں کے لئے لکھی تھیں۔ اس نے وائرلیس کو ترقی دینے کے لئے بہت سی تدبیریں سوچی تھیں۔ مگر افسوس وہ ان کو کامیاب دیکھنے کے لئے زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہا اور جبکہ وائرلیس ترقی کی ابتدائی منزلوں میں تھا اس دنیا سے چل بسا۔

مسٹر اسٹوبرٹ براڈکاسٹ تعلیم کا پہلا ڈائریکٹر اور اس عہدہ پر — جو بین الاقوامی طور سے نہایت معزز تھا — پہلا شخص تھا۔ اگرچہ اب برطانیہ کے اس کارپوریشن کی تقلید بہت سے ممالک خصوصاً ریاستہائے متحدہ امریکہ کرچکے ہیں۔ علاوہ ازیں مسٹر اسٹوبرٹ ہی پہلا شخص ہے جس نے براڈکاسٹ کرنے کے لئے بچوں اور جوانوں کے واسطے تعلیمی نصاب تجویز کئے جن کی تقلید بھی آج تمام وائرلیس کی دنیا میں ہو رہی ہے۔ مسٹر موصوف نے سب سے پہلا گفتگو کا پروگرام اکتوبر سے دسمبر ۱۹۲۴ء تک کے لئے مرتب کیا اور کارپوریشن سے شائع کیا۔

اب جبکہ برطانیہ کا تعلیمی براڈکاسٹنگ تجربات کے مرحلوں سے گذر چکا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ انگلینڈ میں گذشتہ موسم سرما میں سات سو سے زیادہ نجی مرد وعورتیں ہر ہفتہ تعلیمی کورس وائرلیس سے لینے بیٹھے جو خاص اس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس سال اسکول براڈکاسٹنگ نے ترقی کی طرف اور قدم بڑھایا ہے۔ جہاں پچھلے سالوں میں دو ہزار سے کچھ زائد ریڈیو سننے والے اسکول تھے۔ وہاں ۱۹۳۴ء میں ان کی تعداد ۲،۹۰۴ تک پہنچ گئی تھی۔ گذشتہ بارہ ماہ میں فروری ۱۹۳۶ء تک ایک ہزار سے زائد نئے اسکول رجسٹر کرائے گئے۔ اب کل وائرلیس سے تعلیم دینے والے اسکولوں کی تعداد برطانیہ میں چار ہزار سے اوپر پہنچ چکی ہے۔ براڈکاسٹنگ ہاؤس میں تخمینہ لگایا گیا ہے کہ اسکولوں کی ایک بڑی تعداد انگریزی کے بیس کورسوں میں سے جو ہر ہفتہ براڈکاسٹ کئے جاتے ہیں سفری گفتگو Travel Talk سنتی ہے۔ یہ گفتگو زیادہ تر مطالعہ قدرت اور انگریزی تاریخ پر ہوتی ہے جس کو تقریباً ۱۱۰۰ اسکول باقاعدہ سنتے ہیں دو کورس ہفتہ وار ویلش زبان میں بھی دیئے جاتے ہیں۔ اسکاٹ لینڈ والے خود اپنے اسکولوں کے واسطے براڈکاسٹ کے لئے اسکیم بناتے اور اس کا پروگرام شائع کرتے ہیں۔

جہاں تک ممکن ہوتا ہے تمام مدرسہ جات براڈکاسٹنگ میں طالب علموں کی دلچسپی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ گذشتہ موسم خزاں میں ایک

سوال اُٹھایا گیا اور تحقیقات کی گئی کہ طلبا رکس ٹائپ کے براڈ کاسٹنگ زیادہ پسند کرتے ہیں چنانچہ ہر مرتبہ ان کی دلچسپی کے مطابق پروگرام مرتب کیا یا اس میں مناسب تبدیلی کی جاتی ہے۔

اسی ضمن میں ایک دوسری دلچسپ بات یہ دیکھی جاتی ہے کہ بہت سے طالب علموں کے والدین بھی اسکول براڈ کاسٹ سنتے ہیں۔ سننے والی عورتیں (طلبا کی مائیں) غیر ممالک کی زبانوں پر پمفلٹوں کی ایک کافی تعداد طلب کرتی ہیں۔ برعکس اس کے باپ یکشنبہ کی دوپہر کو باغبانی پر گفتگو شوق سے سنتے ہیں۔ گذشتہ بارہ ماہ میں ۳ ہزار سے زائد نصابی کتابیں خاص براڈ کاسٹ کے لئے چھاپی جا چکی ہیں۔

برطانوی براڈ کاسٹنگ کی موجودہ ہر دلعزیز ڈائریکٹر مس سومر وائیلے نے ایک تازہ ملاقات میں بیان کیا کہ انگلینڈ اور ویلز میں ۳۱۴ مقامی تعلیمی کارکنان اور افسران میں سے ⅔ ماہرین تعلیم اسکولوں کے لئے ریڈیو سٹ خریدنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ گذشتہ سال سے اسکولوں کے لئے سینما کے لوازم اور ریڈیو سٹ کی خریداری مدرسین کے اختیاروں پر چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ جس آسان طریقہ سے چاہیں یہ لوازم اپنے اپنے اسکولوں کے لئے مہیا کر سکتے ہیں کیونکہ گورنمنٹ خصوصاً تعلیمی بورڈ کے لئے موجودہ حالات میں یہ بہت مشکل ہے کہ وہ تمام اسکولوں کے لئے یہ اشیاء مہیا کرے چنانچہ اس مقصد کے لئے اسکول کے ڈراموں موسیقی کے مظاہروں اور خود مدرسین کی جیبوں سے بھی فنڈ اکٹھا کیا جا رہا ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بھی وائرلیس نے کافی ترقی کر لی ہے اور تعلیمی براڈ کاسٹنگ کو خاص طور سے اہمیت دی جا رہی ہے نیشنل براڈ کاسٹنگ کمپنی اور کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم دونوں اداروں نے تعلیمی کورس اپنے پروگرام میں شامل کر لئے ہیں نیشنل براڈ کاسٹنگ کمپنی کے پروگرام میں سب سے زیادہ دلچسپ موسیقی کا گھنٹہ ہے جس میں مسٹر ڈیم روسچ اور ڈائریکٹر نیویارک سمفونی آرکسٹرا کی رہنمائی میں موسیقی براڈ کاسٹ کی جاتی ہے جس کو اندازہ کیا گیا ہے کہ چھ ملین سے زیادہ اسکولوں کے بچے ہر ہفتہ سنتے ہیں۔ شکاگو ہوائی اسکول بھی ایک بیس ہفتہ کا کورس بینڈ باجوں میں براڈ کاسٹ کرتا ہے۔ اس سلسلہ کا ڈائریکٹر مچھی گن یونیورسٹی کا ایک پروفیسر مسٹر جوزف ای مارڈی ہے جو گذشتہ سال اس اسکول میں موسیقی کی کلاسیں بھی پڑھاتا رہا ہے چنانچہ یہ سلسلہ امریکن قوم میں بہت مقبول ہو رہا ہے۔ ریڈیو کی نیشنل اڈوائزری کونسل قومی معاملات پر گفتگو براڈ کاسٹ کرتی ہے اسی طرح امریکن اسکولوں کی نیشنل ایجوکیشن ایسوسی ایشن چار سال سے ہفتہ وار مدرسین کے لئے تدریس کے صحیح طریقے براڈ کاسٹ کر رہی ہے۔ یونیورسٹیوں میں بھی براڈ کاسٹنگ اسٹیشن ہیں جہاں سے صنعتی و زراعتی کورس براڈ کاسٹ کئے جاتے ہیں۔

برطانیہ و امریکہ کے علاوہ دیگر متمدن ممالک بھی ریڈیو سے تعلیم کی ترقی میں پیچھے نہیں ہیں قریب قریب تمام ممالک نے جو براڈ کاسٹ کرتے ہیں تعلیمی کورس اپنے پروگراموں میں شامل کر لئے ہیں۔ فرداً فرداً ہر ایک مُلک کی جد و جہد پر تبصرہ کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے تھائلینڈ نے سنہ ۳۵-۱۹۳۴ء ۱۷،۰۰۰ اسکولوں میں ریڈیو سٹ لگوائے۔ زکوسلوویکیا کے اسکولوں میں صرف تعلیمی مقاصد کے لئے ۳ ہزار سے زائد سیٹ لگ چکے ہیں۔ جاپان کا براڈ کاسٹنگ ۵۰ فیصدی سوشل تعلیم میں اپنا وقت صرف کرتا ہے اور صرف ۱۹ فی صدی تفریح کے لئے مخصوص ہے اور جیسا کہ انٹرنیشنل براڈ کاسٹنگ یونین کے سیکرٹری آرتھر بروس نے دوران ملاقات میں مجھ سے کہا کہ ایشیائی ممالک میں

صرف اسی ملک نے سب سے زیادہ براڈ کاسٹنگ کی اہمیت اور ضرورت کو بخوبی سمجھا ہے۔" سوئٹزرلینڈ گذشتہ آٹھ سال سے ہر موسم سرما میں ایک صنعتی کورس پہاڑی ضلعوں اور دیہاتوں کے ان امیدواروں کے لئے براڈ کاسٹ کرتا ہے جو سی مرکزوں سے فاصلے پر رہتے ہیں اور فاصلے کی وجہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے سے قاصر رہتے ہیں کیونکہ پہاڑی مقامات میں ہر شخص کے لئے نقل و حرکت آسان نہیں ہے۔ سوئٹ روس میں ہر قسم کی تعلیم اور ہدایتیں عام محلوں میں لاؤڈ اسپیکروں سے دی جاتی ہیں جن میں سے قریب تین سو کے صرف ماسکو میں ایک خاص موقع پر کھڑے کئے گئے تھے۔ تاشقند اور سنہری سمرقند میں مغرب کی اذان وائرلیس کے ذریعے ہر کس و ناکس کے کان میں پہنچائی جاتی اور لوگوں کو مسجدوں میں نماز کے لئے بلایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی مسٹر لائنل فیلڈن جو برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے ایک رکن ہیں براڈ کاسٹنگ کی نہایت سرگرمی سے تنظیم کر رہے ہیں اور خاص طور سے دیہاتوں میں پہنچانے کی تدبیریں ہو رہی ہیں۔ حضور نظام نے حال میں اپنی نقرئی جوبلی کے موقع پر کئی ہزار ریڈیو سٹ تمام ممالک محروسہ میں لگانے کے لئے تقسیم کئے ہیں اور پروگرام ہندوستانی (اردو) انگریزی، تلنگو، مرہٹی اور کناری میں براڈ کاسٹ کئے جاتے ہیں۔ بلجیم براڈ کاسٹنگ سروس جو ابھی تک ہفتہ میں دو مرتبہ سبق براڈ کاسٹ کرتا ہے اپنے پروگراموں کو وسیع کر رہا ہے۔ ڈنمارک نے بھی ریڈیو سننے والوں کے لئے گذشتہ سال ایک اسکیم تیار کی تھی اور اُس کے مطابق برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے نمونہ پر ایک مجلس انتظامیہ مرتب کی تھی جو حُسن و خوبی ریڈیو سے تعلیم کو وسیع کر رہی ہے۔ علاوہ بریں اطالیہ دیہاتی ریڈیو سے دیہاتوں میں بہت اچھا کام لے رہا ہے۔ ایک یا شاید دو سال سے دُور دُور کے دیہاتی اضلاع میں آواز پہنچانے کا انتظام کر رہا ہے۔ دیہاتی ریڈیو نہ صرف اسکولوں اور دیہاتی کلاسوں کو پروگرام ہی ارسال کرتا ہے بلکہ ضروری ریسیونگ سیٹ بھی مہیا کرتا ہے۔ فروری ۱۹۳۵ء میں اگرچہ اٹلی کی اسکیم جنگی تیاریوں کی وجہ سے عرصہ تک عمل میں نہیں لائی جا سکی تاہم ۴ ہزار اسکولوں میں سیٹ جو پہلے سے نصب کئے جا چکے تھے برابر کام کرتے رہے ہیں۔

ان حالات میں کہا جا سکتا ہے کہ وائرلیس نے چند سالوں میں جس سُرعت کے ساتھ ترقی کی ہے اور ہر قسم کی تعلیم میں ممد و معاون ہو رہا ہے اور اس کے ذریعے سے قیمتی خیالات و معلومات ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو رہے ہیں کہ ایک ہی وقت میں تمام دنیا کے لوگ اُن سے مستفید ہو سکیں تو بہت ممکن ہے کہ بین الاقوامی امن کے پرچار کے لئے بھی اس کے ذریعہ سے جلد کوئی قدم اٹھایا جا سکے اور دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے خیالات سے فائدہ اٹھا کر زیادہ سمجھدار ہو جائیں اور جنگ کی حماقتوں سے باز آ کر پیار محبت اور امن صلح سے رہنے لگیں۔

(ماخوذ) سید رضا احمد جعفری

# گرمیوں کے کھانے

جس طرح موسم کے لحاظ سے کپڑوں میں تبدیلی کی جاتی ہے اسی طرح کھانوں میں بھی کرنی چاہیئے۔

غذاؤں میں بعض چیزیں گرم تاثیر رکھتی ہیں اور بعض سرد۔ مرغن چیزیں ہمیشہ جسم کی حرارت بڑھانے والی ہوتی ہیں گرمیوں میں ان سے احتراز لازمی ہے۔ اس کے علاوہ ثقیل بھی زیادہ ہوتی ہیں اور گرمیوں کے زمانہ میں معدہ اور جگر یوں ہی بگڑے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان پر اور زیادہ بوجھ ڈالنا بیماری کو دعوت دینا ہے۔

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ گرمیوں میں بھوک کم لگتی ہے کھانے کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ گھی سے تربتر پراٹھے اور مصالحہ میں ڈوبے ہوئے سالن کی طرف دیکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ وجہ یہ ہے کہ گرمی میں جسم کو حرارت قائم رکھنے کی نہیں بلکہ حرارت کو دور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور مصالحہ روغن اور ثقیل غذائیں گرم ہوتی ہیں اس لئے فطرتاً ان کی طرف سے نفرت ہو جاتی ہے۔

گرمیوں کے موسم میں کھانوں میں پھلوں کا بہت زیادہ اضافہ کرنا چاہئے۔ یہ ہر صورت میں مفید ہیں اور انہیں کئی طرح سے دسترخوان پر پیش کیا جا سکتا ہے تاکہ طبیعت ایک ہی چیز کھا کھا کر نہ اکتا جائے۔

لیموں، سنترہ۔ انار۔ فالسے سب کے شربت بن سکتے ہیں جو مفید و مفرح ہیں۔ چا، اور قہوہ کے بدلے گرمیوں میں ان کا استعمال کرنا چاہئے۔ پھلوں کو پکا کر یعنی سٹو کرکے بھی کھایا جا سکتا ہے اور مرغن میٹھے کھانے جیسے زردہ حلوہ وغیرہ گرمیوں کے لئے یہ زیادہ موزوں ہیں۔ ابالے ہوئے پھل۔ بالائی (لیکن بہت زیادہ گاڑھی بالائی نہیں) کے ساتھ لذیذ بھی ہوں گے اور زود ہضم بھی۔ پھلوں کی آئس کریم بھی گرمیوں میں بہت پسند کی جاتی ہے۔ کچے پھل بھی کئی طرح سے پیش کئے جا سکتے ہیں سنترے چھیل کر ان کے روئے نکال کر۔ شکر چھڑک کر دینے سے بچے بہت شوق سے کھا لیتے ہیں۔ خربوزے اور تربوز بھی اسی طرح دئے جا سکتے ہیں۔ اور ان کو اگر برف میں لگا کر دیا جائے تو اور بھی اچھا ہے۔ شمالی ہندوستان کی طرف شائد اس کا رواج نہیں۔ لیکن بنگال میں کچے ناریل جنھیں ڈاب کہتے ہیں بہت کھائے جاتے ہیں اور ان کا دودھ برف میں لگا کر اور شکر ڈال کر پیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر انہیں گردوں کے لئے بہت فائدہ مند بتاتے ہیں اور قلب کے لئے بھی انہیں مفید سمجھا جاتا ہے۔ پھلوں کے بعد ترکاریوں کا نمبر ہے انہیں بہ نسبت پھل کے زیادہ کھانا چاہیئے یہ تھوڑی سی ابال کر کھائی جائیں تو سب سے اچھا ہے۔ پر ہماری زبان مزیدار کھانوں کی اتنی عاشق ہے کہ شاید ایسے سادے کھانے زیادہ نہ کھا سکے۔ لیکن ترکاریاں اس طرح بھی بنائی جا سکتی ہیں کہ مزیدار بھی ہوں اور مفید بھی مثلاً ہر طرح کے بھرتے کافی زود ہضم ہیں۔ ان میں سوائے مرچ کے اور کوئی مصالحہ نہیں ہوتا اور لیموں کا عرق پودینہ وغیرہ مفید چیزیں ہیں۔ بعض ترکاریاں کچی بھی کھائی جا سکتی ہیں جیسے ٹماٹر، مولی، گاجر، کھیرے وغیرہ۔ ان کا سیلاد بنا کر کھانا چاہئے۔ وہ اس طرح بنائی جاتی ہے کہ کچے ٹماٹروں اور کھیروں کے قتلے کاٹ لیجئے چقندر ابال کر اس کے بھی قتلے کاٹ لیجئے۔ چاہیں تو دو ایک ابالے انڈوں کے بھی قتلے کاٹ کر

ملا لیجئے۔ ان سب کے اوپر لیموں کا عرق یا سرکہ ڈالئے اور ایک بڑے سے برتن میں ان کو سجا لیجئے۔ Lettuce جنہیں اُردو میں سلید کے پتے کہتے ہیں انہیں بھی چاروں طرف سے سجا دیجئے۔ یہ انگریزی کھانوں کے ساتھ کھائی جاتی ہے مگر ہندوستانی کھانوں کے ساتھ بھی اس کو رواج دینا چاہیئے۔

گوشت یا مچھلی دن بھر میں ایک دفعہ سے زیادہ نہیں کھانی چاہیئے اور جب کھائی جائے تو بہت کم گھی اور مصالحہ کے ساتھ پراٹھے پوریاں مٹھائیاں اور پلاؤ کا کھانا گرمیوں میں ترک کر دینا چاہیئے۔

گوشت مچھلی اور دودھ کے استعمال کرنے میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ بالکل تازہ ہوں کیونکہ گرمیوں میں بہ نسبت جاڑوں کے جلد بگڑ جاتے ہیں۔

غذائیں چار قسم کی ہوتی ہیں پروٹینز Proteens کاربوہائڈ ریٹز Carbohydrates فیٹ Fat اور شوگر sugar اور صحت ونشوونما کے لئے ان چاروں قسموں کا کھانا ضروری ہے گرمیوں میں مرغن چیزیں اور گوشت کے کم کھانے سے فیٹ و پروٹین کے جسم میں کمی کا اندیشہ ہے لیکن اول تو گرمیوں کے زمانے میں جسم کو فیٹ یعنی روغن کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کہ جاڑوں میں کیونکہ روغن کی ان قسموں کی پوری کرنی چاہیئے جو کہ زود ہضم ہیں جیسے دودھ مکھن بالائی اور دہی۔ دودھ کی بالائی میں بہت اعلیٰ قسم کے پروٹین موجود ہیں دال میں بھی کافی پروٹینز ہیں۔ دہی علاوہ اس کے کہ یہ پروٹین کے لئے بہترین چیز ہے بہت مقوی اور ہاضم دافع ہے۔

ہندوستان کے کسان گرچہ اور کوئی عمدہ غذا نہیں کھاتے لیکن دہی کھانے کی وجہ سے ان کی صحت کافی اچھی رہتی ہے۔

خالص دودھ کا پینا شاید گرمی میں گراں گزرے اس لئے دودھ کو شربت بنا کر یا آئیس کریم بنا کر استعمال کیجئے۔ فرنی یا کھیر کی صورت میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ سادے چاول اگر کھائے جائیں تو یہ کاربوہائیڈریٹز کو جسم میں پہنچانے کے لئے کافی ہیں۔ اور کاربوہائیڈریٹز کی دوسری چیزوں سے زیادہ ہلکی۔ غذا کی چوتھی قسم شوگر یعنی مٹھاس ہے یہ مختلف شربتوں میں شکر کی صورت میں استعمال کی جائے گی۔ اس طرح سے قسموں کا توازن بھی قائم رہ کر گرمیوں میں کھانوں کو زیادہ زود ہضم و ہلکا بنایا جا سکتا ہے جس کے کھانے سے طبیعت میں گرانی نہ ہو۔

شائستہ اختر بانو سہروردی بی اے آنرس

# نینی تال

نینی تال سطح سمندر سے ساڑھے سات ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے تال کے کنارے ایک مندر ہے جہاں ایک نینا نامی مورتی کی پرستش ہوتی ہے اسی کے نام پر تال کا نام نینی تال مشہور ہے۔ علاوہ نینی تال کے اس کے گرد و نواح میں چھ تال اور بھی ہیں۔ مثلاً بھیم تال، نچھیا تال، کھرپہ تال، سوکھا تال، سات تال، سریا تال، جن میں سے بھیم تال، وسعت کے لحاظ سے نینی تال سے ڈیوڑھا ہے کھرپہ تال، اس سے بھی چھوٹا ہے اور سات تال سات تالوں کے مجموعے کا نام ہے جو قدرتی طور پر ایک دوسرے سے نہایت قریب واقع ہوئے ہیں اتنے کہ درمیانی خشک حصہ تین چار فٹ سے زائد نہیں۔

نینی تال ہزاروں فٹ بلند و سرسبز چوٹیوں کے درمیانی نشیب میں دو میل لمبا نصف میل چوڑا داہنی طرف کو کافی خم کھائے ہوئے پانی سے لبالب بھرا ہوا خوبصورت تالاب ہے۔ صانع حقیقی کی صناعی کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے نینی تال کو جانے والی سڑک ۱۰ فٹ چوڑی نہایت صاف اور خوبصورت ہے۔ بہنیں سن کر حیران ہوں گی۔ کہ اس سڑک نے کاٹھ گودام سے نینی تال تک پانچ سو پچھتر بل کھائے ہیں جن میں کہ ستر موڑ ایسے ہیں کہ موٹر جس طرف سے آتی ہے اسی طرف کو پھر چکر کھا کر چلنا شروع کر دیتی ہے۔ اور بعض بعض جگہ سڑک نے پورے پہاڑ کا چکر کاٹا ہے۔ اس تال کو آپ ہزاروں فٹ بلند و بالا چوٹیوں کے حصار کے درمیان محصور سمجھئے۔ اس حصار کے اندر داخل ہونے کا ایک چوٹی میں سے ہو کر محض ایک ہی راستہ ہے۔

ہلدوانی سے دس میل نیچے جنوب کی طرف لال کنواں ایک ریلوے اسٹیشن ہے جہاں سے چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں اُن ٹرینوں کے پیچھے کی طرف ایک زائد انجن لگا دیا جاتا ہے جو پہاڑ کی طرف آتی ہیں۔ ہلدوانی سے آگے جانب شمال بھی ایک ریلوے اسٹیشن کاٹھ گودام ہے۔ یہ ریل کا آخری اسٹیشن ہے جو ہلدوانی سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ کاٹھ گودام سے نینی تال اگر سیدھا ہی ناپ لیا جائے تو محض تین میل کے فاصلے پر واقع ہے لیکن پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے سیدھی سڑک بنانے کی کوئی صورت نہ تھی چنانچہ سڑک چکردار ہونے کی وجہ سے کاٹھ گودام سے نینی تال کی مسافت تین میل سے بڑھ کر اکیس میل ہو گئی ہے۔ اب سے سات آٹھ سال پیشتر کاٹھ گودام اور نینی تال کے درمیان ذریعہ آمد و رفت گھوڑے تانگے اور یکے تھے۔ لیکن آج کل یہ مسافت کار اور موٹر لاری کے ذریعے طے کی جاتی ہے۔ اس زمانے میں تانگے اور یکے نینی تال سے سات میل نیچے "بیر بھٹی" کے مقام پر رُک جاتے تھے کیونکہ اس سے اوپر چڑھائی اس قدر زیادہ ہے کہ گھوڑے کا تانگے کو مع مسافروں کے تو کجا خالی کھینچ لے جانا بھی غیر ممکن تھا۔ اور وہاں سے مسافر یا تو پیدل جاتے تھے یا گھوڑوں اور ڈانڈیوں پر۔ ڈانڈی ایک قسم کی کرسی ہوتی ہے جس کو چار قلی کندھوں پر اُٹھاتے ہیں، لیکن اب کاریں وغیرہ عازمان نینی تال کو خاص نینی تال تک پہنچا دیتی ہیں۔ نینی تال سے دو میل نیچے ٹول ٹیکس کی چوکی ہے۔ جہاں کار پر سفر کرنے والے مسافر سے فی کس دو روپے اور لاری پر سفر کرنے والے مسافروں کو ایک روپیہ فی کس علاوہ کرایا موٹر و لاری کے ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔

جہاں موٹریں جا کر ٹھیرتی ہیں وہ تال کا ایک عریض کنارہ ہے۔ نینی تال کے اس حصے کو تلی تال کہتے ہیں۔ اور یہاں سے تال کے دونوں طویل کناروں کے برابر برابر تال کے دوسرے عریض کنارے تک سڑکیں ہی چلی گئی ہیں۔ بہنیں یوں سمجھ لیں کہ درمیان میں تال ہے اس کے دونوں طویل کناروں پر سڑکیں اور اس کے بعد تال کے کناروں پر بلند و بالا پہاڑ ہیں اور تین طرف کے پہاڑوں کے ڈھلانوں پر چوٹی سے لے کر سڑک کے کنارے تک نیچے اوپر ایک منزل سے لگا کر سات منزل تک مکانات دکانیں کوٹھیاں اور بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ اگر ہم موٹر اسٹیشن پر

اوترتے ہی تال کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوں تو گویا ہم کو دائیں طرف اور سامنے کے پہاڑوں پر مکانات بنے ہوئے نظر آئیں گے لیکن تال کا بایاں طویل کنارا ایسا ہے جہاں مکانات نہیں ہیں. کیونکہ اس طرف کم از کم پہاڑ بیس فٹ سے لگا کر ساٹھ فٹ کی بلندی تک دیوار کی طرح واقع ہوا ہے ہاں! اس سے اونچائی پر سرکاری عمارتیں، گورنمنٹ ہاؤس، لاٹ صاحب کی کوٹھی، دفتر، اور دیگر نوابوں یا مہاراجوں کی کوٹھیاں وغیرہ بنی ہوئی ہیں، یہ سڑک ٹھنڈی سڑک کے نام سے موسوم کی جاتی ہے. نینا دیوی کا مندر بھی اسی سڑک پر ہے. اور سڑک کی لمبائی کے درمیان میں سیر کرنے والوں یا بارش سے بچنے کے لئے ایک شیڈ بنا ہوا ہے اس میں بنچیں وغیرہ پڑی ہوئی ہیں. میں اوپر عرض کر چکی ہوں کہ نینی تال کا وہ حصہ جہاں موٹر اسٹیشن ہے تلی تال کے نام سے موسوم ہے اور داہنے کنارے کی سڑک مال روڈ کہلاتی ہے. اور سامنے کے عریض کنارے پر جو آبادی ہے وہ ملی تال کے نام سے مشہور ہے. ڈاک خانہ، تار گھر، اور ہیڈ پولس اسٹیشن بینک اور بڑا بازار، زنانہ، و مردانہ ہاسپٹل، ویٹرنری ہاسپٹل، مارکیٹ، سبزی منڈی، مسجد، گرجا، وغیرہ سب ملی تال میں واقع ہیں. گرم سڑک کے دو حصے ہیں. ایک تال کے ساتھ ساتھ تین گز چوڑی دوسری دو گز اس سے اونچی، جو کہ بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے. اوپر والی سڑک پر جا بجا بنچیں پڑی ہیں. اور گرم سڑک کے اسی طرف تال کے کنارے نواب رام وغیرہ کے کئی گھر بھی بنے ہوئے ہیں. اور ہوٹل بھی اسی طرف ہیں. تال کا جو کنارا ملی تال کی جانب ہے اس کنارے سے ملا ہوا ایک وسیع میدان ہے. اس میدان کو فلیڈ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے. اسی میدان میں پولو، ٹینس، اور دیگر کھیل وغیرہ ہوتے ہیں. سوائے گورنر کی موٹر کے نینی تال کی سڑکوں پر کار چلانا ممنوع ہے. اگر کسی کو سواری کی ضرورت ہو تو رکشا یا ڈانڈی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے ہیں. اور وہ امیر آدمی جن کی کوٹھیاں وغیرہ سینکڑوں فٹ بلندی پر واقع ہیں. وہ بھی ڈانڈی ہی کے ذریعے اپنے مکانوں تک پہنچتے اور اوترتے ہیں. یہ تو تھا نینی تال کا جغرافیائی محل وقوع اب میرے چشم دید حالات سنئے.

گذشتہ سال ۱۷ر جولائی کو جناب والد صاحب کا دعوتی خط ہم کو شام کی ڈاک سے ملا ہم لوگوں نے اسی وقت تیاری کی اور صبح چھ بجے موٹر اسٹیشن پر پہنچ کر موٹر میں سوار ہو گئے، چھوٹے اور منجھلے بھائی گھر ہی پر رہے اس وقت ہم چار آدمیوں کو جانا تھا یعنی محترمہ امی جان. میں. عزیزہ بدرالنساء اور ملازم سلیم. گرمی سخت تھی ہم برقعوں کی وجہ سے اور بھی پریشان تھے. لیکن جب وقت موٹر روانہ ہوئی تو جان میں جان آئی اور پھر تو جوں جوں آگے بڑھتے تھے گرمی کم ہوتی جا رہی تھی. کاٹھ گودام سے چار میل اوپر تک تو ہم لوگوں کا دیکھا ہوا تھا. لیکن اس سے اوپر ہمارا اولین سفر تھا. جولائی کا آخری ہفتہ یہ وہ موسم تھا جبکہ نشیبی میدانوں میں بھی برسات کے پانی کی مدد سے زمین کی قوت روئیدگی تیزی سے برسر عمل ہو جایا کرتی ہے اور تمام میدانوں کو حسین سبزے سے ڈھانپ لیتی ہے. اور اس وقت تو ہماری موٹر پہاڑ کے سینے ہی پر دوڑ رہی تھی جس کو انواع و اقسام کی نباتات کا گہوارہ کہئے تو بیجا نہیں! سڑک کے ایک طرف سر بفلک بے شمار جڑی بوٹیوں سے ڈھکا ہوا پہاڑ تھا اور اس میں جا بجا سوتیں و چشمے جاری تھے. اور دوسری طرف سینکڑوں فٹ نیچے جڑی بوٹیوں سے لگا کر پچاس ساٹھ فٹ بلند چیڑ کے درخت اور دیگر پہاڑی درختوں سے ڈھکی ہوئی گہرائیاں!

جابجا آبشاروں کا گرنا اور پانی کا جھاگ کی شکل میں تبدیل ہو کر بہتے ہوئے نظر آنا، پانی کا شور، اور اس کا چادر سیکڑوں کی صورت میں ہزاروں رنگ برنگ کے خوبصورت پتھروں پر سے گزرنا اور جا بجا دو دو چار چار اور اس سے زیادہ پکے مکانوں اور جھونپڑیوں کے گاؤں اور ان سے متصل ہی سیڑھیوں کی صورت میں بنے ہوئے دہانوں کے حسین کھیت، اور درمیانی گہرائی سے دوسری طرف اونچے اونچے سرسبز پہاڑوں کا سلسلہ نظر آتا ہے حد مسحور کن منظر تھا. ہماری موٹر فراٹے بھرتی ہوئی جا رہی تھی اس لئے دو چار لمحوں سے زیادہ ایک جگہ تاز نظر کا قرار مشکل تھا.

چکر کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو موٹر میں بیٹھ کر متلی ہونے لگتی ہے. اسی طرح ہمارا ایک نوکر بھی موٹر میں بیٹھ ہی نہیں سکتا وہ ہمیشہ پیدل ہی جاتا [illegible] جانے والوں کے لئے کم چڑھائی کا راستہ ہے. موٹر بہت کم جھٹکے کھاتی رہتی ہے بیٹھنے والوں کو ایک جگہ قرار نہیں رہتا. پیدل جگہ بلندے

سڑک بالکل ڈھکی ہوئی معلوم ہوتی تھی، لیکن جب موٹر قریب پہنچی تو سوائے دھوئیں کے وہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اس موسم میں پہاڑ پر بادل ہر دم چھایا رہتا ہے، اور کبھی صاف بھی ہوجاتا ہے، یہ قدرتی مناظر مجھ پر ایک محویت طاری کئے ہوئے تھے کہ ایک جگہ موٹر ٹھیر گئی۔ یہاں سے نینی تال ۹ میل کے فاصلے پر تھا جو لوگ ٹول ٹیکس ادا نہیں کرتے وہ یہاں سے پیدل نینی تال جاتے ہیں، بعض بعض جگہ تو موٹر ایسی جگہ پہنچی کہ جس سڑک پر موٹر جارہی ہوتی تھی اس سے نیچے دو دو سڑکیں نظر آتی تھیں، مثلاً اگر ایک تین سو فٹ نیچے تھی تو دوسری دو سو فٹ نیچے۔ اور یقین نہ آتا تھا کہ اس گہرائی سے ہم اس اونچائی پر کس طرح پہنچ گئے ہیں، اور اس قدر خوفناک ڈھال کو موٹر کس صورت میں طے کر آئی ہے! میں تو اس قدر محو تھی کہ تن بدن کا ہوش نہ تھا لیکن موٹر کی پوں پوں بار بار مجھے چونکا دیتی تھی موٹر ڈرائیور کو ہر موڑ پر ہارن بجانا ضروری ہوتا ہے ......! سینکڑوں فٹ دور تک گہرائیوں میں بادل تیرتے ہوئے بہت ہی اچھے معلوم ہو رہے تھے اور ہم ان بادلوں سے سینکڑوں فٹ اونچائی پر تھے کئی ایک جگہ ایسی بھی تھیں۔ جہاں سے سینکڑوں میل دور تک نشیبی میدان دکھائی دیتا تھا۔ موٹر آگے بڑھتی چلی جارہی تھی ٹول ٹیکس کی چوکی پر پھر آئی ہم نے ٹیکس ادا کیا۔ یہاں سے نینی تال نظر آنے لگا تھا۔ یوں تو کاٹھ گودام سے چھ میل اوپر ہی سے نینی تال کی آبادی نظر آنے لگی تھی اور کئی میل تک دکھائی دیتی رہی کبھی کسی پہاڑی کی اوٹ میں آجاتی تھی لیکن پھر نظر آنے لگتی تھی۔ اور بعد میں تو ایسی روپوش ہوئی کہ نینی تال سے دو تین میل قریب جاکر ہی دکھائی دی) اب نینی تال ہمارے سامنے تھا۔ زرد، سفید، سرخ، رنگ کے ننھے ننھے دھبے سرسبز پہاڑ میں بے حد بھلے معلوم ہو رہے تھے (یہ کوٹھیاں تھیں) اے کاش ......! کہ میں ہمیشہ یہیں اپنی زندگی گزار سکتی فطرت کی رنگینیاں قدرت کی طلسم کاریاں مجھے بہت جلد اپنے میں جذب کرلیتی ہیں ......!!! میں اپنے ماحول سے بے خبر بیٹھی ہوئی تھی......! سورج کی تپش ہوا کی گرمی یہ دونوں چیزیں تو گویا ہم سے کاٹھ گودام ہی سے سلام کرکے رخصت ہوچکی تھیں ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار ہوا کے جھونکے آرہے تھے اور میں محو تماشا تھی اس قدر کہ میرے منہ سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا کہ سامنے موٹر اسٹیشن نظر پڑا تو میں چونکی اور ہم لوگوں نے برقعے وغیرہ ٹھیک کئے ہمارا دوسرا ملازم اسٹیشن پر موجود تھا کار کے رکتے ہی دائی بیسیوں کی تعداد میں موٹر کو گھیر کر کھڑے ہوگئے اور کار کے چاروں طرف خاکی رنگ کی دیوار سی بن گئی (یہ لوگ پہاڑی باشندے ہیں جو مسافروں کا سامان وغیرہ اٹھا کر جائے قیام تک پہنچا آتے ہیں ان کی زبان میں دائی کے معنی بھائی کے ہیں اس لئے سب ان کو دائی ہی کہہ کر پکارتے ہیں) موٹر کو اس قدر گھیر لیا کہ اترنا مشکل ہوگیا آخر نوکر نے ہٹایا تو مشکل سے ہٹے تب ہم لوگ اترے اور وہاں سے سیدھے گرم سڑک پر سے ہوتے ہوئے تلی تال کی جانب روانہ ہوئے مجھے یہ بالکل معلوم نہ تھا کہ میرا پاؤں کدھر پڑ رہا ہے حیرت سے میرا منہ کھلا ہوا تھا.... !!! اللہ اللہ!! ایک وہ جگہ جہاں کہ ایسی جھلسا دینے والی گرمی اور ایک یہ جگہ جہاں گرم لباس میں ملبوس ہونے کی ضرورت تھی تال کے کنارے کنارے ہم جارہے تھے (حسن کا خزانہ کہئے، یا مصور فطرت کا نگار خانہ سمجھئے) اس وقت ہمارے پیش نظر تھا۔ اللہ اکبر! میدان میں یہ لطافت یہ نزہت یہ سبزہ زاریاں یہ حسن کی فراوانیاں کہاں؟! جو قدرت نے دنیا سے الگ تھلگ واقع ہونے والے اس زاویہ خموش کو بخشا ہے ... !!! حسین تالاب کی حسین موجیں اٹھ اٹھ کر کنارے سے ٹکرا رہی تھیں ننھی ننھی مچھلیاں جست بھر بھر کر ادھر ادھر تیرتی پھر رہی تھیں۔ کچھ بطیں، اور بگلے سطح آب پر خراماں خراماں خوش فعلیاں کرتے پھر رہے تھے۔ بسمت مخالف کے سربفلک پہاڑ کا پورا عکس تال میں نظر آرہا تھا دو چار کشتیاں بھی تیر رہی تھیں۔

اللہ اکبر! یہ فطرتی نزہت کے مظاہرے یہ حسن قدرتی کی فرودگاہیں یہ باغبان قدرت کی چمن بندیاں کچھ دیکھنے ہی تعلق رکھتی ہیں ورنہ قلم میں یہ طاقت کہاں کہ مشاطۂ قدرت کی رنگینیوں کا نقشہ کاغذ پر اتار سکے۔ میں دنیا ومافیہا سے بے خبر بے اختیار ہوکر چلی جارہی تھی کہ محترمہ امی جان کی محبت آمیز آواز مجھے یہ کہتی ہوئی سنائی دی "ذرا ٹھیرو میں تھک گئی ہوں ذرا بیٹھ جاؤ تاکہ میں دم لے لوں"۔ ہم لوگ ٹھیر گئے اور امی جان ایک بڑے پتھر پر آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئیں۔ پانچ چھ منٹ بعد ہم لوگ پھر روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور آگے بڑھ کر نوکر نے کہا کہ ہم

جائے قیام پر پہونچ گئے ہیں۔ یہ مکان ایک ڈاکٹر صاحب کا تھا جو کہ ایک مرتفع ٹیلے پر بنا ہوا تھا۔ اوپر پہنچ کر ہم لوگ اندر گئے۔ ہماری میزبان بیویوں میں
ایک ڈاکٹر صاحب کی سالی اور ایک ان کی جوان العمر لڑکی اور بیگم ڈاکٹر صاحب تھیں۔ اُنہوں نے بہت خاطر سے بٹھایا یہ لوگ بہت ہی ملنسار محبت کرنے
والے ہیں۔ ہم لوگ ہلدوانی سے ۷ بجے روانہ ہوئے اور نو بجے نینی تال پہنچ گئے تھے۔ میرے لئے اس قدر قلیل عرصے میں ایک گرم جگہ سے ایک
سرد جگہ پر پہنچ جانا انتہائی تعجب خیز تھا۔ برقعے اُتارتے ہی سردی محسوس ہونے لگی سب نے شالیں اوڑھ لیں جائے پی تب کہیں ہاتھ پاؤں گرم
ہوئے۔ یہ مکان جس میں ہم ٹھیرے ہوئے تھے بحیثیت عمارت کے بہت ہی خوبصورت تھا۔ دوسری منزل کے کمرے میں بیٹھے بیٹھے سب طرف
کا منظر نظر آتا رہتا ہے نینی تال کے شمال مغرب کی جانب ایک بے حد اونچا دیوار کی صورت کا پہاڑ ہے جگہ باوجود اس سرسبز کوہساری دنیا ہی کا
ایک حصہ ہونے کے سبزی کے نام سے بھی واقف نہیں۔ اس پہاڑ کو چینا پہاڑ کہتے ہیں اس کی مسافت نینی تال سے سات میل ہے اس پہاڑ پر
ایک بزرگ کی موجودگی بھی بتلائی جاتی ہے ان کا نام بھی چینا بابا ہے اکثر عقیدت مند لوگ ان سے ملنے کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن وہ شاذ و نادر
ہی ملتے ہیں۔ اور بعض اوقات ملتے بھی ہیں تو بولتے نہیں۔ سنا جاتا ہے کہ کبھی کسی آدمی سے بات چیت کر لیتے ہیں۔ اس پہاڑ کی چڑھائی بالکل سیدھی
ہے جس پر چڑھنا بہت مشکل ہے۔ جانے والے ڈانڈی کے ذریعے پہنچتے ہیں سنا ہے! وہاں سے برفستان، چین، تبت، وغیرہ نظر آتے ہیں۔ اس
پہاڑ کے سوا نینی تال کے چاروں طرف پہاڑوں پر کوٹھیاں ہی کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں۔ نہیں!! یوں نہ سمجھ لیں کہ برابر برابر اوپر نیچے کوٹھیاں
بنی ہوئی ہیں نہیں! بلکہ دور دور اور بے ترتیب! ہر کوٹھی تک پہونچنے کے لئے کم چوڑی صاف خوبصورت سڑکیں بنی ہوئی ہیں جن کے اس
جانب جس طرف گہرائی ہوتی ہے۔ تھوڑی تھوڑی دور پر سفید وارنش کئے ہوئے تین تین چار چار فٹ اونچے کھمبے استادہ کر کے درمیان میں
اور جا بجا بجلی کی روشنی کا بھی انتظام ہے۔ اور اس کے علاوہ نینی تال کے نشیبی حصے میں بہت گنجان مکانیت اور
آبادی ہے نیچے سے دیکھنے میں اونچائی پر بنی ہوئی کوٹھیاں بہت چھوٹی چھوٹی گھروندوں کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ میری ناقص سمجھ میں
تو یہی نہ آتا تھا کہ اس قدر بلندی پر بنے ہوئے مکانوں کے مکین ہر صبح شام اپنے لئے سامان خورونوش کیونکر بہم پہونچاتے ہوں گے! نینی تال
کو تو گویا بادل کا گھر ہی سمجھئے دور سے ایک زبردست بادل آتا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن قریب آتے ہی دھوئیں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔
مینہ کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں تھوڑی دیر میں بادل تال تک اتر آتے ہیں اور بجائے کشتیوں کے سحابی دنیا تیرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور
پھر دو منٹ میں فضائے آسمانی تک صاف ہو جاتی ہے۔

باوجودیکہ اس وقت میں ساڑھے سات ہزار فٹ کی بلندی پر تھی لیکن! یہاں پر بھی چاروں طرف ہزاروں فٹ اونچائی نظر آتی تھی
خدا معلوم میں کتنے عرصے تک انہیں خیالات کی دنیا میں کھوئی ہوئی در آندشے میں ٹہلتی رہی۔ آخر کھانا کھانے کا وقت آگیا کھانے وغیرہ سے
فراغت پاکر نماز پڑھی اور پھر ہم سب لوگ مع میزبان بیویوں کے سیر کے لئے روانہ ہوئے۔ اللہ اللہ ان مناظر کا بیان کن الفاظ میں کروں جو اس وقت
میرے پیش نظر تھے! آفتاب کی زرپاش کرنیں اونچے اونچے پہاڑی درختوں کے جھنڈوں میں رقصاں ہیں۔ آب منجمد کے منتشر ٹکڑوں پر ان
شعاعوں نے قوس و قزح کے پیارے پیارے رنگ پیدا کر رکھے ہیں۔ بچوں کی چہل پہل، اور ساری دنیا کے اس حسین خزانۂ آب کی بے نظیر آئینہ
داری سبز رنگ کی فراوانی ہر چہار جانب فلک اس پہاڑی ڈھلوانوں پر ہزارہا مکانات کی موجودگی، یہ تمام مناظر میری نظر کے سامنے تھے حیرت سے
میرا منہ کھلا ہوا تھا اور نہ معلوم میرا قدم کس طرف پڑ رہا تھا کہ اچانک میری محویت کو توڑنے کے لئے دل میں نماز عصر کا خیال پیدا ہوا اور ہم سب واپس
واپس ہوئے گھر پہنچے اور سب نے نماز ادا کی۔

یہاں چھ بجے شام کو بھی کافی اندھیرا ہو جاتا ہے اس لئے چھ بجے سے پیشتر ہی میونسپلٹی کے تمام لیمپ روشن کر دئے جاتے ہیں۔ رات کے
سات بجے دبارہ کھانا کھائے ہم سب ملازم کو بھی اپنے ساتھ لے کر میزبان بیویوں کی معیت میں سیر کے لئے نکلے۔ بیگم ڈاکٹر صاحب ہم کو اپنی ایک

سہیلی کے یہاں لے گئیں۔ ان کا یہ مکان نینی تال کے بڑے بازار میں واقع تھا۔ بہنیں یاد رکھیں...... کہ نام اگرچہ بڑا بازار ہے لیکن ہوگا کوئی ستو اور دو سو قدم کے درمیان۔ بازار کے مکانات کے نیچے دکانیں بنی ہوئی ہیں۔ فرش پتھر اور سمنٹ کا دیواریں اور چھت لکڑی کی وجہ کہ بہت ہی خوبصورت بنائی جاتی ہیں، چھت کی صورت ریل کی طرح بنی ہوئی ہوتی ہے اور اس چھت کی بلندی اتنی کہ ہر سات سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ایک منزل ختم ہو جاتی ہے یا یوں سمجھئے کہ کمرے میں کھڑے ہو کر اگر اوپر ہاتھ اُٹھائیں تو ہمارا ہاتھ چھت کو چھو سکتا ہے۔ اسی صورت سے سات سات منزلہ مکان بنے ہوئے ہیں۔ اور زینہ کی چوڑائی دو پونے دو فٹ اور سیڑھیاں بھی لکڑی کی بنی ہوئی ہر جگہ لکڑی اور پتھر کا کام ہے، اور ان دونوں ہی چیزوں کی یہاں کمی نہیں۔ اینٹ یہاں پر دیکھنے میں بھی نہیں آتی ہر مکان کے ہر کمرے میں بجلی موجود ہے جن محترمہ کے یہاں ہم گئے تھے وہ بھی تیسری منزل میں رہتی تھیں بڑی مشکل سے زینہ طے کیا اس طرح سے کہ امی جان نیچے برقی پاش (ریٹری) لئے کھڑی رہیں اور ہم سب ایک ایک کرکے اوپر پہونچے تو وہ خود اوپر تشریف لائیں۔ صاحب خانہ نے چائے مٹھائی پان وغیرہ سے تواضع کی کوئی ایک گھنٹہ بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے اب یہ سب بھی ہمارے ساتھ تھیں اور ہم سب ایک قافلے کی صورت میں ہنستے ہنساتے تالاب کی جانب روانہ ہوئے: تالاب کے کنارے فیلڈ سے ملا ہوا ایک بڑا سا گول شیڈ بنا ہوا ہے اس کے چاروں طرف دو فٹ اونچا لوہے کا جنگلا لگا یا گیا ہے جنگلے کے اندر کی طرف بنچیں پڑی ہیں۔ اس شیڈ کا فرش بھی زمین سے تین ساڑھے تین فٹ اونچا ہے یہاں کھیل وغیرہ کے اوقات میں میونسپلٹی کی طرف سے باجا بجتا رہتا ہے۔ سب یہاں پہونچے کچھ بیویاں بنچوں پر بیٹھ گئیں۔ ہم سب لڑکیاں، اور امی جان محترمہ۔ تالاب کا منظر دیکھنے میں محو ہو گئیں۔ بدر النساء اور دیگر لڑکیاں چھوٹے چھوٹے پتھر تال میں پھینکتی رہیں ہر پتھر کے گرنے سے پانی کے ننھے ننھے دائرے پیدا ہو کر چھوٹی چھوٹی موجوں میں تبدیل ہو جاتے تھے جس کو ہم برقی پاش ڈال ڈال کر دیکھتے رہے تھے۔ اس وقت ہر چہار جانب کے پہاڑوں نے (جواب سے چند گھنٹے پیشتر خورشید جہاں تاب کی روشنی میں حیرت انگیز حسن کا گہوارہ بنے ہوئے نظر آتے تھے) بجائے سبز کے سیاہ لباس پہن رکھا تھا اور ان کی اس سیاہ پوشاک پر بے شمار برقی قمقمے جگمگا رہے تھے۔ گویا...... !! اس طرح اس وقت بھی یہ فلک شگاف بلندیاں نہایت دل فریب اور جاذب توجہ بنی ہوئی تھیں ان برقی قمقموں کا عکس تال کے اندر نہایت دلفریب اور پیارا معلوم ہوتا تھا۔ آسمان بھی اس وقت سحاب کی آلودگی سے پاک تھا ستارے جگمگا رہے تھے ستاروں اور قمقموں کا عکس کچھ اس قدر جاذب نظر تھا کہ اس کی تعریف قلم کی زبان سے کرنا گویا کوشش لاحاصل ہے !! اگر ایک طرف قدرت کی رنگینیاں دیکھ کر بے ساختہ سبحان اللہ کہنے کو دل چاہتا تھا تو دوسری طرف انسان کی صناعی بھی کچھ حیرت انگیز نہ تھی۔ اللہ رے حضرت انسان کی تگ و تاز...... !! ہر نشیب و فراز میں اور ہزاروں فٹ بلندیوں اور اسی قدر گہرائیوں میں اس کان فراست کا نشان ہستی موجود تھا ہم انہیں کھیلوں میں مصروف تھے کچھ دیر بعد سب بی بیوں نے چلنے کا ارادہ کیا ہم بھی ساتھ ہوئے اور سب گرم سڑک پر بہت دور تک آہستہ آہستہ ٹہلتے چلے گئے۔ جب امی جان اور بیگم ڈاکٹر صاحب تھک گئیں تو واپس ہوئے۔ بھلا ہم لڑکیاں کب تھکنے والی تھیں۔ اگر کوئی میل سنکڑوں میل دنیا دکھانے کو کہتا تو بھی ہم بخوشی منظور کر لیتیں اور یہ تو تھا صرف نینی تال۔ ہم نے ضد کی کہ ہم آگے جائیں گے لیکن پھر بزرگوں کا پاس ادب مانع ہوا اور ہم فیلڈ میں سے ہوتے ہوئے گھر واپس آئے۔ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا اور اسی طرح مذاق کہتے کراتے رات کے ایک بجے سوئے اللہ اکبر!! کہاں تو وہ جگہ جہاں رات کے وقت کھلے صحن میں لیٹیں اور پنکھا بھی جھلیں تب بھی چین نہ آئے اور ایک یہ جگہ جہاں کمرے کے اندر لحاف اوڑھ کر سوئے خداوند کریم کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

صبح بیدار ہوئے نماز سے فراغت پا کر چائے پی۔ امی جان محترمہ۔ عزیزہ بدر النساء، بیگم ڈاکٹر صاحب ہیں۔ ملازم اور دو بچے سب مل کر سوکھا تال دیکھنے کے واسطے گئے۔ یہ تال انگریزوں کے قبرستان کے قریب ہے اکثر خشک رہتا ہے اس لئے اس کا نام بھی سوکھا تال ہے بیگم ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ اس میں اتنا پانی بھر گیا تھا کہ گہرائی ہاتھی ڈباؤ سے بھی زیادہ تھی: یہیں ایک ٹیلے پر اس قبرستان کے

متعلق ایک چھوٹا سا گرجا بھی ہے۔ جابجا دیگر کوٹھیاں بھی بنی ہوئی ہیں۔ قبرستان کے باہر کی جانب بہت کچھ قدرتی پھول کھلے ہوئے تھے محترمہ آمی جان نے چند ایک قبروں کے کتبے پڑھے اس کے بعد محترمہ امی جان اور بیگم ڈاکٹر صاحب ایک پُر فضا مقام پر بیٹھ گئیں۔ میں اور عزیزہ بدر النسا اور ڈاکٹر صاحب کے بچے ہم سب کھیلتے ہوئے دور تک نکل گئے یہاں پر ایک بچھو گھاس ہوتی ہے جس کے چھو جانے سے سخت جلن ہونے لگتی ہے لیکن اسی گھاس کی جڑ بعض پالک کی شکل کے پتے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ان پتوں کو جلن کی جگہ پر مل دیا جائے فوراً جلن موقوف گویا اذیت اور راحت ایک ہی جگہ جمع ہیں۔

سوکھے تال کو دیکھنے کے بعد واپسی پر ایک ایسی جگہ سڑک کے کنارے آدھ گھنٹے تک بیٹھ کر ملی تال کا دلفریب منظر دیکھتے رہے تھے ہم اس وقت اتنی اونچائی پر تھے کہ سارا ملی تال گہرائی میں ہمارے پیش نظر تھا سوکھے تال سے واپس آکر کھانا کھایا اور نماز ظہر سے فارغ ہو کر پھر سیر کے لئے روانہ ہوئے۔ بیگم ڈاکٹر صاحب کو چونکہ اپنی ملنے والیوں کے یہاں تلی تال کے ایک محلے کالے خاں جانا تھا اس لئے ٹھنڈی سڑک پر سے ہوتے ہوئے گئے۔ ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے پائے تھے کہ بارش نے گھیر لیا چھتریاں ہم سب کے پاس تھیں اور علاوہ اس کے برساتیاں یعنی واٹر پروف بھی ہم سب برقعوں کے اندر پہنے ہوئے تھیں۔ تیز تیز قدم اُٹھاتے شہر میں پہنچے (جس کا میں اوپر ذکر کر چکی ہوں) دس منٹ میں بارش تھم گئی تین چار ہندو عورتیں بھی پیچھے آگئیں ہم آگے روانہ ہوئے اور نینا دیوی کے مندر کے پاس پہنچے۔ یہ ہندو خواتین وہاں پیسے بتاشے چڑھانے اور سر نیاز جھکانے میں مصروف ہو گئیں کسی بت کے دیکھنے کا مجھے یہ پہلا موقع تھا جہاں سے تال نے بل کھایا ہے پہاڑ کے اس موڑ کی کوئی بارہ فٹ بلندی پر پہاڑ کا ایک حصہ گیروے رنگا ہوا تھا اور پتھر میں دو کانچ کی آنکھیں نصب تھیں کچھ گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ یہ مندر کی کل کائنات تھی اللہ اللہ ان کی نظروں میں ان کی حاجت روا ہے۔ انسان کی عقل کو کیا کہئے خود ہی بناتا ہے اور پھر خدا سمجھ کر پرستش بھی کرتا ہے۔ ہم لوگ ان کو وہیں مصروف عبادت چھوڑ کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے موٹر اسٹیشن پر سے ہوتے ہوئے محلہ کالے خاں پہنچے۔ اس جگہ کوئی بھی مکان دو ساتھ بنے ہوئے نہیں ہیں کوئی مکان چار گز اونچا کوئی آٹھ گز نیچا۔ اور ایک کوٹھی تو کچھ ایسی جگہ بنی ہوئی تھی کہ اس تک جاتے ہوئے سخت خوف معلوم ہو رہا تھا اتفاق سے جانا بھی ہم کو اسی کوٹھی میں تھا۔ امی جان تو اس گہرائی اور ڈھالو راستے کو طے کرنے کے لئے کسی صورت راضی نہ تھیں لیکن بیگم ڈاکٹر صاحب سخت مصر تھیں ہم کو اترتے ہوئے اتنا خوف نہیں معلوم ہوا۔ اس کوٹھی میں پہنچے اور وہیں نماز عصر ادا کی انہوں نے چائے مٹھائی پان وغیرہ سے تواضع کی۔ ہم سب کوٹھی کے ایک پہلو کی طرف جا کر کھڑے ہوئے اس قدر خوبصورت منظر تھا کہ بیان سے باہر ہے اس طرف بہت بڑے بڑے کھڈ تھے ان میں بادل بھرے ہوئے تھے اور بہت ہی آہستہ آہستہ اوپر کو اُٹھ رہے تھے۔ غروب آفتاب کا وقت قریب تھا شفق پھولی ہوئی تھی ان حباب سے بادلوں کا ہلکا ہلکا شہابی رنگ نہایت پیارا معلوم ہو رہا تھا یہ بادل ہم سے کوئی تیس چالیس گز کے فاصلے پر تھے دل چاہتا تھا کہ کھڑے دیکھا ہی کریں وہیں پر ایک بہت وسیع گہرائی میں تین چار مکان بنے ہوئے تھے۔ ان گھروں کے سامنے گھوڑے چر رہے تھے جو کہ بکری کے برابر نظر آتے تھے۔ ہوا کے سرد اور تیز جھونکوں کے سبب اس جگہ کھڑا ہونا دشوار تھا آخر ہم لوگ تیز ہوا کی اس شوخی سے تنگ آکر اندر آگئے اور وہیں نماز مغرب ادا کی پھر جائے قیام کی طرف گرم سڑک پر سے ہوتے ہوئے روانہ ہوئے جو کہ یہاں سے سوا دو میل کے فاصلے پر تھی۔ اثنائے راہ میں امی جان اور بیگم ڈاکٹر صاحب دو جگہ تھک کر ٹھیریں اور بنچوں پر بیٹھ کر آرام کیا۔ اگرچہ جابجا قلی رکشائے موجود تھے لیکن امی جان کو یہ سواری قطعی ناپسند تھی ان کا قول ہے کہ سیر کا لطف کچھ پیدل چلنے ہی میں ہے آپ نے خیال فرمایا ہوگا کہ سڑکیں بالکل سیدھی بنی ہوئی ہوں گی۔ مگر یہاں کی تو سوائے مال روڈ کے کوئی بھی سڑک دو گز برابر نہیں۔ ہر جگہ چڑھائی یا ڈھال نیچے اترنے میں معلوم ہوتا ہے کہ ہم گر پڑیں گے اور اگر اوپر کی طرف جانا ہوتا ہے تو منزل مقصود پر نظر پڑتے ہی انسان کی ہمت جواب دیتی نظر آتی ہے بالآخر تیسرے روز شام کو مراجعت کی ٹھیری گھر سے روانہ ہوتے ہی بارش ہماری تواضع میں مصروف ہو گئی تھی اسی صورت میں موٹر اسٹیشن تک آئے صحبت کیش اور بے تکلف میزبانوں کا کچھ بے ساختہ متعارہ وائگی کے وقت چشم تر ان کو خدا حافظ کہتے ہوئے بذریعہ موٹر روانہ ہوئے۔ راستہ بھر بارش ہوتی رہی اس لئے ہم دوبارہ نشیبی سہد ان کے کوہ دیکھ سکے آخر کار شام کو ساڑھے پانچ بجے ہم لوگ مع قبلہ والد صاحب مع الخیر ہلدوانی پہنچ گئے۔

رفیق النسا ہلدوانی

# رسم چھٹی اور زچہ کا غسل

ہمارے یہاں زمانہ قدیم سے چھٹی کی رسم رائج ہے جو بہت دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ اور زچہ و بچہ دونوں کو نہلانا ضروری خیال کیا جاتا ہے لیکن میری ناقص رائے میں یہ لازمی طور پر چھٹے دن کا غسل اکثر اوقات زچہ کے لئے مضر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں بخار کا اندیشہ ہے زیادہ تر ایسا سنا گیا ہے کہ "بوا چھٹی سے پہلے تک کان ہی گرم نہ ہوا تھا بس اُس روز کا نہلانا غضب ہوگیا نہلاتے ہی جو جاڑے سے بخار چڑھا ہے تو بیوی آج کا دن ہے کسی طرح بخار پیچھا ہی نہیں چھوڑتا شروع میں تو یہی تیسرے چوتھے آجایا کرتا تھا مگر اب تو ہلکی حرارت رہنے لگی ہے۔"

اگر کسی کو ڈاکٹر چھٹے دن نہلانے سے روکتا ہے تو بڑی بوڑھیاں اعتراض کے طور پر فرماتی ہیں کہ آخر ہمارے بھی تو اتنے بچے ہوئے اور ہمیشہ چھٹے دن نہا دھوکر کھڑے ہوگئے۔ اور سب ہی کچھ کھایا پیا اب دیکھو زندہ بیٹھے ہیں کچھ بھی نہیں ہوا۔ مگر ان بھولے بھالے زمانہ کی بیویوں کو اُس زمانہ سے ہمارا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور نہ وہ برتاؤ ہمارے ساتھ کرنا چاہئے جو اُن کے بزرگوں نے اُن کے ساتھ کیا کیونکہ جوں جوں ہم زیادہ مہذب ہوتے جاتے ہیں مشنری وغیرہ کی نئی ایجادوں سے فائدہ اُٹھاتے جاتے ہیں ہماری عقلیں بڑھتی اور جسمانی قوت کم ہوتی جاتی ہے۔ نیز اُس زمانہ کی بہویں تھیں بھی بڑی باہمت خدا اُن کی طرح ہمت اور قوت ہمیں بھی عطا کرے آمین۔

زچگی کے بعد کا پہلا ہفتہ بہت نازک ہوتا ہے جس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے بہ نسبت اِس کے دوسرے ہفتہ میں اتنا ڈر نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ دو ہفتہ تک زچہ بالکل اسی طریقہ سے رہے جیسا کہ پرانے زمانے میں چھ دن احتیاط ہوتی تھی کھلانے پلانے میں بھی اور غسل کے معاملہ میں بھی۔

آج کل کی زچائیں اچھوانی مرغن حلوے اور میوے وغیرہ تو ہضم نہیں کرسکتیں لہذا ڈبل روٹی کے ٹوسٹ یا ف برائلڈ انڈا سوئے پالک کا شوربہ پتلی مونگ کی دال وغیرہ ایسی چیزیں دینی چاہئیں لیکن یہ سب چیزیں چھ دن کے بعد دینے کی ہیں چھ روز سے پہلے اناج ہرگز نہ دیا جائے۔ شاید کوئی بہن یہ کہیں کہ چھ دن تک کیا زچہ کو فاقہ سے رکھا جائے؟ یہی تو زمانہ مقوی خوراک کھلانے کا ہوتا ہے جب تک کچھ کھائے گی نہیں بیٹھے گی کس طرح بچے کو دودھ کیسے ہوگا؟ لیکن یہ کوئی مشکل بات نہیں دودھ اوولٹین [illegible] کیلے وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ چھ روز تو کیا انسان مہینوں انہیں کھاکر بغیر رزق کے رہ سکتا ہے۔ دفتر عصمت نے کپتان ڈاکٹر نصیرالدین صاحب کی دو کتابیں حاملہ و زچہ شائع کی ہیں شاید ان سے بہتر کتابیں آج تک اس موضوع پر نہیں لکھی گئیں میں اپنی سب عصمتی بہنوں سے التجا کرتی ہوں کہ ہر بہن ایک بار ضرور ان کتابوں کو دیکھ کر اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔ نیز جو احسان ڈاکٹر صاحب موصوف نے نسوانی دنیا کیلئے [illegible] اس سے آگاہ ہوں۔

صابرہ بانو مسز عاقل محمد خاں بی۔ اے۔ ایل ایل بی

# خوبصورت آنکھیں

خوبصورت آنکھ عطیۂ خداوندی ہے لیکن اگر اس کو خوبصورت بنانے کی کوشش کی جائے تو ہو سکتی ہے عموماً خواتین اپنی آنکھوں کی جانب کوئی توجہ نہیں کرتیں اور اس قدر لاپرواہی برتتی ہیں کہ اگر آنکھیں خوبصورت ہوں بھی تو بری نظر آنے لگیں خوبصورت چمکیلی آنکھیں اپنے اندر ایک بہت بڑا سحر اور کشش پوشیدہ رکھتی ہیں اس لئے لازم ہے کہ آنکھ کی حفاظت اور صفائی کا خاص خیال رکھا جائے اور اس کی صفائی اور حفاظت کا سب سے آسان اور بے ضرر طریقہ یہ ہے کہ انہیں روزانہ نیم گرم پانی میں تھوڑا بورک ایسڈ Borick acid ڈال کر دھو دینا چاہئے اس سے آنکھیں کھلی اور صاف چمکدار ہو جاتی ہیں اور آنکھوں کی بینائی کو بہت بڑی مدد ملتی ہے اور آنکھوں کے اردگرد کے ننے ننے پٹھے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ باہر کی ہر نقصان دہ چیز کو آنکھوں میں داخل ہونے سے بچائیں علاوہ ازیں انگریزی دوا فروشوں سے کئی ایسی بنی بنائی ادویات بھی دستیاب ہو سکتی ہیں جو آنکھوں کی حفاظت میں بہت بڑی مددگار ثابت ہو سکیں۔

تھکی ہوئی آنکھیں۔ جب آنکھیں کام کرتے کرتے تھک جائیں تو چینی کے کسی صاف پیالے میں تھوڑا سا پانی اس قدر گرم کر لیں جس قدر ہاتھ برداشت کر سکے اس کے ساتھ ہی صاف روئی کی چند چھوٹی چھوٹی گدیاں بنا لیں پھر آنکھوں میں تھوڑی سی نرشنگ کریم Nourishing cream یا ویزلین Vaseline لگا کر روئی کی گدیوں کو پانی میں تر کر کے آنکھوں پر رکھیں جب ایک ٹھنڈی ہو جائے تو دوسری تبدیل کر لی جائے۔

اس کا خیال رکھیں کہ پانی ٹھنڈا نہ ہونے پائے دس پندرہ منٹ یہ عمل کرنے کے بعد آنکھوں پر سرد پانی کے خوب چھینٹے دیں پھر پانی میں تھوڑا بورک ایسڈ Borick acid ڈال کر آنکھوں کو خوب دھویا جائے اس سے آنکھوں کی تھکن قطعی طور پر دور ہو جائے گی اور بینائی میں بھی کسی قسم کا فرق نہ آئے گا جن خواتین کی آنکھیں مستقل طور پر خراب رہتی ہوں انہیں رات کو سوتے وقت مرکری اوکسائڈ آئنٹمنٹ mercury oxide ointment کا استعمال کرنا چاہیئے جو انگریزی دوا فروشوں سے باسانی مل سکتی ہے اس سے آنکھیں رفتہ رفتہ درست ہو جاتی ہیں اور گری ہوئی پلکیں از سر نو پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں جن کو کشیدہ کاری کروشیا۔ تارکشی۔ یا اسی قسم کے اور کام جن میں دیدہ ریزی کرنا پڑتی ہو مندرجہ بالا عمل کو استعمال میں لائیں تو آنکھوں کی بینائی کم ہونے کا بالکل خوف نہیں رہتا۔

ارجمند بانو جعفری از آگرہ

# سرخ مرچ کے نقصانات

اس عنوان سے ایک مضمون عصمت کی گزشتہ اشاعت میں شائع ہوا ہے اس مضمون کے پہلے جملے کا ایک حصہ یہ ہے "یوں تو کھانوں کے ذائقہ اور مزے کو دوبالا کرنے کے لحاظ سے سرخ مرچ ایک نعمت خداداد ہے" اسی پر مجھے بحث و تنقید کرنا مقصود ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قدرت کا منشا یہ ہے کہ انسان زندہ رہے۔ تندرست رہے اور بہت لمبی عمر پائے۔ زندگی کا دارومدار زیادہ تر۔ ہوا۔ پانی اور غذا پر ہے۔ اور تندرست زندگانی کا انحصار خالص ہوا صاف پانی اور غذا پر ہے قوائے شامہ اور ذائقہ اسی غرض سے عطا کئے گئے ہیں کہ ناقص ہوا۔ پانی اور غذا کو انسان مسترد کر دے۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ جب آپ ایک ایسے کمرے میں داخل ہوتے ہیں جہاں کئی انسان یا حیوان جمع ہیں جس کے دروازے اور کھڑکیاں بند ہیں اور جس میں انگیٹھی دہک رہی ہے۔ آپ کو ایک خاص تعفن بیزار کر دیتا ہے۔ لیکن چند منٹ کے بعد ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد کے مصداق آپ کی یہ حس خوابیدہ ہو جاتی ہے۔ اور جو لوگ ایسے ہی ماحول میں رہنے کے عادی ہو جاتے ہیں ان کی یہ حس قریباً مردہ ہو جاتی ہے۔ بلکہ ایسی ہوا انہیں مرغوب ہو جاتی ہے۔ یہ ایک مرض ہے جسے فتور Perversion کہتے ہیں۔

یہی حالت غذا کی ہے۔ جو لوگ چوہے۔ مینڈک چھپکلیاں ڈبوں میں بند کیا ہوا گوشت اور مچھلی۔ اور بدبودار پنیر کھانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ وہ ان لوگوں پر تعجب کرنے لگتے ہیں جن کو یہ اشیا مکروہ۔ بدبودار اور کم از کم بے لطف معلوم ہوتی ہیں۔

یہی حال مرچ اور مصالحے کھانے والوں کا ہے۔ وہ مرچ وغیرہ نہ کھانے والوں پر حیرت۔ ہمدردی اور رحم کا اظہار کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ شاید وہ لوگ (مرچ نہ کھانے والے) اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے پھیکے اور بے مزہ کھانے کھاتے ہیں۔

جب بچہ دودھ چھوڑ کر اناج اور سالن کھانے لگتا ہے۔ مرچ اور مصالحہ سے سخت بیزار ہوتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی حس ذائقہ بگڑنے لگتی ہے اور آخر کار اُس کی اس حس میں اس قدر فتور واقع ہوتا ہے کہ وہ بے مرچ کے سالن کو پسند ہی نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو تمباکو۔ شراب۔ بھنگ۔ کوکین اور دوسرے منشیات و مضرات صحت کے استعمال کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ان کے دماغ میں بھی ایک فتور واقع ہوتا ہے۔ اور یہ فتور مرچ والے فتور سے چنداں مختلف نہیں۔

کسی یورپین۔ عرب۔ پٹھان الغرض کسی غیر ہندی کو مرچ پیش کیجئے۔ پسند تو درکنار وہ اسے قبول ہی نہیں کرے گا۔ زبان پر لگتے ہی ایک ناقابل برداشت جلن۔ خون میں ایک ہیجان اور وہ تمام علامات پیدا ہوں گی جن کا تفصیلی ذکر فاضل مضمون نگار نے کیا۔ اس لئے مزہ کو بہتر کرنے کا سوال صرف ان کے لئے پیدا ہوتا ہے جو اس کے عادی ہیں۔

تمام قوموں میں ایسی غذائیں مروج ہیں جو دوسری قوموں کے لئے قطعی ناقابل برداشت ہیں اب یہ فیصلہ کیونکر ہو کہ کون سی غذا نسل انسانی کے لئے بہتر ہے؟ اس کا جواب ہے وہ غذا ہے جو صحت کے لئے مضر نہ ہو اور طوالت عمر میں معاون ہو۔ وہ غذا کونسی ہے؟ وہ غذا

ایسی ہی ہو سکتی ہے جو ایسے لوگوں کے لئے بھی دلکش ہو جنہوں نے اسے کبھی نہ کھایا ہو کسی یورپین کو آم کبھی نامرغوب نہیں ہوگا نہ کسی افغان کو ناریل اور نہ کسی ہندی کو سٹرابیری۔ بس بہترین غذائیں وہ ہیں جو قدرت کے اپنے مطبخ میں تیار ہوتی ہیں یعنی پھل۔ سبزیاں۔ اناج اور دودھ۔ جو اپنے ذائقہ کو دوبالا کرانے کے لئے کسی زہریلی ادویہ کی محتاج نہیں۔ اور جب مرچ اور مصالحہ کے بغیر آپ کو بے کیف معلوم ہوں یہ سمجھئے کہ آپ کی حس ذائقہ تندرست نہیں رہی ۔

سید ممتاز حسین ام بی بی ایس

# منافق

بہت دل شکن ہو منافق کی عادت — امانت میں کرتا ہے اکثر خیانت
اُسے لغو باتوں سے فرصت نہیں ہے — اسے راستگوئی سے نسبت نہیں ہے
لڑائی میں دشنام بازی طریقہ — کوئی عہد پختہ نہیں عہد اس کا
منافق میں ہوتی ہیں باتیں یہ باہم — ہے آئینہ ارشادِ فخرِ دو عالم
جو انسان نظر آئے ان کے مطابق — سمجھ لو اُسے ہے وہ بد ذات منافق
یہ قرآن میں حق نے فرمایا ہے — منافق کی کافر سے بڑھ کر سزا ہے

خدارا منافق سے دنیا میں بچنا
کبھی دین و ایمان نہ برباد کرنا

خلیق بُرہان پوری

زنانہ کتب کی فہرست
دفتر عصمت سے مفت منگائیے

(بقیہ صفحہ ۳۱۸)

**ترکیب** قیمہ اور چنے کی دال دھو کر گلنے کے موافق پانی ڈالیں اور قیمہ ابال لیں جب پانی خشک ہو جائے تو قیمہ کو ایک چھٹانک دہی عرق لیموں کے ہمراہ پسوائیے سبز مرچیں۔ سرخ مرچ اور نمک گوشت کے انداز سے نصف گرم مصالحہ اور کوتھمیر برائے خوشبو ڈال کر باریک پسوا لیں۔ اب ابلے ہوئے انڈے چھیل کر گوشت کے اندر انڈا رکھ کر کوفتہ بنائیے یعنی انڈے پر گوشت چڑھا دیجئے۔ جب کوفتے بنا لیں تو مصالحہ بھونیں اس طرح کہ پیاز کتر کر نصف گھی میں سُرخ کریں تھوڑی پیاز نکال کر پسوا لیں۔ کھوپرہ خشخاش بھی گھی میں تل کر پہلے ہی پیس کر رکھ لیں پیاز سرخ ہونے پر لہسن ادرک دھنیہ سرخ مرچ ڈال کر بھونیں مصالحہ بھونتے وقت دہی بھی ڈال کر بھونیں جب مصالحہ بھن جائے اور خوشبو آنے لگے تو کھوپرہ خشخاش ڈال کر کسی قدر بھونیں اور نمک حسب انداز ڈال کر اتنا پانی ڈالیں کہ پک کر شوربا رہ جائے۔ جب شوربا پک جائے اس وقت تلی ہوئی پیاز جو بچی رکھی ہے شوربے میں ڈال دیں۔ اور کوفتے بقیہ گھی میں تل کر ڈال دیں۔

صالحہ بنت سید خواجہ رحمت اللہ جالنہ دکن

# حیدر آبادی بریانی اور کوفتے

عصمت اپریل کے بزم عصمت میں ایک بہن خریدار ۲۲۴۳ نے حیدر آبادی بریانی اور انڈے بھرے کوفتے پکانے کی ترکیب دریافت کی ہے لہٰذا درج ذیل کرتی ہوں

**بریانی** چاول عمدہ ۲ سیر۔ گوشت ۴ سیر۔ گھی تین پاؤ۔ دہی آدھ سیر۔ پیاز آدھ سیر۔ لہسن آدھ پاؤ۔ ادرک ایک چھٹانک کھوپرہ ایک چھٹانک۔ خشخاش ایک چھٹانک۔ مغز بادام نصف چھٹانک۔ گرم مصالحہ ایک تولہ۔ زعفران ڈیڑھ ماشہ۔ لیموں ۴ عدد سبز مرچ ۸ عدد۔ پودینہ برائے خوشبو۔ نمک حسب انداز۔ کچی پپیتی کی چند پھانکیں گوشت گلنے کے لئے۔

**ترکیب** نصف پیاز چولھے کے اندر ڈال دیں انگارے بہت تیز نہ ہوں ورنہ پیاز جل جائے گی جب پیاز بھن جائے تو نکال لیں۔ کھوپرا خشخاش توے یا کڑہائی وغیرہ میں بھون لیں ادرک لہسن چھلوا کر پسوالیں اور پیاز کھوپرا خشخاش وغیرہ بھی پیس لیں گرم مصالحہ معہ چھ عدد الائچی کے خشک پسوائیں۔ گوشت دھلوا کر یہ سب مصالحہ دہی۔ نمک۔ پودینہ۔ خشک گرم مصالحہ پسا ہوا گوشت میں ملا دیں سبز مرچیں بھی سالم چیر کر ملا دیں۔ اور عرق لیموں چھان کر ڈالیں اور کم از کم ایک گھنٹہ گوشت ملا ہوا رکھا رہنے دیں۔ اب بقیہ پیاز کتر کر سب گھی میں سرخ کر کے رکھ لیں۔ اور کشادہ دیگچے میں اتنا پانی ڈالیں کہ چاول ابل کر پانی کافی بچ جائے اور چولھے پر رکھ کر دو مٹھی نمک دار چینی کے چار پانچ ٹکڑے دس عدد الائچی ڈال دیں جب پانی پکنے لگے تو چاول دھو کر ڈالیں چاول پک کر اوپر آئیں گے فوراً ہی نتھار لیں چاول نتھارنے کے لئے چنگیری پہلے ہی کسی ایسے برتن پر رکھیں کہ پانی بخوبی نتھر سکے اب بادام پیس کر تھوڑے دودھ میں حل کر لیں اور زعفران بھی پیس کر دودھ میں حل کریں جس دیگچے میں چاول پسائے تھے اسی میں گوشت ڈال دیں اور پیاز سرخ کی ہوئی نصف اور نصف گھی گوشت میں ڈال دیں پھر اوپر چاول برابر ڈالیں اور بقیہ گھی و پیاز بھی ڈال دیں زعفران اور بادام جو دودھ میں حل کئے ہیں وہ چاولوں پر چھڑک دیں پھر کوئی پرانا کپڑا پانی میں تر کر کے نچوڑیں اور بل دے کر دیگچے کے منہ پر رکھ کر ڈھکنا ڈھانک دیں اور دیگچہ چولھے پر رکھ کر آنچ دیں جب گوشت کا پانی خشک ہوجائے تو آنچ نکال لیں اور نیچے اوپر انگارے دے کر دم دیں گوشت کا پانی سوکھنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی کی آواز بند ہوجاتی ہے اور گھی کی آواز آنے لگتی ہے تھوڑی دیر بعد کھولیں نہایت خوشبودار اور خوش ذائقہ بریانی تیار ہے خیال رہے کہ دیگچہ اور چولھا کشادہ ہو اور چاول پساتے وقت زیادہ نہ گلیں بلکہ اوپر آتے ہی نتھار لیں ورنہ بریانی نرم ہوجائے گی۔

**کوفتے** قیمہ آدھ سیر۔ انڈے دس عدد۔ گھی تین چھٹانک۔ دہی آدھ پاؤ کھوپرہ نصف چھٹانک پیاز دو گٹھی۔ لہسن دو گٹھی۔ گرم مصالحہ ایک ماشہ۔ چنے کی دال ایک چھٹانک۔ دھنیا نصف چھٹانک۔ لیموں ایک عدد۔ سبز مرچ ۴ عدد سرخ مرچ اور نمک حسب انداز۔

(بقیہ برصفحہ ۳۸۸۔ کالم ۲)

# کروشیا میں بارہ سنگھا

از قیاس صدیقی



# رنگین فوٹو

## پر نقرئی سفوف اور شکولیس ستاروں کا کام

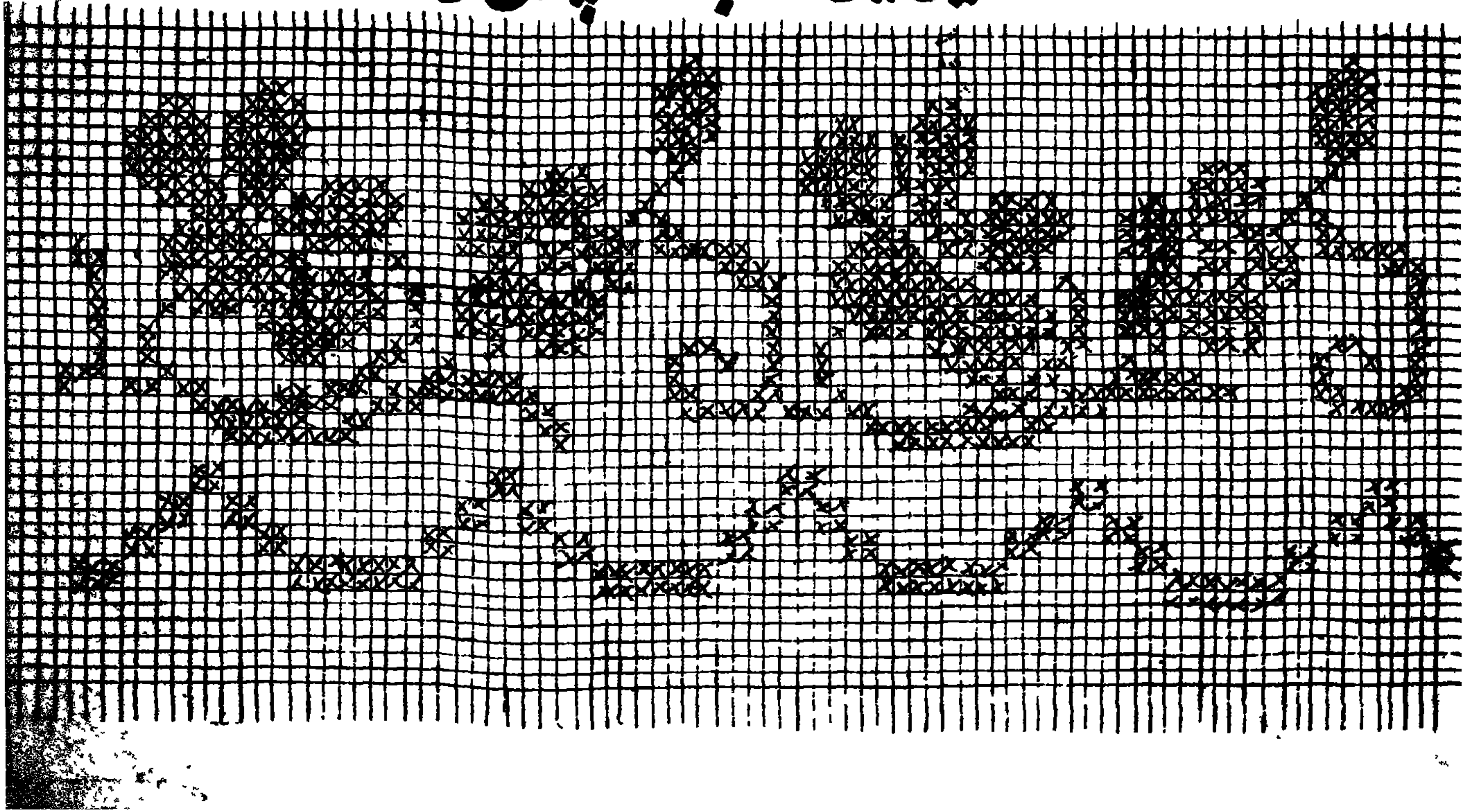
آپ حسب پسند کوئی رنگین تصویر لیجئے۔ اور تصویر کی مناسبت سے نمایاں لکیروں پر نوزل کے ذریعہ روغن لگاکر نقرئی سفوف چھڑک دیجئے۔ زنانہ تصویروں میں حسب ضرورت۔ رنگین سفوف شکولیس ستارے رنگین ستارے۔ اٹیشن سلمہ موتی وغیرہ بھی استعمال کیجئے اس سے ان تصویروں کی خوبصورتی اور دلکشی دوچند ہو جائے گی۔ بطور نمونہ ایک فوٹو فریم کا مکمل نقشہ دے رہی ہوں۔ اس قسم کی سادہ ڈرائنگ ... بنائی جاسکتی ہیں۔ یہ فوٹو فریم اس طریقہ سے تیار کیا گیا ہے۔

تصویر کی تمام لکیریں نقرئی سفوف سے بنائیے صرف ستاروں کے بازو کی دونوں لکیریں سلمہ سے بنائیے درمیان میں رنگین ستارے ٹانکے ... نقشے سے واضح ہے۔ فوٹو کے ہر طرف حاشیہ پر موتی لگائیے اطراف رین کے پھول ڈال دیجئے۔ سجادہ اشرف


مکمل فوٹو فریم

# کراس سٹیچ میں گلاب کے پھول کی خوشنما جھالر

از مہرضیا بیگم



# خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

## جلد کی چکنائی

گرمیاں آرہی ہیں۔ اس میں چہرہ کی جلد چکنی ہوجایا کرتی ہے۔ کتنی ہی جد و جہد کرو چکنائی قائم رہتی ہے مگر مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔ گوری عورتوں کی جلد کم چکنی ہوتی ہے۔ سانولی بچاری اس زحمت کا شکار ہوجایا کرتی ہے گو اس میں بھی ایک فائدہ ہے۔ چکنی جلدیں جھریاں دیر میں پڑا کرتی ہیں۔ لیکن اگر چکنی جلد کا انتظام نہ کیا جائے تو جلد کے مسام بڑے ہوجاتے ہیں اور چکنائی جمع ہو کے کھُرنڈ بن جاتی ہے اور جلد پر چھلکے سے نظر آنے لگتے ہیں۔ باریک کاغذ جلد پر رکھ کے دبانے سے اگر اس پر چکنائی معلوم ہونے لگے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ مرض شروع ہوا اور فوراً اس کی روک تھام شروع کردینی چاہیے۔

اس کے دو علاج ہیں۔ ان کے نتائج خوش گوار دیکھے گئے ہیں۔ جلد صابن اور پانی یا کولڈ کریم سے صاف کریں۔ اگر کولڈ کریم زیادہ لگ جائے تو اس کی احتیاط رکھیں کہ زائد کریم چہرہ پونچھنے کے ملائم کاغذ سے صاف کردیں۔ کسی برتن میں کھولتا ہوا پانی ڈالیں اور چہرہ اُس پر جُھکا دیں۔ اس سے بھاپ جلد کے باریک باریک مساموں میں زائل ہوجائے گی اور تیل کے ذرّے جہاں جہاں مساموں کو روک رہے ہوں گے پگھلا دے گی۔ چہرہ صاف کرنے کا برش گرم پانی میں بھگو کے کولتار صابن پر رگڑیں اور جلد پر نرمی سے رگڑ کے خوب جھاگ اُٹھائیں۔ جب جھاگ چہرہ پر خوب نمودار ہوجائے تو چند سکنڈ ہلکے ہلکے انگلیوں کے پوروں سے مدوّر صورت میں مالش کریں۔ اس کے بعد شیر گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ اس عمل سے مساموں میں میل چکنائی یا پوڈر کے ذرّے جو جڑ کے پڑے ہوں گے دُور ہوجائیں گے۔ اب اُنہیں بند کرنا ضروری ہے تاکہ ہوا میں سے کوئی ذرّہ ان میں نہ گھسے۔ ایک برتن میں کھولتا ہوا پانی ڈالیں۔ اس میں ٹنکچر بنزوائن tincture of benzoine کے چار قطرے ڈالیں اور بہت ہلکی آنچ پر رکھیں۔ اب چہرہ پھر چند سکنڈ کے لئے اس پر جُھکائیں۔ اس طرح بنزوئن ملی ہوئی بھاپ مساموں میں داخل ہوکے انہیں بند کردے گی۔ چہرہ ہٹا کے بھاپ کو خود ہی خشک ہوجانے دیں۔ اس کے بعد بورِک پوڈر کے دو چمچے اور پسی ہوئی پھٹکری ½ چمچہ باہم خوب ملائیں۔ چہرہ بنزوئن ملے ہوئے پانی کے برتن پر جھکائیں۔ جب چہرہ نم دار معلوم ہو یہ سفوف چہرہ پر خوب چھڑک دیں۔ یہ عمل ہفتہ میں دو بار سے زیادہ نہ کیا جائے۔

دوسرا طریقہ زیادہ ہلکا ہے اور روزانہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ کیسٹائل سوپ Castile Soap کے بہت باریک ورق چھیل لیں اور ان کی آدھی چمچہ ٹوائلٹ اوٹ میل toilet oatmeal کے ایک چمچہ میں ڈالیں پھر چکنی ململ butter muslin کے مربعے ٹکڑے کاٹ کے اور ایک مربع میں نصف رکھ کے خوب باندھ لیں۔ گرم پانی کے برتن میں یہ پوٹلی پانچ منٹ پڑی رہنے دیں اور پانی شیر گرم ہوجانے دیں۔ چہرہ پر یہ پانی ڈال کے گیلا کریں۔ اس کے بعد اوٹ میل کی پوٹلی سے مالش کریں اور جو خفیف سا جھاگ جلد پر نمودار ہوجائے چند منٹ جلد پر برقرار رہنے دیں۔ پھر اوٹ میل والے پانی سے دھو ڈالیں۔ یہ عمل ہر رات اور صبح کو کیا جاسکتا ہے۔

بعض غذاؤں سے [illegible] چکنائی پیدا ہوجاتی ہے۔ مٹھائیاں پیسٹری اور چکنی چیزیں حتے الامکان خوراک میں سے کم کردیں۔ چہرہ [illegible] اہمیت کا احساس کرنا چاہیے پہلی بنیادی چیز استعمال کریں جو جلد

دو اخشک کرنے والی ہوا اور مائع پوڈر موزوں ہوگا۔ پانی کا اثر قبول نہ کرنے والی یعنی واٹر پروف کریمیں اور پوڈر کریمیں بہت اچھی ثابت ہوتی ہیں۔ اگر اجزا اچھے استعمال کئے جائیں تو ایسی جلد پر پوڈر لگانا تکلیف دہ نہیں۔

چکنی جلد کا علاج خوب پانی پینا بھی ہے۔ ہمت و استقلال سے جلد کی چکنائی کا انسداد کیا جاسکتا ہے۔

## سفوف کی بنیاد

ایسے کریم اور لوشن جو جلد پر پوڈر کی بنیاد کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں بازار میں اس کثرت سے موجود ہیں کہ انتخاب معمہ بن جاتا ہے سنگھار ہی نہیں بلکہ جلد کی صحت اور دلکشی بھی ان بنیادی چیزوں پر منحصر ہے۔ بنیادی کریمیں اور لوشن آٹھ قسموں میں علیحدہ کئے جاسکتے ہیں اور ان قسموں کو جاننا نہایت ضروری ہے تاکہ ہر ایک اپنے لئے موزوں مرکب منتخب کرسکے۔

ایک غائب ہونے والی کریم Vanishing Cream ہے جو ہلکی بے روغن کریم ہے۔ جلد میں رگڑنے سے ایسی جھلی پیدا کردیتی ہے جو آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتی لیکن جلد کی حفاظت کرتی اور پوڈر کو روک لیتی ہے۔ بہت سی کریموں میں لوشن ملا ہوتا ہے جس سے جلد ملائم رہتی ہے اور بعضوں میں ایسے اجزا ملائے جاتے ہیں جن سے جلد کی چکنائی دور ہو۔ جن کی جلد خشک اور آسانی سے جھریاں پڑنے والی ہوتی ہے وہ دوسری قسم کی بنیادی کریم پسند کرتی ہیں جس میں اعلیٰ اجزا ہوں اور ملائم رکھتی ہوگی یا وہ ایک چیز سے دو کام لیتی ہیں یعنی جلد کی دوا اور پوڈر کی بنیاد۔ یہ ڈھلی ہوئی عمروں کی عورتوں میں رائج ہے جنہیں پوڈر روکنے کے لئے کریم کی بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے کہ جلد مخمل کی طرح صاف اور نرم رہے۔

کریم کی ایک تیسری قسم موسم کے اثر سے بچانے والی ہوتی ہے۔ وہ جلد خشک کرنے یا پھاڑنے والی ہوا اور جلانے والی دھوپ سے بچاتی ہے۔ یہ اُن عورتوں کے لئے موزوں ہے جن کی جلد باریک اور بہت صاف ہوتی ہے اور جن میں رگوں کا جال جلد نمودار ہوجانے کا احتمال رہا کرتا ہے۔ باہر کھلی ہوا میں پھرنے والی عورتوں کو بھی یہی کریم لگانی پڑتی ہے۔ چونکہ اس کریم پر پانی کا اثر نہیں ہوتا اس لئے نہانے کے وقت استعمال کرنے کی چیز ہے۔

چوتھی قسم سنگھار دودھ Complexion milk ہے جو ان عورتوں میں زیادہ مروج ہے جو ہلکا سنگھار کرتی ہیں۔ یہ جلد کی حفاظت کرتا ہے اور پوڈر کو نہایت خوبی سے روکے رکھتا ہے اور جلد میں قدرتی صورت پیدا کرتا ہے۔ یہ نوجوان لڑکیوں یا پرانے خیال کی عورتوں کے لئے جو نظر نہ آنے والے سنگھار کو پسند کرتی ہیں موزوں ہے۔

پانچویں قسم میں پوڈر لوشن ہے۔ اس سے جلد میں دلخوش کن تازگی پیدا ہوجاتی ہے اور جلد کی حفاظت بھی خوب کرتا ہے۔ یہ خشک جلدوں کے مقابلہ میں چکنی جلدوں کے زیادہ کام کی چیز ہے۔ اگر جلد جوان ہے تو اسے ہر قسم کی جلد پر بخوبی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سفر میں یہ بہترین چیز ہے۔ اگر جلد جوان ہے تو اسے ہر قسم کی جلد پر بخوبی استعمال کیا جاسکتا ہے سفر میں یہ بہترین چیز ہے کیونکہ اور کریموں پر گرد و غبار جمع ہوجاتی ہے اور اس پر نہیں۔

چھٹی قسم نیم مائع کریم کی ہے جو پوڈر لوشن سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں حفاظت کرنے اور تسکین دینے والی کریم کے ساتھ خوبصورت بنانے والا مائع پوڈر نہایت خوبی سے ملا ہوا ہوتا ہے لیکن یہ برخلاف اس لوشن کے خشک جلد والے بخوبی استعمال کرسکتے ہیں اور اثر صحت بخش ہوتا ہے۔ یہ آسانی سے لگائی جاسکتی ہے اور خوشگوار ہے۔

ساتویں قسم پوڈر کریم یا موس Mousse بہت سی عورتیں لگاتی ہیں۔ اس میں کریم اور پوڈر نزاکت سے [illegible] جاتے ہیں اور جلد کی ناموزوں چکنا[illegible] بنیاد [illegible]

ہلکے لگانی چاہیئے۔ جس جلد کا رنگ گہرا اور ناموزوں ہو اسے اچھا بنانے میں یہ کارآمد چیز ہے۔

آٹھویں قسم بھاری کریم کی ہے جس میں بے ضرر روغنی رنگ کی تھوڑی سی مقدار ملی ہوتی ہے۔ ذرا گاڑھی جلد پر یہ اچھی بنیاد کا کام دیتی ہے کیونکہ اس کی مدد سے اس میں صفائی اور مخملی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ شام کے سنگھار میں زیادہ استعمال کرنے کی چیز ہے کیونکہ اُس وقت سنگھار دیر پا رہنا چاہیئے اور اس کے کھلے ہوئے چہرہ کی تصویر بھی خوب آتی ہے۔ تصویر کھینچنے والے اس کریم کے استعمال کی تاکید بھی کیا کرتے ہیں۔

جب اپنی جلد اور طبیعت کے مطابق مندرجہ بالا آٹھ قسموں میں سے ایک پسند کر لی جائے تو ان کے رنگ کا سوال رہ جاتا ہے کیونکہ یہ بنیادی چیزیں عموماً مختلف رنگوں کی بکتی ہیں۔ دہوپ کا سا رنگ یا گلابی رنگ اچھا نہیں۔ قدرتی بات صرف ایسے رنگ سے حاصل ہو سکتی ہے جو آپ کی جلد کے رنگ کے بالکل قریب ہو۔

ان چیزوں پر ترکیبیں لکھی ہوتی ہیں ان کو اچھی طرح پڑھ لینا چاہیئے۔ بنیادی چیزیں ہمیشہ صاف جلد پر لگائی جائیں۔ بعض بنیادی کریموں پر جلد کی نمی کی حالت میں ہی پوڈر چھڑکنے کی ضرورت ہے لیکن بعضوں میں کچھ دیر بعد چھڑکنے سے اچھے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ ایک پوڈر لوشن گیلی کاٹن وُول سے اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے اور دوسرا اُنگلی کے پوروں سے خوب لگتا ہے۔

بعض عورتیں کریم دل کھول کے لگایا کرتی ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ پوروں پر ذرا سی لے کے نرمی سے جلد پر پھیلانی چاہیئے۔ بھاری انیمل کریمیں بہت احتیاط سے لگانی چاہیئے اور اس بنیاد پر پوڈر ہرگز نہ ملا جائے۔ بھیڑ کی اُون کے پھُرکے سے تھپک کے خوب لگائی جائے اور پھر کسی ملائم چہرہ کے بُرش سے نیچے کا رُخ کر کے ہلکے ہلکے زائد کریم دُور کر دینی چاہیئے۔

## خانگی ٹوٹکے

لیس کالی پڑ جائے تو پانی میں ذرا سی امونیہ (نوشادر) ملا کے دہوئیں۔ پھر صاف پانی سے خوب دھاریں اور دس منٹ تک اسے گہرے نیل کے پانی میں پڑا رہنے دیں۔

اگر انڈے کی سفیدی استعمال کر لی ہو اور ابھی زردی سے کام نہ لینا ہو تو گلاس میں ٹھنڈا پانی بھر کے زردی اُس میں ڈال دیں اور گلاس یا برتن کسی ٹھنڈی جگہ میں رکھ دیں۔ اس سے زردی تازہ رہے گی۔

شیشہ کے برتن دہوتے ہوئے ذرا سا دھونے کا نیل پانی میں ڈال لیں۔ اس سے شیشہ میں صفائی اور چمک آجائیگی۔

دری پر سیاہی گر جائے تو اسے گرم دودھ سے دہو ڈالیں اور بعد میں آٹا چھڑک دیں۔ ۲۴ گھنٹے کے بعد آٹا جھاڑ دیں کیلے کے چھلکے کے اندر کے حصّہ سے چمڑہ کے بکس خوب رگڑنے سے خوب صاف ہو جاتے ہیں۔ بعد میں کپڑے سے چلا دینی چاہیئے۔

محمد ظفر

# اتفاقی حادثوں کے فوری علاج

خدانخواستہ اگر کسی اونچی جگہ یا سیڑھیوں پر سے کسی چھوٹے بڑے کے گرنے کا حادثہ درپیش ہو جائے تو یہ وقت بھی نہایت پریشان کن اور سراسیمگی کا باعث ہوا کرتا ہے۔ مگر ایسے وقت میں سراسیمہ ہونے اور اوسان خطا کرنے کے بجائے مریض کی دیکھ بھال نہایت ضروری ہے۔

گرنے کے حادثہ سے بعض اوقات نہایت شدید ضربیں اور گہرے زخم آجایا کرتے ہیں گہرے زخم اور خون بہتا دیکھ کر اکثر ڈاکٹر تک مریض کو پہنچایا جاتا ہے اور کچھ دوڑ دھوپ کرلی جاتی ہے۔ مگر جہاں خفیف چوٹیں اور معمولی ضربیں اور خراشیں وغیرہ ہوں تو ایسی چوٹوں کو کچھ اہمیت نہیں دی جاتی اور اکثر یہی معمولی چوٹیں بروقت احتیاط یا کوئی مناسب تدابیر نہ ہو سکنے سے خطرناک صورت اختیار کرلیا کرتی ہیں اور سخت اذیت میں مبتلا کر کے مریض کو صاحب فراش کر دیتی ہیں۔ لہذا ڈاکٹری امداد پہنچنے سے قبل مندرجہ ذیل تدابیر فوری تسکین کے لئے بہترین رہبر ثابت ہوں گی۔

اگر اتفاقیہ مذکورہ حادثہ پیش آجائے تو اسی وقت مریض کو گرم یا نیم گرم دودھ کے ساتھ صرف ایک ماشہ سفید پھٹکری کا سفوف پھنکوا کر اوپر سے دودھ پلادیں اس کے پینے سے خون جسم میں بدستور دوران کرنے لگے گا اور جو ضربات کی وجہ سے خون منجمد ہو گیا ہو گا وہ پھیل جائے گا اور درد نہ ہونے پائے گا۔

اونچی جگہ سے گرے ہوئے مریض کو ممیائی بھی اسی غرض کے لئے قدرے کھلائی جاسکتی ہے۔ تاکہ طاقت بحال رہے۔ جہاں جہاں ضربات کے نشان ہوں وہاں فوراً ٹینگچر آئیڈین لگا دیں خفیف زخموں پر بھی ٹینگچر ائیڈین لگایا جاسکتا ہے۔ اگر بروقت یہ نہ موجود ہو تو اکسیر امرت، اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔ ہر طرح کی چوٹ پر اکسیر امرت یا ٹینگچر آئیڈین لگا دینے سے درد و ٹیس وغیرہ کو فوری تسکین ہو جاتی ہیں اور ضربیں یا خفیف سے زخم بھرنے نہیں پاتے۔ اگر بروقت کوئی تدابیر نہ ہو سکے تو معمولی زخم اور ضربیں بھر کر خطرناک زخم اور پھوڑوں کی صورت اختیار کر لیا کرتی ہیں اور تمام جسم میں درد ہونے لگتا ہے اور جسم جکڑا جاتا ہے۔ لہذا فوری تدارک یا تسکین کے لئے مضروب کو قدرے ممیائی یا سفوف پھٹکری مذکورہ وزن سے ضرور کھلا دینی چاہئے۔ اگر خدانخواستہ کوئی زخم مثلاً پیشانی یا سر میں اس قدر گہرا ہو گیا ہو کہ خون جاری ہو جائے تو ڈاکٹری مدد پہنچنے سے قبل اس کے فوری تدارک کے لئے اصل ریشم کا کپڑا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دیں خون بہنا بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد مریض کو آرام کی ہدایت کریں اور پھر ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا جائے۔

ک۔ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل (کیور تھلہ)

# سیر بین

## کتاب کی مقبولیت

ہٹلر کی سوانح عمری اب تک ۲۵ لاکھ بک چکی ہے اور آج کل اس کا ۲۳۱ واں ایڈیشن چل رہا ہے۔ یکم جنوری سنہ ۳۳ء سے اکتوبر سنہ ۳۳ء تک اس کی فروخت ۱۹۲۰۰۰ سے ۱۲ لاکھ ہو گئی۔ اس کی قیمت سوا تیرہ روپیہ کے قریب ہے۔ نومبر سنہ ۳۶ء تک امریکہ میں ترجمہ کئے ہوئے ایڈیشن کی ۷۱ سو جلدیں بک گئیں انگریزی میں اس کی پہلی اشاعت کی چار ہزار جلدیں جنوری سنہ ۳۴ء تک بکیں۔ قیمت بارہ روپیہ تھی۔ نومبر سنہ ۳۵ء میں دو روپیہ پانچ آنے کا ایک سستا ایڈیشن شائع کیا گیا جس کی ۱۴ ہزار جلدیں نومبر سنہ ۳۶ء تک بک چکی ہیں۔ اسی کتاب کا ترجمہ ہالینڈ اطالیہ پرتگالی زبانوں میں ہو چکا ہے۔

## سنگھار کا جنون

برطانیہ میں تجارت کے اعداد و شمار کرنے والا سنگھاری اشیاء کے متعلق سینکڑہ کے حساب سے مندرجہ ذیل اعداد بتاتا ہے۔

| | سنہ ۱۹۲۱ء | سنہ ۱۹۳۶ء |
|---|---|---|
| جو عورتیں چہرہ کا پوڈر استعمال کرتی ہیں | ۲۰ | ۹۵ |
| جو گالوں کی سرخی اور لاکھا لگاتی ہیں | ۶ | ۳۵ |
| جن کے بال مستقل لہریائے رہتے ہیں | ۱/۲ | ۶۰ |
| جو چہروں کو درست کراتی ہیں | ۱/۴ | ۱۵ |
| جو خوشبوئیں لگاتی ہیں | ۱۰ | ۴۵ |

بعض عورتیں تقریباً ۳۰ سو روپیہ سالانہ سنگھاری دکانوں میں خرچ کرتی ہیں۔ ٹائپ کرنے والی۔ کلرک۔ دکان اور کارخانوں کی لڑکیاں عموماً ۷۵ روپیہ سالانہ خرچ کرتی ہیں۔

## سوکن سے حرجانہ

السٹر (آئرلینڈ) کی عدالت میں مسز لیبی نے مسز پاول پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا خاوند مجھ سے چھین لیا ہے۔ ہماری شادی سنہ ۱۹۱۵ء میں ہوئی تھی اور ہم ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے رہے ہمارے ایک لڑکی ہوئی جس کی عمر ۲۰ سال ہے اور دو لڑکے جن میں سے ایک کی عمر ۱۵ سال کی ہے اور دوسرے کی ۱۳ سال کی سنہ ۱۹۳۲ء میں یہ عورت میرے پڑوس میں آ کے رہی اور میرے شوہر کی اس سے دوستی ہو گئی۔ اس کے بعد جب موقع ملتا وہ اس کے پاس چلا جاتا اور بعض دفعہ ساری ساری رات واپس نہ آتا۔ جب میں نے اس عورت کو ٹوکا تو یہ سخت گستاخی سے پیش آئی اور مجھے دھمکی دی کہ مار مار کے جان نکال دوں گی۔ ان کے تعلقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا شوہر برخاست ہو گیا اور وہ اس عورت کے ساتھ اس کے وطن چلا گیا۔ ایک مرتبہ اس کے چوٹ لگی تو شفاخانہ میں یہ عورت اس کے ساتھ ٹھہری اور اپنے آپ کو اس کی بیوی ظاہر کیا۔ شفاخانہ لے جاتے وقت اس کے پاس سے اس عورت کے ۲۱ خط برآمد ہوئے جو عشق و محبت سے بھرے ہوئے تھے۔ عدالت نے جیوری کو ہدایت کی کہ حرجانہ کی مقدار قائم کرنے کو دل لگی یا کھیل نہ سمجھیں۔ اس عورت نے مدعیہ کا شوہر چھین کے اس کی [illegible] کر دی ہے اس لئے معقول حرجانہ دیدیا جائے چنانچہ تقریباً ۳۳ لہ ہزار روپیہ کی ڈگری [illegible]

## طلاق میں دھوکہ

ڈڈلی (انگلستان) کے ایک میاں بی بی سراغ رسانوں کی غلطی سے عجب کشمکش میں پھنس گئے ہیں۔ ان دونوں کی شادی جنگ عظیم کے بعد ہوئی تھی اور اب تک چند ماہ پیشتر تک بڑی ہنسی خوشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ کچھ عرصہ سے گمنام خطوط بیوی کے نام آنے لگے جن کی وجہ سے اُسے چند سراغ رسانوں کو ان کا پتہ لگانے پر مامور کرنا پڑا۔ کچھ عرصہ بعد اُسے اپنے شوہر کے ہر چھٹی کے روز دریا کے کنارے ایک عورت کے ساتھ ٹھہرنے کی تفصیلات موصول ہوگئیں۔ اس کی حیرانی اس سے زیادہ بڑھی کہ یہ وہ مقام تھا جہاں شادی کے بعد دونوں میاں بیوی ٹھہرے تھے اور اکثر چھٹیاں بھی دونوں وہیں گزارتے رہے تھے۔ بہرحال اُس نے شوہر پر طلاق کا دعویٰ کیا۔ شوہر نے بڑے زور سے اس الزام کی تردید کی اور کہا کہ میں اس جگہ صرف اپنی بیوی کے ہمراہ جاتا رہا ہوں اور جن تاریخوں کے متعلق دعویٰ لیا گیا ہے اُن پر میں اپنے کاروبار کے سلسلہ میں فرانس کے مختلف مقامات میں تھا لیکن سراغ رسانوں کی شہادت کے مقابلہ میں اس کے بیان کو کچھ وقعت نہیں دی گئی اور طلاق کا حکم صادر ہوگیا۔

اس کے کچھ روز بعد اصلی سُراغ رساں نے پڑتال کرتے وقت دیکھا کہ اس کے محرر نے تاریخوں میں غلطی کی ہے اور یہ وہ تاریخیں تھیں جن میں سچ مچ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ وہاں ٹھہرا تھا۔ کسی وجہ سے وہ اس کی بیوی کو خود نہ دیکھ سکا تھا ورنہ غلطی معلوم ہو جاتی۔ مگر طلاق کا حکم عملاً ناملتوی ہے اور فسخ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دونوں کو از سر نو شادی کرنی ہوگی چنانچہ دونوں نے جلد ترین شادی کرنے کی اطلاع دیدی ہے۔ شوہر نے سراغ رسانوں پر حرجانہ کا دعویٰ کر دیا ہے کہ ان کی غلطی سے نہ صرف خود اس کی شہرت پر بٹہ لگا بلکہ دونوں میاں بیوی کی خوشی برباد ہوئی۔

## لڑکے لڑکی کی پیدائش

بڈاپسٹ کے ایک ماہر اعداد نے مردم شماری سے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ وہ کہتا ہے کہ موسم کو بھی بچوں کی جنس میں دخل ہے۔ جولائی میں لڑکیوں کے مقابلہ میں لڑکے بہت زیادہ ہوتے ہیں اور اکتوبر میں زیادہ تو ہوتے ہیں لیکن کچھ ایسے زیادہ نہیں ہوتے۔ والدین کی عمر کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا۔ جہاں باپ ماں سے بڑا تھا ۱۰۰۵ لڑکیوں کے مقابلہ میں ۱۲۸۴ لڑکے ہوئے۔ مساوی عمر کے میاں بیوی میں لڑکے لڑکیاں برابر تعداد میں ہوئیں۔ جہاں ماں باپ سے بڑی تھی ۔۔۷۰ لڑکوں کے مقابلہ میں ۹۶۲ لڑکیاں ہوئیں۔ جب والدین کی عمر ۳۵ سال سے گذر جاتی ہے لڑکوں کا تناسب گھٹ جاتا ہے۔ بیس اور چوبیس سال کی عمر کے درمیان لڑکے زیادہ ہونے کا رجحان رہتا ہے۔

## پوشیدہ خزانے

ہندوستان میں ایام غدر میں بہت سے لوگوں نے اپنا سب کچھ زمین میں دفن کر دیا تھا۔ جن کو لینے وہ بچارے تو کیا آتے بہت سے ایسے خزانے اوروں کو مل گئے۔ کہیں سرکاری خزانے مل گئے اور بہت ممکن ہے بہت سے اب تک لاپتہ ہوں۔ خوف و انتشار کے موقعوں پر ہر جگہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ جب ٹرانسوال کی لڑائی ہو رہی تھی جنرل کروگر نے شکست سے پہلے سارا خزانہ اور ۴۲ من سونا جس کی قیمت کا اندازہ تقریباً ۳۶ لاکھ روپیہ کیا جاتا ہے کہیں ایسی جگہ چھپا دیا کہ آج تک پتہ نہیں چلا۔ بہتیری مہمیں اس خزانہ کی تلاش میں تیس پینتیس برس سے سرگرداں رہی ہیں مگر کوئی کامیاب نہیں ہوا۔

[illegible] (جنوبی افریقہ) کا بادشاہ لوبن گولا اپنی قوم پر نہایت سختی سے حکومت کرتا تھا۔ وہ عجیب خوفناک سزائیں دیتا [illegible]

[illegible] سے [illegible] ہوتی اس کے ہونٹ [illegible] دیتا۔ ایسی چیزیں دیکھ لیتا جسے بادشاہ [illegible]
رکھنا چاہتا اس کی آنکھیں نکلوا دیتا اس کے بعد مجرم کو لٹھوں یا برچھیوں سے مار ڈالا جاتا۔

اس کے آدمی کمبرلے ہیروں کی کانوں میں مزدوری کیا کرتے تھے۔ جب وہ کما کما کے گھر جاتے تو اپنے بادشاہ کو ہیروں [illegible] مسرور تھے ہوتے تھے نذرانہ دیا کرتے۔ یورپ والوں سے جنگ ہونے سے قبل اس نے اپنا سارا خزانہ دفن کر دینا چاہا چنانچہ [illegible] چار خاص معتمد علیہا افسر چن کے کچھ آدمیوں کو جمع کروایا اور سارا خزانہ بیل گاڑیوں میں لاد کے جھاڑیوں میں سے ایک مقام پر پہنچا دیا گیا۔ بادشاہ خود ہمراہ تھا۔ وہاں خزانہ گاڑ دیا گیا۔ واپسی میں بادشاہ کے حکم سے ان چاروں افسروں نے [illegible] آدمیوں کو رات کے وقت شراب پلا کے بیہوش کر دیا اور پھر برچھیوں سے سب کو مار ڈالا۔ بعد میں اس کی جنگ ہوئی اور وہ شکست کھا کے بھاگ گیا اور چھ ماہ بعد مر گیا۔ خزانہ کا اب تک پتہ نہیں لگا۔

ناماکوالیند (جنوب مغربی افریقہ) کی نوب پہاڑیوں میں کسی جگہ ہیرے ہی ہیرے ہیں مگر وہاں کے بونے جنگلی وہاں [illegible] کسی کو پہنچنے نہیں دیتے۔ پچاس برس ہوئے ایک یورپین نے وہ مقام دیکھ لیا۔ وحشیوں نے اسے پکڑ لیا۔ انہوں نے اس سے [illegible] تو نہیں کی البتہ اسے غلام بنا لیا۔ وہ اس کے دماغ سے فائدہ اٹھاتے اور اس سے ہتھیاروں کی مرمتیں وغیرہ کراتے۔ وہ رات کو ان ہیروں کو جمع کر کے ایک جگہ ڈھیر لگا دیتا۔ ان پر لوٹتا انہیں اچھال اچھال کے ان سے کھیلتا مگر ایک آہ سرد لے کے چپ ہو جاتا کیونکہ وہ ہیرے اس کے کوڑی کے کام کے نہ تھے۔ ایک روز وہ موقع پا کے بھاگا۔ مگر تیسرے دن دور جا کے وہ پکڑا گیا۔ اور انہوں نے اسے مار ڈالا۔ بعد میں اس کے جسم سے اس مقام کا ایک نقشہ ملا۔ اس کے مطابق دو آدمی چلے لیکن وہ صحرا میں جا کے پیاسے مر گئے۔ اس کے بعد ایک اور انگریز ایک وحشی کی مدد سے جسے اس نے ڈوبنے سے بچا لیا تھا وہاں پہنچ گیا اور [illegible] ہیرے اپنے ہمراہ لایا جنہیں اس نے ۴ لاکھ روپیہ میں بیچ ڈالا۔ وہ اس وحشی کی مدد سے جنگل اور پہاڑیوں میں گیا۔ ایک [illegible] پر پہنچا۔ اس کے اندر ایک چشمہ جا رہا تھا۔ ایک کشتی سی بنا کے وہ دونوں اس سرنگ کے اندر بہے چلے گئے۔ اندھیرے [illegible] میں ان پر سے چمگادڑیں اڑتیں۔ گھنٹہ بھر بعد وہ باہر آئے اور وادی میں آ گئے جہاں ہیرے ہی ہیرے بکھرے پڑے تھے۔ وہ پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ اچانک ایک چیتا گرج کے اس وحشی پر جا پڑا۔ انگریز نے اسے گولی کا نشانہ بنا کے مار ڈالا مگر چیتا اس کا گلا چبا چکا تھا۔ اس کے بعد بڑی مشکل سے مختلف موقعوں پر بال بال بچتا ہوا وہ انگریز گھر واپس آ سکا۔ اب وہ اس قدر خوف زدہ ہے کہ وہاں جانے کے لئے کسی طرح طیار نہیں ہوتا۔

## مغرب میں بچپن کی شادی

اس سال امریکہ میں جنوری کے آخر میں ایک نو برس کی لڑکی یونس ونسلٹ کی [illegible] ۲۲ سالہ جوان چارلس جونز سے ہوئی جس سے امریکہ اور انگلستان کی عورتوں میں سخت ناراضگی پھیل گئی ہے اور وہ ایسے قانون بنائے جانے کا مطالبہ کر رہی ہیں جس سے ایسی شادیاں آئندہ رک سکیں۔ ٹنیسی کے نائب قانونی مشیر سے اس شادی کی تنسیخ کے لئے درخواست کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ چونکہ قانون کی رو سے شادی کی عمر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اس لئے یہ شادی جائز ہے۔ لڑکی کے والدین کی رضامندی سے یہ شادی ہوئی تھی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں دو ہفتہ پہلے ایک ۱۳ سالہ مدرسہ کی لڑکی ایک ۱۷ سالہ لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی [illegible] [illegible] سے بیاہی گئی۔ ایک ۱۲ سالہ لڑکی کی شادی ۱۹۳۵ء میں ایک [illegible]

۱۹۲۸ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ۷ لاکھ ایسے لوگ تھے جن کی شادی ۱۶ سال [illegible] کی
ایک لڑکی کی شادی ۱۲ سال کی عمر سے پہلے ہوئی اور وہ ۲۰ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی۔ وہ اس وقت پانچ بچوں کی ماں تھی۔
۱۹۲۸ء میں ایک شیر خوار بچی کی شادی ایسے شخص سے ہو گئی جو اس کے دادا کی عمر کا تھا اس کے علاوہ ایک ۱۱ سالہ لڑکی کی شادی
۷۰ سال کے بڈھے سے ہوئی ۱۹۲۹ء تک انگلستان میں بھی لڑکیاں ۱۲ سال کی عمر میں شادی کر سکتی تھیں۔ ۱۹۲۴ء میں دو لڑکیاں
۱۲ سال کی عمر میں اور ۱۹ لڑکیاں ۱۵ سال کی عمر میں دولہنیں بن گئیں۔ ۱۹۲۵ء میں دو لڑکیاں ۱۴ سال کی عمر میں اور ۲۴ لڑکیاں
۱۵ کی عمر میں اور ۱۹۲۶ء میں ۴ لڑکیاں ۱۴ کی عمر میں اور ۳۴ لڑکیاں ۱۵ سال کی عمر میں بیویاں بن گئیں۔ اب قانون نے شادی کی
عمر ۱۶ سال کر دی ہے۔ ۱۹۳۴ء میں ۴۴۷ لڑکیوں نے سولھویں سال میں لگتے ہی بیاہ کر لیا۔

۱۹۳۵ء میں انگلستان میں ۱۹ لڑکوں اور ۱۴۸ لڑکیوں نے ۱۶ سال کی عمر میں شادی کی ان ۱۹ لڑکوں نے ۲۳ برس
تک کی لڑکیوں سے شادیاں کیں۔ ۱۴۸ لڑکیوں نے سولہ اور ۵۴ سال کی درمیانی عمر والوں سے شادی کی پانچ لڑکا
لڑکی ایسے تھے جن میں سے ہر ایک کی سولہ سولہ برس کی عمر تھی۔

## پھلجھڑیاں

برلن کے چڑیا گھر میں ایک پالتو گوریلا وہاں کے محافظ کو اس بری طرح لپٹا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسے
زندہ نہ چھوڑے گا۔ ایک چمپینزی بندر نے ایک چابک سے اس زور سے گوریلا کو مارنا شروع کیا
کہ اُس نے گھبرا کے محافظ کو چھوڑ دیا۔ اس طرح اُس کی جان بچی۔

فن لینڈ میں ریل کے ایک ہزار میل کے سفر میں دوسرے درجہ کا کرایہ ۲۰ روپیہ اور تیسرے درجہ کا کرایہ صرف پندرہ روپیہ ہے
تین سال ہوئے رُوس کی ملکہ کیتھرائن کے زمانہ کا ایک طوطا زندہ تھا۔ اُس وقت اُس کی عمر ۱۴۰ سال کی تھی۔ وہ گرم کمبل میں
رکھا جاتا تھا۔ وہ بالکل گنجا تھا۔ دُم کے صرف دو پر بدن پر تھے۔ دودھ اور برانڈی پر اُسے قائم رکھا جاتا تھا۔ اور آرام کے لئے
اس کی چونچ کے نیچے سہارا رکھنا پڑتا تھا۔ اب پتہ نہیں وہ زندہ ہے یا مر گیا۔

چن مِن پا کی نسبت اٹھارہ سال کی عمر میں مس نیہہ سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہی وہ باپ سے لڑ کر گھر سے نکل گیا
اور فوج میں بھرتی ہو گیا۔ ۵۰ سال تک وہ واپس نہ آیا۔ مس مذکور کے دوستوں اور عزیزوں نے اُسے بہتیرا ابھارا کہ
اُسے بھول جائے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی اور یہی کہتی رہی کہ وہ ایک روز آئے گا ضرور چنانچہ اب وہ آیا۔ وہ کیا
ملکی کی سپاہ میں بڑا افسر ہے اور اس نے آتے ہی اس سے شادی کر لی۔ اب وہ ۶۱ سالہ بڑھیا ہے۔

لندن میں ایک بیٹا بارہ دن پہلے باپ کی شادی میں شریک ہوا اور بعد میں اپنی ماں کی شادی میں شامل ہوا
یہ دونوں شادیاں اُسی گرجا میں ہوئی تھیں۔ اس کے ماں باپ نے سال بھر ہوا طلاق لے لی تھی۔

۱۹۳۵ء میں انگلستان میں ۴۰۶۹ طلاقیں ہوئیں۔ ۱۹۳۴ء کے مقابلہ میں ۲۱۸ کی کمی رہی۔

انگلستان میں ایک کتے کا وزن آدھی چھٹانک ہے۔ جب پیدا ہوا چوہیا کے برابر تھا۔ اب بھی اس کا قد تقریباً اتنا ہی
ہے۔ اتنے چھوٹے سے قد کے باوجود اس کی ساخت مکمل ہے۔

[illegible] عورتوں کے مقابلہ میں مرد ۹۰ ہزار زیادہ ہیں۔

# بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہو جنکے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہے

ایڈیٹر

خداوند کریم کا شکر ہے کہ اُس نے اپنے کرم و مہربانی سے بعد مدت کے ہم لوگوں کے نخل مراد کو بار آور کیا یعنی میرے برادر محترم آغا سید غلام عباس صاحب سبزواری کے یہاں ۱۲ مارچ ۱۹۵۲ء ساڑھے بارہ بجے شب جمعہ کو نہایت شکیل و پیاری بچی کی ولادت ہوئی خدا سے دعا ہے کہ مولودہ صاحب عصمت و عفت ہو اور اقبالمندی کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے زیر سایہ پرورش پاکر بڑی عمر کی ہو۔ آمین ثم آمین۔ کوئی بہن یا بھائی ازراہ عنایت کوئی تاریخی نام بچی کے لئے نکال دیں مگر وہ نام رسول زادی یا امام زادیوں کے نام پر ہو ممنون ہونگی۔

صغرا سبزواری

محترمہ ریحانہ جبین نازؔ صاحبہ کا جو خط بزم عصمت میں بابت ماہ اپریل میں شائع ہوا ہے اس کے جواب میں میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ دہلی اگر کسی قابل ڈاکٹر، یا حکیم سے اپنا علاج کرائیں، کیونکہ مرض پیچیدہ ہے، اور اگر یہ کسی سبب سے ممکن نہیں ہے تو میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہونگی کہ ہومیوپیتھی میں اس قسم کے جانگداز درد سر کے لئے چیونینتھس ٹنکچر Chionanthus بہت کامیاب دوا ہے، اس ٹنکچر کے پانچ قطرے تازہ پانی میں ملا کر دن میں تین بار متواتر کئی ماہ پینے سے جگر کا فعل درست ہو جاتا ہے اور درد سر سے نجات مل جاتی ہے [illegible] ہونا چاہئے۔ [illegible]

کچھ کم میں مل جائے گی۔

خورشید اقبال حیا۔ میرٹھی

بہن رحم‌‌ب صاحبہ شملہ کو معلوم ہو کہ میں بھی عرصہ سات سال سے بالوں کے مرض میں گرفتار تھی اور میرے بھی سر کے بال بالکل جاتے رہے تھے باوجود دہلی اور لکھنؤ وغیرہ کے مشہور مشہور اطباء کے علاج کے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ مگر تیج دیکلی میں (وی ٹکس) (× Sentav) کا اشتہار شائع ہوا تھا چونکہ علاوہ حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاج کے میں اشتہاری دواؤں کا بھی استعمال استعمال کرتی تھی لہذا اس دوا کے منگانے کا بھی اتفاق ہوا۔ خدا کے حکم سے اس دوا کی پہلی ہی شیشی کے استعمال کرنے سے مجکو کافی فائدہ ہوا۔ اور وہ بال جو تھوڑے بڑھکر رہجاتے میں خود نوچ کر پھینکدیتی تھی انھوں نے جڑ پکڑلی اور بہت تیزی کے ساتھ بڑھنا شروع ہو گئے۔ اب خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ میرے بال مثل اور میری بہنوں کے کافی بڑھ چکے ہیں اور مجھے اب کوئی شکایت نہیں ہے لہذا میں آپ کو نیز دوسری بہنوں کو جو خدانخواستہ اس مہلک مرض میں مبتلا ہوں اس دوا کے استعمال کرنے کا مشورہ دونگی اور موجودہ دوا کے موجد کو بذریعہ اس تحریر کے مبارک باد دیتی ہوں کہ انھوں نے اس بے بہا نسخہ کو ایجاد کرکے بہت سی اپنی بہنوں کو اس مہلک مرض سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ جو میری لئے میں بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوئی ہے۔ اور یہ دوا دوسری اشتہاری دواؤں کی طرح نہیں ہے جو بالکل بیکار ثابت ہوتی ہیں (نوٹ) دوا بال دھونے کی اور لگانے کی دونوں استعمال کرنا چاہئیں۔ دوا منگانے کا پتہ حسب ذیل ہے (Pearline (Parish) رحمان بلڈنگ چرچ گیٹ سٹریٹ فورٹ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳ بمبئی

(اینہ خاتون دفتر ایڈیٹر ذوالقرنین بدایوں)

ابھی اپریل کے عصمت میں بہن ریحانہ جبین ناز حیا لنبوی صاحبہ کی شدید و مسلسل تکلیف سے سخت تکلیف ہوئی وہ سال کی طویل مدت کسی مرض کے علاج اور اس [illegible] کی آزمائش

کے لئے کافی سے زیادہ ہوتی ہے میری رائے اور تجربہ کے لحاظ سے چاروں مستند طریقہائے علاج (یعنی یونانی، ویدک، ایلوپیتھک، ہومیوپیتھک)، تقریباً یکساں مکمل و کارگر ہیں۔ بشرطیکہ قابل معالج مل جائے اور اگر آپ نے ان دو سال میں یونانی و ڈاکٹری دونوں علاج مستند طبیبوں کی رائے کے مطابق کرلئے ہیں اور ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تو آپ ہومیوپیتھک علاج کیجئے۔ مجھے اس طریقۂ علاج کا بہت تجربہ ہے اور حسن اتفاق آگرہ میں اس معالجہ کے ایک ایسے حاذق ڈاکٹر موجود ہیں جنکی صحت تشخیص و تجویز یوں سمجھئے کہ بالکل خداداد ہے وہ عورتوں کے امراض کے خاص ماہر ہیں اور مجھے خود اپنے گھر اور خاندان میں ان کی مہارت کے مشاہدے ہوتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ان ڈاکٹر صاحب کے علاج سے آپ کو ضرور صحت حاصل ہو جائے گی میں خود ہومیوپیتھک کا ڈاکٹر یا ماہر یا عالم نہیں ہوں۔ لیکن اس کے متعلق کچھ تھوڑا بہت پڑھا لکھا ہے۔ اس لئے یقین دلاتا ہوں کہ یہ علاج بالکل بے ضرر ہے اور نہایت آسان اور کم خرچ اور مفید و موثر ہونے میں کسی دوسرے طریقہ علاج سے کم نہیں ہے۔ بعض امراض کا علاج دور بیٹھے تحریر کے ذریعہ سے اور دوا بھیجکر بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ایک بار مریض کی نبض وغیرہ دیکھکر پورا حال دریافت کرلے اور پھر باقی علاج دور سے جاری رہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ بہن صاحبہ کے لئے کیا صورت ہوگی۔ بہرحال اگر وہ چاہیں تو اپنا مفصل حال لکھکر ڈاکٹر سے مشورہ کرلیں۔ اُن کا پتہ یہ ہے:۔

ڈاکٹر رحیم الدین صاحب قریشی مطب متصل کوتوالی آگرہ (مکان محلہ تکی بستی۔)

پروفیسر حامد حسین قادری

خریدار نمبر ۲۹۴۲ کی خدمت میں عرض ہے پروفیسر چراغ الدین [illegible] واحد کی تصنیف موسوم بہ چراغ ہارمونیم یا گنج [illegible] آپ کو اس کتاب سے عمدہ مدد مل سکے [illegible] سکتا ہے۔

سیدہ سلطانہ خریداری نمبر ۵۴۳

مارچ ۴۳ء کے عصمت میں کیل اور مہاسے کا مضمون پڑھا میرے بھی مہاسے کثرت سے نکلتے ہیں لیکن جب سے مذکورہ مضمون پڑھا ہے میں نے کریم و پوڈر وغیرہ کا استعمال بالکل ترک کر دیا ہے اور غذا بھی ہلکی استعمال کرتی ہوں۔ خدا کرے کہ ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں شفا ہو۔ کیا محترم ڈاکٹر صاحب اب کی عصمت میں اس امر پر روشنی ڈالنے کی زحمت فرمائیں گے ؟۔ کہ بسا اوقات جو لڑکیوں کے چہرے پر روئیں نکل آتے ہیں۔ اور بتدریج بڑھتے جاتے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ؟ اور اس کا خارجی یا اندرونی علاج کس صورت میں ہو سکتا ہے ؟ مثلاً کریم فیس پوڈر۔ عرق یا اور کسی قسم کا علاج۔ امید کہ ڈاکٹر صاحب بہت جلد اس طرف توجہ مبذول فرماکر ممنون فرمائیں گے۔ میری نند اس مضحکہ خیز مرض میں مبتلا ہیں اور سخت پریشان ہیں کہ کیا کرنا چاہئے۔ کئی علاج کئے فائدہ نہ ہوا۔ اور اب وہ کسی کے سامنے جانے سے بھی گریز کرتی ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب یا اور کوئی تجربہ کار بہن و بھائی جلد توجہ فرمائیں۔ تا زیست احسان مند رہوں گی۔

راقمہ ایک خریدار عصمت نمبر ۵۹۲۰

کئی سال سے میرے سر میں بال خورہ ہوگیا ہے ڈاکٹروں و حکیموں کی بہت دوا لگائیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا جگہ جگہ سے بال گر کر بالکل چکنی کھال نکل آئی ہے تکلیف کسی قسم کی نہیں ہوتی کوئی بہن بذریعہ عصمت کوئی آزمودہ نسخہ لکھکر مجھے ممنون فرمائیں۔

ایم۔ کے

ماہ مارچ ۱۹۴۳ء کے عصمت میں ر۔ س امرتسر نے جو نسخے لکھے ہیں اس میں ملیریا کے علاج میں گیری کیا چیز ہے سمجھ میں نہ آئی خشک کھانسی میں منقی کیا چیز ہے۔ منقی ایک دانہ چھوہارہ ایک دانہ کتنے دودھ میں ابالیں اور کیا وہ ایک ایک دانہ ہی تین دن تک کھائیں یا ہر روز دوسرا لیں اور ابال کر کھائیں بچوں کو کتنا دیں۔

بیگم عبدالحفیظ

عصمتی بہنوں سے التجا ہے کہ میرے سر کے بال گر جاتے ہیں [illegible] فائدہ نہ ہوا [illegible]

بہن کو اگر اس کا علاج معلوم ہو تو مہربانی فرماکر ضرور لکھیں ممنون ہونگی۔ فقط زہرہ خاتون صاحبہ خریداری نمبر ۳۲۱۹

میرے ہاتھ اور اوپر کے ہونٹ پر بہت سے روئیں ہوگئے ہیں جو بہت ہی بدنما ہوتے ہیں براہ مہربانی کوئی بہن یا بھائی مجرب آزمودہ نسخہ لکھکر مجھے ممنون فرمائیں۔

آنسہ جمال (گیا)

میری ایک بہن کے چہرے پر برتے نکل آیا ہے اور نکلتا رہتا ہے برائے مہربانی کوئی بہن آزمودہ ترکیب سے مطلع فرمائیں

خریداری نمبر ۴۶۲۱

میرے لڑکے کو ہمیشہ زکام کھانسی کی شکایت رہا کرتی ہے جسکے باعث لڑکے کے غدود بہت بڑھ گئے ہیں ڈاکٹروں کی رائے ہے اس کا اپریشن ہونا چاہیے مگر میں اپریشن سے بہت ڈرتی ہوں کیونکہ لڑکے کی عمر ۴ سال کی ہے کوئی بہن یا بھائی ایسا نسخہ تجویز کرکے بذریعہ عصمت مطلع کریں کہ بلا اپریشن کئے ہوئے لڑکے کو آرام آجاوے ازحد ممنون ہونگی۔

نمبر خریداری ۳۹۴۶

# ضرورت

ایک ایسی تعلیم یافتہ، شائستہ خوش اطوار خوش اخلاق مسلمان خاتون کی ضرورت ہے جو ایک بن ماں باپ کی بچی کے ساتھ رہائش اختیار کرسکے اور اسکی تربیت و دیکھ بھال کرسکے۔

اوسط عمر والی بیوہ کو ترجیح دیجائے گی تنخواہ وغیرہ کا ذکر لکھتے ہوئے درخواستیں حسب ذیل پتہ پر بھیجی جائیں۔

اے ڈی معرفت منیجر دفتر عصمت دہلی

# ایک تجویز

دفتر عصمت نے زنانہ لٹریچر میں جو بیش بہا اضافہ کیا ہے وہ محتاج بیان نہیں، ہر ہر موضوع پر کتابیں شائع کیں، زنانہ دستکاری کے متعلق تو جتنی اہم اور ضروری کتابیں دفتر عصمت نے شائع کیں اور کہیں سے تو اس کی نصف بھی شائع نہیں ہوئیں جس کے لئے خواتین جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ کسی قوم کا معیار اس کے لٹریچر سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے بھی عصمت کا شائع کردہ زنانہ لٹریچر مستحق تحسین وصد آفرین اور ہمارے لئے بڑی حد تک کافی ہے اور ابھی اور مفید لٹریچر کی اشاعت کی ہمیں توقع ہے۔ مردانہ لٹریچر کے مقابلہ میں زنانہ لٹریچر کی جو کمی تھی الحمد للہ عصمت نے وہ بخوبی پوری کر دی کیا اچھا ہوتا اگر بچوں کے لٹریچر کی طرف بھی دفتر توجہ مبذول کرتا گو کہ دفتر عصمت سے بچوں کیلئے بھی چند کتابیں شائع ہوئی ہیں مگر وہ ناکافی ہیں بچے ان کو پڑھ چکنے کے بعد دوسری کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ گو کہ بہت سے مصنفین نے بچوں کیلئے نہایت دلچسپ اور مفید مطلب کتابیں لکھی ہیں مگر وہ انکی سمجھ سے بالاتر ہیں اور بڑی عمر کے لڑکے لڑکیوں کے مطلب کی ہیں۔ اور ایسی نہیں جن سے انکی تفریح طبع ہو۔ بچے فطرتاً کہانیوں کے شوقین ہوتے ہیں جب انکی سمجھ کے مطابق لٹریچر ہمارے پاس نہیں ہوتا تو وہ مجبوراً دوسری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس شوق کی تکمیل کی نوکروں سے فرمائش کرتے ہیں اور وہ جیسی کہانیاں سناتے ہیں اور ان کے جو نتائج ہوتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ دفتر عصمت سے ننھے بچوں کے لئے ایسی کہانیوں کی کتابیں بھی شائع کی جائیں کہ ان کا شوق بھی پورا ہو اور بچوں کے لٹریچر میں بھی اضافہ کا باعث ہو سکے۔ رسالہ بنات کی کہانیاں بہت مقبول ہو چکی ہیں اگر وہی اکٹھی کر کے کتابی صورت میں شائع ہو جائیں۔ تو بچوں کے لئے بہت مفید ہونگی۔ امید ہے محترم بہنیں اس تجویز سے متفق ہو کر ایڈیٹر صاحب کو اس طرف بھی متوجہ کرائیں گی۔

ب۔ ن۔ آنسہ ابراہیم مدراس

# دوربین

## سیاسی حالت

جنوبی افریقہ میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان سبز پوش تحریک میں شریک ہو رہے ہیں۔ یورپی اور اطالوی حکومتیں اس روز افزوں تحریک سے سخت پریشان ہیں کیونکہ یہ تحریک غازی انور پاشا کی تحریک عالمگیر اتحاد اسلامی کی بنیادوں پر قائم کی گئی ہے اور وہی افسران کے روح رواں ہیں جو غازی موصوف کے ماتحت کام کیا کرتے تھے جنوبی افریقہ سے الجیریا اور طرابلس تک سر بپوش ہی سبز پوش نظر آتے ہیں جنھیں باقاعدہ فوجی تعلیم دی جاتی ہے مسولینی کا حال کا سفر طرابلس اسی سلسلہ میں تھا اور اسی وجہ سے اس نے محافظ اسلام ہونے کا بلند بانگ دعویٰ کیا لیکن وہ اپنی غرض میں کامیاب نہیں ہوا

سنجق اور اسکندرونہ پر ترکی قبضہ ہو گیا ہے اور ترکوں کی وہاں ۴۰ ہزار فوج موجود ہے۔ حال میں اس فوج میں اضافہ کر دیا گیا ہے کیونکہ ترکوں نے اپنی مجلس میں کھلم کھلا فرانس کو متہم کیا کہ اس کی امداد سے شام کے ڈاکو ترکی علاقہ میں تاخت وتاراج کرتے ہیں۔ اس سے فرانس وترکی میں جنگ ہونے کا زبردست احتمال ہو گیا ہے حکومت ترکی ان دونوں شہروں کو ہوائی مستقر بنا رہی ہے۔

ہسپانیہ میں دونوں فریق آویزش میں ہیں۔ دونوں وقتاً فوقتاً اپنی اپنی زبردست فتح اور دشمن کے سخت نقصان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔

فقیر ایپی ہے جو ہندوستانی فوجوں کی وزیرستان میں جنگ ہو رہی ہے وہ انگریزوں کے محکمہ انجنیری میں رہ چکا ہے لیکن کئی سال ہوئے نوکری چھوڑ دی۔ اس کی عمر اس وقت ۴۴ سال ہے۔ اور ایک غار میں مصروف عبادت رہتا ہے۔ اس کا اثر جرگہ پر بہت ہے۔

شاہ حبش اب تک اپنی سلطنت کی واپسی سے مایوس نہیں ہوا ہے برابر جمعیۃ الاقوام پر بھروسہ ظاہر کرتے ہے۔ ہز مجسٹی سننے سے خوش ہوتا ہے۔ مختلف ملکوں میں جو سفیر اب تک رہتے ہیں ان کو اپنی جیب سے تنخواہ دے رہا ہے۔ حبش پر اطالیہ کا قبضہ مکمل ہو چکا ہے۔ عدلیس بابا میں جو قتل عام اطالویوں نے کیا تھا۔ اس میں مسٹر مارٹن برطانوی حبشی سفیر کے دو جوان بیٹے بھی قتل کر دیئے گئے۔ حبش سے ہندوستانی محمد علی کو خارج کر دیا گیا ہے کہ وہ سازش کرتا ہے اس کی وہاں بڑی زبردست دکان تھی۔

ترکی جنگی طیاریوں میں مصروف ہے تاکہ اچانک وقت پڑنے پر فوراً مستعد نظر آئے۔ سولہ سے ساٹھ برس کا آدمی تک سپاہی تصور کیا جائے گا۔ مدرسوں میں لڑکے لڑکیوں کو جنگی خدمات کی تربیت دی جائے گی۔ ہوائی جہاز کے متعلق کتابیں لکھی جا رہی ہیں تاکہ مدرسہ میں پڑھائی جائیں۔ ہوائی جہاز اور موٹریں بنانے کا کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے۔

## مسز سمپسن کی شادی

مسز سمپسن کی شادی سابق شاہ ایڈورڈ ہشتم سے ۲۷۔ اپریل کے بعد ہو گی کیونکہ اس تاریخ کو اُن کی طلاق قانوناً مکمل ہو جاوے گی۔ جب وہ تخت سے دستبردار ہوتے اُن کی تنخواہ کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ اب ڈیوک آف کناٹ کی وساطت سے اُنھیں ۱½ لاکھ روپیہ سالانہ تنخواہ کے علاوہ ۱۳ لاکھ ۲۵ ہزار روپیہ بھی دیا گیا ہے۔ جو انھوں نے مسز سمپسن کو دے دیا ہے۔ اس سے انہیں ۶۵ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوا کریگی۔ یہ رقم انھوں نے اسلئے دی کیونکہ ان کے پاس کوئی جائداد نہ تھی۔ اس سے اُن کی وجاہت کا معاملہ مستقل طور سے طے ہو گیا۔ شادی کے بعد وہ ڈچس آف انڈسر کہلائے گی اور اُن کا درجہ ملک معظم کی ہمشیرہ شہزادی میری۔ ڈچسز آف گلوسسٹر اور ڈچسز آف کنٹ پر فائق ہو گا۔

## دلہنوں کا تبادلہ

ہانگ کانگ سے بذریعہ مراسلہ اطلاع ملی ہے کہ سلین شہر کے قریب ایک دلہن کو شادی کے بعد سسرال لے جا رہے تھے کہ یکایک برف کا طوفان آ گیا۔ اس پالکی کے کہار ذرا دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ اتنے میں ایک اور دلہن کی پالکی وہاں آ گئی اور اس کے کہار بھی وہاں ٹھہر گئے۔ دلہنیں کسی ضرورت سے باہر آ گئی تھیں۔ بیٹھتے وقت ایک دوسرے کی پالکی میں بھول کے بیٹھ گئیں۔ وہاں دلہنوں کا سخت پردہ ہے اس لئے کسی کو اس وقت پتہ نہ چلا۔ سسرال پہنچنے پر دونوں جگہ غلطی ہوئی۔

## علیگڈھ مسلم یونیورسٹی

ڈاکٹر ضیاءالدین صاحب علیگڈھ میں ڈاکٹر مونجے کے نمونے کا جنگی کالج قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس کی امداد کے لئے انھوں نے مسلمانوں اور نوابوں سے اپیل کی ہے۔ نواب محسن الملک کے زمانہ تک علیگڈھ میں لڑکوں کو فوجی پریڈ سکھائی جایا کرتی تھی۔ لارڈ کرزن نے معائنہ کرتے وقت جب اس جنگی قواعد کو دیکھا تو گھبرا گئے اور اُن کی خوشنودی کے لئے کالج والوں نے یہ جنگی تربیت بند کر دی۔

پچھلے سال لڑکوں کا داخلہ تسلی بخش رہا۔ تعداد حسب ذیل تھی: پی-ایچ-ڈی ۲۳ - ایم-اے- آخری ۸۵ - ایم-اے پہلا ۱۶۹ - ایل-ایل-بی آخری ۸۲ - پہلا سال ۱۷۹ - علم دینیات ۳ - بی-ٹی ۴۳ - آنرز ۱۰ - بی-اے آخری ۲۷۳ - پہلا ۲۴۲ - ایف-اے آخری ۲۸۹ - پہلا ۲۷۰ - کل ۱۲۷۲ - ایک ورزش خانہ دس ہزار روپیہ کی لاگت سے بنایا گیا ہے۔

## تاروں کا جھرمٹ

مارشل احمد پاشا جو بعد از جنگ ترکی کے وزیر اعظم تھے اور جنھوں نے عارضی صلح پر دستخط کئے تھے انتقال کر گئے۔

پانی پت میں ہندوؤں کا ہولی کا جلوس مقبرہ بو علی شاہ قلندر کے سامنے سے گزر رہا تھا مسلمان روکنے کے لئے ہاتھ پشت پہ باندھ کے زمین پر لیٹ گئے۔ پولیس کو کسی طرف سے نقص امن کا اندیشہ ہوا اُس نے گولیاں چلائیں جن سے سات مسلمان شہید

ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ حکومت تحقیقات کر رہی ہے۔

علیگڑھ میں اپریل کے شروع میں اردو کی حمایت میں ایک کانفرنس زیر صدارت مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو ہوئی۔ تقریر صدارت میں بڑے بڑے آدمیوں کی تحریروں کے حوالوں سے بتایا گیا کہ اردو عرصہ دراز سے ہندوستان کی زبان مشترک سمجھی جاتی رہی ہے۔ اور مختلف والسرائیں اور گورنروں نے اردو میں تقریریں کی ہیں۔

ہندوستان کے بارہ صوبوں میں یکم اپریل سے جوئی وزارتیں قائم ہوئی ہیں اُن میں سات صوبوں میں وزیراعظم مسلمان ہیں یعنی سرحد پنجاب سندھ صوبجات متحدہ بنگال بہار و آسام میں مسلم اور باقی چار میں غیر مسلم چیف منسٹر ہیں۔ لاہور میں جب بیگم رشیدہ لطیف صدر کی کرسی کے پاس حلف وفاداری لینے نکلیں تو انھوں نے یہ کہہ کے کہ مسلمان عورت کو اجنبی مرد سے خواہ کسی مرتبہ کا ہو ہاتھ ملانے کی اجازت نہیں ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا۔

ضلع رہتک میں ایک مالدار جاٹ کے چار بیٹے تھے جن میں سب سے بڑا ۱۰ سال کا تھا۔ ملزم وارث بازگشت تھا لیکن اس کے راستہ میں یہ چاروں بیٹے حائل تھے۔ اُس نے سوچا کہ اپنے لئے میدان صاف کرنا چاہئے۔ ایک روز وہ جاٹ زمیندار گاؤں سے کہیں باہر گیا ملزم اُس کے گھر مہمان بن کے ٹھہرا آدھی رات کو چاروں بیٹوں کو قتل کر ڈالا۔ غل ہونے پر لوگ جمع ہوئے۔ ملزم پکڑا گیا۔ اس کی پھانسی کی سزا عدالت عالیہ لاہور نے بحال رکھی۔

سیالکوٹ کے ضلع سے ایک جاٹ لڑکی نے باپ کی ذاتی پیدا کردہ جائیداد کی وراثت کا دعویٰ کیا لیکن جائداد وارثان بازگشت کو مل گئی۔ عدالت عالیہ لاہور نے قرار دیا کہ رواج کو صرف قانون ہی بدل سکتا ہے۔ سیالکوٹ کے ضلع میں اس مقدمے سے پہلے تک کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آیا کہ بیٹی باپ کی پیدا کی ہوئی جائداد لے سکتی ہے اس لئے رواج کی پابندی ضروری ہے۔

ضلع پٹنہ میں بارش اور اولوں کے طوفان میں ایک درخت کے نیچے دو عورتیں کھڑی تھیں کہ بجلی گری اور دونوں مر گئیں۔ ایک آدمی بھی جو وہاں تھا بیہوش ہو گیا۔

پربدھالا (میمن سنگھ) کے چند گاؤں میں نل کے کنوئیں بنائے گئے تو اندر سے گڑگڑاہٹ کی آواز آئی اور پھر دھواں ریت اور بدبودار ہوا نکلنے لگی اور زمین ہلنے لگی۔ ٹھیکیدار نے فوراً نل نکال کے زمین بند کر دی۔

آسام کی اسمبلی میں مسز زبیدہ رحمٰن ڈپٹی پریذیڈنٹ منتخب ہوئی ہیں۔

پیرس میں پولیس نے ایک عورت کو مکانوں کی چھتوں پر بھاگتے دیکھا۔ اُس نے اس کا تعاقب کیا۔ چاندنی میں نظر آیا کہ وہ ننگی ہے اور ایک تلوار ہلاتی جاتی ہے ہاتھ آنے کو تھی کہ چھت کی ایک کھڑکی سے ایک کمرہ میں کود گئی۔ وہاں وہ مقابلہ پر ڈٹ گئی۔ پولیس دروازہ توڑ کر اندر گئی۔ اس نے کئی سپاہیوں پر تلوار چلائی بڑی مشکل سے اُسے گرفتار کر کے پاگل خانہ بھیج دیا گیا۔

بیلری کی سشن عدالت سے ایک ۲۲ سالہ ہندو عورت کو کالے پانی کی سزا ہوئی ہے۔ شوہر سے لڑائی ہوئی اور اُس نے اُسے مارا اس غصہ میں اُس نے اپنا چھ سالہ بچہ کنوئیں میں ڈال کے خود بھی چھلانگ ماری۔ لڑکا مر گیا لیکن خود زندہ رہ گئی۔

افسوس ہے بیگم حسرت موہانی کا انتقال ہو گیا۔ وہ بڑی قابل بی بی تھیں۔ انھوں نے اپنے شوہر کی رنج و ملال کی زندگی میں بڑی ثابت قدمی سے ہمدردانہ و رفاقت ادا کی۔ ہندوستان کی جنگ آزادی میں انکا ایثار اور قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔

کراچی کے ایک سندھی ہائی سکول کی ایک سکھ لڑکی نے ورزشی مشق میں ۵ فٹ ایک انچ اونچی چھلانگ لگائی جو ہندوستانی عورتوں کا سب سے اونچا ریکارڈ ہے چھلانگ [illegible] کے مقابلہ میں شریک ہوگی۔
[illegible] سہ منزلہ مکان کی چھت سے [illegible] گر ہی نے

[illegible]

# زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

## جو اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کی جا چکی ہیں

### (۱) عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ۔ یہ کتاب فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ [illegible] بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے۔ [illegible] عصمت کی مشہور مضمون نگار [illegible] صاحبہ کی نسبت [illegible] خوبصورت اور کامیاب کتاب بہت محنت سے مرتب کی گئی ہے۔ محترمہ [illegible] بیگم صاحبہ [illegible] کے یہ مضامین رسالہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں [illegible] عصمتی کروشیا [illegible] ان مضامین [illegible] زبان میں لکھے ہیں [illegible] بہت [illegible] صاحبہ [illegible] کروشیا کی [illegible] ہدایات دی گئی ہیں اس سے فرنے بنانے میں بہت سہولت ہو جاتی ہے [illegible] نہایت [illegible] قیمت [illegible]

#### مختصر فہرست عصمتی کروشیا

| | | |
|---|---|---|
| گلو بند کاری | مامہ ہاؤس | گول ٹانکے |
| ڈاک بنگلہ | مسور کی دال | نام مسین |
| [illegible] | مربع | شیر ببر |
| گلو بند | [illegible] گرہ | جامع مسجد |
| ۵ قسم نمبر | [illegible] | [illegible] خوبصورت کونے |
| خوش [illegible] | عینہ سارک | [illegible] |
| چھوٹا [illegible] | طرہ دان | پردہ [illegible] |
| گلو [illegible] لیس | [illegible] | بچوں کے تیر و کمان |
| [illegible] | [illegible] | گلدستہ [illegible] |

### (۵) موتیوں کا کام

موتیوں کے کام کا شوق [illegible] [illegible] گر یہ کام ایسا ہے کہ جب تک بتانے والا نہ ہو [illegible] جب اشارہ [illegible] تو آسانی کیا جا سکتا ہے [illegible] دلچسپ اور مفید غریبوں کے لئے روزی کا ذریعہ ہو سکتا [illegible] خواہیوں کے لئے دل بہلانے کا۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر [illegible] مفید کتاب دستکاری کی ماہر [illegible] عصمتی بہنوں نے [illegible] ہے اور دعوی کیا جا سکتا ہے کہ موتیوں کے کام کی ایسی [illegible] ہندوستان میں [illegible] نہیں چھپی۔ اس میں [illegible] نمونے ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| [illegible] | [illegible] قسم کی [illegible] | [illegible] |
| ۱۴ [illegible] | ۱۱ [illegible] | ۳ [illegible] |
| ۵ [illegible] | ۸ [illegible] | [illegible] |
| ۹ حاشیہ [illegible] | ۳ [illegible] | ۳ [illegible] |
| ۶ [illegible] | ۹ [illegible] | [illegible] |
| متفرق [illegible] | [illegible] | [illegible] |

مثال کے طور پر صرف چند چیزوں کی فہرست پیش [illegible]

| بیلیں | | لیسیں | |
|---|---|---|---|
| [illegible] | گلاب کی بیل | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| سادی بیل | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | حاشیہ کی [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
| [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |

[illegible]

### (۳) گلدستہ کشیدہ

عصمتی کشیدہ کا دوسرا حصہ

کشیدہ کاری کی اس قدر خوبصورت اور اتنی کارآمد کتاب آج تک نہیں چھپی

اس کتاب کی تیاری میں دستکار بہنوں سے مدد لیا۔ کشیدہ کاری کی مشہور ماہر محترمہ علیہ فاطمہ بیگم صاحبہ گرہ نے نہایت محنت و قابلیت سے کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔

کتاب کے ۱۱ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

| | | |
|---|---|---|
| باب | خوبصورت [illegible] | [illegible] |
| باب | مختلف قسم کے [illegible] | [illegible] |
| باب | مختلف [illegible] | [illegible] |
| باب | [illegible] | ۱۹ |
| باب | [illegible] | [illegible] |
| باب | مختلف [illegible] | [illegible] |
| باب | [illegible] | [illegible] |
| باب | [illegible] | [illegible] |
| باب | [illegible] | [illegible] |
| باب | [illegible] | [illegible] |
| باب | [illegible] | [illegible] |

[illegible]

### (۲) عصمتی کشیدہ

اس کتاب [illegible] کشیدہ

[illegible] کے نہایت اچھے اچھے نمونے دئے گئے ہیں [illegible] اس قدر آسان [illegible] چھوٹی چھوٹی [illegible] ہر نمونہ کی [illegible] تشریح کی گئی ہے [illegible] کس چیز کے نمونے ہو سکتے ہیں اور کس کس رنگ میں ہونا چاہئے۔ [illegible] کیا گیا [illegible] سے پڑھنے شروع کئے ہیں۔ [illegible] پلنگ پوش۔ رومال [illegible] گذوں تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں۔ پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں۔ بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ ان کے بعد [illegible] مختلف قسم کی [illegible] کے عمدہ عمدہ نمونے [illegible] کے [illegible] اور چند مشہور عمارات کے خاکے [illegible] کیلئے یہ کتاب بہت کارآمد ہے [illegible] قیمت [illegible]

### (۴) خواتین کی دستکاریاں

جو خواتین مالی تنگی سے پریشان ہیں جنہیں آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی نے پریشان کر رکھا ہو وہ اگر ایک علم [illegible]

[illegible] کتاب میں [illegible] ہدایات [illegible] دئے گئے ہیں [illegible] بیان کر دی ہے

[illegible] اس کتاب کی مدد [illegible] پریشانیوں کو آسانی دور کر سکتی ہیں۔ خواتین کی دستکاریاں [illegible] قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

# رسالۂ عصمت دہلی


| جلد ۵۸ نمبر ۶ | بابت ماہ جون ۱۹۳۷ء عیسوی | انتیسواں سال ۲۹ |
|---|---|---|


تصاویر — فہرست مضامین




چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک چار روپیہ للعہ — ممالک غیر سے دس شلنگ — برما سے ...

قیمت خاص ... کا ایڈیشن دس روپے۔ رؤسا سے پچیس روپے، والیان ریاست سے سو روپے۔ ممالک غیر ...

فی پرچہ ایک روپیہ

رسالہ عصمت ہندوستان کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر ... کے بک سٹال پر بھی ... ملتا ہے

... الرحمٰن پرنٹر و پبلشر ... محبوب المطابع ... میں چھپا

# چند باتیں

اس پرچہ کے ساتھ عصمت کا انتیسواں سال ختم ہوتا ہے۔ عصمت کا یہ سال کس حد تک کامیاب رہا اس پر مفصل تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ خواتین کی اصلاح و ترقی اور فلاح و بہبودی کے لئے بدستور ہر ماہ مستند و موثر مضامین شائع کئے گئے جن سے ہندوستانی بہنیں عملی زندگی میں بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ ان کی دلچسپی اور تفریح طبع کا سامان بھی ہر ماہ کافی فراہم کیا گیا لیکن اُن مضامین سے بھی کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ نکلتا یا ایسا سبق ملتا ہے جس کا کچھ مدت تک دل پر اثر رہے۔ مضامین کا معیار اگرچہ بلند ہے لیکن معمولی پڑھی لکھی عورتیں بھی ان سے مستفید ہو سکتی ہیں۔ عصمت کی بہت سی مخصوص قدیم لکھنے والیوں نے اپنے پرچہ کی روایات قایم رکھنے میں دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ حصہ لیا۔ کئی نہایت ہونہار نئی لکھنے والیاں عصمت نے اس سال بھی پیدا کیں۔ ملک کے اکثر مایہ ناز اہل قلم نے ہندوستانی بیبیوں کے مذاق و مطلب کے گراں بہا مضامین لکھے۔ مضامین کے چند صفحے ہر پرچہ میں باریک لکھوا کر سو صفحوں سے بھی زیادہ کا میٹر پیش کیا گیا۔ تصاویر کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ سال کے تمام پرچے ٹھیک ۳۰ تاریخ کو نہایت پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوئے کسی ماہ کے پرچے کی اشاعت میں ایک دن کی بھی تاخیر نہ ہوئی۔ کاغذ کی گرانی ڈیڑھ گنی قیمت تک پہنچ گئی لیکن پرچہ کی شان میں فرق نہ آیا۔

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کا بابرکت سایہ اُٹھ جانے کے بعد پرچہ کی حالت جس اعتبار سے بھی جس قدر خراب ہو جاتی تعجب انگیز نہ ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اپنے بانی اور سرپرست کے اُٹھ جانے کے بعد بھی اس نے اپنے فرائض کی ادائگی میں کوتاہی نہ کی، اپنی خصوصیات کو قائم رکھنے کی کوشش کی اور توقع سے بہت زیادہ کامیاب رہا۔

---

آج سے دو سال قبل تک خوشیوں اور امیدوں بھرے دل سے جولائی میں عصمت کی سالگرہ منائی جاتی تھی۔ وہ جذبات ختم ہو چکے مگر روایات زندہ رکھنی ہیں اس لئے آئندہ پرچہ سالگرہ نمبر ہوگا۔ جس کی ضخامت دو سو صفحوں سے اوپر ہوگی۔ یہ مستقل خریداروں کو سالانہ چندہ میں دیا جائے گا۔ علیحدہ قیمت ایک روپیہ (عہ) ہوگی۔

---

## کاغذ کی گرانی

چند ماہ سے کاغذ کی گرانی ناقابل برداشت ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اچھے اچھے کامیاب پرچے جن کی آمدنی کے وسیع ذرائع ہیں کاغذ کی گرانی سے چیخ اٹھے۔ کسی میں ہلکا کاغذ لگنے لگا۔ کسی کی ضخامت کم ہو گئی۔ اور کوئی چندہ بڑھانے پر غور کر رہا ہے۔ لیکن الحمدللہ عصمت کے حسن ظاہری میں بھی مطلق فرق نہیں آیا۔ چھ ماہ قبل ساڑھے چار روپیہ رم کا کاغذ عصمت میں لگایا جا رہا تھا آج گرانی کا یہ عالم ہے کہ جس کاغذ پر ۳۶

ا ر رسالہ چھپا ہے یہ چھ روپے بارہ آنے یعنی ڈیڑھ گنی قیمت پر بھی بہت مشکل سے ملا ہے۔

عصمتی بہنوں نے اس سال چار روپیہ سالانہ چندہ میں جس شان کا پرچہ ملاحظہ فرمایا ہے ڈیڑھ سال قبل اس کا چندہ پانچ روپے تھا۔ سالانہ چندہ میں ایک روپیہ کی کمی ترقی اشاعت کی امید پر کی گئی تھی۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ادھر چندہ میں تخفیف کا اعلان ہوا ادھر حضرت علامہ مغفور کی علالت خطرناک صورت اختیار کرتی گئی اور پھر ان کا مقدس سایہ اٹھ جانے کے بعد ترقی اشاعت تو کیا ہوتی اشاعت کا نہ گرنا ہی خدا کی بہت بڑی عنایت ہے۔ سالانہ چندہ میں ایک روپیہ کی کمی ہی سے کافی نقصان ہو رہا تھا کہ کاغذ کی گرانی نے پریشانیوں میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔ کیا اس موقع پر یہ توقع غلط ہوگی کہ عصمتی بہنیں جن کی نگاہ میں عصمت کی ناچیز خدمات کی کچھ وقعت ہے جن کے دل دردکی بے بہا دولت سے مالا مال ہیں اپنے پرچہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر اپنی سہیلیوں کو رسالہ کا خریدار بنا کر سچی ہمدردی کا ثبوت دیں گی؟

---

جن بہنوں کی مدت خریداری اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ وہ براہ عنایت آیندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر ۲۰ جون تک روانہ فرمادیں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور درج فرمائیں اگر کسی وجہ سے وہ آئندہ اپنے نام پرچہ جاری رکھنا نہ چاہیں تو بجائے اس کے کہ وی۔ پی واپس کرکے پرچے کو نقصان پہنچائیں۔ اتنا کرم فرمائیں کہ خریداری نمبر کے حوالہ سے پوسٹ کارڈ پر انکاری اطلاع ۲۰ جون تک دفتر کو دے دیں۔ ۲۵ جون تک منی آرڈر یا انکاری اطلاع نہ ملی تو حسب دستور سالگرہ نمبر وی۔ پی کے ذریعہ بھیجا جائے گا۔ ایک روپیہ چندہ کی تخفیف۔ کاغذ کی گرانی اور موجودہ حالت کو پیش رکھ کر مجھے امید ہے وہ تمام بہنیں جن کا سال خریداری اس ماہ ختم ہو رہا ہے وی پی کی واپسی کے نقصان سے اپنے پرچہ کو محفوظ رکھیں گی۔

---

سالگرہ نمبر ۳۰ جون کو شائع ہوکر ہندوستان کے تمام خریداروں کو جولائی کے پہلے ہفتہ میں پہنچ جائے گا۔ ڈاک خانہ والوں کی عنایت سے ۱۰ جولائی تک جن بہنوں کو نہ ملے وہ زیادہ سے زیادہ ۱۵ جولائی تک خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو مطلع فرمادیں۔ دوبارہ بھیجدیا جائے گا۔ لیکن ۱۵ تاریخ کے بعد ممکن ہے قیمتاً بھی نہ مل سکے۔

---

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کے مضامین کے مجموعوں کا آخری سٹ کوشش کی جارہی ہے کہ ستمبر تک شائع ہوجائے۔ دوسرے مصنفین کی جو کتابیں سال ڈیڑھ سال سے رکی ہوئی ہیں ان کا سلسلہ بھی اس ماہ سے شروع کردیا گیا ہے۔ چنانچہ منشی پریم چند آنجہانی کے افسانوں کا آخری مجموعہ دودھ کی قیمت چھپ کر تیار ہوگیا ہے۔ اور پھولوں کی کاشت کے متعلق مہر ورجہاں صاحبہ رعنا کی قابل قدر کتاب پریس میں جاچکی ہے۔

# دُعائیں

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

میری نگاہ سے اُس گروہ کی تصانیف جو دعا کا مُنکر ہے اور اس جماعت کی کتابیں جو دعا پر یقین رکھتی ہو دونوں گذری ہیں اس سلسلہ میں سر سید علیہ الرحمۃ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دلائل خصوصیت سے قابل توجہ ہیں متقدمین نے بھی اس مسئلہ پر کافی بحث کی ہے۔ خدا کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اُن پاک روحوں کو اس میدان کے تمام خس و خاشاک کو ایسا صاف و پاک کر گئیں کہ صداقت کی روشنی چاروں طرف جگمگا رہی ہے۔ قابل قدر تھی وہ جماعت بھی جس کی مخالفت خلوص پر مبنی تھی، مقابلہ کر رہی تھی دیانت سے اور کام لے رہی تھی قابلیت سے، افسوس اور سخت افسوس آج کے اُس گروہ پر ہے جو پڑھے نہ لکھے اور نام محمد فاضل، نماز روزے سے تو فرنٹ ہوئے ہی تھے، دعا و التجا سے بھی سرکش ہو گئے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ غریب بھی چنداں خطاوار نہیں موسم کا سماں اور وقت کی بات ہے۔ تعلیم ہوئی مذہب سے دُور، تربیت نوزائی نور، خدا اور رسول سے واسطہ کیا؟

ہم کو رونا اپنے اُن نوجوانوں پر آتا ہے جو دوسروں کے دیکھا دیکھی مادیت کے ایسے شیدا ہوئے کہ اپنا اصلی جوہر بھی خاک میں ملا دیا۔ مگر اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ یورپ جس کی تقلید پر وہ آج مٹ رہے ہیں، جہاں سینما کی برہنہ تصاویر پیش کر رہا ہے وہاں گرجا اور عبادت کے بھی ایسے نمونے دکھا رہا ہے کہ اگر اُدھر دل پھڑک جاتا ہے تو اِدھر گردن جھک جاتی ہے۔

کاش مسلمان خذ ما صفا دع ما کدر پر عمل کرتے اور اتنا سمجھتے کہ خود ان کے سامنے ایک خطاوار دست بستہ کھڑا ہو کر معافی کا طالب ہوتا ہے تو قلب کی کیا کیفیت ہو جاتی ہے؟ پھر جس وقت ایک گنہگار بندہ اپنے اس مالک حقیقی کے سامنے جو گناہ کا بخشنے والا اور ارحم الراحمین ہے۔ التجا کرتا ہے تو رحم و کرم کی شان کا تقاضا کیا ہو گا؟

"اے مولا! ہماری فریاد سُن۔ کہ ہم مانگنے والے اور تو دینے والا ہے"

مسلمان کا ایمان دعا پر ہونا ضروری ہے اور وہ خدا کے اس حکم سے انکار نہیں کر سکتا۔

"تم مجھ کو یاد کرو، میں تم کو یاد کروں۔"

اُس کو ان ارشادات نبوی کے سامنے بھی سر جھکانا پڑے گا کہ جب تک میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے، اس کے ہونٹ میری یاد میں ہلتے رہیں میں اس کے ساتھ ہوں" "سُنتا ہوں، جو کہتا ہے۔ اور دیتا ہوں جو مانگتا ہے"

ہم کو اب دیکھنا یہ ہے کہ سرور دو جہاں کا طرز عمل اس معاملہ میں کیا تھا۔ کیونکہ یہی ہمارا ایمان ہے اور خدا نے بھی اپنی مقدس کتاب میں ہم کو اسوۂ حسنہ کی تاکید کی ہے۔ اور کسی مسلمان کو اس سے زیادہ اور کس چیز پر فخر ہو سکتا ہے کہ

وہ اپنے آقا و مولا کے نقش قدم پر چلے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم اپنے ہاتھ دعا کے واسطے پھیلاتے اور جب دعا ختم ہوتی تو دست مبارک اپنے منہ پر پھیر لیتے۔ دعا کے متعلق یہ بھی رسالت مآب کا ارشاد ہے کہ دعا عجز و انکسار سے مانگو جل کر اور اکڑ کر نہیں۔ بندے کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ گنہگار ہے اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔ جس سرکار سے وہ رحم و کرم کا طالب ہے وہ تو ایسی سخی ہے کہ شیطان جس نے نافرمانی کی اس کی دعا بھی قبول فرمائی۔

## حضور اکرم کی دُعا

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ عباس نے مجھے حضور کی خدمت میں ایک کام کے واسطے بھیجا۔ سرور دو جہاں اس وقت میری خالہ میمونہ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ نماز فجر کی سنتوں سے فراغت پاکر رسالت مآب نے خداوند کریم سے یہ دعا کی۔

"الہ العالمین! ہم تجھ سے اُس رحمت کی التجا کرتے ہیں جس کا تو مالک ہے معبود حقیقی! اُسی رحمت سے ہمارے دل کو ہدایت فرمایا۔ خالق الموجودات! ہمارے بگڑے ہوئے کاموں کو بنا، ہماری پریشانیاں رفع فرما، دلوں کو محبت کی چاشنی دے اور برائیوں کی اصلاح کر، پردیسیوں کی حفاظت کر اور بچھڑے ہوؤں پر کرم فرما۔ جو ہم میں موجود ہیں ان کے درجے بلند کر اور عزتیں بڑھا۔ اعمال میں پاکیزگی دے اور سرخرو کر۔

چلا سیدھے رستے پر، ایمان دے ایسا جو پکا ہو۔ یقین ایسا جس کے بعد گمراہی نہ ہو۔ رحمت ایسی جو سبب ہو تیری رضامندی کا، دنیا میں بھی اور دین میں بھی۔

طلب کرتا ہوں کامیابی اُس وقت جب اس دنیا سے رخصت ہوں جلوہ دکھا سعیدوں کی موت کا، نیک بختوں کی قرابت کا۔ قدرت دکھا، اپنی اور دعا سن میری غالب ہوں دشمنوں پر، اور عزت پاؤں اپنوں میں۔ میرا عمل کوتاہ، مگر اے مالک! تیری رحمت وسیع، تیرا کرم بڑا، تیرا انعام مشہور۔ محتاج ہوں اس واسطے سوال کرتا ہوں۔

دین و دنیا کے بادشاہ! بچا دوزخ کی آگ سے، دُور رکھ بربادی کے آثار سے، تباہی کے فتنہ سے، ڈبو دے ہم کو اس رحم و کرم میں جو تیرا شیوہ ہے۔ توفیق دے اپنی محبت کی اور اُن کی محبت کی جو تیرے تھے، اور تیرے ہیں۔

مولا! مانگنا ہمارا کام ہے اور دینا تیرا۔ کوشش ہماری، اور بھروسہ تیرا ہم تیرے ہیں، اور تیرے پاس پہنچیں گے۔

اے اللہ! ہم لاچار ہیں۔ ہم میں گناہ سے بچنے کی طاقت، نہ تیری عبادت کی قوت۔ ہمارا بیڑا تو ہی پار کر سکتا ہے۔ اے دنیا و دین کے آقا! اے روز انصاف کے مالک! بچا اپنے غضب سے۔ اے قرآن کے نازل کرنے والے! صحبت دے اُن کی جو تجھ کو سجدے کر رہے ہیں، اور جن کی گردنیں عاجزی سے تیرے سامنے جھکی ہوئی ہیں، جو زبان کے سچے اور ہاتھ کے اچھے ہیں، جن کے دل پاک اور نیتیں صاف ہیں۔ نور بھر دے ایمان ڈال دے، رحمت داخل کر دے اس جسم میں ان ہڈیوں میں اور اس دل میں۔ ایسی نور دے ایسا کہ جسم نور ہو جاؤں۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

# لڑکیوں کی صحت

یوں تو آج کل امراض کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید ہی کسی کی صحت بالکل درست رہتی ہو۔ لیکن لڑکیاں تو آئے دن بیماریوں میں مبتلا نظر آتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں کہ بظاہر کوئی خاص مرض کا غلبہ نظر نہیں آتا۔ مگر ہمیشہ کمزور اور زرد اور دبلی رہتی ہیں۔ بڑی بوڑھیاں یہ کہہ کر ٹال دیتی ہیں۔ کہ ہماری لڑکیاں اگر دہقانیوں جیسی ہٹی کٹی مٹی مشنڈی رہیں تو پھر شرافت کا نشانِ امتیاز کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ کبھی یہ کہتی ہیں۔ کہ امیر اگر آئے دن بیمار نہ پڑیں تو ڈاکٹر طبیبوں کی روٹی کیونکر چلے۔ چنانچہ ایسے مضحکہ خیز نظریے بجائے اس کے کہ کوئی اصلاحی صورت پیدا کرنے کے ذمہ دار ہوتے الٹے بیماری میں اور صحت کی بربادی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔

کسی عقلمند کا یہ مقولہ ہے کہ۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ پس اس کو حاصل کرنے اور اس کے قیام کے لئے حتے الامکان کوشش صرف کرنی چاہیئے۔

بڑی بوڑھیاں یہ بھی کہتی ہیں۔ کہ اگلے وقتوں میں جبکہ اس قدر نت نئی دوائیں ایجاد ہوئی تھیں امراض کی یہ بھرمار تھی لہذا یہ عرض کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ کہ اگلے وقتوں کی طرز رہائش۔ بود و ماند غذا اور تفریح بھی جداگانہ تھی۔ اور اب بھی جہاں کھلے مقاموں پر جن کی جائے رہائش ہے۔ صاف ہوا۔ تازہ اور خالص غذا میسر ہے۔ آبادی کی کثرت سے مکانوں پر مکان امنڈے نہیں آ رہے ہیں۔ سیر و تفریح یعنی کافی ٹہلنے اور چہل قدمی کے لئے کھلی جگہوں میں یعنی صحن باغ یا کمپاونڈ میں تفریح کرنے کا موقع ملتا ہے وہ بدرجہا بہتر تندرستی رکھتی ہیں۔ آخر اگلے زمانہ کے مردوں سے اب کے مردوں میں اس قدر فرق کیوں نہیں آگیا ہے۔ حالانکہ ان کی زندگیوں کے اصول پہلے کی نسبت اب تک بہت زیادہ متغیر ہو گئے ہیں۔ تعلیمی محنتوں اور رہائش کے مضر صحت طریقوں سے گو کہ ان کی صحت بھی خاطر خواہ نہیں رہی مگر وہ پھر بھی لڑکیوں سے زیادہ اچھے رہتے ہیں۔ لڑکیاں اول تو خلقتاً کچھ کمزور ہوتی ہیں۔ اس پر ۴-۵ سال کی ہوتے ہی ہر دم اٹھتے بیٹھتے یہ تربیت پاتی ہیں۔ کہ دیکھو دوڑ کر نہ چلو۔ میدان میں ننھے میاں کے ساتھ نہ کھیلو تم لڑکی ہو۔ لڑکیاں دوڑا نہیں کرتیں لڑکیاں باہر کھیلنے نہیں جاتیں۔ لڑکیاں گیند بلا نہیں چھوتیں۔ گڑیاں کھیلو۔ ہنڈ کلیا پکاؤ۔ کتابیں پڑھو۔ سلائیاں سیکھو سنجیدگی سے نہایت آہستگی سے اُٹھنے بیٹھنے کی عادت ڈالو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی طبیعت میں جو بچپن کا چلبلا پن ہوتا ہے وہ مٹ جاتا ہے۔ بچپن کی آزادی میں رکاوٹ ڈالنے سے ان کا دل جو مسرتوں اور بے فکریوں سے پُر ہوتا ہے۔ مردہ ہو جاتا ہے اور کم سنی کی مسرت خیز شگفتگی نابود ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہوش آتے ہی خود کو لڑکوں کی نسبت ہر بات میں پابند اور ہر دلچسپی سے محروم دیکھ کر آزردہ خاطر ہو جاتی ہیں۔ جس سے ان کی صحت اور بالیدگی پر نہایت بُرا اثر پڑتا ہے

اس پر کہیں اگر روشن خیالی حاوی رہی تو ان کو تعلیم دلانے کی تدبیریں ہوتی ہیں۔ کہیں اسکولوں میں داخل کرایا جاتا ہے تو کہیں گھر پر ہی تعلیم کے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے اسکول میں تعلیم دلائی گئی تو انہیں اور لڑکیوں سے ملنے ملانے کی وجہ سے کچھ روزانہ ماحول میں تبدیلیوں کی وجہ سے۔ اور کچھ اسکول میں ورزش اور کھیلوں کے چرچے کے باعث سرور و دلبستگی کے سامان ہو جاتے ہیں۔ لیکن جن کی تعلیم گھر پر ہوتی ہے۔ مثلاً ۳۔ یا چار لڑکیاں پڑھنے والیاں ہیں تو گھر ہی ایک لائق ٹیچر رکھ کر تعلیم دلانے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ تاکہ اخراجات میں کفایت ہو۔ یا اگر کسی ایسے مقام پر رہنے کا اتفاق ہوا جہاں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم دلانے کا کوئی بہتر اسکول نہیں ایسے مواقع بھی گھر کی پڑھائی پر مجبور کرتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں لڑکیوں کی صحت پر ناگوار اثر پڑنا ضروری ہے۔ اول تو اسکولوں کے موجودہ نصاب لڑکیوں کے لئے کچھ کم پریشان کن نہیں اس پر قید و بند میں رہ کر تعلیمی محنت ان پر بار گراں سے کم نہیں ہوتی۔ کیونکہ کہ انہیں لڑکوں کی طرح دل بہلانے۔ کھیلنے کودنے کا موقع ہی نہیں ملتا جس سے پڑھنے لکھنے سے فرصت ہونے پر ان کی تفنن طبع اور ورزش کا ذریعہ ہو۔ لہٰذا ان کی صحت دن بدن خراب ہونے لگتی ہے۔ کھلی آنکھوں پر اس کا مضر اثر ہو جاتا ہے۔ اور چشمہ لگانے کی ضرورت ہو جاتی ہے۔

چنانچہ موجودہ طرز زندگی پیشتر کی نسبت زیادہ صبر آزما ہے۔ اگلے وقتوں میں عورتوں کی تعلیم کا چنداں خیال نہ تھا جس سے انکی دماغی کیفیت ہمیشہ استوار رہتی ہے کیونکہ دماغ تو سارے جسم کا بادشاہ ہے۔ اور دماغی تھکان کا اثر اعصاب پر پڑکر زیادہ تر اعصابی امراض اور شکستہ حالی کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ چنانچہ آپ نے غور کیا ہو گا کہ اندنوں لڑکیاں زیادہ تر ہسٹریا اور اختلاج قلب کی شکایتوں میں مبتلا نظر آتی ہیں جس کو پرانی بڑی بوڑھیاں ان کی نزاکت پر محمول کرتی ہیں جس کی وجہ یہی ہے کہ چونکہ ان کو دماغی کاوشوں سے دوچار ہونا نہیں پڑتا تھا۔ لہٰذا وہ ان کی مصیبت سے واقف ہی نہیں اس کے علاوہ طرز رہائش میں بھی مشرق مغرب کا فرق ہے۔ پھر جگہ کی تنگی اور آبادیوں کی کثرت سے لوگ گنجان بستیوں میں رہنے پر مجبور ہو گئے۔ اور صحت کی سب سے بڑی دولت تازی ہوا سے محروم ہو گئے۔ ملک کی اقتصادی تباہیوں نے گرانی بڑھا دی اور خالص خوردنی اشیاء ملنی دشوار ہو گئیں۔ حکومت کی حکمت عملیوں نے صنعت و حرفت پر جس سے دیہاتی زندگی بسر کرنے پر قادر ہوتے۔ کلرک ساز تعلیم کو ترجیح دی اور اسے ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنا پڑا۔ شہروں کی کیفیت یہ ہے کہ بڑے بڑے مشہور شہروں کو دیکھ لیجئے خاص ایک مکان بھی علیحدہ رکھنا محال ہے۔ ۵۔ یا ۶۔ یا ۷ منزلہ۔ عالیشان مکانات میں کبوتر کے کھونپے کی طرح گویا سویٹ بنے ہوتے ہیں جو حسب حیثیت چھوٹے یا بڑے رکھ سکتے ہیں۔ ان میں نہ کافی دھوپ کا گزر ممکن ہے۔ اور نہ تازی ہوا میسر آ سکتی ہے۔ یورپ کی طرز رہائش اختیار تو کر لی گئی ہے۔ مگر وہ وسیع نظری اور علو ہمتی کہاں ان کے ہاں جہاں کوئی بیمار پڑا جھٹ ہسپتال کا راستہ لیا۔ اور ہندوستانی گھروں پر رہ کر اس گھر کے جتنے رہنے والے ہوں اس کی صحت اور تندرستی کے حق میں کانٹے بوتے ہیں ایسے فیشن میں رہنے والے ایک خاندان میں اگر کوئی وبائی مرض جیسے۔ کالرا۔ طاعون۔ یا ٹائیفائیڈ ہوا تو کیا آپ یہ گمان کر سکتی ہیں۔ کہ اوروں میں اس کا اثر نہ پھیلے گا۔ ماسوا

اس کے اکثر لوگ امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جن کے لئے ایسی طرز رہائش نہ صرف اُنہی کے لئے نقصان دہ ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ رہنے والوں کی بھی صحت خارت ہو جاتی ہے۔ لہذا عورتوں اور لڑکیوں کی صحت کی خرابی اکثر رہائش کی خرابیوں کی وجہ سے بھی رونما ہوتی ہے۔ آپ کہیں گی کہ مردوں پر اس کا اثر کیوں نہیں ہوتا۔ تو یہ معمہ حل شدہ ہی سمجھ لیجئے۔ ان کا زیادہ وقت باہر گزرتا ہے اس پر کسی قسم کا کھیل یا تفریح طبع اور سیر ان کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے کافی ہے۔ جو ہم لڑکیوں کو نصیب نہیں۔

پہلے جہالت کی نادانی میں مُقید رکھا جاتا تھا۔ اب تعلیمی جھنجٹوں میں مسحور رکھا جاتا ہے مگر کسی وقت بھی اس قابل رحم ہستی کی حقیقی خیر خواہی میں تن آسانیاں پیدا نہیں کی گئیں پہلے یہ رونا تھا اور اب بھی ہے۔ کہ بعض ناعاقبت اندیش والدین اپنی بچیوں کا کم عمری میں بیاہ کر کے ہمیشہ کے لئے بیمار اور مریض بنا دیتے ہیں۔ کم سنی میں شادیاں ہو جانے کی وجہ سے نہ صرف وہی بیمار اور کمزور ہو جاتی ہیں بلکہ ان سے کمزور اور مریض اولاد پیدا ہو کر ساری قوم کی کمزوری اور بیکاری کی ذمہ دار ہوتی ہیں۔ اول تو شادی ہوتے ہی لڑکیوں کو اس قدر سنجیدہ اور بُردبار زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ بوڑھی اور بیمار معلوم ہوتی ہیں۔ دوسرے کم عمری میں اولاد کی نگہداشت بھی ان کے لئے ایک عذاب جان بن جاتی ہے۔ اور الفت مادری کے جوش میں آخر کار اُنہیں اپنی ہستی کو مٹا کر برباد کر کے بھی انہیں پروان چڑھانے میں لطف آتا ہے۔

پس وہ سابقہ اور یہ موجودہ طریقہ دونوں ہی افراط و تفریط میں عدیم المثال ہیں والدین کا فرض ہے کہ ابتدائے عمر سے لڑکے اور لڑکیوں کی صحت پر پہلے غور کریں۔ اور صغیر سنی میں دونوں کی پرورش ایک طریقہ پر کریں۔ بلکہ لڑکیوں کو جب تک وہ جوان نہ ہو جائیں ہر قسم کی کھیل تفریح اور اسپورٹس میں حصہ لینے دیں۔ کیونکہ انہیں کی صحت پر قوم کی آئندہ نسلوں کا انحصار ہے۔ پس اگر بنیاد ہی کھوکھلی رکھی گئی تو تنوں اور شاخوں کا اللہ حافظ ہے۔

جہاں لڑکیوں میں تعلیمی سرگرمیاں جاری ہیں وہاں تو سیر و تفریح کے لئے ایک خاص وقت مقرر کر دینا چاہیئے تاکہ دماغی محنتیں اعصابی اضمحلال اور شکستگی میں مبتلا نہ کر دیں۔ تازی ہوا اور تفریح طبع میں ہزاروں فوائد پنہاں ہیں تفریح اور بشاشت سے انکی آئے دن کی بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں۔ بیماریوں کا علاج ہر وقت دواؤں میں تلاش کرنا بھی سراسر کم عقلی ہے۔ بعض گھرانوں میں لوگ دواؤں کے اس قدر عادی ہوتے ہیں کہ گویا ان کا پیٹ ہی دواخانہ ہے۔ حد سے زیادہ تیز اور محرک دواؤں کا استعمال بھی اعضائے رئیسہ کے تمام افعال کو غیر فطرتی بنانے کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور آج کل امراض میں ترقیوں کی زیادہ تر وجہ ہماری بے اعتدالیاں اور زندگی گذارنے کی مصنوعی اسباب ہیں۔ اگر قدرتی غذاؤں کھلی ہوا۔ اور کافی جسمانی ورزشوں کو مدنظر رکھا جائے تو لڑکیاں تندرست اور کم ور نظر آئیں گی۔ اگر انہیں بچپن سے بھائیوں کے ساتھ دوڑنے بھاگنے کا موقع دیا جائے گا۔ تو وہ بڑی ہو کر آہستہ خرام بلکہ مریضانہ نظریہ کو خیر باد کہہ کر مُڈر مُور تک چلنے سے نہ گھبرائیں گی ان میں خود اعتمادی کی قوت پیدا ہو کر تندرستی کا موجب ہو گی۔ جس میں ایک طبیعت کی کمزوری قوۃ ارادی سے بھی محروم رہتی ہیں۔ وہ ذری سی اُلجھن میں بے قابو ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی فوری حادثہ سے دوچار ہو گئیں تو غش پہ غش آنے لگتے ہیں یہ کوئی قابل تعریف اور حوصلہ افزا امر نہیں اور نہ یہ بزدلی کوئی عورتوں کا فطرتی امتیاز ہے۔ ہمارا عندیہ ہے اگر ہم یہ تہیہ کر لیں کہ لڑکیوں کو بچپن سے حصول صحت کے اصول سکھائیں تو یہ کمزوریاں جو نسلاً بہ نسلاً چلی آ رہی ہیں۔ ہمیشہ کے لئے دور ہو جائیں گی۔ جمیلہ بیگم کلکتہ۔

# ناتجربہ کارمائیں

میری شادی کو ساڑھے چھ سال ہو چکے ہیں اور اس مدت میں خداوند کریم نے مجھے چار چھوٹے چھوٹے بچوں کی ماں بنا دیا ہے۔ جن میں سب سے بڑا مظہر صرف پانچ سال سے کچھ اوپر ہے دوسرا ساڑھے تین سال کا تیسرا پونے دو سال کا چوتھا چھ ماہ کی جان۔ میں اپنی سرگذشت بہنوں کو سناتی ہوں تاکہ ناتجربہ کارمائیں اس سے فائدہ اٹھا سکیں

اکثر نئی نویلی نوخیز مائیں میکہ میں ہوتی ہیں یا سسرال میں اور بالعموم ایک ہی شہر میں۔ مگر میں نہ میکہ میں ہوں نہ سسرال میں نہ ایک شہر میں جگہ جگہ کی تبدیلیاں۔ مختلف بول چال۔ قسم قسم کی آب و ہوا۔ غرض مجھے ساڑھے چھ سال کے قلیل عرصے میں وہ وہ تجربے ہوئے جن کا قلم پر لانا ناممکن ہے۔ نہ کوئی رفیق نہ یار و مددگار اس پر چھوٹے بچوں کا ساتھ میری ناتجربہ کاری اور پھر تنہائی یہاں تک کہ شریک زندگی بھی موقعہ پر موجود نہ ہوتے۔ سب سے بڑھ کر ظلم زبان کی ناواقفیت غرض میرا عجیب تماشا تھا اور ہے۔ سوائے خداوند کریم کے عزیزوں میں سے میرا کوئی ایسا نہیں جسے میری حالت کا صحیح اندازہ ہو سکے ایسی حالت میں زندگی کے اتنے سال گذر گئے اور باقی ماندہ بھی ایسے ہی گزر جائیں گے۔

چھ سال کی اِن مصروفیات و بدحواسیوں نے مجھے میرے مرغوب مشغلے مضمون نگاری و دستکاری وغیرہ سے کہیں سے کہیں کر دیا۔ میں نہ پہلی جیسی فاطمہ رہی اور نہ وہ میرے مضامین۔ میں ہوں اور میرے ننھے ننھے بچے۔ یہی میری دلچسپی اور دل بہلاوے ہیں۔ اور انہیں میں اس قدر منہمک رہنا پڑتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے بھی بمشکل وقت نکلتا ہے۔

چونکہ میں بزم عصمت میں بہت دنوں بعد آئی ہوں اس لئے اپنی سرگذشت پہلے سُنا دینی ضروری سمجھی۔ نرس آیائیں وغیرہ دولتمندوں کے چونچلے ہیں۔ بھلا متوسط درجے والوں میں کہاں؟ بچے کا دودھ گرائپ واٹر بسکٹ۔ لباس وغیرہ کا بل اور معمولی ملازم کی تنخواہ کا ادا کرنا ہی حیثیت سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

خداوند کریم نے شادی کے گیارہویں مہینے مجھے بڑا لڑکا مظہر عنایت فرمایا۔ ولادت کے دوسرے مہینے مجھے میکہ سے دور دراز صاحب کی جائے ملازمت پر جانا پڑا دوران سفر میں ہمارا ایک ملازم بھی ساتھ تھا۔ وہ خود بھی ہم دونوں جیسا ناتجربہ کار۔ جب ہمیں جنکشنوں پر گاڑی بدلنی ہوتی تھی۔ تو ہم لوگوں کے لئے سب سے بڑی مشکل بچے کو اٹھانے کی تھی۔ بچے کو اٹھانے کا صحیح طریقہ نہ تو انور صاحب جانتے تھے۔ اور نہ میں۔ عجیب مصیبت میں جان تھی۔ اب وہی ہم ہیں۔ چاروں بچوں کو باآسانی سنبھال لیتے ہیں۔ وہ کیسے؟ تجربہ سے۔

میں اکیلی معمولی نوکروں اردلیوں کی مدد سے باقاعدہ بچوں کی پرورش کر لیتی ہوں۔ مجھے اب ایسی تلخ تجربہ کاری و گھبراہٹ نہیں معلوم ہوتی جیسے پہلے بچے سے ہوئی۔ حالانکہ نگراں میں اکیلی ہوں مگر بچوں کا ہر کام وقت کی پابندی سے

کرا دیتی ہوں اس میں مجھے بھی آرام رہتا ہے اور بچوں کی بھی میری اس پابندی وقت پر میرے اکثر عزیز اعتراض کرتے ہیں مگر مجھے اعتراضات کی پروا نہیں۔

فیڈنگ باٹل۔ میں دودھ کتنے اونس ہے۔ ناپا جائے تو منحوس ٹھنڈے بچہ کو پلایا جائے تو بدشگونی ہو۔ دودھ میں پانی ملا نا شنی۔ ٹب میں نہلانا ظلم بلکہ انگریزوں کی دیکھا دیکھی ایک ہو تو کہوں؟ جب میرا پہلا تجربہ تھا اور بچہ بھی کچھ نازک مزاج تو کبھی کبھی زکام ہو جاتا سب مجھ پر معترض ہوتے تو میرا دل بھی گھبرا جاتا۔ اور پریشان سی ہو جاتی مگر میری عادت مانع ہوتی۔ اور میں کام باقاعدہ کرتی رہتی اور اب تو میں عادی ہو گئی ہوں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ڈاکٹرنی سے متوجہ ہوتی ہوں۔ بڑی بوڑھیوں کے علاج پر مجھے اعتقاد نہیں نہ مجھے بڑی بوڑھیوں کے طریق پر پرورش کیا گیا۔ ڈاکٹری علاج پر میرا اعتقاد ہے اور خدا اسی سے فائدہ دیتا ہے۔

ڈاکٹروں سے ملتے رہنے میں بہت سے فوائد ہیں۔ وہ اکثر معمولی معمولی سہل الحصول علاج بتا دیتے ہیں مثلاً بچوں والے گھر میں ایک ارنڈی کے تیل کی بوتل موجود رہنی ضروری ہے۔ یہاں تیل کے متعلق صرف اپنے تجربے حوالہ قلم کرتی ہوں۔ ڈہائی سال گذرے عید رمضان تھی۔ ہم شہر پتو۔ منگلور ڈسٹرکٹ میں تھے۔ عین نماز عید کے وقت انور صاحب کو کسی سرکاری ضرورت سے سپرنٹنڈنٹ نے بلانے کا تار بھیجا۔ وہ نماز سے فارغ ہوتے ہی کھانا کھا کر منگلور چلے گئے ٹھیک اسی لمحہ جبکہ وہ باہر جارہے تھے بڑا بچہ مظہر پان کا چونا اچھی خاصی مقدار میں کھا گیا۔ لگا چلانے میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ میں نے جھٹ آدھ اونس ارنڈی کا تیل پلا دیا۔ ایک دو گھنٹے میں بچے کو آرام آگیا۔ دوسرا واقعہ سنیئے۔ ہم مارکاپور کرنول ڈسٹرکٹ میں تھے انور صاحب بہت دور کسی جانڑے کے بندوبست پر معمور تھے شہر کا ڈاکٹر بھی اسی جگہ معمور تھا۔ بچے کو یکایک سخت ڈسنٹری ہو گئی میری کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی۔ آخر مجھے ایک ڈاکٹر کی نصیحت یاد آئی۔ ڈسنٹری کا سب سے پہلا علاج ارنڈی کے تیل سے ہونا چاہیئے۔ میں نے ایسا ہی کیا اور تجویز کارگر ہوئی۔ تیسرا واقعہ جسے صرف سات آٹھ ماہ ہوتے ہیں یہ ہے کہ نوکروں کے سوا کوئی دوسرا گھر میں موجود نہ تھا میں نماز مغرب سے فارغ ہو کر گنج العرش پڑھ رہی تھی۔ کہ بچہ پاس آیا۔ جب دعا دم کرنے لگی تو تارپین کے تیل کی بو معلوم ہوئی۔ منہ ہاتھ سونگھنے سے معلوم ہوا۔ کہ بچے کے منہ سے بو آرہی ہے جہاں شیشی رکھی تھی وہاں دیکھا تو معلوم ہوا کہ پی نہیں گیا بلکہ منہ میں لے کر ڈال دیا۔ اتنے ہی میں شاید ایک دو قطرے اندر گئے ہوں گے کہ بچہ لگا درد سے تڑپنے۔ میں نے جھٹ سب سے پہلے ارنڈی کا تیل پلا دیا۔ پھر انڈے کی سفیدی تھوڑی دیر بعد دی دو دن کے بعد طبیعت ٹھیک ہوئی۔

بچوں کا نہلانا معمولی بات نہیں۔ ہر کس و ناکس بچوں کو اچھی طرح نہیں نہلا سکتا پہلے دو بچوں کے وقت مجھے اتنا تجربہ نہ تھا۔ تیسری دفعہ میں نے زچگی کی نگرانی کے لئے ایک نرس مقرر کی کیا بتاؤں کم بخت کو نوزائیدہ

بچے کو نہلانے تک کا تجربہ نہ تھا۔ حالانکہ اسے اپنے ٹرینڈ ہونے کا فخر تھا۔ میں بچاری زچہ ہی اس سے سر کھپاتی تھی۔ اب میرے ہاں کی آیا تمام بچوں کو ہنسی خوشی نہلاتی ہے۔ تمام بچے اس سے مانوس ہیں۔ بچوں کو نہلانے کی ترکیب بھی سنئے۔ بچہ چھوٹا یا نوزائیدہ نہلانا خاصا مشکل کام ہے۔ سب سے پہلے نیم گرم پانی بالٹی میں سمو لو۔ پاس ہی ٹب نہلانے کا۔ تولیہ نرم اور صابن تیار رکھ لو۔ پھر بچے کو گود میں لے کر برہنہ کر لو۔ بچہ بالکل ننھا ہو تو پہلے ٹب میں ایک دو لوٹے پانی ڈال لو۔ پھر بچے کو کوئی ایک آدمی ہاتھوں میں تھامے رہے دوسرا آدمی آہستہ آہستہ بچے کا جسم صابن سے ملے۔ جب جسم صاف ہو جائے تو چہرہ دھلاؤ سب سے آخر میں سر بھگو کر صابن مل لو۔ اور ایک آدمی دونوں طرف ایسے تھامے رہے کہ بچے کی آنکھوں ناک وغیرہ میں پانی نہ جانے پائے۔ دوسرا آدمی جلد جلد پانی ڈال کر اٹھائے اور سر کے بالوں کا پانی نتھار کر تولیہ میں لپیٹ لو۔ جلدی جلدی جسم سر سکھا کر دودھ دے کر سلا دو۔ نہلاتے ہی سلانے کی عادت رکھنے سے بہت سے فوائد ہیں۔ ایک تو ہوا لگ کر زکام ہونے کا خدشہ نہیں ہوتا۔ دوسرے تکان رفع ہو کر بچہ تازہ پھول کے مانند رہتا ہے۔ سب سے اچھا نہلانے کا وقت آٹھ یا نو بجے صبح کا ہے۔

اب رہی نیند اور غذا۔ اس کے لئے سخت پابندی کی ضرورت ہے۔ اکثر مائیں ایسا کرتی ہیں کہ بچہ اگر کھانے کے وقت نہ کھائے۔ تو ٹھہر ٹھہر کر دیتی ہیں۔ اس سے بڑی عادت ہو ہی نہیں سکتی۔ جس کی وجہ سے بچے ضدی بن جاتے ساتھ ہی بدہاضمہ وغیرہ امراض میں گرفتار رہا کرتے ہیں۔ اگر بچہ کھانے کے وقت کسی وجہ سے نہ کھائے تو اسے دوسرے وقت تک بھوکا رکھا جائے پھر وہ دوسرے وقت بغیر تکلیف دینے کے کھا لیا کرے گا۔

چوتھی بات۔ پاخانہ پیشاب کی ہے۔ بچے کے تیسرے ماہ سے ہم اس کی حاجات ضروری کی بھی پابندی کرا سکتے ہیں۔ بلا کسی وجہ یا ناتورستگی طبیعت کے بغیر بچہ حاجات ضروری کا بھی پابند ہو سکتا ہے۔ میں ہمیشہ آٹھ نو ماہ تک بچھونے میں ربڑ بچھا کر رکھتی ہوں۔ اس کے بعد جب بچہ بیٹھنے پر قادر ہوتا ہے تو کموڈ کی عادت کرا دیتی ہوں۔ میرے چاروں بچے اسی کے عادی ہیں اور گھر میں جگہ جگہ کبھی کسی نے غلاظت نہ دیکھی ہو گی۔ شام کی ہوا خوری کے وقت تبدیل لباس کی بھی روزانہ عادت رکھنی چاہئے۔ اس سے بچے اپنے وقت پر بغیر کچھ تکلیف دینے کے تبدیل لباس کے لئے خود تیار رہتے ہیں۔

اسی طرح سونے کا وقت کھلانے پلانے تبدیل لباس کے بعد ان کو بچھونوں پر سلا دینا چاہئے۔ یہ یاد رکھئے کہ بچے کو سلاتے وقت ٹرلا کر یا ڈرا کر بالکل نہ سلایا جائے۔ اس سے بچے کی صحت پر برا اثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اکثر رات کو بھی رو رو کر گھبراتا رہے گا۔ دو ڈھائی سال تک کے بچوں پر لوری کا اثر ہو گا۔ اور وہ خوشی خوشی سو جائیں گے مگر جب تین سال سے عمر بڑھ جائے۔ تو ماں کو چاہئے کہ ایسے قیمتی موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ جب میں دونوں چھوٹے بچوں کو لوری دے کر سلا چکتی ہوں تو بڑے بچوں کو ان کے چھوٹے چھوٹے پلنگوں پر سلا کر جب تک وہ جاگتے رہتے ہیں

ان کے چھوٹے چھوٹے سوالات کا تسلی بخش جواب دیتی رہتی ہوں اور اکثر مفید قصّے کہانیاں سُناتی ہوں۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں بچوں کے دلوں پر سبق آموز قصّے کہانیوں کا بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔ جب وہ آپس میں لڑتے ہیں تو کہانی سے اصلاح کرتی ہوں کبھی نوکروں کو مارتے یا جھڑکتے یا غرور کی باتیں کرتے ہیں تو قصّہ سُناتی ہوں جہاں کوئی ناپسندیدہ حرکت اُنھوں نے کی اور میں نے قصّہ کے پیرایہ میں اصلاح کر دی۔ جس کا اُن کی ننھی ننھی طبیعتوں پر بڑا اچھا اثر ہوتا ہے اور وہ اُس بُرائی سے باز آ جاتے ہیں۔

جب کبھی چھوٹے بچّوں یا خانگی مصروفیات کی وجہ سے کہانیاں نہ سُنا سکوں تو اُن کے سوالات کی بوچھاڑ ہو جاتی ہے۔ میں ان کے سوالات سے بالکل نہیں گھبراتی۔ بلکہ خاطر خواہ جوابات دیتی ہوں۔ یا بالکل ہی مصروف رہوں اور جواب نہ دے سکوں تو دوسرے دن کا وعدہ کرتی ہوں۔ مگر کبھی نہیں جھڑکتی۔ جب سینما وغیرہ جانا ہوتا ہے یا سفر میں ہوتے ہیں تو بچے ہمیشہ انور صاحب کے پاس بیٹھنے کے بجائے میرے پاس بیٹھنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ تاکہ حسب خواہش سوالات کریں اور میں اُن کے ہر سوال کا جواب دے سکوں۔

فاطمہ بیگم انور علی (مدراس)

## گھر

گھر کی برکت کا تاج عبادت الٰہی ہے

گھر کی خوبصورتی اُس کی سجاوٹ ہے۔

گھر کی مسرّت تواضع سے ہے

گھر کی برکت قناعت سے ہے

جہاں ثروت ہے وہاں محبت ہے

جہاں محبت ہے وہاں امن ہے

جہاں امن ہے وہاں خدا ہے

جہاں خدا ہے وہاں کوئی خطرہ نہیں

(ترجمہ انگریزی)

ب۔ ن انسہ ابراہیم۔ مدراس

## زچّہ خانہ

# ماں کی گود

عصمت دہلی

اے سپہ سالارِ اُمت! اے رسولِ ہاشمی
تیرے لشکر میں نہیں ہے جاں نثاروں کی کمی

اے حبیبِ کبریا! ہم سب ترے دیوانے ہیں
اے چراغِ اصطفا! ہم سب ترے پروانے ہیں

جنبشِ ابرو پہ تیری سر کٹا دیتے ہیں ہم۔
نام پر تیرے خوشی سے گھر لٹا دیتے ہیں ہم۔

بادہ نوشی کا مزہ خونِ جگر پینے میں ہے
اک لہو کا آبگینہ جائے دل سینے میں ہے

سُن رہے ہیں دل کی دھڑکن سے صلائے نوش نوش
ہر زبانِ موئے تن پر ہے صدائے جوش جوش

جسم و جاں کی آبرو کچھ کام کر جانے میں ہے
زندگی کا لطف تجھ پر کٹ کے مر جانے میں ہے

تیرے متوالوں کے لب پر جب ترا آتا ہے نام
بزمِ قالب میں چھلک جاتا ہے خونِ دل کا جام

بادہ نوشانِ محبت مست ہیں سرشار ہیں
تیرے در پر جان دینے کے لئے تیار ہیں

گرچہ تیرے اُمتی ہیں محوِ خوابِ زندگی
جان دینا جانتے ہیں حاصلِ صد بندگی

خاک پا سے بھی اگر ہو کوئی سرکش بدگماں
تیرے وحشی اس کو کر دیں اُٹھ کے گردِ کارواں

دیکھنے میں یوں تو یہ مدہوش ہیں سرشار ہیں
در حقیقت تیرے دیوانے بڑے ہشیار ہیں

مفلسی میں فاقہ مستوں کی طرح جیتے ہیں یہ
وقت پڑ جائے تو دشمن کا لہو پیتے ہیں یہ

سر اٹھائے گر کوئی سرکش تو گردن کاٹ لیں
یہ زبانِ تیغ بن کر خون اس کا چاٹ لیں

تیرے لشکر کے سپاہی صورتاً باغی سہی
یہ پرستارانِ ملت عادتاً لاغی سہی۔

پھر بھی ہے ان کی رگ و پے میں لہو وہ موجزن
پیرہن کو راہ میں تیری سمجھتے ہیں کفن۔

بھولنے والوں کو اب تک یاد ہے عہد الست
ہو گئی ہے ہاں مگر اس ساز کی آوازِ پست

گونجتی ہے کان میں اب تک صدا تکبیر کی
دل میں ہے مستی او سی وجد آفریں تقریر کی۔

گرچہ شیروں کو ترے اب وہ غذا ملتی نہیں
بزدلی ہو دُور جس سے وہ دوا ملتی نہیں

گرچہ اب وہ جوشِ خالد شیرِ مادر میں نہیں
خوئے جانبازی وہ عشاقِ پیمبر میں نہیں

گرچہ ماؤں میں نہیں خو مادرِ عصمت شعار کی
گو نہیں باپوں میں قوت حیدرِ کرار کی

گود میں ماں کی مگر اب تک ہے اسلامی فضا
سانس میں موجود ہے اُس ماں کے آنچل کی ہوا

دودھ کی دھاریں لہو بن کر رگوں میں ہیں رواں
پتلیوں میں پھر رہی ہے آج تک اپنی وہ ماں

جس نے گھٹی میں دیا تھا دین کی الفت کا گھونٹ
ہاتھ میں جس نے دیا تھا چادرِ غیرت کا گھونٹ

بھر دیا تھا جس نے رگ رگ میں تصلب کا لہو
خالد و فاروق کے قصے تھے جس کی گفتگو

لوریاں جس کی فتوح الشام کے تھے واقعات
مشتعل جذبات کر دیتی تھی جس کی بات بات

بوئے تھے جس نے زمینِ دل میں بیج ایمان کے
جس نے بچپن میں پڑھائے تھے سبق قرآن کے

جس نے تعلیم نبیؐ سے کر دیا تھا باخبر
کر دیئے ام العقائد جس نے نقش کالحجر

جس نے رنگیں کر دیا تھا دامنِ جذبات کو
خون سے لکھا تھا "بُراءت" کی تمام آیات کو

دے گئی ہے زندگی کا درس وہ قدسی نہاد
رو ئیں رو ئیں میں بھرا ہے آج تک شوقِ جہاد

ہاں بھلا بیٹھے ہیں اپنی وضع و پوشش کے اصول
کر دیا پیشِ نظر دنیا نے اب قولِ رسولؐ

چھوڑ کر اپنا تمدن درسِ غیرت مل گیا
کھو کے نقد آبرو سامانِ عبرت مل گیا

دیدۂ غیرت کے آنسو بن کے پانی بہ گئے۔
دامن نصرانیت میں جذب ہو کر رہ گئے۔

فلسفہ اب "من تشبّہ" کا ہوا پیشِ نظر
رو یئے بکھرا ہوا شیرازۂ دیں دیکھ کر

یاد آئی یک بیک آغوشِ مادر کی فضا
پتلیوں میں پھر گئی عہدِ پیمبر کی فضا

فاطمائیں مادرِ ملت سے پھر پیدا ہوئیں
کربلائیں خنجرِ ہمت سے پھر پیدا ہوئیں

عورتوں کا دل کسی "خولہ" نے پھر گرما دیا
پرچم یرموک ان ماؤں نے پھر لہرا دیا

شیر ایوبی اونھیں گودوں میں پھر پلنے کو ہیں
پھر وہی خنجر کسی حلقوم پر چلنے کو ہیں۔

مادرِ ملت کے لالوں میں اخوت پھر ہوئی
کوئی دم میں دیکھ تثلیثی قیامت پھر ہوئی

میمنہ سے میسرہ اسلام کا ملنے لگا
کنگرہ اُس قصر کا وہ دیکھ پھر ہلنے لگا

دین کی خدمت پہ آمادہ ہیں یہ پردہ نشیں
برقعہ پوشانِ حیا "صوفی" ہلا دیں گی زمیں

عبد الرّب صوفی

# تلخ ورثہ

از محترمہ سکینہ چراغ الدین صاحبہ بی۔ اے

"تو کیا میرا چچازاد بھائی۔ میرے بچپن کے کھیلوں کا ساتھی میری مدد کو نہ آئے گا؟ جائداد اور والد کی جان ان کے گناہوں کا بھی اگر واقعی گناہ تھے کفارہ نہیں؟ نہیں انا۔ تم مجھے جھٹلا رہی ہو۔ مجھے اور رنجیدہ کر رہی ہو۔ کیا یہ غم میرے لئے کافی نہیں؟"

"میری بھولی سلمیٰ۔ تار بھیجے کتنے دن ہو گئے ہیں۔ آنا ہوتا تو ناصر تار پہنچتے ہی آجاتا۔ وہ تمہارا چچازاد بھائی سہی۔ کھیلوں کا ساتھی سہی۔ اور منگیتر بھی۔ لیکن دنیا کے لئے یہ رشتے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ خودکشی اور جائداد بدنامی کو دور نہ کریں گے بلکہ اور زیادہ بدنام کردیں گے"۔

"دیکھو۔ دروازہ پر کون ہے۔ ناصر آگیا ہے"۔

انا سلمیٰ کی سادگی پر آنسو بہاتی ہوئی اُٹھی۔ دروازہ کھولا چٹھی رساں ناصر کا رجسٹرڈ خط لئے کھڑا تھا سلمیٰ کے چہرے پر عارضی مسرت چھا گئی۔ اور کچھ دیر کے لئے وہ اپنی بے بسی بھول گئی۔ اس نے دستخط کئے اور ڈرتے ڈرتے خط کھولا۔

عزیز بہن سلمیٰ۔

تمہارے تار سے چچا کے انتقال کا حال معلوم ہوا۔ اور اخباروں سے مفصل کیفیت۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ چچا نے دنیا کی تکالیف سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ خودکشی انتخاب کیا۔ اور اس طرح میرے اور تمہاری درمیان اس خلیج کو جو دیوالہ نے حائل کی تھی۔ ناقابلِ عبور بنا دیا مجھ میں حوصلہ نہیں کہ میں اس خاندان سے کسی قسم کا تعلق رکھ سکوں اس خط کے ساتھ تین سو روپیہ کی رقم ہے۔ ممکن ہے کچھ مدد ہو جائے۔

تمہارا بھائی "ناصر"۔

خط کو انگلیاں غصّے سے بھینچ رہی تھیں۔ نوٹ زمین پر پڑے تھے۔ جی چاہتا تھا کہ انہیں پاؤں سے روند ڈالے آگ میں جلا دے۔ اس وقت جب اس کی کل کائنات پانچ روپیہ کا ایک نوٹ تھی۔ ان نوٹوں کی حیثیت ردی کاغذ سے بھی کم تھی۔ کیونکہ وہ مرحوم باپ کی دکھی روح کو اور بھی دکھ دے رہے تھے۔

"انا" وہ کانپ رہی تھی "مجھ سے آزادی حاصل کرنے کے لئے" چچا کے منحوس نام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے تین سو روپے بھیجے ہیں۔ میری مدد کو۔ کیونکہ میں قلاش ہوں۔ نادار ہوں۔ یہ واپس کئے جائیں گے۔ مجھ میں ابھی

کچھ خودداری باقی ہے؟"

"نہیں بیٹا۔ ابھی روپے رہنے دو۔ کچھ دن گذر ہو گا۔ پھر خدا مالک ہے!"

"تو تم چاہتی ہو میں اس رنج کو جو اس خط نے پہنچایا ہے بھول جاؤں۔ ان کاغذوں کے لئے؟ میرا ان کا اب کوئی رشتہ نہیں رہا صرف اس لئے کہ میرے پاس کوڑی بھی نہیں۔ باپ دیوالیہ ہو گیا۔ خودکشی کر کے بدنام ہو گیا اور مجھے ہمیشہ کے لئے بدنام کر گیا۔ بتاؤ اس میں میرا کیا قصور؟ یہ تمام کاروبار شروع کس نے کیا؟ میرے نہیں بلکہ ناصر کے باپ نے۔ البتہ نام میرے والد کا تھا۔ اس لئے جائداد اُن کی گئی۔ جان اُن کی گئی۔ بدنامی ان کی ہوئی۔ اب لوگ انہیں جواری کہیں دھوکہ باز کہیں جو چاہے سو کہیں۔ ناصر اس بدنامی سے بچا رہا۔ محض اتفاق سے۔ نہیں۔ وہ تو کسی صورت میں بھی اس سزا کا مستحق نہ ہوتا کیونکہ وہ مرد ہے اور میں عورت۔ باپ کے نادانستہ گناہوں کا کفارہ مجھے ادا کرنا ہو گا۔ کیونکہ میری کوئی شخصیت نہیں!"

اس نے سترہ برس دنیا میں گذارے تھے۔ لیکن دنیا کو اب تک وہ نہ سمجھی تھی۔ باپ کی خودکشی نے بھی آنکھیں نہ کھولیں۔ اسے دنیا اپنی طرح معصوم نظر آتی تھی اور باپ کی طرح انصاف و محبت کا مجسمہ۔ آنکھیں دنیا کے ظلم اور دھوکے سے نا آشنا تھیں۔ اسے معلوم نہ تھا دنیا اور دنیا والے اس کی قدر اس لئے کرتے ہیں کہ وہ سلمٰی نہیں بلکہ مشہور تاجر حمید کی اکلوتی بیٹی سلمٰی ہے لیکن ناصر کے خط نے اسے سترہ برس کی بھولی لڑکی سے سمجھ دار عورت بنا دیا۔ اسے عمر میں پہلی بار دنیا کا تلخ تجربہ ہوا۔ ناصر کے خط نے اسے سماج کا پیغام دیا اور بتایا کہ وہ خودکشی کرنے والے تاجر حمید کی مفلس بیٹی سلمٰی ہے اور باپ کے گناہ کی سزا اسے بھگتنی پڑے گی۔ "میں قابلِ نفرت ہستی ہوں" وہ سر جھکائے سوچ رہی تھی "باپ کے ساتھ گئی اور تباہ ہوئے۔ ان کی بددعاؤں کا مرکز۔ نفرت بھری نگاہوں کا نشانہ میں ہوں۔ ناصر کیا۔ کوئی مرد میری وجہ سے سوسائٹی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا"

ناصر نے جواب دے دیا۔ سہیلیوں نے منہ پھیر لیا۔ دے کر ایک اناّ اور پانچ کا نوٹ بس کُل کائنات یہ تھی پہلے اس کے ہونٹوں پر قہقہے رہتے۔ اور سیاہ آنکھوں میں تبسم۔ لیکن اس خط کے بعد وہ قہقہے کبھی نہ سُنے گئے ان کی جگہ اداس مسکراہٹ نے اور دو آنسوؤں نے لے لی۔ جو گرتے بھی نہ تھے۔ ان آنکھوں میں کئی کہانیاں پوشیدہ تھیں۔ اور دو آنسو ان کہانیوں کو آنکھوں ہی میں رکھنے کی کوشش کرتے تھے

---

الٰہ آباد میں ڈاکٹر زہرا کے قابلیت کی بہت شہرت تھی۔ غریب و امیر اس کے اخلاق کے مدّاح تھے۔ لیکن سب اس کی تنہائی پسند خاموش اور اداس طبیعت پر تعجب ہوتا۔ اگر کوئی اس سے اس کی گذشتہ زندگی کے متعلق سوال کرتا تو وہ مسکرا دیتی۔ اور وہ ایسی مسکراہٹ ہوتی جس میں فتح و شکست دونوں شامل تھیں۔ دو سیاہ آنکھوں

دبی ہوئی کہانیاں نکلنے کی کوشش کرتیں۔ لیکن ایک سرد آہ اور دو گرم آنسو۔ آہ ان کہانیوں کو دبائے رکھتے تھے۔
کئی لوگوں نے اس سے شادی کی درخواست کی۔ لیکن زہرا نے انکار کر دیا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔
اسی شہر میں ڈاکٹر ناصر سول سرجن ہو کر آئے۔ زہرا ان سے بچ کر رہتی۔ لیکن وہ اس کی طرف کھنچے آتے تھے اور ہر ممکن طریقہ سے اس کے تبسم کو جو فتح و شکست کا مرقع تھا اور کہانیوں بھری دو سیاہ آنکھوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ لیکن بے سود۔

ایک رات آٹھ بجے ملازمہ ڈاکٹر ناصر کا کارڈ لائی۔ اور ڈاکٹر صاحب اندر آئے۔ انہوں نے مناسب الفاظ میں شادی کی درخواست کی۔

"ڈاکٹر صاحب۔ کیا آپ سوچ سمجھ کر یہ درخواست کر رہے ہیں؟"

"بے شک۔ میں نے بہت غور کرنے کے بعد آج یہ سوال کیا ہے۔"

"آپ جانتے ہیں میں کون ہوں؟"

"آپ ہیں لیڈی ڈاکٹر زہرا۔"

زہرا پھر مسکرا دی۔ وہی مخصوص مسکراہٹ۔ "اگر میں زہرا کی بجائے کچھ اور ہوں تو؟"

"تو آپ آپ ہیں۔"

"نہیں۔ میں میں نہیں ہوں۔ عورت کی اپنی کوئی شخصیت نہیں۔ اگر آپ سے شادی کر لوں تو صرف زہرا کی بجائے زہرا ناصر بن جاؤں گی۔ میری طرف دیکھئے اور سوچئے میں کون ہوں۔"

"آپ بار بار یہ سوال کیوں کر رہی ہیں" ڈاکٹر ناصر زہرا کے سوالات سے حیران ہو رہا تھا۔
آج دو آنسو کہانیوں کو روک نہ سکے۔ وہ گر پڑے آج اس مخصوص مسکراہٹ کا مطلب ظاہر ہو گیا۔

"آپ حیران ہیں ڈاکٹر صاحب۔ کہ میں مسکرا رہی ہوں اور رو رہی ہوں۔
میں مسکرا رہی ہوں اپنی شکست پر اور سوسائٹی کی شکست پر۔ دیوالیہ خودکشی کرنے والے تاجر کی بیٹی سلمیٰ کو سماج نے باہر نکال دیا۔ ناصر نے دھتکار دیا۔ لیکن زہرا کی شکل میں مجھے سوسائٹی نے قبول کیا اور ناصر آج پھر خواستگار ہے۔ اگرچہ میں وہی ہوں جو آج سے سات سال پہلے تھی۔ تمہیں نے میری شکست کا پیغام مجھ تک پہنچایا۔ اور آج خود اپنی شکست کا اعتراف کر رہے ہو۔"

"تو آپ سلمیٰ ہیں؟"

"ہاں میں سلمیٰ ہوں۔ سوسائٹی نے کس قدر دھوکہ کھایا۔ زہرا کی شکل میں وہی سلمیٰ موجود ہے اور لوگ اس سے ملاقات کرنے میں فخر سمجھتے ہیں۔" وہ ہنس رہی تھی۔ پاگلوں کی طرح۔ لیکن اسے ناصر کے جذبات و خیالات کی باہمی

کشمکش کا احساس ہو رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ آج سوسائٹی کو پھر شکست دے گی۔ حقیقی شکست۔ سلمٰی بن کر

"یہ آپ کا خط ہے۔ اور ہمیشہ میرے پاس رہتا ہے۔ کیونکہ اس نے پہلی بار مجھ پر دنیا کی اصلیت ظاہر کی"

خاموشی کو سلمٰی نے توڑا "سوچئے۔ آپ سماج کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ آج آپ کے پاس دولت ہے۔ میرے پاس بھی کافی روپیہ ہے۔ لیکن اگر ہم غریب ہو گئے تو سماج ہمارے پیٹھ پیچھے نہیں منہ در منہ سرگوشیوں میں نہیں بلکہ بلند آواز سے نکتہ چینی کرے گی۔ نشانہ میں ہی بنائی جاؤں گی۔ لیکن آپ کو اور آپ کے بچوں کو بھی میرے ساتھ ذلیل ہونا پڑیگا بولئے۔ اب کیوں چپ ہیں؟"

"میں چپ نہیں۔ میرا سوال وہی ہے۔ تمہارے اعتراض کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ تم ناھرا رہو سلمٰی کو بھول جاؤ"

"تو آپ سلمٰی، حمیدہ کو نہیں بلکہ ناھرا کو اپنا بنانا چاہتے ہیں۔ آپ مجھ سے نہیں بلکہ میرے نام سے بھاگتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ ایک مفلس خودکشی کرنے والے کی بیٹی کا نام ہے"

ناصر سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا "سلمٰی کو بھول جاؤں! اپنے آپ کو بھول جاؤں بے رحم دنیا کے لئے"

ناصر اب بھی خاموش تھا۔

"تو جائیے۔ سلمٰی آپ کی ہے۔ لیکن ناھرا آپ کی نہیں ہو سکتی۔ اس تلخ ورثہ میں حصہ دار بننے کا حوصلہ پیدا کریں اور پھر آئیں" پھر وہی مسکراہٹ وہی آنسوؤں کے پیچھے چھپی ہوئی کہانیاں۔

رات اندھیری تھی۔ دھیمے تارے ٹمٹما کر ناصر کو راستہ دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن تاریکی بہت زیادہ تھی۔

# دَورِ خزاں

خزاں کے تند جھونکے لے کے پیغامِ فنا اُٹھے — گلوں کا رنگ اُڑا کلیوں کے ننھے دل دھڑک اُٹھے
چمن کے چپہ چپہ سے ہویدا رنگ بربادی — نہ باقی اب وہ رعنائی نہ رنگینی نہ شادابی
سمومِ بادِ صرصر سے گلستاں بن گیا صحرا — غضب کا چھا گیا گلشن کے بام و در پہ سناٹا
روانی تھم گئی موجوں کی چشمے خشک ساکن ہیں — جو گلشن رشکِ گلزارِ جناں تھے اب وہی بن ہیں
شمیمِ روح پرور شعلۂ آتش بنی یکسر — شجر ہائے گلستاں خاک کر ڈالے شرر بن کر
شعاعِ مہرِ تاباں نے لگا دی آگ سبزے میں — نسیمِ صبح گاہی خاک برسر جس کے ماتم میں
نگاہِ یاس سے تکتے ہیں طائر اپنی ویرانی — کہیں کس سے ستم کش دورِ گردوں کی ستم رانی

انور جہاں سراج الدین۔ اورنگ آباد۔ دکن۔

# جے پور کی سیر

سلسلہ کے لئے اپریل کا پرچہ دیکھئے

تقریب سے فراغت پاکر جے پور کی سیر کا شوق ہوا۔ مہمان یا تو اپنے اپنے گھر رخصت ہو چکے تھے یا علی گڈھ کی ایک شادی میں شرکت کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ اب صرف میں یا میری ایک عزیزہ جو کہ میری بڑی پھوپی کے بیٹے ڈاکٹر عابد احمد صاحب (مولوی فاضل، ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی۔ پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی کی بیوی اور شیخ صاحب کی حقیقی بھانجی ہیں اپنے سب بچوں کے ساتھ اس تقریب میں الہ آباد سے آئی تھیں۔ ان کی وجہ سے ان کی دو بڑی لڑکیاں بھی اپنے اپنے دولہا (صفیر احمد جان ایم اے پروفیسر کرشیل کالج دہلی اور مفتاح الدین ظفر بی ایس سی ایل۔ ٹی مضمون نگار عصمت) کے ساتھ گئی تھیں۔ ہم سب مل کر صبح کا ناشتہ کرکے سیر کو روانہ ہوئے اس روز شہر کے بازاروں، رام نواس باغ یعنی چڑیا گھر اور عجائب خانہ کی سیر کی۔

شہر جے پور کے بازار چاندنی چوک دہلی جیسے یا کچھ زیادہ خوبصورت اور چوڑے چکلے ہیں۔ دو طرفہ آدمیوں کے چلنے کی چوڑی چوڑی پٹڑیاں (فٹ پاتھ) ہیں دو طرفہ دُکانیں اور عمارتیں ایک ہی وضع اور ایک ہی رنگ (گلابی ہکا بہت وسیع اور بڑے بڑے چوپڑ (چوک) اور وسط میں فوارے بہت ہی بھلے اور نظر فریب معلوم ہوتے ہیں۔ اور پتھر کی اونچی اونچی عمارتیں بہت ہی تھوڑے آثار کی تازیہ کی طرح کھڑی ہوئی بہت خوشنما ہوتی ہیں۔ بالخصوص ہوا محل کا بیرونی رُخ بہت بلند بہت خوبصورت اور قابلِ تعریف بنایا گیا ہے۔

رام نواس باغ میں پہونچکر پہلے عجائب خانہ کی عالی شان دو منزلہ عمارت میں داخل ہوئے۔ وہاں کا عجیب و غریب سامان اور اس کی کثرت سے عقل دنگ ہوتی ہے۔ قدرتی چیزوں کے علاوہ انسانی کاریگری کے نمونہ بھی دیکھنے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے ہر حصہ کی مختلف قوموں اور نسلوں کے مرد عورت ان کے رنگ ڈھنگ، لباس، وضع قطع، اور معاشرت چھوٹی چھوٹی مورتوں سے اُن کی کاروباری زندگی کا مطالعہ ایسا دلچسپ معلوم ہوتا ہے کہ طبیعت دیکھنے سے سیر ہی نہیں ہوتی۔ ہم نے حتی الامکان ہر چیز کے لیبل کو پڑھ کر اس کے دیکھنے اور سمجھنے میں لڑکوں سے بہت مدد لی۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام سے بہت پہلے زمانہ کی ممی بھی دیکھی۔ اس وقت میرے قلب کی حالت عجیب تھی۔ اُف! تو بھی کبھی ہماری طرح ایک چلتا پھرتا انسان ہوگا اور بڑی بڑی آرزوؤں کا مالک ہوگا کیسی شان کیسی حکومت کیسی قوت کس قدر دولت اور زر و جواہر کا مالک ہوگا۔ مگر آہ! ملک الموت کے زبردست ہاتھ نے ہمیشہ کے لئے تجھ کو سلا دیا۔ اور آج بے بس و لاچار مصالحوں میں لپٹا ہوا تو ہماری توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ تو صبح سے شام تک روزانہ

سینکڑوں انسانوں کو درسِ عبرت دیتا ہے اور تری خاموشی ایک لمحہ میں ہزاروں سال کا افسانہ سنا دیتی ہے۔

اس کے بعد چڑیا خانہ دیکھا۔ سدہا قسم کے عجیب وغریب جانور اس میں موجود ہیں۔ سفید وسرخ مور۔ دسیوں رنگ کے چھوٹے بڑے طوطے طرح طرح کے بندر۔ شیر۔ چیتے بھیڑیئے۔ ریچھ (بھالو) ان کے پنجرے کیا بلکہ مکان کہیئے بڑے بڑے ہیں جن میں آرام کرنے اور چلنے پھرنے کی کافی گنجائش ہے۔ بعض کے لئے جھولے بھی پڑے ہوئے ہیں۔ شیر کے ایک مکان کے ایک حصہ میں درختوں کے جھنڈ (جنگل) بنا کر اس کے اندر پتھروں سے کھوہ بنائی ہے اور اس جنگل کو احاطہ کیئے ہوئے ایک تالاب کافی گہرا اور چوڑا بنایا گیا ہے۔ یہاں آکر شیر ٹہلتا اور تفریح کرتا ہے اور پانی پیتا ہے۔ ایک بہت بڑے میدان میں ہرن۔ بارہ سنگھا۔ نیل گائے وغیرہ چلتے پھرتے اور چوکڑیاں بھرتے نظر آئے۔ سیر کرنے والے دانہ۔ پھل وغیرہ ساتھ لے جاتے ہیں۔ جب جانور دیکھتے ہیں کہ کوئی سیر کرنے والا آیا ہے دوڑ کر جنگلے کے پاس آجاتے ہیں۔ اور کھانے کو مانگتے ہیں۔ اور بغیر کسی خوف کے خوب مزے اور اطمینان سے کھاتے ہیں۔ غرض دن بھر خوب سیر وتفریح کرکے شام کو گھر واپس آئے۔

اگلے روز پھر ناشتہ کرنے کے بعد ہماری کل والی پوری جماعت موٹروں میں سوار ہوکر قلعہ اَمیر کی سیر کو چلدی۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی پر ہے اور شہر سے بہت قریب ہے۔ شہر سے دو میل اس کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک پرانے زمانہ کی عمارتوں۔ تالابوں اور باولیوں کا سلسلہ قایم ہے قلعہ کا قدیم دروازہ تو تھوڑی سی ہی چڑھائی کے بعد آجاتا ہے لیکن اصل قلعہ یا محلات تک پہونچنے میں کافی فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ آخر میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا تالاب ہے۔ جس کے ایک طرف سڑک ہے اور دوسری طرف پہاڑی کے اوپر محلات نظر آتے ہیں۔ ہماری موٹر تالاب کے آخری سرے پر جاکر رُک گئی۔ یہاں سے ایک سڑک آبادی کے اندر چلی گئی ہے اور سیر کرنے والوں کی تفریح اور آرام کے لئے یہاں ایک چھوٹا سا سرسبز وشاداب باغ بنا ہوا ہے وسط میں ایک حوض ہے۔ اور اِدھر اُدھر بارہ دریاں بنی ہوئی ہیں جن میں بیٹھ کر آنے والے آرام کرتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں۔ جن کے ساتھ گانے بجانے کا سامان ہوتا ہے وہ اس کا بھی لطف حاصل کرتے ہیں۔ چونکہ ہم کو صرف محلات کی سیر کرنا تھی اس لئے موٹروں سے اتر کر باغ میں سے ہوتے ہوئے سیدھے قلعہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہاں سے پھر چڑھائی شروع ہو جاتی ہے۔ پہاڑ کی یہ چڑھائی عجیب دلچسپ معلوم ہو رہی تھی سانس پھول رہے تھے۔ گھٹنے جواب دے رہے تھے۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے مگر رک کر دم لینا جُرم تھا یعنی جو تھک کر بیٹھتا اس کا مذاق بنایا جاتا تھا۔ غرض بڑی دلچسپی کے ساتھ چڑھائی ختم ہوکر قلعہ کا دروازہ آیا۔ یہاں بغیر پاس کے اندر داخل ہونے نہیں دیا جاتا چونکہ وکیل صاحب نے اس کا پہلے ہی انتظام کر دیا تھا۔ اس لئے ہم بغیر سوال وجواب کے قلعہ میں داخل ہوگئے ۔ اور سب سے پہلے کالی دیوی کے مندر میں پہونچے کالی دیوی بنگال کی ایک مشہور دیوی ہے۔ بہت زمانہ ہوا کلکتہ سے لاکر قلعہ اَمیر کے مندر میں رکھی گئی ہے دور دور سے ہندو

بالخصوص بنگالی درشن کرنے آتے ہیں۔ چونکہ یہ قہر کی دیوی مانی جاتی ہے اس لئے روزانہ صبح کو بکرے کی بھینٹ دی جاتی ہے۔ دیوی کے سامنے قربان گاہ پہ بکرے کو کھڑا کر کے صرف ایک وار میں اُس کا سر کاٹ کر تشت میں لیا جاتا ہے زمین پر نہیں گرنے دیا جاتا اور دیوی کے پاس لے جاکر اس کے خون کا قشقہ لگایا جاتا ہے۔ اور اُس کا گوشت پنڈتوں اور بڑے بڑے ٹھاکروں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ جس وقت ہم مندر میں پہونچے تو یہ رسم ادا ہو چکی تھی۔ لیکن زمین پر ابھی تک تازے خون کے چھینٹے موجود تھے۔ دیوی کے سامنے در پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ کچھ دیر بعد پردہ اُٹھا کر حاضرین کو درشن کرایا گیا اور پھر پردہ ڈال دیا گیا ہندوؤں نے حسب دستور نذر و نیاز چڑھائی۔ ہم نے بھی دیوی کو دیکھا۔ اور جیسا سُنا تھا کہ دیوی کا مُنہ ایک طرف کو پھرا ہوا ہے (گھوما) دیکھا۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں بکرے کی جگہ انسان کی بھینٹ دی جاتی تھی۔ ایک روز کوئی بزرگ ہاتھ آ گئے جب اُن کو پکڑ کر لے چلے تو اُنہوں نے سوال کیا کہ تم مجھے کہاں لے جاتے ہو تو کہا گیا کہ ہماری دیوی روز ایک بھینٹ مانگتی ہے آج تمہارا نمبر ہے۔ بزرگ نے کہا تمہاری دیوی انسان کی بھینٹ نہیں چاہتی اگر تم کو یقین نہیں ہے تو مجھ کو اپنی دیوی کے سامنے لے چلو اگر وہ میری بھینٹ منظور کر لے تو خیر ورنہ مجھے چھوڑ دینا۔ بچارے یہ سمجھ کر کہ ہمارا اس میں کیا حرج ہے اس بزرگ کو دیوی کے سامنے لے چلے بزرگ نے خداوند تعالےٰ سے التجا کی اور دعا مانگی کہ اپنی مخلوق کو اس مصیبت سے نجات عطا فرما دعا قبول ہو گئی اور جب بزرگ دیوی کے سامنے پہونچے تو دیوی کا مُنہ ایک طرف کو پھر گیا۔ چنانچہ اس دن سے انسان کی قربانی موقوف ہو کر بکرے قربان کئے جاتے ہیں اور اس دن سے دیوی کا چہرہ ایک طرف کو پھرا ہوا ہے (واللہ اعلم) دیوی کو دیکھ کر محلات میں گئے۔ دربار اور محلات بالکل مغل خاندان کی طرز کے بنے ہوئے ہیں اور اسلامی شان ظاہر ہوتی ہے۔ شہر جے پور کی فصیل اور دروازے سے بھی یہی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ عمارتیں بہت پختہ اور عالی شان ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بن کر تیار ہوئی ہیں ان کی بعض چھتیں منقش اور مطلا ہیں۔ محل کے اندر صحن میں ایک مختصر سا باغیچہ ہے۔ رانیوں اور پاتریوں کے کمرے اور مکانات۔ رسوئی خانہ راجہ کے کھانے کا کمرہ بھی دیکھا۔ کھانے کا کمرہ بہت مختصر ہے صرف راجہ اور مہارانی کے کھانے کی جگہ دو گول چبوتریاں بنی ہوئی ہیں۔ اس کی دیواروں پر متھرا اور بنارس کے مذہبی مقامات کے نقشے بنے ہوئے ہیں۔ شیش محل کے نام سے ایک کمرہ ہے۔ اس کے دروازہ بند کر کے موم بتی جلا کر جب ہم کو یہ کمرہ دکھایا گیا تو عجیب کیفیت معلوم ہوئی۔ ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ یا مکان تک راجہ اور رانیوں کی آمد و رفت کے لئے رکشا استعمال ہوتا تھا وہ پرانے زمانہ کا رکشا بھی دیکھا۔ اس کے پہیوں پر ربڑ کی جگہ نواڑ کام دیتی تھی۔ رسوئی خانہ کے پاس ایک کمرہ میں ایک بھاری چکی رکھی ہوئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی پاتری وغیرہ کو سزا دینی ہوتی تھی تو اس بھاری چکی میں اس سے آٹا پسوایا جاتا تھا۔

دربار کی عمارت بہت مضبوط اور وسیع ہے جس کی چھت بہت اونچے اونچے ستونوں پر قایم ہے۔ دربار اور محل کے جھروکوں سے آمیر پہاڑ کی سرسبزی وشادابی اور تالاب کے پانی کی لہریں اس بلندی سے عجیب وغریب دلچسپ منظر پیش کر رہی تھیں۔ ان محلات کی حد سے باہر پرانے زمانہ کے محلات ہیں ۔ جے پور کی راج گدی پہلے زمانہ میں قلعہ آمیر ہی تھا۔ چنانچہ گدی نشینی کی رسم اب تک ان ہی پرانے محلات میں ادا کی جاتی ہے۔ قلعہ آمیر کی آبادی میں ایک عالیشان حوض والی مسجد ہے۔ بادشاہ دہلی کے حکم سے صرف ڈھائی دن میں یہ مسجد تیار کی گئی تھی اس لئے اس کا نام ڈھائی دن کی مسجد ہے۔

اس سیر سے فارغ ہو کر تقریباً تین بجے واپس گھر پہونچ گئے۔ کھانا کھایا۔ عصر کی نماز پڑھ کر ایک عزیز کے یہاں دعوت میں چلے گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد میرا چھوٹا بچہ گھبرایا ہوا پہنچا اور یہ خبر سنائی کہ بھائی صاحب (یہ میرا بڑا لڑکا ہے جس نے اسی سال بی اے کوم۔ کا امتحان پاس کیا ہے) سیر سے اب تک واپس نہیں آئے اور تو سب چلے آئے اور بھائی صاحب کو پہاڑ پر چھوڑ آئے۔ اور وہاں شیر رہتے ہیں۔ اور گیس کے ہنڈے ساتھ لے کر آدمی بھائی صاحب کو تلاش کرنے جا رہے ہیں۔

بہنیں سمجھ سکتی ہیں کہ اس وقت میرے دل پر کیا کیفیت طاری ہوئی ہوگی۔ وحشت ناک اور فاسد خیالات نے دماغ کو آناً فاناً بے کار کر دیا۔ شیروں کے ہولناک واقعات۔ رات۔ تنہائی اور بے بسی غرض خیالات کا ایک تار بندھ گیا۔ میں نے اصل حالات معلوم کرنے کے لئے فوراً ایک آدمی دوڑایا۔ کہ اسی وقت میرا بھتیجا آ گیا اس نے اطمینان دلایا کہ عذیر میاں مل گئے ہیں خیریت سے ہیں۔

میں اسی وقت گھر واپس آئی عذیر میاں کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔ اس نے سب حال سنایا کہ آمیر سے واپس آ کر ہم سب لڑکے غلطہ کی سیر کو چلے گئے واپسی پر ہمارے اور ساتھی سب آگے آگے تھے میں اور محبوب و ابرار پیچھے آ رہے تھے کہ ہم نے راستہ کی ایک سمت میں بندروں کی جماعت کو دیکھا۔ ان کی دو پارٹیوں میں شدید جنگ ہو رہی تھی اور ہر پارٹی مخالف پارٹی پر باقاعدہ حملہ کرتی تھی۔ حملوں کا سلسلہ بندھا ہوا تھا۔ آخر ایک پارٹی ہار کر بھاگ گئی اور کامیاب پارٹی اس کے تعاقب میں چلی گئی۔ یہ تماشہ دیکھنے میں ہم کو دس پندرہ منٹ لگ گئے اس کے بعد ہم فوراً چلے آئے۔ میرے ساتھی اپنے گھر چلے گئے اور میں اپنے کمرہ میں آ کر بستر پر لیٹ گیا چونکہ تھکا ہوا تھا اس لئے فوراً نیند آ گئی میرے دونوں ساتھیوں کے مکان پر آدمی گیا تو ان کو موجود پایا مگر ان سے یہ دریافت نہ کیا کہ عذیر کہاں ہے اور نہ مجھ کو بستر میں تلاش کیا گیا۔ غرض لاعلمی کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ چرچا ہو کر آپ کو خبر ہو جائے نہایت خاموشی اور پریشانی کے عالم میں اول مجھ کو گھروں میں تلاش کیا گیا پھر غلطہ پر تلاش کے لئے گیس کے ہنڈوں اور آدمیوں کا انتظام کیا گیا عین اسی وقت تلاش کرتا ہوا کوئی شخص میرے بستر تک بھی پہونچ گیا تو میں موجود تھا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور شکرانہ کی نفلیں ادا کیں۔ — امت الوحی از دہلی

# رنگوں کی پسندیدگی کا اثر انسانی اخلاق و عادت پر

زمانۂ حاضرہ میں جہاں اسرار کائنات کا ایک ایک ورق الٹا جا رہا ہے۔ اور پوشیدہ امور بر سر مشاہدہ آرہے ہیں۔ وہاں کہا جاتا ہے کہ یورپ نے اپنے عملی تجربات کے ذریعہ یہ بھی ایک نیا انکشاف کیا ہے کہ مختلف انسانی طبیعتوں کو مختلف رنگ پسند ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کو سُرخ رنگ پسند ہوتا ہے تو کسی کو نیلا رنگ۔ کسی کو سبز رنگ مرغوب ہے تو کسی کو سنہرا۔ وغیرہ ان اختلافات پسندیدگی سے یورپ نے انسان کے اخلاق و عادات اور خصائل کا اندازہ لگایا ہے۔ جو ایک حد تک مزاج دانی کی کسوٹی سمجھنا چاہئے۔ ہمیں صرف چند حسب ذیل رنگوں کے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں جو ناظرین عصمت کی دلچسپی کے لئے لکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی امید کرتے ہیں کہ باخبر اصحاب اس موضوع پر مفصل روشنی ڈال کر طبع آزمایوں میں اضافہ فرمائیں گے۔ کہ معاشرتی تعلقات میں ایک دوسرے کی طبیعتوں کو پہچان لینے کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے۔

## سُرخ رنگ

اس رنگ کو پسند کرنے والی طبیعت میں غرور۔ خواہش۔ اقتدار اور تسلط عام کا پتہ چلتا ہے یہی وجہ ہے کہ بادشاہ اور جج سُرخ رنگ کی عبا پہنتے ہیں۔ فوج و پولیس کی وردیاں بھی اکثر سُرخ ہوتی ہیں۔ یورپ میں سوشیلسٹ گروہ کا جھنڈا اسی بنا پر سُرخ رنگ کا ہوتا ہے۔

جو عورتیں سُرخ رنگ کو پسند کرتی ہیں۔ وہ مغرور۔ فخر پسند اور اقتدار طلب ہوتی ہیں۔ اور اسی بنا پر وہ گھر کا انتظام نہایت سرگرمی کے ساتھ کرتی ہیں۔ اور نوکروں تو کیا بلکہ تمام خاندان پر قابو رکھتی ہیں۔ غرور اور بلند حوصلگی کی وجہ سے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رشک وحسد نہیں کرتیں۔

جو مرد اس رنگ کو پسند کرتے ہیں وہ کشادہ پیشانی مستعد اور سرگرم اور عملی آدمی ہوتے ہیں۔ ان کی رائے صائب اور ان کی طبیعت تیز ہوتی ہے۔ اور انہیں ہمیشہ اپنی ذات پر اعتماد رہتا ہے۔ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ معمولی باتوں پر فخر نہیں کرتے۔ ہمیشہ مہمات امور کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ان کے عزم و ارادے میں کوئی شئے خلل انداز نہیں ہو سکتی۔

اس تحقیق و دریافت کے بعد یہ نتیجہ بھی اخذ کیا گیا کہ سُرخ رنگ پسند کرنے والی طبیعت کے مقابلہ میں نیلا رنگ پسند کرنے والی طبیعت ہو۔ تو ان دونوں طبائع کے مابین بڑی حد تک اتحاد قایم رہ سکتا ہے۔ اس لئے اگر ایسے دو قسم کے طبیعت کے مرد و عورت کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہو جائیں تو باوجود ہزار ہا مشکلات کے قائم رہ سکتی ہے کہ تسلط پسند طبیعت کے ساتھ انفعالی طبیعت کا امتزاج ہو جائے تو خوش گوار کیفیت پیدا ہوگی۔

**نیلا رنگ** جو لوگ نیلا رنگ پسند کرتے ہیں۔ ان میں لطف و محبت کا جذبہ شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جو عورتیں اس رنگ سے دل چسپی رکھتی ہیں۔ وہ سریع الانفعال۔ خندہ پیشانی ہنس مکھ ہوتی ہیں اور بہ نسبت سرخ رنگ کی طرف میلان رکھنے والی عورتوں کے کہ ان میں سادگی پائی جاتی ہے۔

جن مردوں کو یہ رنگ پسند ہوتا ہے۔ وہ تیز طبع اور فنون لطیفہ کے شیدائی ہوتے ہیں۔

**سنہرا زرد رنگ** جو عورتیں اس رنگ کو پسند کرتی ہیں وہ مستقل مزاج اور محنتی ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات ٹھوس ہوتے ہیں۔ اور شکوک کے قبول کرنے کی صلاحیت اور دوسروں سے بدگمانی ہوتی ہے مگر اس قسم کی عورتیں عموماً اعلیٰ طبقہ کی ہوا کرتی ہیں۔

جو مرد اس رنگ سے دل بستگی رکھتے ہیں۔ ان میں ایجاد و اختراع کی بہت زیادہ قابلیت ہوتی ہے۔ وہ خود معزز اور خوش نصیب ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی معزز بناتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن قوت و اقتدار کی ان میں کمی ہوتی ہے۔

**لیموئی رنگ** جن عورتوں کو یہ رنگ مرغوب ہوتا ہے۔ ان میں انتظام خانگی کی خاص طور پر قابلیت ہوتی ہے اور خفیف الحرکتی کا ان میں شائبہ تک نہیں ہوتا۔ بلکہ بھاری بھرکم اور صاحب وقار ہوتی ہیں وہ اپنی اولاد اور اپنے خاندان سے بے حد محبت رکھتی ہیں۔

جو مرد اس رنگ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ وہ فکر اندیش و صاحب وقار ہوتے ہیں۔ ہر چیز پر غور سے نگاہ ڈالتے ہیں۔ اور لوگوں کو وعظ و پند کرتے ہیں۔ مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ صرف سوچنے والا دماغ رکھتے ہیں لیکن ان میں عملی قوت نہیں ہوتی۔ وہ اختراعات و ایجادات سے دلاویزی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ان سے عملی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ وہ مستقل الرائے ہوتے ہیں کسی غیر کی اطاعت نہیں کرتے۔

**سُرخ عقیقی رنگ** اس رنگ کو پسند کرنے والی عورتیں ظالم۔ سخت۔ محنتی۔ غصہ ور اور جھگڑالو ہوتی ہیں۔ وہ تربیت اولاد میں سختی کرتی ہیں۔ لیکن ان کا غصہ جلد اتر جاتا ہے اور ان کے دل میں کینہ نہیں رہتا۔ وہ فطرۃً صاحب وقار شوہر کا انتخاب کرتی ہیں۔

جو مرد اس رنگ کو پسند کرتے ہیں وہ دموی المزاج ہوتے ہیں۔ ان کے مزاج میں وحشت ہوتی ہے۔ انہیں جلد جلد غصہ آتا ہے۔ وہ بے سوچے سمجھے تمام کام کر بیٹھتے ہیں۔ اور ان کی آواز بلند و خوفناک ہوتی ہے۔ اور وہ مغرور طرز و ادا سے اکڑ کے چلتے ہیں۔

**سبز رنگ** اس رنگ کی پسند کرنے والی عورتیں نہایت خفیف الحرکت ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات صحیح نہیں ہوتے۔ وہ ہر کام میں پیچھے رہتی ہیں۔ کسی کام میں مشکل سے جی لگاتی ہیں۔ لیکن دوسروں پر

نکتہ چینی کرتی ہیں۔ وہ غیور اور حاسد ہوتی ہیں۔ دستکاری میں انہیں خاص ملکہ ہوتا ہے۔

جو مرد اس رنگ کو پسند کرتے ہیں۔ وہ حیلہ جو۔ حسد پیشہ اور مال و دولت سے بہت زیادہ محبت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ انہیں دوسروں کے ساتھ خوش گپی کرنے میں بڑا مزا آتا ہے۔ وہ خیالات وافکارات میں نہایت غیر مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ وہ سیماب صفت ایک دائمی حرکت میں رہتے ہیں۔ وہ نہایت سریع الغضب اور سریع الانفعال ہوتے ہیں۔ تجارتی مشاغل سے ان کو خاص طور پر دلچسپی ہوتی ہے۔

**بنفشجی رنگ** جو عورتیں اس رنگ کی دلدادہ ہوتی ہیں۔ ان کے خیالات کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ خرافات و محالات پر یقین رکھتی ہیں۔ وہ نہایت کاہل وسست ہوتی ہیں وہ کام سے جی چراتی ہیں۔ اگرچہ بظاہر سادہ مزاج ہوتی ہیں۔ لیکن شیریں اور لذیذ غذا کی ان کو ہمیشہ جستجو رہتی ہے۔ وہ خوشامد پسند بھی ہوتی ہیں۔ ان کو فنون لطیفہ سے خاص طور پر دلاویزی ہوا کرتی ہے۔

جو مرد اس رنگ کو پسند کرتے ہیں۔ وہ کاہل۔ بزدل اور کام چور ہوتے ہیں۔ ان کا دل صرف اُن کاموں میں لگتا ہے جن میں جسم ودماغ پر زور نہیں پڑتا۔

یہ ایک قسم کا معیار ہے۔ اخلاق و عادات معلوم کرنے کا۔ جو اہل یورپ کے تجربوں سے حاصل ہوا ہے۔ جہاں کی طبیعتیں رنگینی پسند نہیں ہوتیں بلکہ سادگی پسند ہوتی ہیں۔

ایشیائی طبائع رنگین پسند واقع ہوئی ہیں۔ اس کسوٹی کے ذریعہ ہر مرد و عورت اپنے اخلاق و عادات اور مذاق کا آسانی سے موازنہ کرکے تجربہ حاصل کرسکتا ہے۔

سردار بیگم ی بنت نواب آف وائی۔ لونسی۔ قلابہ

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۳۱)

بعض جگہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ شادی کے بعد لڑکے اور لڑکی میں کوئی باہمی نااتفاقی نہیں ہے لیکن لڑکی کے میکہ یا سسرال کے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کی تیز طبعی یا بدمزاجی یا دیگر اخلاقی خرابیوں نے وہ حشر برپا کیا کہ دو بے گناہوں میں تفریق کرا کے دم لیا۔ یہ حالت اگرچہ موضوع سے خارج ہے لیکن چونکہ یہ بھی گاہے ہمارے مقصد میں عارج ہوتی ہے اس لئے اسے بھی اس نیت سے شریک کرلیا کہ اگر ممکن ہو تو اس کی بھی اصلاح کی جائے۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں۔ جاورہ۔

# شرک

قریشہ۔ کیوں بہن رضویہ میں نے سُنا ہے تم جمعرات کے جمعرات کسی مزار پر جاتی ہو یہ کیا بات ہے؟
رضویہ۔ یہ آپ کو کس نے خبر دی اب تو میں کہیں نہیں جاتی ہاں پہلے البتہ جاتی تھی خدا کا شکر ہے وہ مراد تو حضرت مولانا کی توجہ سے پوری ہو گئی۔"

قریشہ۔ "کون سی مراد؟ آفرین ہے بہن تم پر ایسے گھر کی لڑکی ہو کر خود پڑھ لکھ کر اس طرح کی مشرکانہ حرکتیں کرتی ہو کس صفائی سے کہہ دیا کہ حضرت مولانا کی توجہ سے وہ مراد پوری ہو گئی۔ توبہ توبہ میرا دل لرز گیا۔"

رضویہ۔ آپ کا دل یونہیں لرز جاتا ہے آخر میں بھی کوئی دیوانی نہیں ہوں کہ خدا کو چھوڑ کر اور کسی سے مُراد مانگوں۔ میں نہ قبر کو سجدہ کرتی ہوں نہ بوسہ دیتی ہوں صرف فاتحہ پڑھ کر پھول چڑھا دیتی ہوں اور یہ دعا مانگتی ہوں کہ یا حضرت خدا سے دعا کیجئے کہ میرا کام بن جائے میں گنہ گار اس قابل کہاں کہ میری دعا قبول ہو آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ مقبول بارگاہ ہیں۔ خداوند کریم آپ کی دعا قبول کر کے ضرور میرے اوپر رحم فرمائے گا بس اتنی سی بات شرک ہو گئی۔

قریشہ۔ تو تم خدا ہی سے کیوں نہیں دعا مانگتیں کہ الٰہی اپنے پیغمبروں کا صدقہ اپنے سچے عبادت گذار بندوں کا واسطہ مجھ ناچیز گنہ گار کی دعا قبول فرما اور مجھ پر اپنا فضل کر۔

رضویہ۔ مانگتی کیوں نہیں مگر بہن ہم لوگوں کی دعائیں وہ بات کہاں جو اُن بزرگوں کی۔ آخر زندہ بزرگ سے اپنے لئے دعا کراتے ہیں تو وہ کیوں شرک نہیں کہا جاتا یہ بھی عجیب بات ہے۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ وفات کے بعد ان بزرگوں کی روحانی طاقت اور کرامات میں کچھ کمی آ جاتی ہے۔ وہ تو جیسے یہاں تھے ویسے ہی وہاں بھی ہیں بلکہ اب خدا سے زیادہ قریب ہیں۔

قریشہ۔ بس اس لئے تم نے یہ سمجھ لیا کہ اب بجائے خدا کے انہیں کو پکارنا چاہئے میں ہرگز یہ نہیں کہتی کہ ان کی بزرگی میں وفات کے بعد کچھ کمی آ جاتی ہے لیکن بہن کوئی کتنا ہی بزرگ کیوں نہ ہو یہ مرتبہ تو کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتا کہ خدا سے جو کچھ چاہے لے لے یا کسی کو دلوا دے نہ زندگی میں نہ بعد وفات۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود یہ فرمائیں کہ ؎

سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ ۔۔۔ اسی طرح میں بھی ہوں ایک اس کا بندہ

تو اب تم خود سوچ کر اور کس کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور جس طریقے سے اس وقت تم نے یہ کہا ہے کہ ان کی

توجہ سے مراد پوری ہوگئی یہ تو غضب ہے گویا کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں بیں تو بھلا کس گنتی میں ہوں مگر جب میرے دل پر یہ الفاظ سن کر چوٹ لگی تو اگر وہ زندہ ہوتے اور اپنی بابت تمہارے یہ الفاظ سنتے تو کس قدر ناراض ہوتے ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے سامنے کسی نے کہا تھا کہ "اگر خدا اور اس کا رسول چاہے" اسی بات کو آپ نے منع فرمایا کہ اس طرح اس کی پاک ذات کے ساتھ مجھے مت شامل کر۔ نہ کہ اس طرح سمجھنا اور کہنا گویا توبہ توبہ انہیں خدا کے سامنے کوئی دعوے ہے۔

راضیہ۔ "تو گویا آپ کا یہ مطلب ہوا کہ اچھے برے سب برابر ہیں اور ان کی دعا ہماری دعا پر کوئی فضیلت نہیں رکھتی میں تو اسے نہیں مان سکتی کہ ہماری گندی سندی زبان سے جو کچھ نکلے گا وہ بھی اسی طرح قبول ہوگا جس طرح انکا

قرابیشہ۔ بے شک ہماری ان کی کوئی برابری نہیں ہو سکتی جب ہم ان کی عبادت و پرہیز گاری کا شمہ بھی ادا نہیں کر سکتے تو کس منہ سے یہ امید کر سکتے ہیں کہ ہماری دعا ان کی دعا کی طرح قبول ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضرور ہے کہ قبول کرنے والا بادشاہ مطلق ہے وہ سب کا حاکم اور خالق ہے اور اپنے سب بندوں پر مہربان ہے۔ جب اس دنیا کے بادشاہ یہ اختیار رکھتے ہیں کہ چاہیں تو اپنے ولی عہد اور وزیر کی بھی درخواست کو رد کر دیں اور چاہیں تو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ رعیت کی یا بڑے سے بڑے مجرم کی درخواست کو منظور کر لیں تو پھر اس کے لئے کیا بڑی بات کہ وہ ہم جیسے ناچیز بندوں کی سچے دل کی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے۔ اور یہ تو ایک طرح کی ہیکڑی ہے کہ ہم خود نیک فرمانبردار بندہ بننے کی کوشش نہ کریں اور اس کے نیک بندوں کو پریشان کریں کہ آپ خدا سے کہہ کر ہمارے کام بنوا دیجئے۔"

راضیہ۔ توبہ توبہ آپ تو غضب کرتی ہیں خدا سے کس کی مجال ہے کہ ہیکڑی کرے یہ تو انکساری اور عاجزی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس قابل ہی نہیں سمجھتے۔

قرینشہ۔ مگر جب خدا نے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم مجھے پکارو میں قبول کروں گا۔ تو پھر اس انکسار اور عاجزی کے کیا معنی یہ تو بالکل الٹی بات ہے۔ کہ اُدھر سے مہربانی اور اجازت اور ادھر سے گویا اکڑ اور رکاوٹ تم شاید اس اکڑ کو گناہوں کی شرم کہوگی مگر میں تو یہی کہوں گی کہ گنہ گار ہیں یا جیسے بھی ہیں۔ بہر حال ہیں تو اسی کے بندے اس سے شرم کرکے اور کس کے در پر جائیں گے چاہئے تو یہ کہ جتنے زیادہ گنہ گار ہوں اتنے ہی زیادہ اس کے سامنے گڑگڑائیں۔ التجائیں کر کرکے اس سے معافی مانگیں اور توفیق چاہیں کہ وہ ہمیں نافرمانی سے بچائے۔ لو میں ایک مثال تمہارے سامنے بیان کرتی ہوں پھر دیکھوں تمہارا کیا اعتراض باقی رہتا ہے۔ یوں سمجھو کہ ایک بادشاہ ہے جس کے قبضے میں ہزاروں ملک و شہر ہیں۔ اس کی رعیت میں کوئی ایک آدمی نہایت ہی مفلس و تباہ حال ہو کر زندگی سے بیزار ہو رہا ہے بادشاہ کو اس کی حالت کی خبر ہوتی ہے اور وہ حکم دیتا ہے کہ فلاں شہر میں جائے وہاں کے حکام کو بادشاہ کا حکم پہونچتا ہے وہ اس کی آمد کا انتظار کرتے ہیں اس شہر کے کارکن اس کو اس طرح وہاں پہونچاتے ہیں کہ اسے

کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی بلکہ اسے یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں کہاں سے کہاں آگیا اب اس شہر میں اس کی خاطریں شروع ہوتی ہیں کھانا کپڑا خدمت گار اور ہر ضرورت کی چیز بے مانگے اور بغیر ضرورت کا احساس ہوئے اس کے لئے حاضر ہو جاتی ہے اور اس کے اوپر کوئی کسی قسم کی ذمہ داری نہیں ہوتی وہ بے غل وغش کھاتا پیتا ہے سوتا اور چین کرتا ہے جب ذرا اس کی حالت سنبھلتی ہے تو اسے اپنے خبر گیروں کی معرفت بادشاہ کا یہ پیغام پہونچتا ہے کہ بادشاہ اس کے اوپر نہایت مہربان ہے اور اس کی بہتری اور آئندہ مرتبہ کی زیادتی کے لئے اس پر یہ ذمہ داری اور پابندی عائد کرتا ہے کہ اپنے خدمت کرنے والوں کے ساتھ ادب وہمدردی سے پیش آئے ان کا ہاتھ بٹائے اور کچھ مقررہ وقتوں پر بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوا کرے ان تمام باتوں پر عمل کرکے جب وہ اس شہر میں رہنے کی مدت پوری کرکے مستقل طور پر دارالسلطنت میں حاضر ہوگا اس وقت اس کو وہ مرتبہ عنایت ہوگا جو کبھی اس کے خواب وخیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔ لیکن اگر نافرمانی کی تو سخت سزا کا مستحق قرار پاکر ہمیشہ کے لئے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اسے ایک ایسا اسم اعظم یاد کرا دیا جاتا ہے کہ جاہے جہاں کہیں ہو وہ اسے پڑھتے ہی بغیر کسی سواری یا اور کسی ذریعے کے فوراً بادشاہ کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے جو کچھ چاہتا ہے عرض کرتا ہے ہر خواہش کو پورا کرنے کی درخواست کرسکتا ہے اور جب تک چاہے وہاں حاضر رہ سکتا ہے۔ اگر وقت مقررہ پورا ہوتے ہی چلا آئے تو بادشاہ ناراض نہیں ہوتا اور اگر گھنٹوں بیٹھ کر اپنے دل کا حال بیان کرتا رہے تو اسے کوئی اشارہ تک رخصت ہونے کو نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بادشاہ کی عنایت و مہربانی میں زیادتی ہوتی ہے ہاں اگر کسی وقت کوئی سخت مجبوری ایسی آپڑے کہ ایک حاضری ناغہ ہو جائے تو اس کی تلافی دوسری حاضری کے وقت ضروری ہوتی ہے اور یہ قصور معاف ہو جاتا ہے۔ لیکن دو تین باتوں کی پابندی نہایت ضروری قرار دی گئی ہے اول اس کے تمام احکام کی پابندی دوسرے یہ کہ جو کچھ ضرورت پیش آئے اس میں سوائے بادشاہ کے اور کسی کی مدد نہ مانگے۔ اگر کبھی کسی حاجت کے پورے ہونے میں دیر لگے تو بے دل نہ ہو اور بار بار عرض کرے اگر کوئی نافرمانی ہو جائے تو اس کی معافی کی درخواست خود ہی عاجزی کے ساتھ کرے اور اس کے رحم وعنایت پر بھروسہ رکھے سعی سفارش کسی سے کچھ نہ چاہے اور یہ سمجھ لے کہ "اس دربار میں کوئی ایسا مرتبہ نہیں رکھتا جس کی سفارش سے بادشاہ اپنے حکم اور ارادہ کو بدل دے اور اگر وہ سزا دے گا تو اس میں بھی میرا کوئی فائدہ ہوگا۔ اور اگر میری کوئی خواہش میرے لئے بری ہوگی تو وہ اسے منظور نہیں کرے گا" اسی طرح اس شخص پر روز افزوں عنایت بڑھتی جاتی ہے اسے اور نئے آنے والوں کی خبر گیری پر مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اس کا شمار مقربان شاہی میں ہو جاتا ہے۔ اب رفتہ رفتہ یہ اپنے بادشاہ کی شکر گزاری میں کمی شروع کرتا ہے اور اپنی دلچسپیوں میں لگ کر وہاں کی حاضری بھی چھوڑتا جاتا ہے۔ جب جاتا ہے تو بہت ندامت کے ساتھ معافی مانگتا ہے اور پھر آخر اسے اس بات سے شرم آنے لگتی ہے اور حاضری ہی سے جھجکنے لگتا ہے۔ اور بھی طرح طرح کی نافرمانیاں کرتا ہے اور آخر شاہی دربار سے بالکل منہ چھپانے لگتا ہے۔ یہاں تک بھی خیر تھی کیونکہ بادشاہ

نہایت مہربان ہے اب بھی اگر وہ راہ پر آئے تو قصور کی معافی کی امید تھی مگر اب اس نے سعی سفارش کا جال پھیلانا شروع کیا جو لوگ بادشاہ کے مقرب تھے اُن میں سے ایک ایک کی خوشامد کرتا پھرتا ہے کہ خدا کے لئے تم میرا قصور معاف کرا دو اور کہو کہ مجھے اس چیز کی ضرورت ہے وہ مل جائے لاکھ وہ اسے سمجھاتے ہیں کہ تم خود معافی کی درخواست کرو منظور ہو جائیگی مگر یہ سعی سفارش کا قصور تو ایسا سخت ہے کہ پہلے ہی جتا دیا گیا تھا کہ اور سب نافرمانیوں کی معافی ہے مگر اس ایک قصور کی معافی نہیں تا وقتیکہ اس سے بالکل باز نہ آئے مگر اس کو بھی لت پڑ گئی ہے کہ حاضری تو بالکل چھوڑ دی اور تیری میری خوشامد میں لگا رہتا ہے اب بتاؤ جس دن اس کی طلبی کا حکم آئے گا اور وہ بادشاہ کے پاس حاضر ہو گا تو اس کا کیا حال ہو گا۔

**راضیہ** ۔ سچ ہے اس کی تو پوری شامت ہے کہ بادشاہ کی کھلی کھلی نافرمانی کی ہے۔ مگر بہن آنحضرت تو سب کے شفیع ہوں گے۔

**قریشہ** ۔ ہاں ضرور ہوں گے اور خداوند کریم ان کی شفاعت بھی قبول فرمائے گا مگر ہمیں بھی اس کے حکموں کی پابندی کرنی چاہیئے اور اپنے آپ کو شفاعت کے قابل بنانا چاہیئے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک سے فرما چکے کہ اے فاطمہ اعمال کی فکر کر اور یہ نہ سمجھ کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں بخشی ہی جاؤں گی۔ تو بہن یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ وہ کل کائنات کا خالق ہے اور نہایت غیور ہے وہ ہرگز اسے جائز نہیں رکھتا کہ اس کی صفتوں میں کسی کو شریک کیا جائے۔

**راضیہ** ۔ کیا کہوں اس وقت تو میں سخت پریشان ہوں کہ آخر یہ کیا آفت ہے کہ اتنے اتنے پڑھے لکھے ان باتوں کو نہیں سمجھتے میں نے یہ طریقہ کسی جاہل کی دیکھا دیکھی نہیں اختیار کیا ہے۔ مگر آپ کی اس وقت کی ایک ایک بات میرے دل میں اتر گئی خدا میرے گناہوں کو معاف کرے اب تو دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میں کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گی۔

۔ا۔و

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۳۲)

طریقہ سے رکھا ہوا دودھ موسم گرما میں دو روز تک رکھا رہ سکتا ہے۔ اور خراب نہیں ہوتا۔

جو بہنیں بارہا دودھ سے خراب ہو جانے سے نقصان اُٹھا چکی ہوں اور آئندہ موسم گرما میں دودھ بگڑ جانے کا احتمال رہتا ہو۔ وہ موسم گرما میں دودھ کی حفاظت کے لئے مندرجہ طریقہ پر عمل پیرا ہو کر ضرور مستفید ہوں یہ طریقہ بارہا تجربہ کیا ہوا ہے۔

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابو الفضل۔ کپور تھلہ۔

جن بہنوں کا سال خریداری اس جون کے پرچہ کے ساتھ ختم ہو گیا وہ سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ۲۴ جون تک بھیج دیں ورنہ سالگرہ نمبر وی۔ پی بھیجا جائے گا۔ مینیجر

# طبیعت کی تحقیق

ہمارے محترم بزرگ جناب مولوی عبدالغفار الخیری صاحب نے جس دردمندی کے ساتھ اپنے مضمون بعنوان "طبیعت کی تحقیق" مندرجہ عصمت مارچ ۱۹۳۶ء میں دعوتِ فکر دی ہے میں اُس کا شکریہ و احترام کے ساتھ استقبال کرتی ہوں اور اپنے ناچیز خیالات پیش کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔

ہم اگر یہ خواہش کریں کہ شادی بیاہ کے معاملہ میں طبیعت کی ایسی دقیق تحقیق کر لیا کریں کہ زوجین کی آئندہ زندگی میں ناموافقت پیش ہی نہ آئے تو ہماری یہ خواہش قدرت کے خلاف ہونے کے باعث کبھی صحیح طور پر بار آور نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے ہماری خواہش صرف یہ ہونی چاہئے کہ جہاں تک انسانی جد و جہد کا تعلق ہے ہم ناموافقت کے امکان کو کم از کم کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم نے کوشش کرکے طبیعتوں کی موافقت کے قریب ترین درجہ کی تحقیق کر لی تو گویا ہم کامیاب ہوگئے کیونکہ جس طرح صورت و شکل میں فرق ہے بالکل اسی طرح سیرت میں بھی ہر انسان کی فرق ہے لیکن اس تحقیق کے بعد موافقت کا بہت کافی امکانی ہے اور اگر کوئی امر ناگوار پیش آ بھی جائے تو اُس کو رواداری کے ساتھ برداشت کر لینے کی قوی امید ہوسکتی ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے ایک مثال تو یورپ کی کورٹ شپ کی دی ہے اور دوسری مثال میں اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ محض ایک امر واقعہ کی حد تک دونوں مثالیں کچھ اجنبی نہیں ہیں اور غور کیا جائے تو یہی دو مثالیں ہماری رہبری کے لئے بہت کچھ کافی ہیں کورٹ شپ کا موجد اس بات کو قطعی فراموش کر گیا کہ شادی جذبات کا کھیل نہیں ہے بلکہ یہ وہ رشتہ ہے جس کی خوبی اور پائداری پر ہی زندگی کی مسرتیں موقوف ہیں ایسا اہم رشتہ قایم کرنے کے لئے نہایت پختہ عقل و تجربہ کی ضرورت ہے جس کی امید نوجوانوں سے رکھنا۔ خیال ست و محال ست و جنوں۔

یورپ کی کورٹ شپ کیا ہے؟ بس یہی کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں غیر مہذب سوسائٹی اور آزاد و بے باک معاشرت کا شکار ہو کر جوانی کی امنگوں میں محض جذبات کی پرستش کرنے لگتے ہیں اُن کے نوخیز جذبات نہ اس کی فرصت دیتے ہیں کہ وہ اس نازک رشتہ پر ایک فلسفیانہ نظر ڈالیں اور نہ اُن کو عاقبت اندیشی کے طریقہ پر اس رشتہ کو قایم کرنے کی پروا ہوتی ہے اصل یہ ہے کہ وہ غریب ایک حد تک مجبور بھی ہوتے ہیں کیونکہ حالات مذکور الصدر میں ان پر ایک ذہنی تعطل کا عالم طاری ہوتا ہے ظاہر ہے کہ جس تعمیر کی اساس ناعاقبت اندیشی ناتجربہ کاری دماغی تعطل اور محض ہنگامی تاثرات پر قایم ہو وہ کیونکر استوار ہوسکتی اور کیسے برقرار رہ سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ یورپ کے طرز کی کورٹ شپ جس بری طرح اپنے مقاصد میں فیل ہوتی ہے۔ اُس کی روداد وہاں کی متعلقہ عدالتوں کی کارروائی کی صورت میں ہماری نظر کے سامنے موجود ہے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کافی شہادت رکھتی ہے کہ کورٹ شپ کا مروجہ طریقہ قوم کی عام بہبودی کے حق میں اور خصوصاً معاشرت کے حق میں خطائے

عظیم اور روحانی برتری کے لحاظ سے سم قاتل ہے اس سے طبیعت کی تحقیق تو رہی ایک طرف اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور وہ وہ آفتیں برپا ہوتی ہیں کہ خدا کی پناہ!

رہا آنجناب کا چشم دید واقعہ جہاں شادی رشتہ داروں ہی میں ہوئی ہے۔ طبیعت سے بھی واقفیت تھی زوجین تعلیم یافتہ بھی ہیں اس پر بھی تعلقات خوش گوار نہیں ہیں یہی وہ معاملہ ہے جس کا تعلق ہماری معاشرت سے بہت زیادہ ہے اور جس کی تنقیح سے ہمارے اکثر جھگڑے مٹ سکتے ہیں۔ قاعدہ یہ کہتا ہے کہ ایسی حالت میں بہترین موافقت رونما ہونی چاہیئے لیکن جب نتیجہ برعکس ہے تو یقیناً کوئی اہم فروگذاشت ہوئی ہے۔ آیئے ذرا غور کریں کہ آخر وہ کیا غلطی ہے جس نے بہترین فضا کو بدترین رنگ میں تبدیل کر دیا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب ایک لڑکے سے رشتہ داری ہے وہ گھر میں آتا جاتا بھی ہے اور بچپن سے اُس کی عادت و خصلت اور اُس کا رجحان طبیعت بھی سب کو معلوم ہے تو پھر مزید تحقیق کی نہ ضرورت ہے اور نہ گنجائش ہے لیکن برا ہو ہماری غفلت اور فرض ناشناسی کا بلکہ ہماری بزرگانہ شان بے نیازی کا کہ ہم ایسی رشتہ داریوں کی مروت میں اکثر لڑکے یا اُس کے والدین یا کسی دوسرے عزیز کی خاطر محض رشتہ کا پاس و لحاظ کرتے ہیں اور ایک بے زبان و معصوم بچی کو طبیعت کی ناموافقت سے واقف ہوتے ہوئے بھی نہایت بے دردی کے ساتھ دیدہ و دانستہ سپرد زنداں کر دیتے ہیں اگر ہم ترک فرض کے گنہگار نہ ہوں اور کسی لالچ میں نہ آئیں اور نہ کسی رشتہ وغیرہ کا پاس کریں تو یقیناً رشتہ داروں میں شادی کے معاملہ میں اس قسم کی شکایات شاذ و نادر ہی پیدا ہو سکتی ہیں۔

اب ایک تیسری صورت اور رہ گئی یعنے غیر لوگوں میں رشتہ قایم کرنا۔ اس میں البتہ بڑی دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ یہ معاملہ خاندان کے پختہ کار بزرگوں کے حوالہ کر دینا چاہیئے اگر خاندان میں بدقسمتی سے سنجیدہ طبیعت کے تجربہ کار اور دانشمند بزرگ نہ ہوں تو محلہ یا شہر کی بعض ہمدرد ہستیوں سے مدد کی جا سکتی ہے مگر شرط یہی ہے کہ بالکل بے لوث ہو کر ایک مقدس فرض سمجھ کر اس کام کو انجام دیا جائے اور پہلے ہر ممکن طریقہ سے پوری تحقیق کر لی جائے۔ طریقہائے تحقیق مختلف النوع اور عام ہیں جو ہر سمجھ دار شخص جانتا ہے ضرورت صرف ہمدردی اور خلوص کی ہے ہم اگر نیک نیتی سے احتیاط کے ساتھ کوئی کام کریں گے تو خدا ہماری مدد فرمائے گا۔ کام میں برکت ہوگی اور انجام بخیر ہوگا۔ اور یوں تو پھر آخر انسانی کوشش ہے نادانستہ طور پر بھی کوئی بات رہ سکتی ہے۔ اس کی نہ کوئی شکایت ہو سکتی ہے اور نہ کوئی چارہ۔

بعض گھرانوں میں بعض خاص رسم و رواج تخریب کا باعث ہیں مثلاً کسی نے کوئی لڑکی اپنے لڑکے کے لیئے مانگ لی تو بس گویا وہ اُس کی ہو چکی اب کوئی تیسرا شخص پیغام نہیں بھیج سکتا ہے ورنہ جھگڑے کا خوف ہے اور اس قسم کی خاندانی روایتوں سے متاثر ہو کر بزرگ بھی چشم پوشی کر جاتے ہیں بلکہ جائز قرار دیتے ہیں یہ سب باتیں فساد کی جڑ ہیں اور خصوصاً تعلیم یافتہ مہذب اور روشن خیال طبقہ میں ان کی بیخ کنی اصلاح معاشرت کے لیئے ازبس ضروری ہے۔

باقی مضمون بر صفحہ ۴۲۵

# گرمیوں میں دودھ کی حفاظت

عموماً گھروں میں اور بالخصوص بال بچے دار گھر میں شب و روز دودھ موجود رکھنے کی ضرورت درپیش رہتی ہے۔ موسم سرما میں تو چنداں دودھ کی حفاظت کے لئے کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ جاڑوں میں اگر دو روز تک دودھ پڑا رہے تو گرم کرنے کے بعد چھان کر قابلِ استعمال رہتا ہے۔ مگر برعکس اس کے گرمیوں میں باوجود بیسیوں احتیاطیں کرنے کے اکثر دودھ بگڑ جاتا ہے (یعنی پھٹ کر بُو کر جاتا ہے) ایسے وقت یا موقع پر جبکہ بچے کی خوراک کا وقت ہو اور وُہ بھوک سے بیتاب ہو رہا ہو۔ یا کسی مریض کے لئے بطور غذا کے دُودھ درکار ہو۔ تو دودھ کا بگڑا ہوا پایا جانا سخت پریشانی اور سراسیمگی میں مبتلا کرنے کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اور خالص دودھ بروقت نہ مل سکنے سے پریشانی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ دُودھ کی حفاظت کے لئے لوگ جو طریقے استعمال میں لاتے ہیں وُہ یہیں تک ہیں کہ دودھ کے برتن کو جالی دار الماری میں رکھ کر برف یا ٹھنڈے پانی میں لگا کر رکھا جائے۔ یا دودھ کے برتن کو چھینکے پر لٹکا دیا جائے۔ یا برتن پر شیڈ دار ڈھکنا رکھا جائے کہ تازہ ہوا کا گذر ہوتا رہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر باوجود ان تمام کوششوں کے بھی اکثر ناکامی رہتی ہے۔ اور دودھ ضرور بگڑ جاتا ہے۔

## دودھ بگڑ جانے کی وجہ

دودھ چونکہ نہایت لطیف اور نازک شے ہے اس میں کسی چیز کی خوشبو یا بُو بہت جلد سرایت کر جاتی ہے۔ اور یہ خراب بو یا خوشبو کے اثر سے جلد بگڑ جاتا ہے۔ لہذا مصالحہ دار اشیاء لہسن پیاز یا بعض پھل مثلاً آم۔ خربوزہ۔ وغیرہ اقسام کی چیزوں سے علیحدہ رکھنا چاہیے۔ اگر خربوزہ والا ہاتھ تک بھی دودھ کے برتن کو لگ جائے تو بھی اس کے اثر سے دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی جس روز آندھی اور بگولہ چل رہا ہو۔ یا ہوا بالکل بند اور بلا کا حبس ہو۔ یا لُو چل رہی ہو تو ایسے موقع پر بھی دودھ ضرور بگڑ جاتا ہے۔ جس سے کہ سراسر نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ اور گرمیوں کی مرطوب ہوا کے اثرات سے دودھ کی حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ نہایت مؤثر اور کارگر ثابت ہوا ہے۔

عام لوگ کچے دودھ کو ایک دفعہ جوش دلا کر یعنی اُبال کر تمام دن کے استعمال کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں۔ لیکن گرمیوں میں ایک دفعہ کا اُبالا ہوا دودھ تمام دن کام نہیں دے سکتا۔ لہذا اوّل تو صبح کچے دودھ کو اُبال دلائیں بعدہٗ دوپہر کو پھر دوسری مرتبہ اُبالیں۔ اور تیسرے پہر پھر اُبال لیں۔ اسی طریقہ سے دُودھ کے خراب جرثوم جن کی وجہ سے دودھ پھٹ جاتا ہے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور دودھ بگڑنے نہیں پاتا۔ اور مذکورہ (باقی بر صفحہ ۴۴۹)

(باقی بر صفحہ ۴۴۹)

# برار کا نظم و نسق

جدید قانونِ ہند کے ماتحت جو گیارہ صوبے بنائے گئے ہیں۔ اُن کے نظامِ حکومت کے متعلق ایک ہی اصول رکھا گیا ہے جو اُن مضامین کے ذریعہ آپ کے ذہن نشین کرایا گیا ہے جو جدید نظامِ حکومت کے متعلق عصمت میں شائع ہو چکے ہیں۔ یوں تو ہر صوبہ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن صوبۂ متوسط اور برار کی حیثیت سیاسی اعتبار سے دوسرے تمام صوبوں سے بنیادی طور پر الگ ہے۔ اس لئے کہ صوبۂ متوسط اور برار مشتمل ہے اُن دو علاقوں پر جن میں سے ایک برطانوی ہند کا جزو ہے اور دوسرا سلطنتِ نظام کا۔ صوبۂ متوسط پر براہِ راست برطانوی سیادت ہے۔ اور صوبۂ برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام دکن کی۔ ان دونوں علاقوں کو ملا کر ایک صوبہ بنایا گیا ہے جو ایک گورنر کے ماتحت ہوگا۔ اور جس کے لئے ایک مشترکہ مجلسِ قانون ساز قوانین بنائے گی۔

مختلف نوعیت کے دو علاقہ جات ایک انتظام کے ماتحت کس طرح کئے گئے۔ اس کے لئے برار کی تاریخ پر نظر ڈالنی چاہئے۔ لیکن اس مضمون میں نہ ممکن ہے نہ مناسب۔ مختصر یہ ہے کہ برار ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد کی سلطنت کا ایک حصہ ہے۔ مگر ۱۸۵۳ء سے برطانیہ کے زیرِ انتظام ہے۔ ۱۹۰۲ء میں اس کا استمراری ٹھیکہ حضور نظام نے تاج برطانیہ کو دیدیا جنہوں نے صوبۂ متوسط کے ساتھ برار کو ملا کر اور یکجا کر کے اس کے نظم و نسق کا انتظام کیا۔ یہ واضح رہے کہ برار کا نظم و نسق قانونی اعتبار سے صوبۂ متوسط کے ایک جزو کی حیثیت سے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اُس کی صورت یہ تھی کہ علاقۂ برار کے باشندے اپنے نمائندے منتخب کر دیتے تھے جنہیں رسمی طور پر صوبۂ متوسط کی مجلس آئین ساز کا رکن نامزد کر دیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح اس مجلس آئین ساز اور مرکزی آئین ساز کے قوانین کا نفاذ خاص اختیارات کے ماتحت برار پر ہوتا تھا۔ یہ صورت جدید قانون ہند کے نفاذ سے قبل تھی۔ جدید قانونِ ہند میں برار کے نظم و نسق کی اس نوعیت کو بدل دیا گیا ہے۔ اور ایک معاہدے کی رو سے جو ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ملک معظم کشورِ ہند اور ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد کے درمیان ہوا ہے۔ قرار دیا گیا ہے کہ

(۱) ہز میجسٹی شاہِ انگلستان برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدارِ اعلیٰ کی توثیق کرتے اور اسے تسلیم کرتے ہیں۔

(۲) نظام حیدرآباد برار کے متعلق وفاق میں اپنی شرکت پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ اور اسے قبول کرتے ہیں کہ برار کا انتظام صوبجات متوسط کے ساتھ ایک گورنر کے ماتحت عمل میں آئے۔

(۳) گورنر صوبجات متوسط اور برار کا تقرر شاہِ انگلستان نظام حیدرآباد کے مشورے سے کریں گے۔

(۴) نظام حیدرآباد آیندہ سے ہزاگیزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد اور برار کہلائیں گے اور اُن کے ولی عہد کا لقب ہز ہائینس پرنس (شاہزادہ) برار ہوگا۔

(۵) برار میں ہر جگہ برطانوی پرچم کے پہلو بہ پہلو اعلیٰ حضرت نظام کا پرچم بھی بلند کیا جائے گا۔

(۶) حضور نظام برار کے باشندوں کو وائسرائے اور گورنر جنرل ہند کے اتفاق رائے سے خطابات دے سکیں گے۔ نیز گورنر جنرل کی رائے کا اتفاق حاصل کرنے کے بعد برار میں دربار منعقد کرسکیں گے اور گورنر صوبجات متوسط اور برار کو تقریبات میں بھی شرکت کے لئے حیدرآباد بلاسکیں گے۔

(۷) برار کی مساجد میں حضور کے نام کا خطبہ پڑھے جانے پر کشور ہند کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

(۸) برار کے سلسلے میں کشور ہند پچیس لاکھ کی رقم جو اس وقت تک ادا ہوتی رہی ہے برابر ادا کرتے رہیں گے۔

(۹) حضور نظام صوبہ متوسط اور برار کے دارالسلطنت میں اپنا ایک ایجنٹ رکھ سکیں گے جو ان کی حکومت کے خیالات کی نمایندگی کرے گا۔ لیکن اُسے حکومت کے داخلی معاملات میں مداخلت کا حق نہ ہوگا۔

(۱۰) گورنر صوبجات متوسط اور برار ریاست حیدرآباد کے تجارتی اور معاشی اغراض کا لحاظ رکھیں گے۔

(۱۱) گورنر جنرل یا گورنر صوبجات متوسط اور برار کسی ایسے قانون کی منظوری دیتے ہوئے جس کا اطلاق برار پر ہوگا اس کی صراحت کریں گے کہ وہ حضور نظام کے اس معاہدے کو منظور فرمانے کی بنا پر نافذ کیا جاتا ہے۔

(۱۲) برار کے باشندوں کی مجالس ہائے قوانین کے لئے حق رائے دہندگی کے متعلق حیدرآباد کے کسی مساوی درجہ کی کامیابی کا وہی اثر ہوگا جو صوبجات متوسط کے کسی مساوی امتحان کی کامیابی کا ہوتا ہے۔ اسی طرح حیدرآباد فوج پولیس اور سول محکمہ جات کے پنشن یافتہ افراد اور اُن کے اہل خاندان کو رائے دہندگی کے وہی حقوق حاصل ہیں جو انہی طبقوں کے برطانوی ملازمین کو حاصل ہوں گے۔

(۱۳) اس معاہدے کا کوئی اثر حضور نظام کے اُن حقوق پر نہ پڑے گا جو برار کے علاوہ اُن کی سلطنت کے دوسرے حصوں سے متعلق ہیں۔

(۱۴) اگر قانونِ حکومت ہند میں کوئی ایسی ترمیم منظور کی جائے جو اس معاہدے کے منافی ہے۔ تو حضور نظام کو اختیار ہوگا کہ چھ ماہ کے اندر اطلاع دے کر اس معاہدے کو ختم کردیں۔

معاہدہ کا ضروری خلاصہ جو اُوپر درج کیا گیا ہے اُس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صوبہ متوسط اور برار کے جدید نظم ونسق کی کیا صورت ہے۔ اور کن شرائط کے ماتحت آیندہ دو مختلف نوع علاقے ایک ہی گورنر ایک ہی کونسل ایک اسمبلی اور ایک ہی قسم کے قوانین کے ماتحت ہوں گے۔

اب صورت یہ ہے کہ برار پر ہزاگیزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد اور برار کی سیادت قائم رکھتے ہوئے

صوبۂ متوسط اور برار ایک واحد گورنری صوبہ متصور ہوگا۔ موجودہ قانونِ ہند یا برطانوی ہند کے لئے آیندہ جو قانون بنایا جائے۔ وہ برطانوی ہند اور برار پر حاوی ہوگا۔ برآر کے جو نمائندے صوبجات متوسط اور برآر کی مجلس قانون ساز میں منتخب ہو کر جائیں گے یا وفاق کے قایم ہو جانے کے بعد مرکزی مجالسِ آئین ساز میں جائینگے انہیں ملک معظم کی وفاداری کا حلف لیتے وقت یہ بھی حلف لینا پڑے گا کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہز ایگزالٹیڈ ہائینس نظام حیدرآباد اور برار کے بھی وفادار رہیں گے۔

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ صوبۂ متوسط اور برآر کا نظم و نسق بالکل دوسرے برطانوی صوبوں کی طرح ہوگا۔ صوبۂ متوسط اور برآر اور دوسرے برطانوی صوبجات کے نظام حکومت میں جو کچھ بھی فرق ہے وہ دراصل یہ ہے کہ برار کے نمایندے بھی صوبجات متوسط کی اسمبلی میں شامل ہوں گے۔ اُن میں اور برطانوی علاقوں کے باشندوں کے طریق انتخاب میں کوئی فرق ہوگا اور نہ طریق کار میں البتہ برآر کے نمایندوں کا حلف وفاداری ایک گونہ الگ ہوگا۔ ضابطے کے اس خفیف فرق کے علاوہ برآر انتظامی طور پر بالکل برطانوی علاقہ ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ برآر میں برطانوی جھنڈے کے ساتھ آصفی جھنڈا بھی لہرائے گا۔ یہ بھی ہے کہ برآر میں حضور نظام کا ایک نمایندہ بھی رہے گا۔ ولی عہد حیدرآباد ہز ہائینس بھی کہلائیں گے۔ اور برار کے شاہزادے بھی۔ لیکن۔ عملاً برآر بالکل برطانوی علاقہ ہوگا۔ حضور نظام کی سیادت کا اُس پر تسلیم کیا جانا عملاً برار کے نظم و نسق پر کوئی فرق پیدا نہ کر سکے گا۔ قانونی موشگافیوں سے قطع نظر اور بعض رسمی حقوق کے دیئے جانے کے ماسوا شاید اس جدید معاہدے میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جسے برآر کے حضور نظام کو واپس کئے جانے کے مرادف کہا جائے یا حضور نظام کے اُس مشہور مطالبے کو پورا کرنے والا اقرار دیا جائے جو اُنہوں نے ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں لارڈ ریڈنگ کے ذریعہ کیا تھا۔

اس خط میں اعلےٰ حضرت نے مسئلہ برآر کی دستوری نوعیت کو جو دستاویزی شہادتوں پر مبنی تھی واضح کر کے دورانِ جنگ میں حیدرآباد نے جو برطانیہ کی امداد کی تھی نیز خاندانِ آصف جاہی نے حکومت برطانیہ کے ساتھ جس دوستی اور اتحاد کا ثبوت دیا تھا۔ اس کی بنا پر استرداد برار کا جائز مطالبہ کیا تھا۔ عام طور پر یہ توقع کی جاتی تھی کہ حق و انصاف کے پیش نظر اور خود مغربی منصف مزاج مورخوں کے اس اقرار کی روشنی میں کہ "اگر سلطنت آصفی انگریزوں کی مدد نہ کرتی تو ہندوستان میں انگریزی راج قایم نہ ہوتا" برآر کے واپسی کے معاملے کو منظور کر لیا جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

برآر کے جدید نظم و نسق کی جو شکل آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے وہ برآر کی آئینی حیثیت کو اُس شے کچھ زیادہ دُور نہیں لے جاتی جو ۱۹۰۲ء میں استمراری پٹے کی وجہ سے قایم ہوئی تھی۔ یہ استمراری پٹے ہی کی ایک دوسری مگر زیادہ خوبصورت شکل ہے۔

عباس حسین قاری (جرنلسٹ)

# ہمارے افسانوں کی کمزور کردار نگاری

افسانے یا ناول کے دو ضروری جسز و ہیں۔ پلاٹ اور کیریکٹر نگاری۔ ان دونوں کی عمدگی پر افسانے یا ناول کی کامیابی منحصر ہے۔ کردار نگاری پلاٹ سے بھی زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ پڑھنے والوں کے لئے ان ہی جیسے انسانوں کے خیالات و حرکات سب سے زیادہ دلچسپ ہیں۔ صرف پلاٹ یعنی قصہ کے واقعات کی ترتیب ناول یا افسانہ کو کامیاب نہیں بنا سکتی لیکن دنیا کے مشہور ترین ناولوں میں کئی ناول ایسے ہیں جو باوجود اس کے کہ ان کا پلاٹ نہایت کمزور ہے دنیا کے بہترین ناولوں میں شمار کئے جاتے ہیں صرف بے مثل کردار نگاری کی وجہ سے۔ ہمارے افسانوں اور ناولوں کے کیریکٹرز کی سب سے واضح غلطی یہ ہے کہ وہ کیریکٹرز کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں نیک اور بد۔ نیک کیریکٹرز کو چند نمایاں نیکیوں کا حامل بنا دیتے ہیں جیسے خوش مزاجی، خاکساری۔ ذہانت حسن وغیرہ اور بد کیریکٹر کو چند عیبوں کا جیسے غرور۔ بدمزاجی جہالت وغیرہ۔ اب اگر ٹریجڈی لکھنا ہے تو نیک کیریکٹر کو بُرے کیریکٹر کے فریب کا شکار بنا دیا اور اگر انجام کامیڈی میں کرانا ہے تو باوجود بُرے کیریکٹر کی کوششوں کے نیک کیریکٹر اس کے دام میں نہیں آتا اور اگر آتا بھی ہے تو نکل جاتا ہے اور برا کیریکٹر اپنے کرتوت کی سزا بھگتتا ہے۔

ہمارے قریب قریب تمام ناول اور افسانے اسی لائن پر لکھے جاتے ہیں۔ مگر یہ اصلیت سے کتنی دور ہے۔ کاش دُنیا صرف نیکوں اور بُروں میں منقسم ہوتی۔ کاش دُنیا میں جو نیک ہیں وہ ہر طرح اور ہر بات میں نیک ہوتے اور جو بُرے ہیں وہ ہر بات میں بُرے۔

مگر افسوس دنیا اتنی سیدھی جگہ نہیں اور شاید اسی وجہ سے اتنی دلچسپ ہے ورنہ زندگی نہایت ہی پھیکی ہوتی۔ یہاں تو ہر انسان اتنی خوبیوں اور عیبوں کا مجموعہ ہے کہ۔ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اسے نیکوں میں شمار کیا جائے یا بُروں میں۔ یہ ہر ایک کے تجربہ کی بات ہے کہ جہاں ہم ایسے عزیز دوستوں اور پیارے رشتے داروں کی چند باتیں بہت پسند کرتے ہیں وہاں ان کی بعض حرکتیں ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں اور باوجودیکہ ہم ان کے بعض افعال سے اتفاق نہیں کرتے پھر بھی ہماری محبت میں کمی نہیں آتی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک شخص کے کیریکٹر میں اگر کوئی ایسی خامی ہے جسے دُنیا بُرا سمجھتی ہے تو بھی ضروری نہیں کہ وہ اس کی ہر دل عزیزی میں حارج ہو۔ ماؤں کا اپنے نکھٹو اور فضول خرچ بیٹوں سے بمقابلہ کماؤ اور کفایت شعار بیٹوں کے زیادہ محبت کرنا ایک معمولی مثال ہے۔ اسے عام طور سے جہالت یا حماقت پر محمول کیا جاتا ہے لیکن یہ ہماری نفسیات سے غیر واقفیت کا ثبوت ہے۔ ممکن ہے کہ فضول خرچ اور نکھٹو بیٹے میں ماں سے محبت کا وہ مادہ ہو جو کماؤ لڑکے میں نہیں یا فضول

لڑکے کی بے سروسامانی یا کم مایگی کماؤ لڑکے کے کامیاب مستقبل کی نسبت ماں کے دل کو زیادہ کھینچے۔ غرض دنیا کے تعلقات نہایت پیچیدہ و دلچسپ ہیں۔ ان کو سرسری طور پر نہیں جانچا جاسکتا کوئی شخص بھی نیکی کا مجسمہ یا سر سے پاتک بدی کی تصویر نہیں۔ اگر ایسا کوئی نہیں ہے تو وہ فرشتہ یا شیطان ہے معمولی انسانوں میں اس کا شمار نہیں۔ جن اشخاص سے صریح غلطیاں اور برائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ماہر نفسیات کے نزدیک وہ ہر بدی اس لئے نہیں کرتے کہ ان سے ان کو شیطانی خوشی حاصل ہوتی ہے، بلکہ اکثر اوقات ان کو اس حرکت کے کرنے سے ایک روحانی صدمہ و کشمکش کا سامنا ہوتا ہے مگر ان کے کیرکٹر کے بناوٹ میں چند اجزا شامل ہیں۔ جن میں سے کسی ایک سے مجبور ہو کر وہ ایسا کرتے ہیں۔ لیکن کرتے وقت اور بعد میں وہ بے حد پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں۔ برائی سے سرور حاصل ہونے کے نفسیات کے ماہر کردار نگار قائل ہی نہیں۔

اسی طرح نہ نیک لوگ اُس سکون و یکسوئی کے ساتھ نیکیاں کرنے میں مشغول ہیں جیسے کہ ہمارے افسانہ نگار انہیں دکھاتے ہیں۔ بات اصل یہ ہے شکوک خوف ہیجان سے ان کی روحیں بھی بے چین اور ان کے دل پریشان رہتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ بہ ظاہر ایک نیک فعل کا متحرک کوئی قابل نفرین جذبہ ہو۔ یا اس کے کیرکٹر کی کسی کمزوری کا نتیجہ ہو۔ مثلاً ناموری کی خواہش بعض اوقات خیرات کرنے کا سبب ہوتی ہے۔

صفات و عیوب کے انتخاب میں بھی فسانہ نگار نہایت سطحی پن سے کام لیتے ہیں اور کیرکٹرز ایسی ہی صفات سے مزین یا عیوب سے لتھڑے دکھاتے ہیں جو مسلمہ طور پر بھلے یا بُرے مانے جاچکے ہیں۔ ایسی بُرائیاں جو صریح عیوب نہیں بلکہ کمزوری میں شامل ہیں ہمارے افسانوں کے کیرکٹرز میں کبھی نہیں ملتیں۔ جیسے غیر ذمہ داری، عجلت، اپنی اپنی ذرا سی تکلیف یا مصیبت پر دنیا بھر سے ہمدردی کی توقع۔ تصنع۔ طعنہ زنی کی عادت۔ ذرا ذرا سی بات پہ برا مان جانا۔ ہر بات کا بتنگڑ بنا دینا اس طرح بعض صفات بگڑ کر عیب کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ خاکساری اچھی چیز ہے پر جب یہ صورت اختیار کرے کہ خواہ مخواہ بھی آپ بچھی جارہی ہیں تو یہ صفت خوبی نہیں رہتی۔ صفائی شک کے درجے پر پہنچ جائے تو وبالِ جان ہے۔ متانت بُری صفت نہیں پر نہ اتنی کہ مجلس میں آپ نہ سر سے کھیلیں نہ منہ سے بولیں۔ دلچسپ باتیں کرنے کی قدرت ایک عطیہ الٰہی ہے لیکن چاہے کوئی کتنا ہی خوش گو ہو اپنی ہی کہے جائے اور دوسرے کی ایک نہ سُنے یا دن رات کے چوبیس گھنٹے میں کبھی اس کی زبان خاموش نہ ہو تو یہ ایک زبردست عیب ہے۔ غرض انسانی کردار کی اتنی اقسام ہیں اور وہ اتنی مختلف ہیں کہ ان کے مطالعے سے زیادہ دلچسپ کوئی چیز نہیں۔ اور جنہیں خدا تعالےٰ نے افسانہ نگاری کا مادہ دیا ہے وہ صفحۂ قرطاس پر ان کا چربہ اتار کر ہمیں محظوظ کریں۔ لیکن جس طرح ہمارے مصنفوں نے اب جن اور پری کے قصے اور خلاف عقل واقعات لکھنے چھوڑ دیئے ہیں اسی طرح کسی کو تمام برائیوں کا سرا پا کردار نگاری میں بھی یا صفات کا مجسمہ دکھانا چھوڑ دیں کیونکہ یہ بھی عقل کے خلاف ہے۔

# خانہ داری کے متعلق

میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتی کہ خانہ داری کس قدر اہم اور ضروری فن ہے اور نسوانی زندگی کو اس سے کس درجہ قریبی تعلق ہے۔ کیونکہ اس کو تو تقریباً سب ہی جانتے ہیں۔ لیکن یہ کس قدر افسوسناک حقیقت ہے کہ باوجود اس کی اہمیت اور نسوانی زندگی کے ساتھ لازم و ملزوم ہونے کے بلامبالغہ ۹۹ فی صدی خواتین اس سے گھبراتی اور بار عظیم سمجھ کر حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔

اس کا سبب بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اس کے اصولوں تک سے واقف نہیں ہوتیں۔ ایک بچہ کو جو حساب کے ابتدائی اصول جمع تفریق تک سے ناواقف ہو اگر تقسیم مرکب کا سوال دیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ اس سے سخت پریشان ہی ہوگا۔

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم پانے سے دنیا کے سب کام آسان ہو جاتے ہیں۔ اور کھانا پکانا اور گھر کی دیکھ بھال تو ایسی معمولی چیز ہے کہ جاہل سے جاہل بھی انجام دے لیتے ہیں تو کیا تعلیم یافتہ لڑکیاں جو جہلا سے بدرجہا زیادہ روشن دماغ وسیع خیال اور وسیع النظر ہو جاتی ہیں اس کو نہ سنبھال سکیں گی؟ اس میں تو شک نہیں کہ تعلیم سے انسان کا ذہن و دماغ روشن ہو جاتا ہے۔ عام سمجھ نسبتاً اچھی ہو جاتی ہے۔ اور تعلیم یافتہ آدمی جاہل کی نسبت ہر کام زیادہ عمدگی سے انجام دے سکتا ہے لیکن فن تو بہر حال فن ہی ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ چند کتابیں پڑھ لینے کے بعد انسان ہر فن پر حاوی ہو جائے ایک ڈاکٹر سے کیسے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ انجنیرنگ بھی کر سکے گا۔ ایک ہیئت داں کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ علم نباتات کا بھی ماہر ہوگا اس دلیل کے ساتھ کہ جب وہ آسمانی علم رکھتا ہے تو زمین کے متعلق جاننا جو اس کے مقابلہ میں بہت حقیر اور معمولی چیز ہے کیا مشکل ہے کس قدر مضحکہ خیز ہوگا۔ اسی طرح ہماری تعلیم یافتہ لڑکیاں ہیں جنہیں تاریخ انگلستان خوب ازبر ہوتی ہے دنیا کے جغرافیہ سے مکمل واقفیت اقلیدس کی تمام شکلیں اور پورے مقالے نوک زبان ہوتے ہیں تجارت، سود مرکب، نفع نقصان، ترمیم و مساحت میں برق ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ان سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ یہ بتا سکیں گی کہ چار آدمیوں کے لئے کتنے چاول یا آٹا درکار ہوگا یا سالن اور کباب کس اندازہ سے تیار کریں کہ دو آدمیوں کے لئے کافی ہو جائیں اور بے کار نہ پڑے رہیں تو آپ کی یہ توقع بے کار ہے کیونکہ یہ علم ان کے لئے بالکل نیا ہے۔ اور میں تو یہ کہنے کی جسارت کروں گی کہ یہ تو عموماً ناتجربہ کار لڑکیاں ہی نہیں بلکہ تجربہ کار خواتین بھی جو کھانا پکانے اور اس کے متعلقہ تمام جزئیات اچھی طرح جانتی ہیں خانہ داری کی ماہر نہیں۔ کیونکہ خانہ داری صرف کھانا پکانے کا نام نہیں بلکہ اپنے اندر اس قدر

وسعت رکھتا ہے کہ نسوانی زندگی کے تقریباً ہر پہلو پر حاوی ہے۔ اور اگر خواتین اس سے واقف ہوتیں تو یقیناً اس سے نہ گھبراتیں۔ کیونکہ چاہے کوئی فن ہو اور دوسروں کو کتنا ہی خشک معلوم ہو لیکن اُس کے ماہر کے لئے اُس میں ایک خاص لذت ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک فن کو انسان دلچسپی سے نہیں بلکہ ضروری سمجھ کر حاصل کرے۔ اس سے گو اُسے کوئی خاص فرحت حاصل نہ ہوگی۔ لیکن کم از کم یہ گھبراہٹ اور وحشت تو نہیں ہو سکتی جس کو آج کل میں عام طور پر دیکھتی ہوں اور اس کے باعث آئے دن گھروں میں بدمزگی اور جھگڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جنہوں نے عورتوں اور مردوں دونوں کی زندگی تلخ کر رکھی ہے۔ کیا یہ صورت حال اس قابل نہیں کہ اس پر جلد از جلد توجہ کی جائے۔ دوسری تمام صورتوں سے زیادہ آسان اور جلد بارآور ہونے والی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے زنانہ رسالے اس جانب توجہ کریں۔ اگرچہ زنانہ رسائل میں خانہ داری کے متعلق مضامین چھپتے رہتے ہیں۔ اور عصمت میں تو خانہ داری کا ایک مستقل عنوان قائم ہے۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ اس پر اور توجہ کی جائے۔

سب سے زیادہ جو مشکل خانہ دار خواتین کو پیش آتی ہے وہ مالی مسئلہ ہے۔ آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی سے پریشان ہو کر وہ خانہ داری تو کیا اپنی زندگی ہی سے بیزار ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے مضامین شائع ہوں جن میں حفظانِ صحت کا خیال رکھتے ہوئے کم سے کم صرف سے بہترین نتائج حاصل کرنے کے طریقے بتائے جائیں اور اس عنوان پر وہ مضامین زیادہ پسند کئے جاتے ہیں جن میں عام مشوروں کی بجائے پوری جزوی تفصیلات درج ہوں۔ کچھ عرصہ گذرا۔ ایک قابل تقلید خانہ دار بہن" کے عنوان سے ایک اِس قسم کا مضمون ایک پرچہ میں شائع ہوا تھا۔ اُس میں جو حساب پیش کیا گیا تھا وہ پوری طرح صحیح نہ تھا۔ لیکن ان خواتین نے بھی جنہیں اخباری مضامین سے کوئی لگاؤ نہیں ہے بہت شوق سے اُس مضمون کو سُنا اور اُس پر تنقید کی۔ اور جب محترمہ ظفر جہان بیگم نے اس پر اس کی جزوی تفصیل سے تنقیدی مضمون لکھا تو وہ بہت زیادہ پسند کیا گیا۔ اس لئے بہتر ہے کہ مختلف آمدنی والے گھروں کے مفصّل اور مشرح خاکے پیش کئے جائیں۔ اِس موضوع پر قابل اور دیرینہ تجربہ کار خواتین کو قلم اُٹھانا چاہیئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ باوجود اس موضوع سے عام سرد مہری کے بھی عصمت کے پڑھنے والیوں میں چند خواتین ضرور ایسی نکل آئیں گی جنہوں نے ان مسائل پر بحیثیت ایک فن کے سمجھ کر غور کیا ہوگا۔ اور اگر محترمہ ظفر جہان بیگم صاحبہ اور اُن کی ہمشیرہ محترمہ بلقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ مجھے اجازت دیں تو میں ان کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کراؤں گی کہ وہ اپنی قابلیت اور تجربہ سے اپنی بہنوں کو مستفید کریں۔ اس کے علاوہ خانہ داری کے دوسرے موضوع بچوں کی پرورش اور تربیت حفظانِ صحت گھروں کی آرائش، پھولوں اور پودوں کی کاشت تقریباً سب ایسے ہیں کہ ان پر اگرچہ کہ مضامین نکلتے رہتے ہیں لیکن مزید توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ مشرقی خواتین کے ایک بڑے حصہ کا نقطۂ نظر نسوانی تعلیم بھی ہے کہ اس سے اپنے گھر کو بہتر بنایا جاسکے۔ کیا میں اپنی بہنوں اور جناب ایڈیٹر صاحب سے توقع کر سکتی ہوں کہ وہ اس بے حد اہم اور ضروری موضوع پر جلد سے جلد توجہ فرمائیں گے۔ دردانہ۔

# مردوں کا برتاؤ

مردوں کا برتاؤ افسوس ہے بیوں کے ساتھ روز بروز ناخوشگوار ہوتا جاتا ہے۔ حالانکہ اب شادیاں بغیر لڑکوں کی رضامندی کے بہت کم ہوتی ہیں۔ لڑکی اپنے والدین عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر میاں کے پاس محبت کی امید پر آتی ہے۔ ساس نندوں کا برتاؤ اکثر تلخ ہوتا ہے۔ جٹھانی بھی خوش قسمتی ہی سے اچھی ملتی ہے اب بیوی کو سوائے شوہر کے اور کس سے انصاف کی توقع ہو سکتی ہے۔ میں ایک لڑکی کا واقعہ سچا واقعہ لکھتی ہوں جو بلا مبالغہ نہایت شریف طبیعت خلیق اور ملنسار ہے۔ نہایت عمدہ دستکاری جانتی ہے امور خانہ داری سے بھی کما حقہ واقف ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کی شادی ہونے پر اس کا شوہر اس کا عاشق زار ہوگا۔ اور اس کی خوبیوں کی قدر کرے گا۔ اس کی سسرال اپنا جٹھانی گھر کی مالک ہیں۔ دُلہن کے جانے سے جو تھوڑا بہت خرچ ہونے لگا وہ چاہتی تھیں کہ دُلہن کی ماں سیدا تہواری وغیرہ کی صورت میں ان کو ادا کرتی رہیں۔ حالانکہ دولہا معقول تنخواہ پاتا ہے۔ ان ارادوں میں کامیابی نہ ہونے کے باعث انہوں نے دُلہن کے خلاف لڑکے کے کان بھرنے شروع کئے دس پانچ نہیں سینکڑوں عیب نکالنے لگیں۔ دن رات کی من گھڑت لگائی بجھائی نے بیوی کی طرف سے لڑکے کا دل بُرا کروا دیا۔ اس نے بیوی سے بات کرنی چھوڑ دی لڑکی ہر چند معافی مانگتی اور کہتی ہے کہ آپ بلا تحقیق کئے اپنے دل میں میری طرف سے بدگمانی نہ پیدا کیجئے۔ مجھ کو بھی میری غلطی سے آگاہ کر دیجئے۔ لیکن میاں ایک نہیں سنتے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ بیوی روٹھ جائے تو اس کو منانا کچھ مشکل نہیں لیکن اگر شوہر ناراض ہو تو قیامت سے کسی طرح کم نہیں۔ مرد اگر عقلمندی کا دم بھرتے ہیں تو عقلمند بن کر رہیں معمولی معمولی بے بنیاد باتوں پر اپنے نمونہ جنت گھر کو دوزخ نہ بنائیں۔ بلکہ ان بے بنیاد باتوں سے جن سے کوئی خاص نقصان نہ ہو درگذر کریں۔

میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ ماں بہن عزیز و اقارب کا حق غصب کر لیں اور صرف بیوی کے ہی ہو کر رہ جائیں۔ ماں بہنوں کو ان کا حق عزیز و اقارب کو ان کا حق بیوی کو اس کا حق دیجئے۔ سب کے حقوق میں انصاف کا پاس ملحوظ رکھئے۔ میں یہ بھی نہیں کہتی کہ عورتوں کو اس قدر ر...ہ کر دیا جائے کہ اپنا پیسہ اور اپنا گھر ہی خود اپنے پر تنگ ہو جائے اور بیوی کی نازک مزاجی ان تمام امور میں جو صرف مرد کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں حارج ہو جائے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ آپ بیوی کو صرف بیوی بنا کر رکھئے نہ اپنی مالکہ بنا کر اور نہ چھوکری بنا کر۔

بیگم [illegible]

# خاوند کی لاش

(۱)

لائے جو گھر میں مرد مبارز آزما کی لاش
بیوی کے صبر و ہوش میں آیا نہ کچھ فتور
دیکھا سہیلیوں نے جو یہ ماجرا عجیب
کہنے لگیں:۔ نہ روئی تو مر جائے گی ضرور!

(۲)

مرحوم کی ثنا میں ہوئیں تر زباں تمام
بولیں کہ دلفریب بہت اس کی ذات تھی
سچا تھا دوستی میں، عداوت میں تھا شریف
یہ سُن کے بھی وہ غمزدہ بُت ہی بنی رہی

(۳)

چُپ چاپ اُٹھ کے حلقۂ ماتم سے دفعتہ
تابوتِ نوجواں کے رُخ اک نازنیں چلی
گوشہ کفن کا لاش کے رُخ سے اُٹھا دیا
تدبیر اگرچہ خوب تھی لیکن نہیں چلی!

(۴)

اِک دایہ، کہنہ سال، جہاندیدہ تھی وہاں
بیوی کو اس نے دے دیا بچہ بہانہ سے
ساون کے بادلوں کی طرح روئی اور کہا
"زندہ ہوں جانِ مادرِ محزوں! ترے لئے"

(ترجمہ از لارڈ ٹنی سن)

تلوک چند محروم



نئیوریه میں آنکھوں کے ایک ڈاکٹر نے
یہ لباس ایجاد کیا ھے جو عینک کے
شیشوں کا بنا ھوا ھے



لاس انجلز کی اس چھوٹی اندھی
لڑکی کو اسکی والدہ نے چار سال تک
اندھیرے کمرے میں بند رکھہ کر
اسکی بینائی بحال کر دی



برما سگار بنانے کی کاریگری کے لئے بہت مشہور ھے
ایک کاریگر سگار بنانے میں مصروف ھے



ایک ننھی بچی اپنی گڑیا کی مرہم پٹی کر رہی ہے



بچوں کا آرکسٹرا

# خاتونِ ہندی سے

مولانا محوی صدیقی، لکھنوی، (از مدراس)

اُٹھ اے خاتون مشرق، دیکھ اے ہندوستاں والی
کہ اب دیکھی نہیں جاتی ہے ہم سے اپنی پامالی

تجھے کپڑے کی دُھن، زیور کی خواہش، شوقِ زینت ہے
مرے جاتے ہیں ہم، تو ہے مگر عشرت کی متوالی

خبر کیا تھی کہ یہ انعام اس تعلیم کا ہوگا
کہ ہم عیبوں سے پُر، اخلاق سے ہو جائیں گے خالی

خدا کے واسطے ہشیار! یہ دھوکے کی ٹٹی ہے
نہ کرنا بھول کر تو شیوۂ مغرب کی نقالی۔

نحوست ہر طرف منڈلا رہی ہے خاکِ یورپ پر
خبر بھی ہے کہ ہونے والی ہے کیا اس کی پامالی

یہ شوقِ جامہ زیبی اور یہ اظہارِ آرائش!
نہیں زیبا تجھے، یہ سب ہیں آثارِ بد اقبالی

مگر ہاں علم و حکمت سیکھنا اک فرضِ فطرت ہے
اسی علم و ہنر سے ہم نے دُنیا تھی بدل ڈالی

خیال اب چھوڑ آرائش کا، پوڈر اور فیشن کا
ترقی نام اِن سب کا نہیں اے گھر کی رکھوالی

تری تعلیم کا مقصد یہی تھا؟ سچ بتا مجھ کو!
کہ تیرے ہاتھ سے تہذیبِ مشرق کی ہو پامالی

یہ تہذیب و تمدن دشمنِ انسانیت یکسر
سکھاتے ہیں زمانے کو بداخلاقی، بد اعمالی

سنیما اور تھیٹر، اور یہ گھُڑ دوڑ۔ یہ ناٹک
حقیقت میں ہیں انسان کے عدوّے جانی و مالی

دکھائے جاتے ہیں جو سبز باغ اس دور میں ہم کو
یہ ہے تہذیبِ نَو کا سحر، اور یورپ کی دجالی

یہ شوقِ بے جمالی دشمنِ جانِ حمیت ہے
دلوں کو چُپکے چُپکے اس نے غیرت سے کیا خالی

یہ کیسا فطرتِ شرم و حیا میں انقلاب آیا
اُسی پر ناز ہے، جس کو سمجھتے تھے کبھی گالی

یہ تیری نیم عُریانی، نمائشِ حُسن و زینت کی!
الٰہی خیر! فیشن نے تو فطرت ہی بدل ڈالی

وطن سے کوئی دل چسپی، نہ اُلفت قوم و ملت کی
نہ کوئی اور پیدا دل میں ہوتا جذبۂ عالی

خبر بھی ہے کہ کس حالت میں ہے اُمتِ محمدؐ کی
خبر بھی ہے کہ چھائی ہے سروں پر کیا بد اقبالی

خبر بھی ہے کہ کیا حالت ہوئی ہے مردِ مُسلم کی
خبر بھی ہے کہ پہنچی ہے کہاں تک یہ زبوں حالی

ہوئے برباد ہم افسوس اب کیا تیری باری ہے
دکھانا چاہتی ہے اور کچھ شاید بد اعمالی

تیجہ اور کیا اس سے ہوا ہوگا بُرا آخر
بھروں پر چھائی ہے افلاس و نکبت کی گھٹا کالی

اُٹھ اے خاتونِ مشرق! فرض پہچان اپنی ہستی کا
خدارا کھول آنکھیں اپنی اے ہندوستاں والی

# خوش اعتقاد

چٹرجی مہاشے نے کہا شیر کے متعلق اگر کہتے ہو تو گرمی کے زمانہ میں جھنڈ کے جھنڈ شیر سندر بن سے ہوا تبدیل کرنے کے لئے پرانگ جایا کرتے ہیں، لیکن وہ ایسی پاک جگہ ہے کہ شیر کسی کو کچھ نہیں کہتے بلکہ انگریزوں کو اکثر دیکھا گیا ہے کہ شکار کیا کرتے ہیں۔"

ہنو وکیل بولے واہ بہت اچھے شیر ہیں کہ کچھ کہتے نہیں۔ کیا یہاں چند شیر نہیں لائے جا سکتے؟ چٹ پٹ سوراج ہو جاتا۔ نہ سودیشی چیزوں کی ضرورت نہ چرخے کی نہ کونسل میں شور کرنے کی۔ یہ گفتگو بھی شام کے وقت بنگشو لوچن بابو کی بیٹھک میں ہو رہی تھی، اس وقت وہ خاموشی سے ایک انگریزی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے جس کا نام تھا How to be happy through marriage شادی کے ذریعہ خوشی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے ۔ ان کے سالے نوگن اور بھانجے اودے بھی تھے۔

چٹرجی نے حقہ کا ایک زوردار کش لگا کر کہا "تم کیا خیال کرتے ہو۔ کیا اس کی کوشش نہیں کی گئی؟ کیا واقعی کوشش کی گئی تھی۔ کیا اخبار نے کوئی خبر اس کے متعلق شائع نہیں کی۔ ہوں! بڑی خبر پڑھتے ہیں۔ حکومت کو کل خبر ہے مگر کہے کون؟" چٹرجی نے کہا۔ ہنو بولے "تو آخر بات کیا ہے۔ خلاصہ کیوں نہیں کہتے۔" چٹرجی کچھ دیر خاموش رہ کر بولے "ہوں!"

نوگن نے کہا "کہئے بھی چٹرجی مہاشے۔" چٹرجی نے اُٹھ کر کھڑکیوں اور دروازوں سے جھانک کر دیکھا اس کے بعد پھر اپنی جگہ واپس آ کر بیٹھے اور آپ ہی آپ بولے۔ "ہوں۔" ہنو نے پوچھا "کیا دیکھ رہے تھے؟"

چٹرجی نے جواب دیا "یہ دیکھا تھا کہ کہیں ہورین گھوشال پر نہ نازل ہو جائیں کیونکہ وہ تو سی آئی ڈی میں نوکر ہیں۔ اس لئے پہلے سے ہوشیار رہنا چاہئے۔" بنگشو لوچن نے کتاب رکھ کر کہا یہ سب باتیں کہنی ہی نہ چاہئیں۔ کیونکہ حاکم کے گھر پر ایسی باتیں نامناسب ہیں۔ چٹرجی بولے "ٹھیک ہے۔ اور قصہ ہی کچھ ایسا ہے کہ سُن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نہیں اس ذکر کو جانے ہی دو۔ اچھا اودے تمہاری بی بی میکے سے کب واپس آئی؟" ہنو نے اودے کو منع کر کے کہا "آخر اس بات کے سننے میں نقصان ہی کیا ہے؟ چلئے میرے مکان پر چلئے۔ وہاں کوئی حاکم نہیں ہے۔" بنگشو لوچن "نہیں یہیں کہو۔ مگر ہاں چٹرجی مہاشے جو بات حکومت سے متعلق ہو اسے چھوڑ کر بیان کیجئے۔" "ہاں ہاں صاحب خود ہی ایسی باتوں کو کانٹ چھانٹ کر بیان کروں گا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا غالباً تم لوگوں نے بوکو دستور کا نام سُنا ہو گا؟ ہم لوگوں کے مجیں پور کے چرن گھوش کے خالو۔"

ہنو نے پوچھا "کون بوکو لال دت؟ کیا بالی ٹولہ میں جن کا بہت بڑا مکان ہے جسے کہ اپر ومنٹ ٹرسٹ توڑ رہا ہے؟ تو شاید اس صدمہ سے کہ کونسل میں انہیں سیٹ نہ مل سکی پاگل ہو کر مر گئے؟"

چٹرجی "تم نے خاک سُنا ہے۔ بوکو بابو زندہ ضرور ہیں مگر اس وقت ان کو پہچاننا مشکل ہے کچھ وقت صرف کرو تو جا کر دیکھ سکتے ہو۔ اور اتوار کے دن شام کے وقت ایک روپیہ لگتا ہے۔" ہنو "کس طرح؟"

چٹرجی "بچارے نے دماغ کی خرابی سے سب کچھ بگاڑ ڈالا۔ ایسی عزت ایسی شہرت اور ناموری باباکی مہربانی سے ہوئی تھی لیکن آخر کو بوکر کی غلطی سے سب کچھ گیا۔" ہنو "کون سے باباجی؟"

چٹرجی "بابا دکھنی رائے اور کون؟" اُودے "میرے ایک پھوپھا سسر کا نام دکھنی موہن رائے ہے۔"

چٹرجی "اودے تو تو ہنسا تا ہی چلا جاتا ہے پھوپھا سسر جی نہیں۔ وہ تو بڑے تا ہیں شہر دتے کے پوتا۔

بنود - اچھا تو پھر کیا ہوا؟

چترا جی - کوئی پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے بوکو لال کی حالت اس وقت اچھی نہ تھی بیوی بچاری وطن میں رہا کرتی وہ کلکتہ کے کسی میل میں رہا کرتے تھے رام جادو ارنی کے دفتر میں اسّی روپے ماہوار پر محرر تھے بچپن میں رام جادو بابو کے ہم جماعت تھے اس قدر قلیل آمدنی کے سبب بوکو بہت تنگی سے بسر کرتے تھے۔ اور اسی تنگی کے باعث کسی مقدمہ کے سلسلہ میں رشوت لے کر سمن پکڑوانے میں دیر کر دی۔ رام جادو سخت آدمی تھے بچپن کی دوستی کا بھی پاس نہ کیا اور حالات معلوم ہوتے ہی جو کچھ منہ میں آیا بوکو کو کہہ ڈالا۔ وہ مارے غصہ استعفار دے کر قیام گاہ پر لوٹ آئے۔ چونکہ دل رنجیدہ تھا اس لئے میس کے باورچی سے کہا کہ آج کھانا نہ کھاؤں گا اس کے بعد ذرا دریا کے کنارے چلے گئے کہ دماغ کو ٹھنڈی ہوا لگے غصہ کی حالت میں نوکری تو چھوڑ دی مگر اب گذارہ کیسے ہو؟ کچھ جمع پونجی بھی تو نہیں ہے۔ بوکو کو رام جادو پر سخت غصہ آیا اور دل میں کہا رسے وکیلوں کے یہاں لوگ اکثر ایک آدھ ایسی غلطی کیا کرتے ہیں تو کیا محض اس لئے انسان اپنے قدیم دوست کو اس طرح سے ذلیل کر ڈالتا ہے؟ اچھا اس کا عوض ضرور کسی دن بوکو لال لے کر چھوڑے گا۔ شب کے نو بجے کے قریب میل میں واپس آئے بالکل سنسان پڑا تھا کیونکہ وہ سنیچر کا روز تھا سر شام ہی سب ممبر تھیٹر تماشے سیر تفریح کی غرض سے جا چکے تھے بوکو لال چپ چاپ چلے آئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ باورچی خانہ کے اندر میس کی خادمہ بوکو بابو کے قیمتی آسن (ہندو لوگ جس پر بیٹھ کر کھاتے ہیں) پر جسے کہ اُن کی بیوی نے خود اُن کے لئے بنایا تھا بیٹھ کر انہیں کی تھالی میں کھا رہی ہے۔ اور باورچی بیٹھا پنکھا جھل رہا ہے۔ خادمہ نے تو دیکھتے ہی بالشت بھر زبان نکال دانتوں سے دبائی اور ڈیڑھ ہاتھ کا گھونگھٹ کر کے علیحدہ ہو بیٹھی اگر یہ حالت وہ اور کسی روز دیکھتے تو نہ معلوم کیا آفت ڈھاتے مگر آج تو دیکھ کر بھی گویا کچھ نہ دیکھا خاموشی سے اُوپر جا کر بستر پر پڑ گئے اور آئندہ کے متعلق سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ روپے کہاں سے لاؤں کہ زندگی بسر ہو۔ ان کی ایک ضعیف اور بیوہ پھوپی ہگلی میں تھیں ان کے پاس دولت جائداد بہت تھی اور وارث صرف ایک لڑکا ہو تو تھا یہ چھوکرا کم بخت اتنی ہی سی عمر میں اس قدر دولت مند بن گیا اور پھوپی بھی اس کے لئے ایسی پاگل ہو رہی ہیں کہ اپنے غریب بھتیجے کی طرف کبھی پھر کر بھی نہیں دیکھتیں۔ اپنے سگے بھائی کا لڑکا وہ بھی ایک دو بھی نہیں اس کا کچھ بھی خیال انہیں نہیں آتا! اس بڑھیا کے نزدیک گویا اور کوئی ہے ہی نہیں۔ بوکو لال نے دل میں کہا یا خدا کیا تیرا یہی انصاف ہے؟ کہ منحوس ہو تو تو ہو دس لاکھ کا مالک اور اُس کا ماموں زاد بھائی بوکو معمولی زندگی بھی بسر کرنے کے لائق نہیں میرا کلاس فرینڈ وہی نامعقول رام جادو موکلوں سے ہزاروں روپے پیدا کر رہا ہے۔ اور میں ایک معقول ملازمت کے لئے ترستا ہوں۔ خدا تو بڑا بے انصاف ہے! پھر آپ ہی آپ نہیں نہیں میں نے اپنے ایک دیندار دوست سے سُنا ہے کہ اگر کوئی خدا کو صدق دل سے پکارے اور اُس سے مانگے تو وہ اُسے ضرور دے گا اور دیتا ہے۔ آج میں بھی سچے دل سے اُس سے مانگ کر دیکھوں وہ مجھ کو بھی دیتا ہے یا نہیں۔ آخر بات ہی کونسی ہے اور کام کیا سخت ہے! یہ خیال آتے ہی جھٹ اُٹھ کھڑے ہوئے اسٹو جلا کر چار بنائی اور تین پیالی چاء اس خیال سے پے در پے پی کہ ساری رات جاگنا ہے اور جاگ کر دعائیں مانگنا ہیں۔ چاء بنا کر چراغ گل کر دیا اور بستر پر تکیہ کے سہارے بیٹھ کر رجوع قلب سے دعا مانگنے میں مشغول ہوئے۔ اسے ہوری اے برہما اے مہادیو رحم کیجئے گذشتہ زمانہ میں آپ لوگ مانگنے والوں کی مدد کیا کرتے فریاد سُن لیتے تھے آج یہ غریب کیوں آپ لوگوں کے دروازہ سے ناامید ہو؟ اے دُرگا کالی لکھی آپ لوگ اگر چاہیں تو میرا کوئی حیلہ ضرور لگا سکتی ہیں۔ دیدیجئے دیدیجئے بہت نہیں صرف ایک لاکھ۔ اور بھوں سا ایک لاکھ میں تو کچھ بھی نہ ہوگا۔ بیوی زیور ہی بنا کر آدھا ختم کر ڈالیں گی۔ رام جادو کے پاس

اس وقت کم سے کم دس لاکھ ہے میں صرف پانچ لاکھ چاہتا ہوں نہیں نہیں دس لاکھ اے دیوتاؤں آپ کے نزدیک جیسا ایک لاکھ ویسا دس لاکھ سب برابر ہے۔ اور نہ اتنے سے روپے کے دنیا ہی کا کچھ نقصان ہو جائے گا۔ کتنوں کو آپ لوگوں نے سنکھار روپے دیدیا ہے مجھ کو تو صرف دس ہی لاکھ دیں گے۔ روپے میں ایک مکان اور پچاس ہزار جائے گا فرنیچر خریدنے میں اس کے علاوہ اور بھی پچاس ہزار اس میں آس میں خرچ ہوگا۔ اب جیسے ایک عمدہ سا موٹر خرید لیا۔ اوں ہوں ایک کیا ہوگا؟ اس پر تو بیوی ہی ہر وقت اپنا قبضہ جمائے رکھیں گی۔ ہر روز تھیٹر اور گنگا اشنان۔ اچھا اُن کے لئے نہ ہو گا تو ایک فورڈ کار مقرر کر دی جائے گی بس سکنڈ ہینڈ فورڈ ٹھیک رہے گی۔ عورت ذات کے لئے بہت عمدہ کی ضرورت نہیں۔ اور اس کمینے رام جادو کو کوئی باندھ کر میرے پاس لائے تو فوٹ پاتھ پر اس کا منحوس چہرہ رگڑوں، پھر رگڑوں اور دیکھوں پھر رگڑوں اور دیکھوں جب تک نہ ناک آنکھ منہ گھس کر بالکل برابر چکنے نہ ہو جائیں یا بید حو دیب، جینشوا کرسٹو شری رام چندر جی، آج مجھ کو معاف کیجئے۔ آپ لوگ ان باتوں کو پسند نہیں کرتے یہ میں خوب جانتا ہوں۔ بابا آپ لوگوں کی دہائی ہے آج میری ان دعاؤں پر آپ سب ناراض نہوں اور میری باتوں کو ٹھکرا نہ دیں۔ میں بھی اس کے بعد آپ لوگوں کو خوش کر دوں گا اے نارائن اے ورد بہاری کرشن! اے پیغمبر! اے بودھیوں کے بودھا! اے یہودیوں کے موسیٰ! اے پارسیوں کے آہرمن، مسلمانوں کے پیر، دیوی دیوتا، اکشش شیطان اوف! توبہ توبہ اچھا شیطان بھی صحیح اس میں ہرج کیا ہے؟ بہت ہو گا جہنم میں جاؤں گا، ہشاؤ بھی اس قدر پچھتے سے کچھ بھی نہ ہو گا پیر مرشد جو کوئی بھی ہیں رحم فرمائے۔ میں اس عالم تنہائی میں صدق دل سے آپ لوگوں کو پکارتا ہوں رحم کیجئے، رحم کیجئے!"

بنو د بابو نے کہا "اچھا چٹرجی مہاشائے آپ نے بوکو بابو کے دل کی باتیں کیسے جان لیں؟" چٹرجی "ارے یہ تم لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ گرچہ کلجگ ہے پھر بھی دو چار خدا کے ایسے بندے اس وقت بھی موجود ہیں جو سچے ہیں اور لوگوں کے دلوں کی حالت معلوم کر لیتے ہیں۔ غریب ضرور ہیں مگر ایمان دھرم کے پکے ہیں کدار چٹرجی اس قدر ضعیف العمری میں کیسے کیسے محنت اور مشقت لوگوں کی بھلائی کے لئے اٹھایا کرتے ہیں وہ ایسے بزرگ ہیں کہ دل کا حال تو معمولی بات ہے لوگوں کی ہانڈی کی چیز بھی بتا سکتے ہیں۔ خیر تو بوکو بابو اس طرح دعا میں مشغول تھے کہ انہیں تن من کسی کی بھی خبر نہ تھی انہیں دیکھ کر یہ سمجھنا مشکل تھا کہ یہ شخص ہوش میں ہے دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کے تار بہہ رہے تھے۔ ایک غفلت جیسی کیفیت طاری تھی۔ کہ اتنے میں نیچے سے آواز آئی ٹنگ ٹنگ۔ بوکو لال بستر سے کود پڑے اور میچس جلا کر برآمدہ میں کھڑے ہو کر انگنائی کی طرف روشنی کر کے دیکھا کہ۔ تو گپی خوف زدہ ہو کر پھر بول اٹھے کیا "دکھنی رائے؟" چٹرجی مہاشائے منہ بنا کر آنکھیں نکال کر بولے دکھنی رائے نہیں تمہارا سر۔ اس قصے کو اب تم ہی بیان کرو میں کیوں خواہ مخواہ بکواس کئے جاؤں" اودے نے خوش ہو کر کہا "تو گپی ماموں کی یہی تو بہت بری عادت ہے آدمی کو بات نہیں کرنے دیتے۔ میری سالی کی جس روز منگنی تھی"۔ چٹرجی چیں بجبیں ہو کر بولے "ارے جا اب جہنم میں ایک چپ ہوا تو دوسرا شروع ہوا جاؤ اب میں ہرگز نہ کہوں گا" بنو د بابو نے کہا "کیوں تم لوگ بدمزہ کیا کرتے ہو؟ نہیں نہیں چٹرجی مہاشائے اب کوئی نہ بولے گا آپ کہئے"

چٹرجی "اچھا تو بوکو بابو نے انگنائی میں غور سے دیکھا تو نہ وہاں عیسیٰ کا گدھا ہے نہ موسیٰ کی بھیڑیں اور نہ مشیت کا بیل ہے نہ بشورسی گائے۔ غرضکہ کوئی بھی نہیں ہے صرف ایک کنارے ایک سرخ رنگ کی سائیکل رکھی ہے زور سے پوچھا کون؟ چپراسی نیڑی کا دروازہ کھٹکھٹانے گیا تھا اس وقت سامنے آ کر کہا تار ہے ۹ تار! ایسا تار! بوکو بابو کا دل دھڑکنے لگا۔ ایں

میں نے کوئی لاٹری کا ٹکٹ بھی نہیں خریدا! تو پھر کیا بیوی یا بچے بیمار ہیں؟ آج ہی شام کے وقت تو خط آیا ہے سب لوگ خیریت سے ہیں۔ بوکو بابو جلدی جلدی اتر کر نیچے آئے تار میں لکھا تھا کہ بھوتو اچانک مر گیا ہے اور پھوپھی بھی کوئی گھڑی کی مہمان ہیں فوراً چلے آؤ۔ بوکو لال یا اللہ کہہ کر اچھل پڑے اور منی بیگ جیب سے نکال کر اس میں سے کچھ نکالا اور پیون کے ہاتھ میں چپکے سے دیا۔ پیون بیچارا آنے سے پہلے ہی جان چکا تھا کہ بری خبر میں بخشش نہیں مانگ سکتے اس وقت خلاف امید نین روپے چھ آنہ پاکر وہ سمجھا کہ شاید رنج کے اثر سے ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ جلدی سے دستخط لیتے ہی بھاگا۔ اچھا کیا بھوتو واقعی مر گیا؟ سچ مچ مر ہی گیا؟ واہ رے بھوتو! واہ رے چھوکرے۔ یقیناً شراب پی پی کر لیور کو سڑا ڈالا تھا۔ جاتے ہی اس کی فاتحہ درود کرنی ہے۔ بوکو بابو اسی وقت ہگلی روانہ ہو گئے لیکن اب بوکو بابو کی قسمت پھر گئی مگر دس لاکھ نہیں صرف پانچ لاکھ۔ دس لاکھ سے کم ہونے کے سبب پہلے پہل ان کا دل بہت تاؤ پیچ کھاتا رہا اور ایک طرح کی خلش دل میں رہی۔ مگر پھر رفتہ رفتہ سہ گیا اب بوکو لال نے ہر طرح کا کاروبار شروع کیا اس عرصہ میں جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ اسی میں کل شئے بھی سپلائی کرنے لگے۔ مٹی چھوتے تھے تو سونا ہوتا تھا اب دولت کی انتہا نہ تھی لیکن جیسے جیسے عمر گزرتی گئی ویسے ویسے ان کی عقل موٹی ہو گئی۔ اسی طرح چودہ سال گذر گئے۔ یہاں تک کہ چٹرجی مہاشے حقہ کا کش لگا کر دم لینے لگے۔ بنود نے کہا "ہاں چٹرجی مہاشے شیر کہاں"؟ چٹرجی نے کہا "آئے گا آئے گا گھبراتے کیوں ہو جب وقت ہوگا آپ ہی آئے گا۔ بوکو بابو جس دن پچاون برس کے ہوئے اس روز انھوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ بیٹا بوکو عمر تو کافی ہوئی اور دولت بھی بہت زیادہ جمع کر لی لیکن ملک و قوم کے لئے تم نے کیا کیا؟ بوکو لال نے جواب دیا حضرت میں واقعی بڑا پاپی گنہ گار ہوں مجبوری سے اپنے وطن کے لئے کچھ نہ کر سکا کیونکہ ملیریا کے خوف سے وطن جاتا نہیں کھدر پہن نہیں سکتا۔ تنکی جسم موٹی دھوتی پہنتا ہوں تو جسم چھلنے لگتا ہے اور خیال کرنے کی بات ہے کہ لوگ جو وطن کے لئے بم پھینکا کرتے ہیں وہ انہی کا کام ہے میری تو ایک معمولی پٹاخہ بھی مارے خوف کے نہیں چھوڑ سکتا۔ کوئی ایسی ترکیب آپ بتائیں کہ آسانی سے کچھ ملک و قوم کی خدمت کر سکوں اور محنت کا کام تو اس عمر میں ہو نہیں سکتا۔ کوئی آسان طریقہ بتائیے۔ انہوں نے کہا کونسل میں داخل ہو جاؤ۔ انہوں نے تو بتا دیا مگر اب داخل کیسے ہوا جائے گا۔ بوکو لال سخت مشکل میں پڑے۔ بہت سوچ بچار کرنے کے بعد ایک انگریز سے کہا کہ میں ہزار روپے ہوم میں اغریب خانہ میں ادینے کو راضی ہوں اگر گورنمنٹ مجھ کو کونسل میں نومی نٹ کرے انگریز نے کہا کہ وہ روپے تو خوشی سے لے لیں گے لیکن یہ وعدہ نہیں کر سکتے کیونکہ گورنمنٹ ہر ایک سے رشوت نہیں لیتی۔ بوکو بابو مایوس ہو کر واپس آئے اس کے بعد اور ایک بار سوچ کر دوسرے شخص سے کہا کہ میں الکشن میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ ذرا آپ میری مدد کریں اور طریقہ بتائیں کہ کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے ایک لاکھ روپیہ نکالئے کہ اپنے گاؤں کے لوگوں کے منہ بھر دوں۔ جب تو وہ لوگ ووٹ دیں گے۔ بل نہ بند کریں گے تو سانپ کیسے مرے گا۔ انہیں کچھ دیا نہ جائے گا تو وہ میری طرف داری کیوں کریں گے! بوکو لال نے کہا توبہ توبہ لاحول ولا قوۃ ملک کی خدمت کرنی چاہتا ہوں۔ اس کے لئے میں روپے رشوت نہیں دیتا واپس چلے آئے اور کہا کہ یہ سب بدمعاش چور ہیں اگر روپیہ ہی خرچ کرنا ہے تو خود ہی سمجھ بوجھ کر خرچ کریں گے۔ کلکتہ میں مطلب برآری نہ دیکھ کر انہوں نے ارادہ کیا کہ ساؤتھ سندربن کونسٹی ٹیوشن سے کھڑے ہوں گے کیونکہ وہاں انہوں نے کچھ زمینداری خریدی تھی۔ اسی وجہ سے ووٹ ملنے میں آسانی ہو گی۔ الکشن سے تین ماہ قبل ہی انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اس کے بعد ایک روز یکایک خبر آئی کہ بوکو لال کے پرانے دوست رام جادو بابو نے بھی

کھدر پہننا شروع کردیا ہے الکشن میں وہ بھی سندر بن ہی سے کھڑے ہوں گے بدو بابو کو بے حد غصہ آیا۔ انہوں نے بھی ترہٹی بازار سے ایک تین نمبر کی ٹیکی خرید کر سر پر لگائی۔ اور دروازے پر دو بڑے بڑے بیل باندھ دیئے اور مکان کے برآمدے میں گائے کے گوبر کا گوئٹھا تھوپنے کا انتظام کردیا تاکہ لوگ انہیں سچا وطن پرست سمجھیں۔ اخباروں میں روز طرح طرح کی خبریں شائع ہونے لگیں۔ بوکولال دت کو کون پہچانتا ہے؟ چودہ سال قبل کس کے یہاں نوکر تھے؟ وہ نوکری ان کی کیوں گئی۔ ایک معمولی محرر کے پاس اس قدر دولت کہاں سے آئی؟ اے قومی بھائیوں بوکولال اس قدر سوڈے کی بوتلیں کیوں خریدتے ہیں؟ کس چیز میں ملا کر پیتے ہیں؟ بوکو کے باغیچہ میں رات کے وقت اس قدر روشنی کیوں جلا کرتی ہے؟ بوکولال خود تو کالے ہیں مگران کا چھوٹا لڑکا اس قدر گورا کیونکر ہوا؟ بوکولال ہوشیار ہو جاؤ تم، عالی جناب رام جادو بابو کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی ہمت نہ کرو ورنہ اور بھی بہت سی راز کی باتیں فاش کردی جائیں گی۔ بوکو بابو اس کا جواب چھپوانے لگے۔ مگر ان کے جوابات ایسے سخت نہ تھے کیونکہ ان کی طرف ایسے زور آور گندے بولنے والے نہ تھے اب وہ سمجھ گئے کہ واقعی میں پیچھے ہٹ رہا ہوں۔ ووٹر لوگ ٹیڑھے ہو رہے ہیں۔ ایک روز وہ نہایت متفکر بیٹھے ہوئے تھے کہ انہیں یکایک خیال آگیا کہ چودہ برس قبل دیوتاؤں کی مہربانی سے ان کی حالت پھر گئی تھی۔ کیا اس دفعہ بھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ اب میں پھر سب دیوتاؤں اور پیغمبروں سے مدد مانگوں گا۔ صرف جنہیں خواب میں دیکھا تھا ان پر بھروسہ کرنے سے کچھ نہ ہوگا کیونکہ وہ تو کوئی دیوتا نہیں ہیں۔ رات کے دس بجے بوکو بابو نے اپنے دفتر کے کمرے میں جاکر دربان سے کہا کہ دیکھو اس وقت میں بہت سے ضروری کام کر رہا ہوں۔ خیال رکھنا کوئی دق نہ کرے۔ اس مرتبہ پلنگ کے کمرے میں اس سبب سے نہ بیٹھے کہ بیوی کی موجودگی میں خشوع و خضوع سے دعا مانگنا دشوار ہے ممکن ہے کہ درمیان میں خیالات بٹ جائیں۔ آرام کرسی پر لیٹ کر اس طرح سے انہوں نے اپنے دل و دماغ کو دعا مانگنے میں رجوع کیا۔

اے برہمنوں کے بیشو جیشوں کی درگا کالی وغیرہ پہلے آپ لوگوں نے ایک مرتبہ میرا مان رکھ لیا تھا میں نے بھی آپ لوگوں کے لئے پوجا کی تھی اس کے بعد میں کچھ ایسے بکھیڑوں میں پھنس گیا کہ پھر اس طرح آپ لوگوں کی کھوج خبر نہ لے سکا۔ مہربانی سے آپ لوگ کچھ خیال نہ کریں۔ گرچہ میں معذور رہا مگر میری بیوی تو ہمیشہ آپ لوگوں کے لئے۔ کیلے۔ پھل وغیرہ چڑھاتی رہی اور پوجا کرتی رہی۔ سونا چاندی بھی تھوڑا بہت دیا ہے۔ وہی جو پوجے کی پیالی پیالے تھالی گھنا چراغ وغیرہ چاندی ہی کا بنایا ہے۔ سنگھاسن بھی سونے کا تیار کیا ہے وہ سب بھی تو آخر میرے ہی روپے کے ہیں اور آپ ہی لوگوں کے لئے بنے ہیں اور مجھ کو بھی دیکھئے کہ ذرا سی فرصت ملتے ہی دہرم اور کرم کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں۔ ٹیکی رکھی ہے گائے کی خدمت کرتا ہوں۔ اس وقت میری صرف یہ التجا ہے کہ رام جادو کم بخت کو کسی طرح زک دیدیجئے۔ اس کے ووٹ میں ہارنے کی کوئی امید نہیں دیکھتا۔ دہائی ہے آپ دیوتاؤں کی اسے کسی طرح ضبط کیجئے، لیکن ابھی نہیں۔ نومی نیشن پیپر دینے سے دو روز قبل ورنہ کوئی دوسرا زمین پھوڑ کر کھڑا ہو جائے گا۔ کولرا۔ چیچک بیری بیری۔ ہارٹ فیل یا گاڑی میں چپ جانا۔ جو بھی مناسب ہو کیجئے گا۔ اب زیادہ کیا کہوں آپ لوگ تو ہر طرح کی ترکیب جانتے ہیں۔ دیجئے بابا بد ذات کی گردن توڑ دیجئے۔ اب مجھ پر رحم کیجئے میری التجا سن لیجئے بچا لیجئے۔

بوکو بابو آنکھیں بند کئے اسی طرح دعائیں مانگ رہے تھے کہ اتنے میں اسی کمرے میں پٹ سے ایک آواز آئی۔ نوکی ہونٹ ہلے آہستہ آہستہ کہا ا.ک... چٹرجی گرج کر بولے چپ رہو۔ بوکو بابو کے دفتر کے کمرے کی چھت کی کڑی میں ایک چھپکلی اٹکی ہوئی تھی۔ اس نے جیسے ہی جمائی لینی چاہی ویسے ہی ہاتھ پیر ڈھیلے ہو کر بوکو بابو کے ٹیبل پر پٹ سے گر پڑی

بوکو لال چونک پڑے۔ دیکھا کہ ٹیبل پر ایک چھپکلی اور اس کے نیچے پوسٹ کارڈ ہے پوسٹ کارڈ پہلے انہیں نظر نہ آیا تھا۔ اس وقت بوکو لال نے پڑھا اس میں لکھا تھا۔

جناب من میں نے سُنا ہے کہ آپ الکشن میں کھڑے ہونا چاہتے ہیں مگر کامیابی نظر نہیں آتی - اگر ہم لوگوں کی مدد لیں اور مشورہ پر عمل کریں تو سب کچھ ممکن ہے کل شام کے وقت آپ سے ملاقات کروں گا فقط سری رام گیدڑ ہر شرما بوکو نے کہا ماں کالی شکر ہے بابا تارک ناتھ۔ برہمن بشنو پیر پیغمبر پوجا کروں گا اطمینان رکھو یہ پوسٹ کارڈ تمہاری ہی مہربانی سے ملا۔ جس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ پھر دل ہی دل میں کہنے لگے (تاکہ دیوتاؤں کو خبر نہ ہونے پائے) اوں ہوں یقین نہیں آتا ابھی پوجا نہ کروں گا پہلے کام ہو جائے تب دیکھا جائے گا۔ ساری رات اور سارا دن بوکو بابو نے بہت بے چینی سے گزارا۔ شام کے وقت رام گیدڑ شرما دکھائی دیئے۔ پستہ قد۔ زرد رنگت۔ چھچھوندر کی طرح لانبا چہرہ کھڑے کھڑے کان۔ بھورے رنگ کی دھوتی اور مرزائی جو کہ جسم کی رنگت کے ساتھ بالکل مل گئی ہے۔ کبھی ہندی بولتے تھے کبھی بنگلہ۔ بوکو لال نے بہت خاطر سے کہا "بیٹھئے۔ آپ کیا آریہ سماج ہیں" رام گیدڑ بولے نہیں نہیں بوکو نے کہا کیا مہابیر کے گروہ کے ہیں یا پکٹنگ والے یا کونسل توڑ؟ یا چرخہ باز" رام گیدڑ نے کہا وہ صرف ایک پولیٹیکل شخص ہیں۔ بوکو بابو نے نہایت ادب کے ساتھ پیر چھو کر ہاتھ کو ماتھے پر ملا۔ رام گیدڑ نے کہا "سب ہوا ہوا" اس کے بعد کام کی باتیں ہونے لگیں۔ رام گیدڑ نے معلوم کرنا چاہا کہ بوکو بابو اصل میں ہیں کیا؟ سوراجی اور راجی یا نیم راضی یا غیر راضی جو کچھ بھی ہوں وہ معلوم ہو جائے۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ چاہتے کیا ہیں اور انہیں پسند کیا ہے۔

انہوں نے سمجھایا کہ میں کچھ ملک و قوم کی خدمت کرنی چاہتا ہوں مگر رام جادو کی موجودگی میں ایسا ہونا مشکل ہے۔ رام گیدڑ نے تسلی دی کہ کوئی فکر نہ کرو تم شیروں کی پارٹی میں جوائن کر لو (داخل ہو جاؤ)" بوکو بابو حیرت زدہ ہو گئے رام گیدڑ نے کہا "میں تمہیں بہت پوشیدہ بات جو کہ راز میں ہے واضح کر کے بتاتا ہوں سُنو اس پارٹی میں گنے چنے تین سو تریسٹھ ممبر ہیں اور میں ان کا سکریٹری ہوں۔ اب صرف ایک ہی ویکنسی خالی رہ گئی ہے۔ اگر تم چاہو تو آ سکتے ہو۔ کونسل کی ساری سیٹوں پر ہم ہی لوگ قبضہ کر لیں گے"۔ بوکو کو یقین نہ آیا انہوں نے پوچھا ایسا کس طرح کر سکتے ہیں؟ ان لوگوں کی قوت مالی حیثیت سے بھی بہت زیادہ ہے۔ یہ سُن کر رام گیدڑ بہت ہنسے اور ہنس کر بولے "ہم لوگوں کے پاس دولت نہیں تو کیا ہوا دانت اور ناخون تو ہیں۔ بابا دکھنی رائے ہم لوگوں کے مددگار ہیں ان کی مدد سے سب کام بن جائیں گے۔ وہ کون ہیں؟ پہچانتے نہیں؟ تینتیس دیوتاؤں میں وہی ایک جاگ رہے ہیں باقی سب کے سب سوئے ہیں انہوں نے تمہاری سفارش کی ہے لو اب کاغذ پر دستخط کرو بابا کی شرائط بالکل آسان ہیں صرف ان کے لئے خوراک مہیا کرنا پڑے گا اس کے عوض میں پاؤ گے قوت اور مار ڈالنے کی طاقت جس کے بدولت تم کونسل میں بخوبی جا سکو گے بوکو مگر حکومت؟ ارے حکومت ہی کا گوشت تو بابا کھاتے ہیں" بنگشو لوچن نے قطع کلام کر کے کہا "یہ کیا چٹرجی مہاشا" ؟ چٹرجی نے کہا "ہاں ہاں یاد ہے اچھا اب بالکل اشارہ میں بولتا ہوں، رام گیدڑ نے اطمینان دلا دیا کہ بالکل رام راج ہو گا۔۔۔۔ سب لوگ آپس میں بھائی بھائی کی طرح حصہ بخرہ کر کے کھائیں گے سب کی ایک حالت ہو گی سب ہی غلام اور سب ہی آقا ہوں گے۔ مگر وہ رام جادو تو زیر ہو گا؟ زیر؟ ایسا زیر؟ وہ ایسا زیر ہو گا جس کو زیر کہتے ہیں اور اُسے تم اپنے ہاتھوں ہی سے درست کرو گے۔ بوکو کا دماغ پریشان ہو گیا مگر یہ سن کر تیسوں دانت نکال کر ہنسنے لگے۔ کاغذ پر دستخط کر کے کہا یار بار دکھنی رائے کی جے۔ رام گیدڑ نے کہا ہُوا ہوا اب سب ٹھیک ہوا یہی صلاح ہوئی کہ کل پانچ بجے کی پسنجر سے بوکو بابو اپنی سندر بن کی زمینداری پر روانہ ہوں گے۔ وہاں پہنچنے کے بعد رام گیدڑ انہیں اپنے ساتھ لے جا کر بابا کی درشن کرا دیں گے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بوکو بابو کا دماغ خراب ہو گیا ساری رات وہ انہیں خیالات میں غرق رہے اور طرح طرح کے پریشان خواب

دیکھا گئے جیسے رام گیدڑ ہوا ہوا کر رہا ہے اور رام راج ہے ایسے جیسے رام کے زمانہ سلطنت میں لوگ امن وآمان سے رہتے تھے اور کونسل لاٹ وگورنر دنیا بھر کی باتیں جن کی جگہ ان کے دماغ میں نہ رہی تھی۔ رام جادو مرجائے اور وہ کونسل میں جگہ پائیں ان کا اصل مقصد یہی تھا پھر چاہے رام راج ہو یا راکشش راج ہو شہر والے بچیں یا مریں یا بابا کے پیٹ میں جائیں اس میں ان کا کچھ نفع ونقصان نہیں ہے اس کے بعد سندربن میں رات کے اندھیرے میں بابا نے انہیں اپنا درشن دکھایا۔" بنو دنے کہا "چٹرجی مہشائے آپ بہت چھوڑ چھوڑ کر کہہ رہے ہیں۔ بابا کی شکل کیسی تھی یہ تو بتایا ہی نہیں" چٹرجی "وہ کہوں گا ڈر جاؤ گے اور زیادہ تر یہی اُودے کا خیال ہے۔" اُودے بولا "میں بالکل نہیں ڈرتا یہی ہزاری باغ میں جب رہا کرتا تھا تو کتنی بار شب کے وقت میں تنہا اٹھا ہوں" "پہلے پہل تو بابا نے برہمن کی شکل میں درشن کرائے اور بوکولال سے کہا کہ میں تم سے بہت خوش ہوا اب تمہیں اس کے بدلے میں کیا چاہیئے؟ بوکولال نے کہا بابا پہلے رام جادو کو ماریئے وہ میرا ہمیشہ کا دشمن ہے۔ بابا نے کہا اور وطن کے متعلق؟ بوکولال وطن کے متعلق وتعلق ابھی رہنے دیجئے بابا پہلے دشمن سے بدلہ لیجئے بابا نے کہا اچھا وہی ہو۔ پہلے تمہیں تو ذات میں لے لوں یہ کہہ کر بابا شیر کی صورت بن گئے اور اپنی دُم چٹ سے بوکولال کے جسم پر پھرا دی دیکھتے دیکھتے بوکولال نے شیر کی شکل اختیار کرلی۔ بابا نے کہا جاؤ بیٹا اب چر پھر کر کھاؤ پیو۔ چٹرجی حقہ کی طرف متوجہ ہوئے بنود نے کہا اس کے بعد؟ اس کے بعد اور کیا؟ بوکولال رو رو کر جان دینے لگے۔ اے بابا یہ کیا کیا؟ میں کھانا کیسے کھاؤں گا؟ سوؤں گا کہاں؟ سلک کا کوٹ کیسے پہنوں گا؟ بیوی بھی تو اب پہچان نہ سکے گی۔

بابا کے خدمت گار رام گیدڑ نے کہا اب پھر کیا ہوا؟ شور مت مچاؤ اب بھاگو جاکر جانوروں کو پکڑ پکڑ کر کھاؤ بوکولال کسی طرح اپنی جگہ سے ہٹے ہی نہیں۔ اور ہیہو ہیہو رونا شروع کیا۔ تب رام گیدڑ نے آگے بڑھ کر ان کے پیروں میں کاٹ لیا بوکولال لنگڑاتے لنگڑاتے بھاگے۔ دوسرے دن صبح کے وقت چار کسانوں نے دیکھا کہ ایک بڑا سا شیر کھیتوں میں گھس رہا ہے ان لوگوں نے پکڑ کر ہاتھ پیروں کو بانسوں میں باندھ کر لٹکایا۔ کئی آدمیوں نے کندھے پر لیا اور ڈنڈا ڈولی کرکے ڈپٹی بابو کے یہاں لے گئے انہوں نے کہا کہ ایسا شیر تو کبھی نہیں دیکھا اس کی رنگت تو بالکل گدھوں کی طرح ہے۔ آہا اسے لومڑی نے بھی کاٹ کھایا ہے۔ ٹھہرو اسے ہیومیو پیتھک دوا لگا دوں ذرا اچھا ہو جائے تو اسے علی پور کے چڑیا خانہ میں لے جانا تم لوگوں کو انعام ملے گا بوکو بابو اس وقت بھی علی پور ہی میں ہیں اب میں ملاقات نہیں کرتا کسی شریف آدمی کو شرمندہ کرنے کا کیا فائدہ"؟

بنود بابو نے کہا اچھا چٹرجی مہشائے بابا دکھنی رائے نے کبھی کوئی بھی کھائی ہے"؟ گولی انہیں اثر ہی نہیں کرسکتی۔ اچھا وہ نہیں کھاتے تو ان کے ساتھیوں نے تو کھائی ہوگی"؟ دیکھو بنود ٹھاکر دیوتاؤں کے متعلق مذاق نہ کرو اس میں گناہ ہے اچھا تم لوگ بیٹھو میں جاتا ہوں۔" جب چٹرجی چلے گئے تو بنود نے کہا "یہ بچارے چٹرجی مہشا کس قدر سادہ لوح ہیں اور ساتھ ہی اس کے مذہب کے پکے ان کے دل میں بابا دکھنی رائے کی ہیبت ایسی طاری ہے کہ کوئی لاکھ کہے کہ بوکو بابو کونسل کی ناکامی اور دماغ کی خرابی کی وجہ سے مرے انہیں یقین ہی نہ آئے گا۔

(ترجمہ از بنگلہ)

ایس۔کے۔صغرا سبزواری۔کلکتہ۔

# لڑکیوں کے خانہ داری کے اسکول

مئی کے عصمت میں ایک فاضل بہن کا مضمون مذکورہ بالا عنوان سے نظر سے گذرا۔ ہم ممنون ہیں۔ کہ بہن صاحبہ نے ایک اہم موضوع پر قلم اُٹھایا۔ لیکن چونکہ ہر ایک انسان کے خیالات جداگانہ ہیں۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ایک بات جو میں نہایت اہم خیال کروں۔ دوسرے کے نزدیک وہی فضول ہو۔ لہذا مجھے چند ایک باتوں سے اختلاف ہے، مثلاً "آج کل کے لوگ ......... وہاں وہ سائنس اور کیمسٹری اور اسی قسم کے بے کار مضمون پڑھتی ہیں۔ جن کی ان کو آئندہ زندگی میں بالکل ضرورت نہیں ہوتی ......" سائنس کیمسٹری صرف وہی لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ جن کو آئندہ میڈیکل لائن میں جانا ہوتا ہے۔ اور ان کی تعداد بھی صرف اس طرح معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ پورے پنجاب میں صرف ایک گورنمنٹ کالج فارومن" لاہور میں ہے۔ جس میں ایف۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد لڑکیاں ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے چلی جاتی ہیں۔ بی۔ ایس۔ سی۔ میں پچھلے سال صرف دو ہندو لڑکیاں تھیں۔ اور اب کے بھی غالباً دو ہیں۔ اس کے علاوہ مردانہ کالجوں میں جو لڑکیاں سائینس پڑھتی ہیں۔ وہ عموماً عیسائی اور ہندو ہوتی ہیں۔ جو کہ ملازمت کے لئے پڑھتی ہیں۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد وہ فوراً شادی نہیں کرتیں۔ اور اگر کرتی بھی ہیں۔ تو ملازمت جاری رکھتی ہیں۔ پس عام طور پر لڑکیاں ڈاکٹری کے لئے سائینس پڑھتی ہیں۔ اور ڈاکٹری آپ کے نزدیک غالباً "فضول" نہیں ہوگی۔ کیونکہ آپ دیکھتی ہیں۔ کہ کس قدر ہندوستانی عورتیں اور لڑکیاں لیڈی ڈاکٹروں کے نہ ہونے کے باعث ناگفتہ بہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔

"بی۔ اے۔ پاس۔۔ کالج میں ایسی چیزیں۔۔ جن سے اُن کو خانہ داری کے متعلق ذرہ برابر بھی واقفیت حاصل نہیں ہوتی۔" میرے خیال میں کوئی لڑکی جس نے کالج میں باقاعدہ تعلیم پائی ہے۔ کبھی ایسے اعتراض نہیں کر سکتی۔ صرف سنی سنائی بات پر یقین کر لینا بعض اوقات نہایت خطرناک ہوتا ہے۔ دیکھنے اور سننے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہوسٹل میں تمام لڑکیوں کو باری باری اپنی ڈیوٹی پوری کرنی ہوتی ہے۔ ڈیوٹی والی لڑکی سب کچھ اپنی نگرانی میں کراتی ہے۔ ہفتہ کا ٹائم ٹیبل بنانا۔ کھانا تقسیم کرنا وغیرہ سب کچھ ہی کرتی ہے۔ اگر ضرورت ہو۔ تو ڈیوٹی والی لڑکی ملازمین کی کھانے پکانے میں بھی مدد کرتی ہے۔ بعض ہوسٹلوں میں تمام انتظام خود لڑکیوں کے سپرد ہوتا ہے۔ غرض کہ کالج میں اعلیٰ تعلیم کے علاوہ مہمانوں کی خاطر مدارات۔ مکان کی آرائش۔ اور ہر وہ بات جو کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی اعقلمند بیوی۔ حفظان صحت سے واقف ماں اور ایک عمدہ شہری کے لئے ضروری ہے۔ سکھائی جاتی ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ بات ہے۔ کہ جاہل عورت تعلیم یافتہ عورت کا مقابلہ کسی حال میں بھی نہیں کر سکتی۔ بشرطیکہ تعلیم اعلیٰ اور گھریلو تربیت صحیح معنوں میں تربیت ہو۔ جس طرح ایک پرائمری۔ مڈل پاس اور میٹرکولیٹ کو جاہل نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح تعلیم یافتہ کو بھی تعلیم یافتہ میں ایک نقص ہو تو

دو خوبیاں ضرور ہوں گی۔ اور اگر اس کے برعکس آپ کو کسی تعلیم یافتہ خاتون سے واسطہ پڑا ہے۔ تو یہ تعلیم کا قصور ہے نہ کالج کا۔ سمجھ لیجیے۔ کہ تربیت نہیں ہوئی۔ اور تربیت کرنا کالج والوں کا کام نہیں۔ یہ ماں کا فرض ہے۔ کالج میں داخل ہوتے وقت تو کوئی لڑکی بھی موجودہ قانون کی رو سے پندرہ سولہ برس کی عمر سے کم نہیں ہو سکتی۔ اور ضرورت ہے۔ کہ تربیت اس وقت تک ختم ہو گئی ہو۔ بغیر کسی قسم کے شک کے ایک اعلیٰ تعلیم و تربیت یافتہ خاتون جن معنوں میں شریک حیات ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک جاہل عورت تا قیامت نہیں ہو سکتی۔

تعلیم یافتہ عورت کا نقطۂ نگاہ چونکہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتی۔ کہ اپنے قیمتی وقت کا بہت زیادہ حصہ محض کھانا پکانے ہی میں ضائع کر دے۔ اس کے پیش نظر اور بھی بہت سی باتیں ہوتی ہیں۔

جرمنی میں اگر خاص خاص لڑکیاں خاص قسم کی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ تو ہندوستان میں کونسی سب کی سب کالج میں داخل ہو رہی ہیں۔ ان کی تعداد آپ کو یونیورسٹی رپوٹوں سے مل سکتی ہے۔ سارے پنجاب میں چند کالج ہیں۔ اور ان میں چند لڑکیاں۔ باقی رہا کھانا پکانا، سلائی وغیرہ تو یہ سب کچھ مڈل میں سکھا دیا جاتا ہے۔ متعدد قسم کے اچار مربے، بسکٹ، کیک مٹھائیاں اور قسم قسم کی سلائی مڈل میں سکھائی جاتی ہے۔ اور یہ کام تو یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ سیکھنے کی نہ کسی اُستاد سے ضرورت ہے اور نہ کالج میں۔ کیوں کہ طرح طرح کی مرغن غذاؤں کو ڈاکٹر مضرت رساں قرار دے چکے ہیں اگر شوق بھی ہو۔ تو ہزاروں ترکیب رسائل میں چھپتی ہیں۔ اور اس موضوع پر ضخیم کتابیں ہیں۔ ہاں جن لڑکیوں کو گھر میں یہ کام کرنا پڑتا ہے وہ ماہر ہو جاتی ہیں۔ اور جن کے گھروں میں خانساماں اور بہرے موجود ہیں۔ ان کی مڈل تک کی تکلیف بھی رائیگاں جاتی ہے۔ کیوں کہ انہیں اس کی مشق کا موقع ہی نہیں ملتا۔ پس جرمنی میں تو خانہ داری کی تعلیم کے لئے خاص خاص مدارس میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں ہر وہ لڑکی جو کہ مڈل تک تعلیم حاصل کرتی ہے۔ اس کو ایک خانہ دار اور سلیقہ شعار بیوی بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک لڑکی گھر پر خانہ داری سیکھ سکتی ہے۔ اس کے لئے خاص سکولوں کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر ہماری مائیں صحیح معنوں میں خانہ دار ہیں۔ تو ہمیں خانہ دار بننے کے لئے کسی خاص ٹرینگ کی مطلق ضرورت نہیں۔

سائنس اور کالج کی تعلیم کے جو فوائد ہیں۔ ان کو صرف وہی جانتے ہیں۔ جن کو ان سے مستفید ہونے کا موقع ملا ہو۔ میرا بھائی بشیر مجھ سے اکثر کہتا ہے "آپا آپ نے سائنس کیوں نہ لی۔ مجھے سبق تیار کرنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ ابا کو وقت نہیں ملتا۔ میں کس کی مدد سے تیار کروں" مستقبل قریب میں جو ترقی اور اہمیت سائنس کو ہونے والی ہے۔ اس کی دھوم ابھی سے مچ گئی ہے۔ موجودہ دور کے بچے مستقبل کے نامی اور گرامی سائنس داں ہوں گے۔ لیکن تمام نہیں۔ صرف وہی جنہوں نے سائنس داں ماں کی گود میں پرورش پائی کیونکہ یہ بھی ایک مانی ہوئی بات ہے۔ کہ تعلیم یافتہ ماں کا بچہ جاہل نہیں ہو سکتا۔ پس بجائے اس کے کہ نئے خانہ داری کے سکول کھولنے پر زور دیا جائے پُرانے سکولوں سے مستفید ہونے کا

# بیماری اور غذا

ایسے امراض میں جو آپ کو ہمیشہ گھیرے رہتے ہیں ضروری ہے کہ علاج کے ساتھ ساتھ خود بھی مرض کا سبب دریافت کریں۔ اگر معدہ کا مریض صرف دوا استعمال کرتا رہے اور غذا کے متعلق دو چار معمولی باتیں دریافت کرکے غیر پابندی کے ساتھ عمل کرے تو اس کو دوا سے کسی قسم کا فائدہ نہ ہوگا۔

مریض خود یہ جاننے کی کوشش کرے کہ کس قسم کی غذا اس کو فائدہ دیتی ہے اور کن چیزوں سے نقصان ہوتا ہے۔ ان تمام غذاؤں کے خواص معلوم کرے جو رات دن استعمال ہوتے ہیں اور ان میں سے وہ غذا استعمال کرے جو اس کو نقصان نہ پہنچائے۔ مدت دراز کا ذکر ہے ایک انگریز عورت نے اپنے مرض کی تفصیل یوں لکھی تھی کہ وہ معدہ کی بیماری میں مبتلا تھی اکثر ڈاکٹر صرف دوا لکھ دیتے اور بعض غذا وغیرہ کے متعلق بھی تھوڑی بہت ہدایت کر دیتے کہ فلاں چیز مت کھاؤ وغیرہ لیکن وہ دوا پر زیادہ اور غذا پر کم توجہ کرتی جس وجہ سے وہ کبھی بیمار ہوتی اور کبھی تندرست۔ لیکن رفتہ رفتہ اس نے خود ہی مرض کا سبب دریافت کرکے غذا کے متعلق معلومات بڑھائیں وہ تمام غذائیں یک لخت ترک کر دیں جن سے نقصان ہوتا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ خود ہی اس نے ایک باقاعدہ اصول غذا کے متعلق بناکر رفتہ رفتہ کھوئی ہوئی صحت حاصل کر لی۔ اگر کسی کا معدہ کمزور ہے اور اس کو بجائے آہستہ چلانے سے پن چکی کی طرح ہر وقت گھمایا جائے تو بہت ممکن ہے وہ کسی قابل ہی نہ رہے۔ اگر اچھی طرح احتیاط برتیں تو خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہے۔ لیکن اکثر افراد ایسا نہیں کرتے مثلاً کسی کو سخت قبض کی شکایت رہتی ہے اور وہ ڈاکٹر سے اپنی شکایت بیان کرتا ہے ڈاکٹر کوئی دوا لکھ دیتا ہے۔ (ایسے مریضوں کے لئے ڈاکٹروں کا بھی فرض ہے کہ وہ مریض کی توجہ غذا کی طرف مبذول کرائیں۔ کیونکہ ڈاکٹر کی ہدایت کا زیادہ اثر ہوتا ہے) رفتہ رفتہ اس دوا کا اثر زایل ہو کر وہی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ کسی اور معالج کی طرف رجوع ہوتے ہیں وہاں بھی یہی ہوتا ہے۔ کبھی اشتہاری ادویات استعمال ہوتی ہیں وہ بھی اپنا اثر کچھ دن بعد کم کر دیتی یا مریض کو اپنا عادی بنا دیتی ہیں کہ بغیر استعمال کے فائدہ ہی نہیں ہوتا۔ غرض ایسا مریض مشکل سے کوئی قبض کشا دوا ترک کرتا ہے ایک مدت بعد دوا استعمال کرتے ہوئے بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

ایسے مریض قبض کشا ادویات کثرت سے استعمال کرتے ہیں لیکن ایسی غذائیں ترک نہیں کرتے جو قابض ہوتی ہیں یا ایسی غذائیں استعمال نہیں کرتے جس سے قبض کی شکایت دور ہو حالانکہ اجابت باقاعدہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ غذا کا خیال رکھا جائے یہ ایک معمولی بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ بغیر چھنا آٹا ایسی حالت میں مفید اور بجائے سفید روٹی کے بھوسے کی روٹی فائدہ مند ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج دوا کے شوقین بندے ان باتوں کو اہمیت ہی نہیں دیتے حالانکہ بعض اوقات مناسب غذا دوا سے بھی ضروری ہوتی ہے۔ ایسی نازک صورت حال میں یہ کہنا تو بالکل فضول ہوگا کہ ایسی

ورزش کریں جس سے قبض دور ہو۔

ذیل میں میں دردسر کے متعلق اپنی چند معلومات لکھتی ہوں جو وقتاً فوقتاً دردسر کے مختلف مریضوں کو دیکھ کر حاصل کی گئی ہیں اکثر ایسے امراض میں دوا بے حد استعمال ہوتی ہے لیکن غذا کا خیال نہیں رکھا جاتا مجھے خاص کر دردسر کے متعلق ہی کچھ لکھنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ اکثر افراد اس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ دردسر بذات خود کوئی بیماری نہیں۔ شاید بعض امراض کی یہ علامت ہے۔ جس طرح کبھی دردسر آنکھوں کی خرابی سے بھی ہوتا ہے اس قسم کے دردسر کے لئے جب تک آنکھوں کا علاج نہ ہو کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوتا دو ایک بار درد کا حملہ ہونے سے خود مریض بھی اس کو محسوس کرسکتا ہے کیونکہ اکثر آنکھوں پر زور پڑنے سے درد شروع ہو جاتا ہے کبھی درد دانتوں کی خرابی سے بھی ہوتا ہے۔ کسی کو زیادہ سردی یا زیادہ گرمی سے بھی دردسر ہوتا ہے۔ اگر سردی کی وجہ سے ہو تو سر کو سردی سے محفوظ رکھیں۔ اگر گرمی سے ہو تو ٹھنڈک کی ضرورت ہے۔ کسی کو ایسا بھی دردسر ہوتا ہے جس میں دماغی دوران خون سست ہو جاتا ہے جس کی وجوہ یہ ہیں۔ دماغی یا جسمانی کمزوری۔ فکر و غم۔ خون کی خرابی۔ خراب آب و ہوا۔ اکثر نازک مزاجوں کو اس قسم کا دردسر شدت سے ہوتا ہے۔ اور جب درد میں کمی ہوتی ہے تو دل دھڑکتا ہے۔ ایسے مریض کو چاہیئے کہ غذا اچھی استعمال کرے اور ہمیشہ سیر و تفریح سے اپنی طبیعت خوش رکھے لیکن اس میں بھی ہاضمہ کا خیال رکھ کر قبض نہ ہونے دیں۔ کبھی دردسر جگر کی خرابی سے بھی ہوتا ہے اگر باقاعدہ علاج کیا بھی جائے تو چند خاص بد احتیاطیوں سے وہی حالت ہو جاتی ہے۔ جب تک خود مریض غذا وغیرہ کا خیال نہ رکھے اور مرض کی وجہ نہ معلوم کرلے بے حد تکلیف اُٹھاتا ہے کیونکہ اکثر امراض صرف ذرا ذرا سی بد احتیاطیوں یا بیماری کو حقیر جاننے سے ہمیشہ تکلیف میں مبتلا رکھتے ہیں اس لئے مریض دوا سے زیادہ غذا کا خیال رکھیں تاکہ ہمیشہ کے لئے شکایت نہ جائے تو بہت بڑی حد تک مرض میں کمی تو ہو جائے۔ اور مریض بجائے ہر وقت پریشان رہنے کے سکون محسوس کرے صفراوی دردسر میں مریض بے حد پریشان رہتا ہے جس میں جگر کی خرابی سے صفرا غیر طبعی طور پر معدے میں گرتا ہے تو فوراً طبیعت بے چین ہو کر سر میں شدت کا درد ہوتا ہے اس قسم کے دردسر میں جی متلاتا ہے منہ کا ذائقہ کڑوا اور پیاس کا غلبہ بے حد ہوتا ہے کبھی تو یہ مرض متواتر ہوتا ہے اور کبھی کچھ عرصہ کے وقفہ سے اگر متواتر ہو تو معالج کہتے ہیں کہ معدہ کی کمزوری بھی اس کا سبب ہے اور کبھی کبھی ہو تو غذا کی خرابی بھی ہے۔ لیکن اکثر جگر کی خرابی سے ہی یہ درد ہوتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صبح کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوتا لیکن ناشتہ کے فوراً بعد درد شروع ہو جاتا ہے ایسی شدت کا درد ہوتا ہے کہ کنپٹی کی رگیں تڑپتی ہیں دو چار منٹ تو مریض بے حد بے چین رہتا ہے۔ جب قے یا دست کے ذریعے صفرا خارج ہو جاتا ہے تو درد میں کمی ہوتی ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں بھی فوراً نہ ہونے سے مریض سخت بے چین رہتا ہے۔ میں نے اکثر اس قسم کے درد والوں کو دیکھا ہے کہ شروع شروع اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے جب تکلیف حد سے زیادہ ہو جاتی ہے یا مرض کی شدت سے جگر بالکل خراب ہو جاتا ہے تب ڈاکٹر کی طرف رجوع ہوتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے

کوئی مرض جب پرانا ہوتا ہے تو جلد دور نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات لگا ہی رہتا ہے کسی معمولی مرض کو حقیر جان کر پرواہ نہ کرنا صحت کا ہمیشہ کے لئے ناس کرنا ہے۔ ہاں تو اس درد سر کے لئے علاج کے ساتھ ساتھ مریض خود بھی ان باتوں کا خیال رکھے کہ کس قسم کی غذا سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور کس حالت میں غذا کھانے سے احتیاط برتنی چاہیئے۔ یا ایسی غذائیں جن سے صفرا زیادہ پیدا ہوتا ہے ترک کر دی جائیں اور ایسی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہیئے جو جگر کے لئے مفید ہوں مثلاً سنگترہ لیموں۔ سیب وغیرہ۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حالت مرض میں کس قسم کی غذا فائدہ مند ہوتی ہے مثلاً پھلوں کا رس ایسی صورت میں بے حد مفید ثابت ہوتا ہے خصوصًا نارنگی وغیرہ۔ اور یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ مریض کو اکثر کس قسم کی غذا استعمال کرنے سے صحت میں خرابی واقع ہوتی ہے۔ کبھی کبھی علاوہ ڈاکٹر کے گھریلو ادویات بھی درد سر وغیرہ کے لئے استعمال ہوتی رہتی ہیں اور خصوصًا درد سر کے بے شمار نسخے لوگ بتاتے ہیں چونکہ درد سر کی کوئی ایک وجہ نہیں ہوتی اس لئے کبھی یہ چیزیں نقصان بھی کرتی ہیں۔ میری ایک عزیزہ کو درد سر کی شکایت تھی کچھ دن علاج کرنے سے فائدہ ہوتا اور بعد چند دن کے وہی تکلیف شروع ہو جاتی۔ موصوفہ نے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش ہی نہ کی تھی کہ کن کن چیزوں کا پرہیز کیا جائے۔ کسی نے کہا بادام کا تازہ شربت یا حریرہ روز صبح شام پی لیا کیجئے بادام دماغ کے لئے مفید ہوتا ہے ضرور فائدہ ہوگا۔ چھ سات یوم استعمال کرنے کے بعد مزاج میں اور بھی ایک طرح کی خرابی ہوگئی کیونکہ عزیزہ موصوفہ کی آنتیں کمزور تھیں۔ اور اکثر ایسے درد والوں کو گرم غذائیں فائدہ نہیں کرتیں اور جگر کی خرابی کی وجہ سے قبض کی شکایت رہتی ہے۔ ایسی غذائیں جن سے قبض رہتا ہے استعمال نہ کرنی چاہئیں۔ درد سر سے بچنے کے لئے قبض نہ ہونے دیں۔ اگر قبض ہلکا ہے تو بجائے دوا کے غذا سے دور کرنے کی کوشش کریں اگر سخت شکایت ہے دوا کے ساتھ غذا کا بھی بے حد خیال رکھیں۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی مریض صرف دوا پی کر یعنے بغیر غذا کا خیال رکھے تندرست ہو جائے۔

اور بھی ایک طرح کا درد سر ہوتا ہے جسے اکثر آدھے سر کا درد کہتے ہیں اور ہوتا بھی یہ نصف سر ہی میں ہے لیکن کبھی کبھی جب شدت ہو تو تمام سر بلکہ جسم کے بعض حصوں میں بھی خصوصًا پیٹھ میں زیادہ ہوتا ہے اکثر یہ مرض موروثی بھی ہوتا ہے۔ اور عمومًا عورتوں کو کثرت سے ہوتا ہے جس کی مدت بارہ برس سے پچیس برس تک ہے بعض دفعہ بڑی عمر تک بھی رہتا ہے ایسے مریض کو چاہیئے کہ وہ اپنی آپ دیکھ بھال کرے۔ جب شدت کا درد ہو تو تاریک لیکن ہوادار اور پرسکون کمرے میں لیٹے رہیں جہاں گھر والوں کا بھی فرض ہے کہ کسی قسم کا شور وغل نہ ہونے دیں کیونکہ اس قسم کے درد سر والوں کا مزاج درد کے وقت بے حد حساس یا نازک ہو جاتا ہے اور مریض خفیف سی آواز یا کوئی ناگوار بات سننے کے بالکل قابل نہیں ہوتا۔ کسی قسم کی خوشبو یا بدبو سے بھی مریض کی طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔ وہ ہجوم سے بھی گھبراتا ہے۔ ایسے مریض کے لئے ایسے سامان فراہم کرنا چاہیں کہ شدت مرض کے وقت زیادہ حرکت نہ کرے کیونکہ ذرا سی جنبش یا حرکت کی اور درد میں فورًا زیادتی ہو جاتی ہے۔ اکثر رات کا کھانا اچھی طرح نہ ہضم ہو تو صبح ہی سے درد شروع ہو جاتا ہے ایسی صورت میں صبح ناشتہ کرنے

یا کوئی اور چیز کھانے یا پینے کو خود بخود مریض کا دل نہیں چاہتا۔ اگر درد سر کا دورہ شدت سے ہو تو مریض غذا کی طرف دیکھنے سے بھی اجتناب کرتا ہے۔ کبھی بڑی رات کو درد شروع ہو کر مریض کو بے چین کر دیتا ہے جس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اسی وقت ایک چائے کا چمچہ فروٹ سالٹ Fruit Salt کسی قدر پانی میں ملا کر جوش کم ہونے سے قبل پی جائیں درد کم ہو جائے گا بڑھے گا نہیں اکثر اس درد کا دورہ چوبیس گھنٹے رہتا ہے اس قسم کے درد سر کے لئے کھجور۔ گوشت یا اس خاصیت کی چیزیں بے حد مضر ہوتی ہیں بعض حالتوں میں دور ہونے سے پیشتر طبیعت بے چین رہتی ہے ایسی صورت میں ایک دو دن دو چار گرین کونین بھی مفید ہوتی ہے اور غذا کے لئے تو مریض خود اگر غور کرتا رہے تو رفتہ رفتہ خود ہی جان لیتا ہے کہ کسی قسم کی غذا اس کو نقصان کرتی ہے کیونکہ اکثر اوقات صرف یہ یاد نہ رکھنے سے زیادہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر درد موسم گرما میں ہو تو مریض حد درجہ بے چین اور بے قرار رہتا ہے۔ ڈاکٹر کی غیر موجودگی سے مریض کے ساتھ ساتھ گھر والے بھی پریشان ہو جاتے ہیں اکثر ایسی صورت میں کوئی پیٹنٹ دوا بغیر ڈاکٹر سے دریافت کئے استعمال کر لیتے ہیں جس سے بجائے فائدے کے اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔ لیکن فروٹ سالٹ سے ایسا نہیں ہوتا۔ جب درد کچھ کم ہونے لگتا ہے تو مریض کو نیند آ جاتی ہے اور بیدار ہونے پر درد بالکل نہیں ہوتا اگر اس وقت کوئی دماغی یا جسمانی کام فوراً شروع کیا جائے تو اعصاب پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ جس مدت تک درد سر رہے کم ہونے کے بعد اتنی ہی مدت تک کافی آرام لیا جائے۔ بعض وقت مرض کی شدت میں گھر والے مریض کو زبردستی غذا کھلانا چاہتے ہیں۔ چونکہ مریض کی طبیعت غذا کی طرف راغب نہیں ہوتی دودھ وغیرہ زبردستی پلانے سے مریض کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ اگر معدہ غذا سے پُر ہے تو کسی قسم کی دوا یا نمکین پانی پلا دیں تاکہ قے ہو کر معدہ صاف ہو جائے اور اگر معدہ خالی ہو اور ابکایاں آتی ہوں تو صرف برف چسائیں یا مقام معدہ پر رائی لگائیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ خالی پیٹ سے اُبکائیاں آ رہی ہیں اس لئے غذا پہنچائی جائے۔ اگر قبض ہو تو مسہل دیں نمکین مسہل فائدہ کرتا ہے لیکن جب متلی رفع ہو کر درد میں کمی ہو جائے تو جلد کوئی ترشی لی ہوئی لطیف غذا ٹھنڈی کر کے پلائی جائے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھانے کے بعد فوراً کہیں جانا ہو گیا یا کہیں سے دیر میں آ کر کھانا کھایا گیا تو تقریباً چار یا چھ گھنٹے بعد مریض کا سینہ جلنے لگتا ہے ایسی حالت میں کبھی ہاضمہ کی دوا استعمال کی جاتی ہے یا یوں ہی طبیعت بے چین رہتی ہے۔ اگر اسی وقت پانی میں لیموں نچوڑ کر شکر یا کسی قدر نمک ملا کر فوراً پی لیا جائے اور کھلی ہوا میں کامل نصف گھنٹہ تک چہل قدمی کرتے رہیں تو طبیعت میں فوراً نمایاں تغیر ہو جائے گا۔ اگر شب کو ایسا واقعہ پیش آئے تو رات کی غذا ہلکی استعمال کر کے کھانے کے دو یا تین گھنٹے بعد بستر پر جانا چاہئے۔ لیکن اکثر مریض اس کا مطلق خیال نہیں رکھتے اور تسکین ہوتے ہی ہر قسم کی غذا استعمال کر کے پہلے سے کچھ زیادہ ہی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ ہر انسان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ دُنیا میں جو کچھ ہے وہ سب ہمارے کھانے کے لئے نہیں ہے۔ جس طرح خدا نے بعض بعض چیزیں پیدا کر کے ہمارے لئے حرام قرار دی ہیں بالکل اسی طرح وہ کل چیزیں باوجود حلال ہونے کے ہمارے لئے بے کار ہیں جو ایک طرح سے ہم کو

# لچھمی پوجا

یہ ایک سچا واقعہ ہے میں نے صرف نام تبدیل کر دیے ہیں۔ سیلہ

پارسال کا ذکر ہے بابو "جوگندر ناتھ" کے یہاں لچھمی پوجا بڑی دھوم دھام سے منائی گئی تھی۔ کیونکہ انہیں دنوں ان کی شاندار کوٹھی تعمیر ہوئی تھی۔

تقریباً چار بجے سے مہمان آنے شروع ہو گئے تھے۔ خوب رونق اور چہل پہل تھی ہر ایک ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ بابو جوگندر ناتھ کی بیوی "کرشنا بائی" بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ آنے والے کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔ اس وقت ان کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی وہ خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھیں۔ لیکن آج خلاف معمول بابو جوگندر ناتھ کی سالی گنگا بائی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ بنگالیوں کا عقیدہ ہے کہ لچھمی پوجا کے دن گھر والوں کو بیوہ کی صورت نہ دیکھنی چاہئے۔ وہ بیوہ کو بہت ہی منحوس خیال کرتے ہیں۔ اور تیوار کے دن سہاگن کا بیوہ کی صورت دیکھنا بدشگونی نحوست اور تقریباً گناہ تصور کرتے ہیں۔ شاید ایسی رسم بد کی پابندی کے خیال سے گنگا بائی کہیں نظر نہ آتی تھی۔

دس گیارہ سال کا عرصہ گذرا کہ گنگا بائی کا شوہر اُسے داغِ مفارقت دے گیا تھا غریب گنگا بائی نہایت بے بسی اور بے کسی کے عالم میں بیوگی کا دکھ اُٹھا رہی اور زندگی کے دن پورے کر رہی تھی۔ گو بابو جوگندر ناتھ کے گھر گنگا بائی کو کافی آرام آسائش اور ہر قسم کا اقتدار حاصل تھا۔ تمام گھر کام کاج لین دین۔ خانہ داری کا سارا انتظام گنگا بائی ہی کے سپرد تھا۔ لیکن دل کی لگی کو وہی جانے جس پہ بیتی ہو۔ بیچاری کے لئے بیوگی کے دکھ کی روحانی اذیت کے مقابلہ میں تمام آرام و آسایش ہیچ تھا

شب کے دس بجے تک تمام مہمان رخصت ہو گئے۔ بابو جوگندر اور ان کی بیوی بھی کام کاج سے فارغ ہو کر تھک کر لیٹ گئے تھے رات زیادہ ہو گئی تھی۔

ساری کوٹھی خاموش اور اداس ہو گئی۔ صرف مُرجھائے ہوئے پھول اور سوکھے پتے گزرے ہوئے جشن اور پوجا کی یاد دلا رہے تھے۔۔!!! بس ایسے وقت جبکہ سارا محلہ نیند میں سرشار اور غافل تھا۔ یکایک بابو جوگندر ناتھ کی عالیشان کوٹھی سے عالیشان کوٹھی سے شور و غل کی آواز سنائی دی۔ سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ابھی ابھی مشکل سے دو تین گھنٹے گزرے ہوں گے ہم بابو جی کے یہاں سے لوٹے ہیں اس عرصہ میں کونسا ہنگامہ برپا ہوا۔ واقعہ کے معلوم کرنے کے لئے تمام افراد محلہ جمع ہو گئے کوٹھی کے آگے خاصہ مجمع ہو گیا معلوم ہوا کہ بابو جوگندر کی بیوہ سالی گنگا بائی نے اس سوگوار زندگی سے تنگ آ کر کپڑوں پر مٹی کا تیل ڈال آگ لگا لی اور جان دے دی۔ گویا اپنے جسم کو زندگی کی اذیتوں سے نجات دلانے کو فنا کے گھاٹ اتار دیا اور رسم و رواج کی پابندی و توہمات پرستی کی بھینٹ ہو گئی۔

آنسہ سیلہ اشرف

# مطالعہ

پڑھنا لکھنا اب عام ہو رہا ہے بالخصوص شہروں میں اس طرف بہت توجہ کی جارہی ہے مگر حقیقت میں کون پڑھا لکھا کہے جانے کا مستحق ہے اس کا خیال نہیں کیا جاتا جہاں ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں خط لکھنا آیا اور دو چار کتابیں پڑھ لیں بس پڑھے لکھوں میں شمار ہونے لگا۔ مگر میرے خیال میں ہر شخص پڑھا لکھا کہلانے کا مستحق نہیں اس لئے کہ عالم بے عمل ہونا جاہلوں سے بدتر ہے میں نے اکثر لوگوں کو مطالعہ کرتے دیکھا ہے کہ کتابیں پڑھیں بھی تو بالکل لغو صرف دلچسپی کے لئے اگر اتفاق سے کوئی نصیحت آمیز کتاب ہاتھ آگئی تو جبرًا ورق گردانی کی اور میز پر ڈال دی گئی اخبار پڑھا تو ایک دو دلچسپ مضمون یا دو چار لطیفے پڑھ لئے اور اخبار پھینک دیا گیا رسالہ ڈھونڈا تو ایسا جس میں حسن و عشق کے افسانے ہوں اگر نہ ہوں تو رسالہ بے کار خیال کیا جاتا ہے۔ ایسے مطالعہ سے کیا فائدہ جس سے کچھ حاصل نہ ہو۔

اکثر لوگ بغیر سوچے سمجھے یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ فلاں پرچہ بہت خشک ہے معمولی روزمرہ کے کام شائع کرنے سے فائدہ کیا۔ تربیت اطفال اور خانہ داری کون نہیں جانتا۔ بے شک جانتا ہے اور ضرور ہر شخص جانتا ہے مگر کافی کمی باقی رہتی ہے خیال کیجئے تو قابل غور یہی معمولی باتیں ہیں۔ فی زمانہ فیشن اور علم نے کایا ہی پلٹ دی ہماری بزرگ بیویاں جاہل سمجھی جاتی تھیں لیکن ان سب باتوں سے خوب آگاہ تھیں جو آج کل مضامین اور کتابوں اور مدرسوں سے حاصل کی جاتی ہیں وہ آن پڑھ نہیں مگر مذہبی عقائد میں پختہ تربیت اولاد میں ماہر خانہ داری سے واقف، صفائی سے آشنا، غرض تعلیم یافتہ لوگوں سے وہ جاہل بہتر تھیں۔ آج کل جتنا علم پھیل گیا ہے اتنے ہی ہم لوگ اصل راستہ سے دور جا پڑے ہیں۔ تربیت اولاد ہی کو لیجئے بعض گھروں میں بچوں کی تعلیم اچھی ہے۔ انتہائی باسلیقہ ہیں۔ تمیز دار ہیں مگر آرام طلبی و کاہلی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے بعض بچوں کی تربیت بہترین ہے سب باتوں میں وہ ماہر ہیں لیکن کہیں مذہب کا سوال آگیا تو بس اللہ ہی اللہ ہے۔ شاید وہ اس کا بھی جواب نہ دے سکیں کہ ہمارے رسول کی کیا صفات تھیں۔ یا ان کے کیا اصول تھے بعض گھرانے ایسے ہیں کہ دینی و دنیوی سب باتیں بتائی جاتی ہیں تربیت بھی خوب ہوتی ہے مگر بچوں کی فطرت میں شروع سے اپنے پرائے کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو والدین صفت خیال کرتے ہیں مگر ایسے بچے اپنوں سے کبھی اتفاق نہیں رکھتے۔ بعض بچوں میں دل سے باتیں بنانے کی عادت ہوتی ہے جس سے بوڑھوں میں نفاق کی صورت ہو جاتی ہے اور یہ کمزوری نسلاً در نسلاً چلتی رہتی ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ نے تعلیم کے ساتھ مذہب کو بھی ایک معمولی بات سمجھ کر محض تلاوت قرآن مجید تک محدود کر دیا ہے۔ بہنیں کہیں گی یہ تو والدین کی طبیعت پر منحصر ہے پرچے اور ان کے مضامین اس کو نہیں بدل سکتے تو یہ خیال خام ہے ابھی آپ کسی پر کوئی اعتراض کر دیجئے پھر دیکھئے کہ وہ شرمندگی میں اپنی کمزوری کو چھوڑنے کی کس قدر کوشش کرتا ہے اسی طرح پرچوں میں جب اعتراض شائع ہوتے ہیں تو ہر پڑھنے والا بغیر کچھ اثر لئے نہیں رہتا۔ دل میں اپنی کمزوری پر نادم ہوتا۔ اپنی خامیوں کو تسلیم کرتا ہے اگر با عمل شخص ہے تو فورًا اسے چھوڑنے کی کوشش کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ اگر بے عمل ہے تو کہاں تک ٹالے گا کبھی نہ کبھی تو اپنی کمزوری کا احساس ہوگا اسی طرح خانہ داری جیسی سب سے بڑی ضرورت سے بہت سی بیبیاں ناواقف ہیں اور بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ پھر وہ پرچے جو ہم کو لوازمات زندگی سے واقف کریں ہمارے لیے انتہائی مفید ہیں جو پرچے لغویات سے پاک ہوں وہ دلچسپ پرچوں سے کہیں بہتر ہیں لغو افسانے بے معنی مضامین کچھ دیر کی دلچسپی ظاہر کرتے اور تھوڑا سا لطف دے کر بے کار ہو جاتے ہیں مگر مفید پرچے ہمیشہ کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے رسالوں کو پڑھنا گویا اپنے گھر کو جنت بنانا اپنی اولاد کو جواہرات سے آراستہ کرنا اپنی ازدواجی زندگی کو خوشیوں کا مخزن بنانا ہے۔ جو پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کی زندگی کبھی برباد نہیں ہو سکتی میرے خیال میں ہر با عمل شخص پڑھا لکھا کہلانے کا مستحق ہے۔ بہنیں اگر مطالعہ میں صحیح مذاق کام میں لائیں تو ان کو ایک سنا ہی لطف آئے گا کتابوں میں نصیحت آمیز نتیجہ خیز کتابیں اور پرچوں میں پیارے عصمت کو میں ترجیح دیتی ہوں اس لئے کہ ہم کو ا

ہو تو دنیا کے نشیب و فراز دکھانے والا ہماری ہر طرح مدد کرنے والا ہماری رہبری کرنے والا یہی ایک واحد رسالہ ہے۔ بہنیں اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو اس کی اشاعت اور اس کی عمر سے اس کا بخوبی اندازہ ملا سکتی ہیں واقعہ یہ ہے کہ آج کوئی زنانہ پرچہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

مسز حمید اللہ لکھنو

# ہمارا تحفہ کارآمد ہو

عام طور پر اپنے دوستوں عزیزوں اور بہنوں کی شادی خانہ آبادی اور دوسری تقریبوں پر محض بازاری عام چیزیں پریذنٹ کی جاتی یعنی بطور تحفہ دی جاتی ہیں جو کسی خاص قدردانی کی نگاہوں سے مدت تک نہیں دیکھی جاسکتیں۔ انہیں نہ دیکھنے والے پہچان سکتے ہیں کہ یہ تحفے کس نے دیئے نہ لینے والی بہن کے دل میں ایک غیرفانی مسرت پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ دینے والی بہن کے تحفہ کو کوئی امتیاز حاصل ہوتا ہے۔

تحائف کی کم و بیش ہو۔ مگر قسم و نام تو وہی ہے۔ مثلاً کسی عزیز دوست یا بہن نے پچیس ۲۵ روپیہ کا ایک ٹی ست پریذنٹ کیا اور ایک ملاقاتی دوست نے پانچ روپیہ کا دیا دونوں کہلائے ٹی سٹ ہی فرق صرف یہی ہے کہ ایک پچیس ۲۵ روپیہ کا ہے اور دوسرا پانچ کا۔ اس میں شک نہیں بعض کم قیمت کی چیزیں بھی خوشنمائی میں قیمتی چیزوں پر سبقت لے جاتی ہیں۔ مگر کیا انہیں ایک چہیتی بہن یا پیاری سہیلی کا پریزنٹ تصور کیا جاسکتا ہے؟

میرے خیال میں تحفہ ایسا ہو جس سے سچی دوستی کا دلی جذبہ ظاہر ہو شرکت تقریب کو بار گراں تصور کرکے عام دوستوں کی روش میں بازاری عام چیزوں کا پریزنٹ کرنا بعید از خلوص رفاقت ہے۔ تحائف میں کئی چیزیں ایک ہی قسم کی ہوتی ہیں اس وجہ سے وہ نگاہ وقعت سے نہیں دیکھی جاسکتیں۔ اور عام طور پر اپنے دوستوں سہیلیوں اور میاں کے دوستوں کی بیبیوں کو پریزنٹ کر دی جاتی ہیں۔ اس سے تو بہتر یہی ہے۔ کہ نقد روپیہ ہی دیدیا جائے تاکہ حسب دلخواہ کارآمد چیزیں خریدی جائیں۔ ہماری ایک بہن کے پہلوٹی کا بچہ پیدا ہوا جب وہ میکے آئیں تو تمام بڑی چھوٹی بہنوں اور سہیلیوں نے بچہ کو دیکھ کر بجائے کھلونوں یا بے کار چیزوں کے نقد روپیہ دیا۔ بہن موصوفہ نے اپنی دانائی و خوش سلیقگی سے ہر فرد کے روپیہ سے ایک ایک کارآمد چیز خرید لی اور سسرال لے گئیں۔ برتن۔ گلاس۔ کٹورا چمچہ۔ پوڈر دانی۔ صابن دانی۔ کاجل دانی۔ چٹنی وغیرہ یہ سب چیزیں چاندی کی تھیں۔ نقد روپیہ دینے والی بہنیں اگر ایسی چیزیں تین تین چار چار دوسروں کی تقلید میں رواج کے بموجب دیتیں تو ایک قسم کی کئی چیزیں آخر کس مصرف کی ہوتیں۔ یا تو کسی عزیز یا سہیلی کے بچہ کو دی جاتیں یا انہیں توڑ وا کر اپنی خواہش کی چیزیں بنوالی جاتیں۔ چاندی سونے کی چیزیں تو پھر غنیمت ہیں کہ ان کی صورت بدلی جاسکتی اور اس طرح کچھ نہ کچھ یادگار کا خیال باقی رہ سکتا ہے مگر شادی کے عام پریزنٹ میں یہ خصوصیت مطلق نہیں رہتی کیونکہ بوجہ بے کار ہونے کے دوسروں کو دے ڈالا گویا پریزنٹ کی بدترین ناقدری و تذلیل کرنا ٹھیرا۔ لہذا ہماری روشن خیال ترقی یافتہ سمجھدار ذی شعور بہنوں کو تحفہ ایسا دینا چاہئے جو کارآمد ہو اور وقعت اور محبت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور

دوسروں کو علم نہیں ہوتا کہ کس نے کیا دیا اس کی اس قدر تشہیر نہیں ہوتی جتنی کسی تحفہ کی۔ نقد روپیہ کسی حالت میں اور کسی طرح بے کار اور بے وقعت نہیں ہوسکتا۔ لیکن تحفہ دینے والی بہنیں جس مسرت کی متلاشی رہتی ہیں وہ بعض کوتاہ اندیش اور چھوٹے خیالات کی عورتوں کی وجہ سے سرد پڑ جاتی ہے۔ قیمتی سے قیمتی چیزوں کی بعض عورتیں ایسی بے وقعتی کرتی ہیں کہ معاذ اللہ۔ ایک نے دریافت کیا "اس کی قیمت کیا ہوگی؟" دوسری ہم خیال بول اٹھیں "کیا ہوگی زیادہ سے زیادہ چار۔ پانچ کی ہوگی اور کیا؟" پہلی نے ہاں میں ہاں ملائی "میرا بھی یہی خیال ہے۔ بچت کی بچت ہوئی اور کام کا کام" دوسری نے جواب دیا "اس میں کیا شک ہے چور بازار یا نیلام گھر سے لیا ہوگا اگر دس پندرہ کا ہوتا تو نقد ہی نہ دیتیں۔ بس یہی تو نام نمود و کفایت کا عام طریقہ نکلا ہے۔ پانچ کے مال کو دس کا بتانا کونسی بڑی بات ہے کوئی دکان میں تھوڑی ہی دام لگانے جاتا ہے" غرض اس طرح قیاساً قیمت ٹھہرائی جاتی ہے۔ پھر ایسی باتیں خصوصاً محفلوں میں چھپی نہیں رہ سکتیں۔ پریزنٹ کرنے والی بہن تک بھی پہنچ جاتی ہیں اور ان کے خلوص اور مسرت کا صرف خون ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ انہیں اس سخت غلطی و ناعاقبت اندیشی پر مدت العمر ندامت و خجالت رہتی ہے۔

ایسی بہنوں کو مجبوراً یہ ہی کہنا پڑتا ہے کہ کاش میں نقد ہی دے دیتی تو میرے پندرہ روپیہ کے تحفہ کو اس قدر گرا کر چار پانچ روپیہ قیمت نہ ٹھہرائی جاتی۔ اب بہنیں سوچیں کہ ایسے پریزنٹ سے کیا حاصل کہ نہ لینے والی کے لئے سودمند نہ دینے والی خورسند ایک بیوی نے تو پریزنٹ کو اصراف بیجا فرما دیا۔ کہنے لگیں کہ ایسی چیزوں کے دینے کی کیا ضرورت جو نہ ہمارے مصرف کی ہیں نہ لڑکی کے کام کی۔ میں نے تو جہیز میں ضروری اور کارآمد چیزیں دی ہیں۔ البتہ ایسی بے فائدہ چیزیں نہیں دیں۔

ایک بہن کی شادی میں تحائف کی ایسی بھرمار ہوئی کہ کیا کہوں۔ کارآمد چیزیں صرف دو چار ہی تھیں ورنہ محض فضول و بے مصرف چیزیں ایک دو ہی تک محدود نہیں۔ بلکہ چار چار پانچ پانچ تھیں۔

ٹوائیلٹ باسکٹ۔ ٹوائیلٹ سٹ۔ مینی کیور سٹ۔ کروشٹ سٹ۔ فروٹ اسٹینڈ۔ کیک اسٹینڈ۔ ٹی سٹ۔ سیونگ بکس۔ منی بیگ وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی قسم کی پانچ پانچ چھ چھ چیزوں کی یکساں قدر منزلت ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایک دو بے شک عمدہ چن کر اپنے لئے رکھ لی گئیں باقی بے کار تصور کر کے دوستوں بہنوں و نندوں کو پریزنٹ کر دی گئیں۔ اگر نہ کرتیں تو ایک ہی قسم کی اتنی چیزوں کا کرتیں کیا ہاں یہ اور بات ہے شادی کی یادگار تصور کر کے دو تین الماریاں کافی رقم خرچ کر کے خریدتیں اور ان چیزوں کے لئے مخصوص کر دیتیں اور مثل میوزیم نمائش گاہ بنا دیتیں۔

ایسی کونسی بہن ہوگی جو اس نیت سے تحفہ دیتی ہوں کہ بعد میں دوسروں کی نذر ہو یا اوروں کے کام آئے۔ تحفہ کا مقصد اصلی یہ ہوتا ہے لینے والی بہن یا سہیلی کے پاس اپنی یادگار قایم رہے۔ پھر وہ تحفہ کیوں نہ دیا جائے۔

جو کار آمد ہو اور کچھ خصوصیت رکھتا ہو اور یادگار رہے۔ میرے ناچیز خیال میں ایک مخلص دوست۔ ایک چہیتی بہن کو وہ چیز پریزنٹ کی جائے جو خود بنائی جائے وہی تحفہ حقیقی معنی میں سچی یادگار کہلانے کے لایق ہے۔ اور قدردانی کی نگاہوں میں لاثانی اور کار آمد ہونے کے لحاظ سے بہترین پریزنٹ ہو سکتا ہے۔

برادری اور عزیز دوستوں کی شادی وغیرہ کا علم مہینوں پہلے سے ہوتا ہے اس طویل عرصہ میں گلستان دستکاری کی گلریز بہنیں نہایت آسانی سے قابل وقعت لایق یادگار تحفے تیار کر سکتی ہیں۔

مثلاً۔ چادر۔ غلافوں کی جوڑی۔ پردے کی جوڑی۔ گلاس پوش کی جوڑی۔ کرسی کے گدے۔ ٹیبل کلاتھ۔ ٹرے کور۔ کشن۔ بلاؤز۔ شمیز۔ بیبی کوٹ۔ فریمین وغیرہ وغیرہ۔ اس میں سے ایک بھی بے کار و بے مصرف نہیں کہلائی جا سکتی بلکہ نذر وغیرہ سے محفوظ رہ کر بطور یادگار قایم رہے گی۔ اور آپ کے پریزنٹ کا مدعا اس قسم کی چیزوں سے نمایاں ہو سکتا ہے۔ گرچہ سامان جہیز میں قریب قریب یہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں اس پر بھی آپ کے تحفہ جات کا وہی وقار قائم رہ سکتا ہے۔ جو جہیز کی چیزوں کا اس لئے کہ بچے بعد دیگر آپ کا وہ اشتیاق آمیز و مسرت خیز تحفہ آپ کی پیاری بہن یا سہیلی کے زیر استعمال رہے گا۔ کبھی انہیں ان بے کار تحفوں کی طرح تقسیم غیر نصیب نہ ہوگی۔ اور زمانہ شناس بہنوں کی کوششوں سے بے کار چیزیں معدوم ہو کر مفید چیزوں کا رواج ہو سکتا ہے۔

دل۔ دماغ۔ آنکھوں اور ہاتھوں۔ جسم کے چار حصوں کے اتحاد اور بڑی جانفشانی اور محبت سے سینچ سینچ کر اور کتنے قیمتی لمحات و بیش بہا اوقات صرف کرنے کے بعد کہیں یہ حقیقی مسرت پذیر۔ دیدہ زیب یادگار پریزنٹ تیار ہوتا ہے۔ اور قدردان نگاہوں میں بہت بڑی قیمت رکھتا ہے۔ اس طرح تحفہ دینے کی طرف بہنیں توجہ فرمائیں۔ تو ایک بہن اپنی بہن کی ایک دوست اپنی دوست کی نہایت محنت اور سچی محبت کے ساتھ خود تیار کئے ہوئے تحفوں سے اپنے مکان کی زینت بڑھائیں۔ سگھڑ بہنیں ہمیشہ اپنے مکان کو آراستہ رکھتی ہیں قرینہ سے ٹیبل کلاتھ کشن فریم وغیرہ سجاتی ہیں۔ اور آنے جانے والی شوقین طبع ہنرمند بہنوں کی نظریں انہیں چیزوں کی متلاشی رہتی ہیں بعض تو اپنی چلبلی طبیعت سے مجبور ہو کر کہہ ہی دیتی ہیں کہ یہ ٹیبل کلاتھ تو آپ نے بہت ہی خوبصورت تیار کیا ہے اس کے جواب میں آخر صاحب خانہ کو یہ فخریہ جملہ کہنا ہی پڑے گا کہ ہماری فلاں دوست کا یہ تحفہ ہے۔ اور اتنے عرصہ کی یادگار ہے۔ ہماری عزیز بہن عالم آرا بیگم کی شادی میں ان کی ایک دوست نے لاہور سے تحفہ بذریعہ پارسل بھیجا تھا۔ جو عام نظروں میں نہ کوئی خصوصیت رکھتا تھا نہ زیادہ قیمتی کہ سب کی نظریں اس پر پڑتیں۔

لیکن اس کی وقعت میری اور بہن موصوفہ کی نگاہ میں ایک بیش قیمت پریزنٹ سے کہیں زیادہ تھی۔ اسلئے نہیں کہ دوست کا تحفہ تھا بلکہ اس لئے کہ دوست کے دست خاص کا تھا کار آمد تھا۔ اور اس سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت خلوص کے ساتھ بڑی محنت سے تیار کیا گیا تھا جس نے دیکھا یہی کہا کہ یہ بازاری چیز نہیں۔ (بقیہ مضمون دیکھئے صفحہ ۴۶۱ پر)

# عورت کی بادشاہت

منجملہ بیسویں صدی کی اور بہت سی وباؤں کے دنیا کے قریب قریب ہر گوشہ میں ایک وحشت انگیز وبا میاں بیوی کی نااتفاقی کی اس افراط سے پھیلی ہوئی ہے جو غالباً موجودہ سائنس کی جملہ زہر آلود زہر پاشی یا زہر آمیز گیسوں سے بھی زیادہ زود اثر اور تکلیف دہ ہے۔ بیرونی ممالک میں وہاں کی تہذیب و رواج کے مطابق اس کا علاج عام طور پر انقطاعِ تعلق تجویز کیا گیا ہے جو اس کثرت سے وقوع پذیر ہوتا ہے کہ امریکہ کے ایک جج نے ایک روز میں اسّی طلاقوں کا فیصلہ دیا۔ لیکن ہندوستان جیسے ملک میں جہاں کہ اس علاج کو بجائے خود ایک مرضِ لا علاج لکھنا ناموزوں نہ ہوگا اور جہاں کہ اب بھی بزرگوں کے نام کی عزت برقرار رکھنا ایک قابل قدر امر تصور کیا جاتا ہے یہ صورت کسی طرح اختیار نہیں کی جا سکتی۔ ان ناخوشگوار تعلقات کے نتائج اکثر اموات یا مہلک بیماریاں ہوتی ہیں۔ اس مسئلہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کئی وجوہ ہیں جن کے ذمہ دار اکثر ہمارے سرپرست لیکن بیشتر زن و شوہر کی ناعاقبت اندیشانہ یا شادی کے بعد زن و شوہر کی اپنے متعلق غلط فہمی یا امتزاجی کیفیت کی اصلاح کی کوشش سے لاپرواہی ہے خیر جہاں تک بزرگوں کی ذمہ داری کا تعلق ہے میں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ والدین یا بزرگ اپنی اولاد کی بہبودی نہیں چاہتے۔ لیکن دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہوتا ہے تو یوں سمجھئے کہ اس کی وجہ کچھ تو والدین کی جلد بازی کچھ اندھی محبت اور کچھ ناعاقبت اندیشی ہوتی ہے۔ لیکن ان کی نوازشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی ان کمیوں کو بآسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ یوں نوازشہائے بیجا کا شکار ان کی لخت جگر بچیاں ہوتی ہیں۔ زن و شوہر کی نئی زندگی جو ایک دائمی رشتہ کے ساتھ منسلک ہو جاتی ہے۔ خوشگوار بنانے کے لئے اپنی فطرت کی اصلاح کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ میں اپنی بہنوں کو اس امر کی ترغیب دلانا چاہتی ہوں کہ وہ اپنے برتاؤ اپنی محبت اپنے حرکات و سکنات سے اپنے شوہر کو اپنا مرید بنا سکتیں ہیں۔ ہندی کی ایک پرانی مثل ہے "یا کسی کا ہو رہے یا کسی کو اپنا کرے" کسی کا ہو رہنے کے واسطے ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے تئیں اس سانچے میں ڈھال لے کہ جس نمونہ کا عکس بنانا ہے اور کسی کو اپنا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اس قابل بنایئے کہ دوسرے کو آپ پر اس درجہ اعتماد ہو جائے کہ وہ اپنے اشارہ پر چلے۔ یعنی بقول سقراط کامل انسان وہی ہے جس پر اس کا دشمن بھی اعتماد کرے۔ ہماری بہنیں جنہیں کہ دنیا کی تو بہت دور اپنے گھر کی بھی پورے طور پر ہوا نہیں لگنے پاتی تعلیم کے دروازہ جن کے واسطے بالکل مسدود اور وہ جملہ نشیب و فرازِ عالم سے نابلد اور بے بہرہ ہوتی ہیں یہ کیسے سمجھ سکتی ہیں کہ کس زہر کا کیا علاج یا کس کمی کو کس طرح پورا کیا جائے۔ وہ بیچاری جو کچھ اُلٹا سیدھا سمجھ میں آتا ہے وہی کرتی ہیں اور بعض جن کو کہ اللہ نے دولتِ علم بھی عطا کی لیکن وہ پرانی رسوم اور وضع داری کی پابند ہیں وہ بھی

اپنے تعلقات خوشگوار نہیں بنا سکتیں نتیجہ ظاہر ہے کہ آئے دن کی تھکا فضیحتی ۔ کوفت ۔ شکر رنجی کا شکار رہتی ہیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نہایت معمولی معمولی باتوں میں ایک دوسرے کی ذراسی برداشت نہ ہونے سے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔

ان تمام باتوں کی ذمہ داری کئی باتوں پر عائد ہوتی ہے مثلاً۔ جہالت جس کا دوسرا نام ضد ہے۔ کم عقلی۔ غلط فہمی۔ بے صبری وغیرہ وغیرہ۔ زمانہ بدلتا جارہا ہے اور اس کے ساتھ رسم و رواج۔ تمدن و معاشرت ہر چیز میں تبدیلی ہوتی جارہی ہے لیکن ہم ہیں کہ لکیر کے فقیر ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ماحول کے مطابق ہم کو اپنی فطرت میں تبدیلی کرنی چاہئے۔ لیکن ہم پرانی رسوم کے اس سختی سے پابند ہیں کہ زمانہ کی رفتار کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ زمانہ کا اقتضا یہ ہے کہ ہم اپنے شوہروں کے میلانِ طبع کا لحاظ رکھ کر ایسی صورتیں پیدا کریں کہ اپنے افعال اور اعمال سے یہ ثابت کر دیں کہ شوہر کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں چلنا چاہتے لیکن ساتھ ہی اپنے حسن اخلاق وفاجانثاری اور بے لوث محبت سے اُس کو اپنا ایسا گرویدہ بنالیں کہ وہ بھی ہماری مرضی کے خلاف ایک قدم نہ چل سکیں یہی ایک ایسی صورت ہے کہ جس کے ذریعہ ان کو اپنا بنا سکتے ہیں۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اچھی عادتوں والی عورت اگر فقیر کے گھر میں ہو تو اُسے بھی بادشاہ بنا سکتی ہے" ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے عادات و اطوار اور اخلاق کو اس درجہ وسعت دیں کہ ہماری ذات سے ہمارے شوہروں کو ایک جھونپڑے میں بھی بادشاہت یا یوں کہئے کہ جنت کا لطف آجائے۔ ہنری وینٹ کا قول ہے کہ

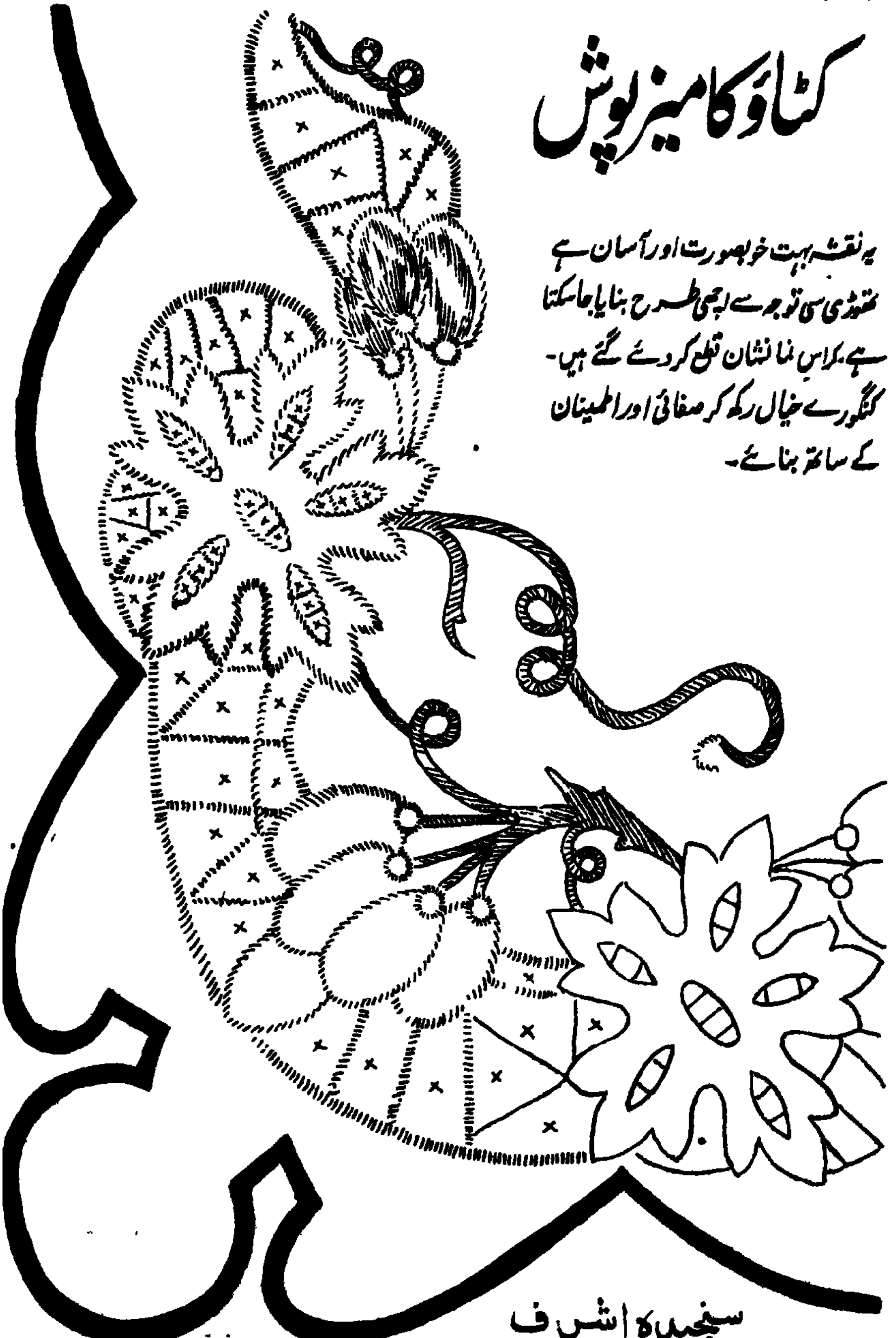
"ایک عالی دماغ عورت کی صحبت ہر مرد کے لئے ایک اچھی چیز ہے"! خدا ہم کو توفیق دے کہ ہم اپنے تئیں اتنا اچھا بنائیں کہ ہمارا وجود ہمارے مردوں کے واسطے باعث مسرت ہو۔ اس واسطے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے ہر لمحۂ زندگی کو اپنی اصلاح میں صرف کریں۔ اگر اس قول کے مطابق کہ "اپنے نفس کی اصلاح سے کبھی غافل نہ رہو" عمل پیرا رہیں تو ہم دنیا کو دکھا سکتے ہیں کہ مارٹن صاحب کا یہ قول صحیح ہے کہ ہر بڑی اور باعظمت چیز کی ابتدا میں ضرور عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

مسز جیلانی۔ منصوری۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۵۹)

گھر کا تیار کردہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ کوئی کمخواب۔ زربفت۔ اطلس کا نہ تھا محض ایک معمولی سوتی غلاف اور ایک ٹیبل کلاتھ کشیدہ کاری کا تھا۔ بلاشبہ یہ ایک معمولی چیز تھی اور اس سے زیادہ خوبصورت و قیمتی بازار سے دستیاب ہوتی ہے لیکن گویا ان کی بے لوث مسرت اور جذبہ خلوص کا بنا ہوا تھا۔ آج عرصہ پانچ سال کا ہو گیا اور یہ خبر نہیں کہ وہ بہن کہاں ہیں اور کیسی ہیں۔ مگر بہن عالم آرا بیگم نے آج تک اسے قدردانی کے ساتھ بحفاظت رکھ چھوڑا ہے۔ ورنہ ایسی کتنی ہی چیزیں ادھر اُدھر ہو جاتی ہیں اور پھر ان کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ آخر ایک سوتی کپڑے کی بساط ہی کیا ہو سکتی ہے۔ بہن موصوفہ یوں تو ہمیشہ اپنے مکان کو آراستہ رکھتی ہیں۔ لیکن جب کسی کو دعوت دیتی ہیں یا کسی معزز مہمان کی آمد کی خبر سنتی ہیں اور آراستگی میں اور بھی اضافہ کرتی ہیں تو اس یادگار قابل قدر تحفہ کو بھی ضرور شریک آرائش بناتی ہیں۔ آنے والے مہمان مرد ہوں یا عورت فطرت انسانی کے بموجب مرغوب نظر چیزوں کے متعلق پوچھ ہی بیٹھتی ہیں جس میں وہ تحفہ [illegible] بھی قابل ستائش ہوتا ہے۔ آخر بہن موصوفہ کو وہی مندرجہ بالا جواب دینا پڑتا ہے۔ پھر متحیر ہو کر وہ بہن بول اٹھتی ہیں کہ عقلا بامشقت بہن آپ نے تو دوست کے پریزنٹ کی خوب ہی قدردانی کی اور آج تک سینت کر رکھا۔ ہاں کیوں نہوان کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔ بے شک ایسی چیزیں نایاب ہوتی ہیں اور واقعی لائق یادگار ہیں۔ نشاط افزا۔ کلکتہ۔

# کٹاؤ کا میز پوش

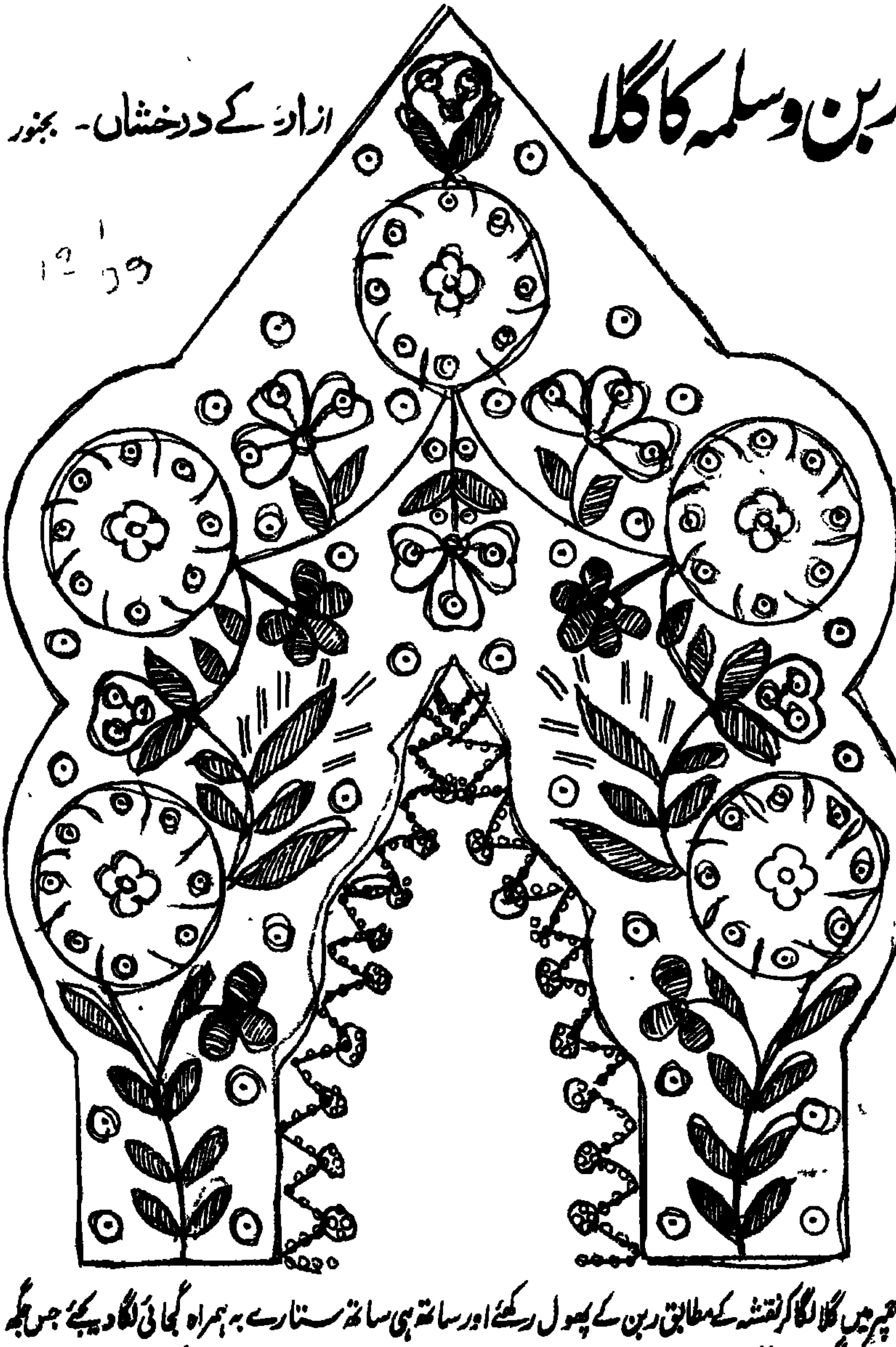


یہ نقشہ بہت خوبصورت اور آسان ہے
تھوڑی سی توجہ سے اچھی طرح بنایا جاسکتا
ہے۔ کراس نما نشان قطع کر دیئے گئے ہیں۔
کنگورے خیال رکھ کر صفائی اور اطمینان
کے ساتھ بنائیے۔

سنجیدہ اشرف

# ربن و سلمہ کا گلا

از آرائے درخشاں - بجنور

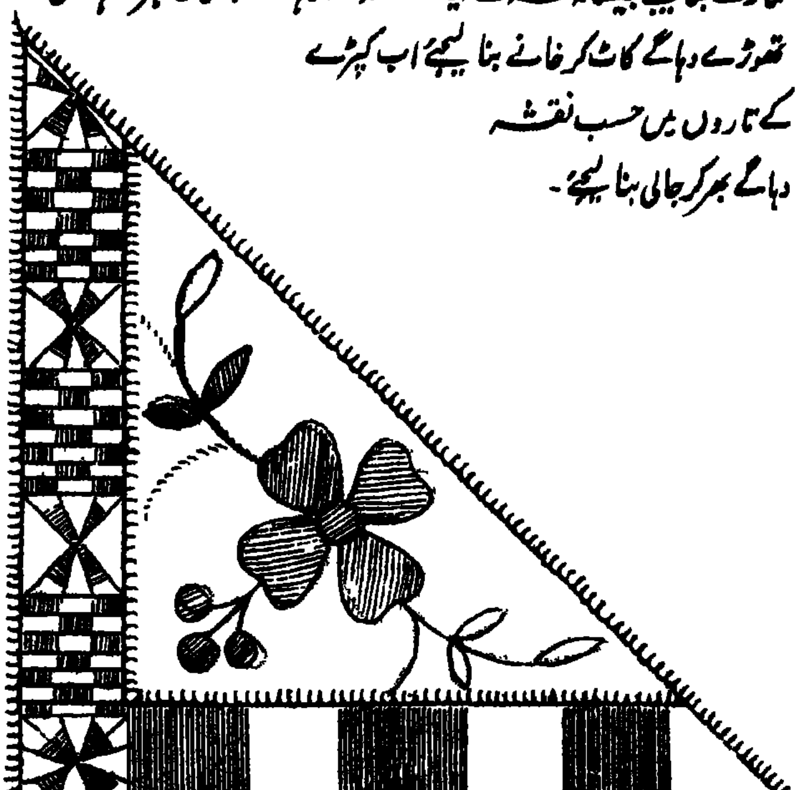


چھپر میں گلا لگا کر نقشہ کے مطابق ربن کے پھول رکھئے اور ساتھ ہی ساتھ ستارے بہ ہمراہ گجائی لگا دیجئے جس جگہ ڈاکٹری چلائی گئی ہے لگا کر پتیاں اور پھول سلمہ سے بنا لیجئے۔ پان ربن سے بنائے جائیں گے۔

# تارکشی میں تکیہ کا غلاف

## ایک نازک کونہ

تارکشی کے کام کا یہ نازک کونہ تکیہ کے غلاف کے لئے موزوں ہے۔
پہلے کپڑے سے دھاگے نکال کر دونوں طرف سے بٹن ہول اسٹیچ سے
کنارے بنا لیجئے جیسا کہ نقشہ کے ایک حصہ سے دھاگے نکالنا ظاہر ہے اسی طرح تھوڑے
تھوڑے دھاگے کاٹ کر خانے بنا لیجئے اب کپڑے
کے تاروں میں حسب نقشہ
دھاگے بھر کر جالی بنا لیجئے۔



اور ان خانوں میں چار چار دھاگے باندھ کر پھول بھر لیجئے کونہ کا درمیانی پھول کشیدہ کاری کے کسی خوش
رنگ دھاگے سے کاڑھیئے کناروں کی طرف سے پٹی موڑ کر ہیم کر لیجئے۔ دوسرے جانب سے ہیم کرتے وقت
[illegible] کا دوسرا حصہ [illegible]

# خانہ داری

جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

## بالوں کی درستی

بال درست رکھنے کے لئے تین اُمور درکار ہیں۔ برش کرنا، مالش کرنا اور تیل یا کوئی اور مرکب لگانا۔ ان تین کاموں کو باقاعدہ جاری رکھنے سے بالوں میں رونق پیدا ہو جائے گی کنگھی کے دندانے صاف ہوں اور ان کے بیچ میں سے ایک ایک دو دو بال بیک وقت گزر سکیں اور بالوں میں سے ذرا مضبوطی سے گزرتی ہوئی آسانی سے نکل جائے۔ برش کے بال سخت نہ ہوں لیکن مضبوط ضرور ہوں۔

ہر صبح اور رات کے وقت تین منٹ تک برش یا کنگھی کریں۔ پھر پوروں سے نرم لیکن مضبوط گرفت سے مالش کریں۔ برش اور مالش سے خون سر میں گھومنے لگتا ہے۔

اگر بال بہت گرتے ہوں یا بہت روکھے ہوں۔ ارنڈی کا تیل دو اونس لے کے اس میں دس اونس بے رم Bay rum ملائیں۔ بہت عمدہ مرکب بن جائے گا اور اُس کے لگانے سے بڑا فائدہ ہوگا۔ دن میں دو مرتبہ چندیا میں خوب جذب کریں۔

چندیا بہت خشک ہو تو سفید موم ۳ ڈرام۔ سپرمیسٹی spirmacetti ۴ ڈرام کھوپے کا تیل دو ڈرام روغن ارنڈی دو اونس ملائیں۔ پہلے سفید موم اور سپرمیسٹی کو پگھلائیں۔ پھر کھوپے کا تیل اور آخر میں ارنڈی کا تیل ملائیں اور اس مرکب کو ٹھنڈا ہو جانے تک ہلاتے رہیں۔

اگر چندیا بہت چکنی ہو تو ایک اونس یوڈی کولون میں نصف اونس وینیگر آف کنتھریڈس vinegar of cantharides اور ۲½ اونس روز واٹر ملائیں۔ پہلے یوڈی کولون میں سرکہ (وینیگر) ملائیں اور پھر روز واٹر۔ صبح اور رات کو لگایا کریں۔

## بچہ کا منہ

جب تک بچہ کے دانت نہ نکل آئیں کوئی منجن پوڈر یا مائع استعمال نہ کی جائے۔ چھاتی سے دودھ پینے والے بچوں کا منہ خود بخود صاف ہو جاتا ہے اور کسی خاص توجہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن صاف کرنا ہو تو کوئی دوا جذب ہوا ہوا کپڑا یا جھرنا کپڑا ایسے پانی سے گیلا کر کے جو اُبال کے ٹھنڈا کر دیا جائے منہ میں پھیر دینا چاہئے۔ دودھی سے جن جن بچوں کو دودھ پلایا جاتا ہے اُن کے مُنہ ضرور اچھی طرح روزانہ صاف کرنے چاہئیں۔ جب دانت نکل آئیں تو کسی صاف ستھرے کپڑے پر دانت صاف کرنے کی دوا ڈال کے آہستہ آہستہ مل دینے چاہئیں، اس کی احتیاط رہے کہ مسوڑے چھل کے خون نہ دینے لگیں۔ دانتوں کا برش ہرگز استعمال نہ کریں کیونکہ مسوڑے بے حد نرم ہوتے ہیں۔ تیسرے چوتھے برس میں برش استعمال کیا جا سکتا ہے۔

## دانتوں کی خوبی

ماہر دندان کے پاس ہر چوتھے مہینے جا کے دانتوں کا معاینہ کرانا ان کی عمر بڑھاتا ہے۔ دانتوں کی طرف سے غفلت حسن و خوبروئی کے لئے زہر ہلاہل ہے۔ ہفتہ میں صرف ایک دفعہ بائی کاربونیٹ آف سوڈا اور لیمون کا عرق مل کے منجن ملیں۔ اگر مسوڑے ڈھیلے ہو گئے ہیں تو پرمنگنیٹ آف پوٹاش کا ایک دانہ گلاس بھرے پانی میں گھول لیں۔ شروع میں ہفتہ میں ایک مرتبہ اس سے زور سے مسوڑے ملیں دو ہفتہ سے زیادہ میں ایسا کیا کریں۔ گرم پانی کے آدھے گلاس میں [illegible] آف مرہ myrrh کے چند قطرے ڈالیں اور اس سے غرغرہ کریں

اور اسے مسوڑوں پر بھی ہلکے ہلکے ملیں۔ مسوڑوں کو آرام آئے گا اور ان میں سختی بھی آجائے گی۔ سانس کی بدبو بھی اس سے جاتی رہتی ہے۔

## جلد کی احتیاط

پانی ہلکا کرنے کی بہت سی دوائیں بازار میں ملتی ہیں۔ نہانے سے پہلے اس کے ملانے سے پانی ہلکا ہوجاتا ہے۔ بائی کاربونیٹ آف سوڈا کی ایک چمچہ بھی پانی کو ہلکا کردیتی ہے۔ سخت پانی میں چونے کے نمک ہوتے ہیں جو صابن سے مل جاتے ہیں اور بدن پر چمٹ جاتے ہیں۔ صابن بھی ضائع ہوتا ہے اور جلد میں بھی چپ چپاہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ پانی ہلکا کرنے سے یہ نقص جاتا رہتا ہے۔

پانی میں بار بار ہاتھ ڈالتے رہنے سے جلد پھٹ جایا کرتی ہے اور صابن و سوڈا جلد کی چکنائی کو دور کرکے جلد کو ترخا دیتے ہیں پانی میں ہاتھ بار بار ڈبونے کے کام سے فارغ ہونے کے بعد کولڈ کریم یا گلیسرین جیلی مل لیا کریں۔

پہلے ہاتھوں کو سہتے سہتے گرم روغن زیتون میں دس منٹ ڈبوئیں۔ پھر نکال کے دس منٹ آہستہ آہستہ ملیں تاکہ جلد کے مساموں میں تیل جذب ہوجائے۔ چمڑے کے دستانے چڑھالیں اور ہتھیلیوں میں ہوا آنے کے لئے سوراخ کرلیں۔ رات بھر دستانے چڑھے رہنے دیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں ہاتھ گدگدے ہوجائیں گے۔

ذراسی ویسلین پگھلاکے جئی کے آٹے کے ایک چمچہ میں ملائیں اور صابن کی بجائے ہاتھوں پر مل لیں۔ اس سے ہاتھ ملائم اور سفید ہوجائیں گے۔

خشک جلد کے مقابلہ میں چکنی جلد کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ خشک جلد کے لئے کوئی لینو لین کریم۔ lanoline cream یا اسی کریم جس میں موم اور روغن زیتون ملا ہوا استعمال کرنا اچھا ہے۔ روز واٹر یا ایلڈر فلاور کے پانی میں گلیسرین ملا کے چکنی جلد کے لئے اچھا لوشن بن جاتا ہے۔

## اصلی سنگھار

جو عورت مصنوعی سنگھار سے اپنے آپ کو خوبصورت ظاہر کرتی ہے ایک طرح وہ اوروں کو دھوکہ دیتی ہے خوبصورت نہیں مگر خوبصورت ظاہر کرتی ہے۔ جب وہ ایک اتنی ہی بات میں اتنا بڑا دھوکہ دیتی ہے تو اور معاملوں میں اس کا کیا حال ہوگا یہ ایک معقول خیال ہے۔ لیکن ایک طرح یہ بھی انتہا پسندی ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ جس حالت میں آدمی ہو اسی میں رہے اور ذرا دخل نہ دے۔ اگر بال بکھر گئے ہیں تو اُن میں تیل لگا کے کنگھی نہ کرے۔ ناخن میلے اور دھندلے ہوگئے ہیں تو انہیں صاف کرکے جلا نہ دے۔ کپڑوں کے رنگوں اور وضع قطع کا ذرا لحاظ نہ کرے۔

بلاشبہ قدرت نے ہر چیز اپنی جگہ پر رکھی ہے لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ چل کے ایک چیز زیادہ خوشنما بنائی جاسکتی ہے تازہ ہوا گہرا تنفس اچھی غذا ورزش صفائی آرام رہنے سہنے کا صحیح طریقہ سوچ بچار کا مناسب انداز پوری نیند وغیرہ اصلی سنگھار کی لوازمات ہیں ہر ایک بجائے خود خوبصورت بنانے میں معاون ہے۔ اگر عورت تندرست رہے اور حفظان صحت کے جملہ اصولوں پر کاربند رہے تو بہترین نمونہ حسن ہے۔ لیکن ہر عورت کے لئے ذراسی آرائش کی ضرورت ہے جو اُسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے گو قدرت کی صنعت میں خوبی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی عورت کے رخساروں اور لبوں میں قدرتی رنگ کافی ہو اور قدرتی روغن اتنا ہو کہ کولڈ کریم غیر ضروری ہوجائے تو بھی اُسے ایسے پوڈر کی ضرورت ہوگی جس سے اس کی جلد کی چمک دمک جاتی رہے اور جلد نرم اور مخملی معلوم ہونے لگے۔ بہت ممکن ہے قدرت نے سرخی ایسی جگہ نہ رکھی ہو جہاں سے وہ بہت خوشنما معلوم ہو اس لئے بعض چہروں کے لئے ہر طرف یا آنکھوں کے نیچے روژ لگانے کی ضرورت ہوجاتی ہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ خوبصورت عورت نظروں کے سامنے ہے اور جب اس کے خد و خال پر غور کیا جاتا ہے تو وہ مکمل نہیں معلوم ہوتے۔ ممکن ہے اس میں شخصیت کو دخل ہو اس کی سیرت و مزاج کا اثر ہم پر پڑتا ہو۔ ایک عورت حُسن کے باوجود محض بدمزاجی یا ایک بدنما تیوری سے خوبصورتی کے دائرہ سے خارج ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحت کو اس معاملہ میں بڑا دخل ہے۔ بلاشبہ سنگھاری چیزیں نقائص کو پوشیدہ کر سکتی ہیں مگر اُن میں پائداری نہیں۔ ہمیں جڑ کی فکر کرنی چاہیئے۔ ہم قدرت کی اس معاملہ میں امداد کر کے حسن کو بڑھا چڑھا سکتے ہیں۔

صبح کے وقت ایک سنگترہ یا انجیر یا سنترے پانی کا ایک گلاس یا ناشتہ کے وقت انگور رنگ نکھارنے کا بہت عمدہ نسخہ ہے ہمیں سب سے پہلے صحت کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

## روژ کا انتخاب

روژ فرانسیسی لفظ ہے جس کے معنے سرخی کے ہیں۔ یہ مختلف شکلوں میں دستیاب ہوتا ہے اور اس طرح مختلف طریقوں سے چہرہ پر لگایا جاتا ہے۔ اس کے لگانے سے گالوں میں شباب کی سی سُرخی آجاتی ہے۔ عام طور سے یہ گول ٹکیہ کی صورت میں ملتا ہے جسے ملائم (شیمو) چمڑہ پر رگڑ کے گالوں پر لگا لیا جاتا ہے۔ پنگ پوڈر میں ذرا سا صمغ عربی ملا کے یہ ٹکیہ بنائی جاتی ہے۔ یہ مختلف رنگ کی ہوتی ہے تاکہ وہ گوری سانولی اور درمیانی رنگت کی جلدوں پر ٹھیک بیٹھ سکے۔ اس کا رنگ پائدار نہیں ہوتا۔ دوسری قسم ٹکوئی کی صورت میں ملتی ہے۔ یہ وہی چیز البتہ ذرا سا بادام روغن یا گلیسرین اس میں ملی ہوئی ہوتی ہے۔ تیسری قسم مائع صورت میں ہے۔ اس سے دھبّہ لگایا جاتا ہے۔ مگر یہ نقص رہ جاتا ہے کہ وہ ہموار نہیں لگتا۔ روژ لیا جائے تو یہ دیکھ بھال کے لیا جائے کہ اس میں کوئی زہریلی چیز تو نہیں ہے۔ مثلاً شنگرف vermilion جو ایک قسم کا پارہ ہے چمک دار سرخی پیدا کرتا ہے۔ اس میں رال resin یا سفید سیسہ flake-white ملا کے گہرا یا ہلکا رنگ کا کیا جاتا ہے۔ شنگرف بھی زہر ہے اور موخرالذکر دونوں تو اس سے بھی زہریلی چیزیں ہیں اور جلد کو سخت نقصان دیتی ہیں۔ اچھے اچھے روژ میں قرمزی carmine ملایا جاتا ہے۔ جو روژ لیا جائے اُس میں تین باتیں ہوں۔ بے ضرر ہو۔ اصلی رنگ کی سی خوبی ہو اور پائدار رنگ آتا ہو۔

## خانگی ٹوٹکے

چاندی کے برتن پر اگر دھبّے پڑ جائیں تو تھوڑی سی ویسلین سارے پر چپڑ دیں اور ۲۴ گھنٹے لگی رہنے دیں۔ پھر صابن ملے ہوئے گرم پانی سے دھو کے خوب سکھالیں اور چاندی کے کسی پالش سے جلا دے دیں۔

چھتریاں کس کے بند نہ کی جائیں۔ انہیں یوں ہی ڈھیلا اور کھلا رکھ دینا چاہیئے کیونکہ کسنے سے اس میں سوراخ پڑ جاتے ہیں اور کپڑا تڑخ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تہ کے مقامات بھی پھٹ جاتے ہیں۔

پسینہ کے دھبّے صابن سے دُور نہیں ہوتے بلکہ کپڑے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ کپڑا آدھ گھنٹے تک گرم پانی میں تھوڑا سا امونیہ ڈال کے بھگوئیں۔ نچوڑ کے بعد دیکھیں کہ داغ دور ہوا یا نہیں۔ اگر بالکل دُور نہ ہوا ہو تو لیموں کا عرق ذرا سا اس پر نچوڑ دیں اور پھر صاف گرم پانی میں سے نکال لیں۔ آخر میں معمولی طریقہ سے دھو ڈالیں۔

سنگترہ گرم پانی میں چند منٹ بھگو دیں۔ باہر کے چھلکے کے ساتھ ساتھ پھانکوں کا چھلکا بھی اُترتا چلا جائے گا۔

گالوں میں اگر گڑھے پڑے ہوں تو ٹھنڈے پانی سے گیلے کر کے کسی نرم تولیہ سے ذرا دبا دبا کے گڑھے کی جگہ گولائی میں مالش کریں۔ اس سے خون اُبھر کے پھٹوں میں جان ڈال دے گا اور اُمید ہے کہ گڑھے بھر جائیں گے۔ یہ عمل تجربہ کے قابل ہے۔

سینے یا بُننے سے پہلے ہاتھوں میں تھوڑا سا ٹیلکم پوڈر مل لینا چاہیئے۔ اس سے ہاتھ آرام سے اور تازہ رہیں گے اور کام صاف ستھرا ہو گا۔ حمیدہ ظفر

# بریانی

محترمہ بیگم نجم الحسن صاحب تھانہ کنٹر ایہ نے عمدہ بریانی پکانے کی ترکیب دریافت کی ہے۔ ہمارے یہاں حسب ذیل ترکیب سے بریانی پکتی ہے جو نہایت لذیذ ہوتی ہے۔

گوشت چکنا عمدہ۔ سوا سیر۔ چاول پرانے ہیں۔ سوا سیر۔ گھی۔ ڈیڑھ پاؤ۔ پیاز۔ آدھ پاؤ۔ ادرک۔ تولہ بھر لہسن۔ تولہ بھر۔ الائچی خورد۔ ۶ ماشہ۔ زعفران۔ ایک ماشہ۔ عرق کیوڑہ۔ ۲ تولہ۔ عرق گلاب۔ ۲ تولہ۔ تیز پتے۔ ۶ یا عدد دار چینی ۲ ماشہ لونگ ۲ ماشہ۔ مرچ سیاہ۔ ۲ ماشہ۔ دہی۔ ایک چھٹانک۔ نمک۔ حسب ضرورت۔

اگر صبح بریانی پکانی ہو تو رات سے چاول بھگو دیجئے پرانے چاول بھیگکر عمدہ پکتے ہیں۔

تین حصہ پیاز اور سب ادرک لہسن پیس لیں۔ باقی ایک حصہ پیاز کاٹ کر گھی میں سُرخ کریں۔ جب سرخ ہو جائے تو صرف پیاز کسی اور برتن میں نکال کر رکھ دیں گھی پتیلی ہی میں رہنے دیں۔ اب پسا ہوا مصالحہ پیاز لہسن ادرک اسی گھی میں ڈال دیں اور نمک صرف اس قدر کہ گوشت نمکین کرنے کو کافی ہو۔ دار چینی لونگ مرچ سیاہ اور الائچی میں سے ہر ایک چیز آدھی آدھی ڈال کر تھوڑی دیر چلا کر دو چائے کی پیالی پانی ڈالیں یعنی تقریباً آدھ سیر۔ اور پھر چپنی ڈھانک کر دھیمی آنچ پر رکھ دیں جب خوب گل جائے تو سُرخ کی ہوئی پیاز دہی میں ملا کر پیس کر ڈال دیں اور بھونیں جب سُرخ ہو جائے تو آدھی پیالی پانی ڈال کر دھیمی آنچ پر رکھیں۔ جب پکنے لگے تو نیچے اُتار کر گھی کسی دوسرے برتن میں نتھار لیں۔ اب یہ بریانی کا قورمہ تیار ہو گیا۔

پھر ایک بڑی پتیلی میں چھ سیر (چوبیس پیالی) پانی اور تمام مصالحہ الائچی خورد دار چینی، لونگ، سیاہ مرچ، تیز پتے، اور نمک ڈال کر خوب تیز آنچ پر رکھ کر کھولائیں۔ پھر نمک چکھ کر دیکھیں اگر ذائقہ سے کم ہو تو اور ڈال دیں اور زیادہ ہو تو تھوڑا پانی بڑھا دیں جب بالکل آپ کے ذائقہ کے مطابق ہو جائے تو چاولوں کا پسا کر سب اس گرم ادہن میں ڈال دیں اور چپنی ڈھانک کر پکنے دیجئے گل جائیں اور کوئی کنی وغیرہ باقی نہ رہے۔ تو اس وقت کسی صاف کپڑے کو سینی میں بچھا کر اس پر چاول اُلٹ دیں پھر چاروں کونے پکڑ کر ہلائیں جب سارا پانی ٹپک جائے تو آدھے چاول پھر پتیلی میں ڈال دیں اُوپر سے آدھا قورمہ بھی پھیلا دیں اور اُوپر سے آدھا قورمہ بھی پھیلا دیں۔ اب پھر باقی چاولوں میں سے آدھے ڈال کر باقی کا سب قورمہ ڈالئے اب جتنے چاول باقی ہوں وہ سب اس طرح اوپر سے لگائیں کہ قورمہ کہیں سے بھی نظر نہ آئے پھر زعفران کیوڑہ گلاب میں حل کر کے اوپر اوپر ڈال دیں۔

اس کے بعد گھی آدھا ڈال دیں۔ پھر ایک کپڑا بھگو کر نچوڑ کر چار تہ کر کے پتیلی کے منہ پر ڈھانک دیں اس کے اوپر چپنی رکھ دیں اب پتیلی کو بھوبل پر رکھ دیں آدھ گھنٹہ بعد کھانے کے قابل ہو جائے گی۔ پلیٹوں میں نکالنے سے پہلے وہ بچا ہوا گھی بھی ڈال دیں۔

یہ بورانی کے ساتھ بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اس کی ترکیب یہ ہے کہ پاؤ بھر دہی میں تین چار جوے لہسن ایک سُرخ مرچ ماشہ سفید زیرہ، نمک حسب ذائقہ پیس کر ملا کر آٹا چھاننے کی چھلنی میں چھان لیں پھر بریانی میں ملا کر نوش فرمائیں۔

خاکسار ظفر سلطان۔

# سیربین

## مختلف رنگوں کا اثر

جسم کے رنگ کا اثر سر کے بالوں تک پر ہوتا ہے۔ بہت گوری عورت کے بال سنہرے اور سانولی کے سیاہ ہوتے ہیں۔ بعض عورتوں کے بال لال ہوتے ہیں۔ گوری کے سر کے بالوں کی تعداد کا اندازہ ۱/۲ ۱ لاکھ ہے۔ سانولی کے اسّی ہزار اور ایک لاکھ ۳۰ ہزار کے درمیان۔ لال بالوں والی کے ۵۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہوتے اور ۲۵ ہزار بھی ہوتے ہیں۔ بالوں کی اتنی کم تعداد کی وجہ سے وہ گنجی نہیں معلوم ہوتی بلکہ سر کے بال گھنے ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ وہ موٹے ہوتے ہیں۔

سنہرے لال بالوں والی عورتوں کو جلدی بیماریاں بمقابلہ سیاہ مُو کے زیادہ ہوتی ہیں۔ اور گلے ناک اور پھیپھڑوں پر جراثیم کے اثرات زیادہ قبول کر لیتی ہیں۔ سانولی کے مقابلہ میں انہیں زکام جلد جلد اور آسانی سے ہو جاتا ہے۔ سانولے بچوں کو ام الصبیاں اور بھینگے پن کا زیادہ خطرہ رہتا ہے اور سانولی عورت پر سوزش گٹھیا کا شکار ہو جایا کرتی ہے۔ گورے بچے ام الصبیاں سے عموماً بچے رہتے ہیں۔

گوری عورت غصہ یا غم میں اپنی محبت کرنے والوں یا عزیز قریب کو مار ڈالنے کا میلان رکھتی ہے۔ اور سانولی اپنی مشکلات کا حل خودکشی کو سمجھتی ہے۔ گوری عورت کو سرد مہر بے جذبہ اور منصوبہ باز اور سانولی کو غصہ ور فیاض لیکن عموماً غمگین کہا جاتا ہے۔ لال بالوں والی عورتیں غضب ناک اور مائل بہ غصہ ہوتی ہیں۔

غصہ اور حسد کی حالت میں گوری کا رنگ کھنچ جانے کی وجہ سے اس کی جلد سبز معلوم ہونے لگتی ہے بالکل سبز رنگ کی کھال باریک ہوتی ہے ایسی ہی حبشی کی باریک ہوتی ہے چینی اور جاپانی کی جلد موٹی ہوتی ہے۔ ان کا رنگ زرد ہوتا ہے۔

## روسی عورتیں

زار کے زمانہ میں روسی عورت غلام تھی۔ کنوارپنے میں باپ کی غلامی میں رہتی۔ بیاہ ہونے کے بعد وہ شوہر کی لونڈی ہوئی۔ جس طرح چاہتا رکھتا۔ وہ جو کماتی شوہر کا ہوتا۔ شوہر خراب ہوتا تو اس سے کسی طرح پیچھا نہ چھڑا سکتی۔ وہ چلی جاتی تو شوہر پولیس کی مدد سے اس کی تلاش کرا سکتا تھا اُسے سیاسی اور مدنی حقوق حاصل نہ تھے۔ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر مزدوری پر کام نہ کر سکتی تھی۔ اب حالت یہ ہے کہ گھر کا کام کاج ہلکا کر دیا گیا ہے۔ شہروں میں ایک عام دھوبی خانہ اور ایک باورچی خانہ ہے جس میں سب کا کام ایک جگہ ہوتا ہے۔ انہی کاموں میں عورتوں کا وقت زیادہ صرف ہوتا تھا اب وہ سارا کا سارا وقت بچنے لگا ہے جسے وہ دیگر کاروبار، مطالعہ یا آرام فرصت کے لئے استعمال کر سکتی ہیں۔ مدرسوں میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اُن کے بچوں کی پرورش حکومت کے ذمہ ہے۔ عورت جانتی ہے کہ بچہ کی مستقبل کا اُسے کچھ فکر نہیں۔ یہ حکومت کے ذمہ ہے۔ کارخانوں میں اُسے مردوں کے برابر مزدوری ملتی ہے پہلے زمانہ میں عورتوں کو بہت کم مزدوری ملتی تھی اس لئے کارخانوں میں عورتیں ہی کام کیا کرتی تھیں۔ اب ماں بننے والی ہر عورت کو ۱۶ ہفتہ کی چھٹی ملتی ہے اور دودھ پلانے کے زمانہ میں کھانے پینے کے وقفہ کے علاوہ ہر تین گھنٹہ کے بعد آدھ گھنٹہ کا وقفہ بچہ کو دودھ پلانے کے لئے ملتا ہے۔ اور یہ وقت مزدوری کے اوقات میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کی بھی مزدوری ملتی ہے۔ صنعت و حرفت اور زراعت میں بھی عورتیں خوب کام کر رہی ہیں۔ روسی حکومت کا مقولہ یہ ہے کہ انسان کی حالت درست کرنے کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے مالی کسی پودے کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اسے سینچتا رہتا ہے۔

## مکڑیاں

جنوبی امریکہ کے ملک برازیل میں چوہے کے برابر مکڑیاں ہوتی ہیں اور بچے انہیں پکڑ کے ڈورے سے باندھ لیتے ہیں اور پیچھے پیچھے لئے پھرتے ہیں۔ وہیں ایک ایسی مکڑی بھی پائی جاتی ہے جو پرندوں کا شکار کرتی ہے۔ اس کا جالا اس قدر موٹا اور مضبوط ہوتا ہے کہ پرندے اُس میں پھنس جاتے ہیں۔

مکڑیوں کی آٹھ ٹانگیں ہوتی ہیں اور کسی کی دو کسی کی چھ اور کسی کی آٹھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ کوئی آنکھ آگے دیکھتی ہے کوئی اِدھر اُدھر مگر حد نگاہ صرف چند انچ ہوتی ہے۔ بعض مکڑیاں انڈے دے کے یونہی چھوڑ دیتی ہیں اور بعض بیٹھ کے سہ لیتی ہیں۔ بھیڑیا مکڑی ایک تھیلیہ میں انڈے دے کے اسے کمر پہ لئے پھرتی ہے اور مر جاتی ہے لیکن تھیلیہ لینے نہیں دیتی۔ بچے نکل کے کمر پر سوار رہتے ہیں اور جب تک اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہیں ہو جاتے وہ انہیں کمر پہ ہی لئے لئے پھرتی ہے جب اُن میں طاقت آ جاتی ہے تو اس کی طبیعت میں فرق آ جاتا ہے۔ اگر وہ ذرا اور بھی رک جائیں تو وہ پھر اُنہیں ہڑپ کر جاتی ہے اس لئے بچے عموماً اس وقت سے پہلے ہی الگ ہو جاتے ہیں۔

مادہ مکڑی نر پر غالب ہوتی ہے۔ وہ قد میں بڑی اور طاقتور اور ذہین ہوتی ہے۔ دونوں اس بات کو جانتے ہیں۔ نر اس کے جالے کے پاس آ کے عجیب قسم کا ناچ ناچتا ہے۔ پھر جالے کے پاس آ کے ایک تار کو چھوتا ہے اور چپ چاپ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تھرتھراہٹ سے مادہ کو خبر ہو جاتی ہے۔ وہ تندی سے باہر نکلتی ہے۔ اگر نر میں صبر و استقلال ہوتا ہے تو کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ بے ہمت ہوتا ہے تو وہ اُس پر جست کر کے اُسے چٹ کر جاتی ہے۔

## آتش فشاں پہاڑ

اب زمین اس قدر ٹھنڈی ہو گئی ہے کہ مٹی کی تہیں مضبوطی سے قایم ہو گئی ہیں مگر اکثر مقامات پہ اندر جا کے دباؤ پڑنے سے اس قدر حرارت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہاں کی دھاتیں پگھل کے جھیلوں کی شکلوں میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ اگر کہیں زمین میں سوراخ ہو جائے تو وہ باہر نکل آتی ہیں اور یہی پہاڑ کی آتش فشانی کہلاتی ہے بہت سے پہاڑ ایسے ہیں کہ اُن پر سبزیاں اُگی ہوئی ہیں۔ یا پانی کھڑا ہے آس پاس شہر آباد ہیں۔ کسی قسم کا خطرہ نہیں پایا جاتا۔ اچانک پہاڑ پھٹ پڑتا ہے۔ آتش فشاں پہاڑ میں جو چوٹی پر آتشیں مادہ نکلنے کے سوراخ بن جاتے ہیں اُنہیں جوالا مکھی کہا جاتا ہے۔ ان سوراخوں سے پگھلی ہوئی سرخ دھاتیں گرم ریت دھواں پانی چٹانیں نکل پڑتی ہیں۔

دُنیا کے مختلف حصوں میں چھ سات سو آتش فشاں پہاڑ ہیں جن میں سے اب صرف ۲۷۰ سرگرم آتش فشانی رہتے ہیں۔ بعض پہاڑوں کے خاموش اور آگ برسانے کے وقت مقرر ہیں۔ کوہ وسووی اس وہ ہزار برس خاموش رہا اس عرصہ میں اس میں جگہ جگہ اُوپر تلے سبزہ ہی سبزہ اُگی ہوئی تھی۔ اچانک سیاہ دھوئیں کا ایک ستون اس میں سے بلند ہوا جو پھیل کے ایک دیوہیکل صنوبر کے درخت کی شکل بن گیا بعد میں دھماکے پر دھماکے ہوئے اور چاروں طرف جھلسا دینے والی راکھ برسنے لگی اور صرف ایک رات میں پمپیائی کا بڑا شہر تباہ و برباد ہو گیا۔

کراکوٹا کاٹرا اور جاوا کے بیچ میں دو تین جزیروں کا مجموعہ تھا جو درحقیقت ایک ۱۸ ہزار فٹ بلند پہاڑ کا حصہ تھا۔ ان کا محیط ۲۵ میل تھا۔ یہ پہاڑ کسی زمانہ میں پھٹ چکا تھا اور اس کی چوٹی غائب ہو چکی تھی اور پہاڑ کے بھی ٹکڑے ہو گئے تھے جو جزیروں کی شکل میں قائم ہو گئے تھے۔ سنہ ۱۶۸۰ء کے بعد کوئی آتش فشانی نہیں ہوئی۔ سارے جزیرہ میں سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ البتہ گرم پانی کے چشموں سے اندازہ ہوتا تھا کہ جڑ میں حرارت موجود ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں زلزلے آنے لگے اور وقتاً فوقتاً تین سال تک آتے رہے پر اتنا پہاڑ اب تک خاموش تھا۔ مئی سنہ ۱۸۸۳ء میں سو میل پرے کے دو شہر والوں نے توپ خانہ کی سی آوازیں سنیں۔ اگلے روز ایک گزرتے ہوئے جہاز کے

کپتان نے دیکھا کہ کراکوٹہ سے بخارات چھ سات میل بلند اٹھ رہے ہیں یہ سلسلہ تین ماہ تک قایم رہا لیکن پھر بھی کوئی خدشہ بظاہر نظر نہ آتا تھا۔ ۲۰ اگست کو اچانک اس میں بہت تیزی آگئی۔ یہ ہمارا جزیرہ ۱۷ میل بلند بخارات کے بادل میں چھپ گیا۔ چند روز کے عرصہ میں جزیرہ کا زیادہ حصہ ایک ہزار فٹ کے عمق تک پھٹ گیا اور دہماکہ اس زور کا تھا کہ پہاڑ سے ۲۵۰ میل تک پتھر اور راکھ گری اور آسمان پر اس قدر راکھ چھائی ہوئی تھی کہ سو میل تک کے شہروں میں بالکل اندھیرا ہو گیا سمندر پر بھی اثر پڑا۔ ایک بڑی مدوجزر کی لہر اٹھ کے سمندر میں پہنچی اور اس کا اثر رود بار انگلستان تک جا پہنچا۔ کراکوٹہ کے پاس کے ساحل پر سو فٹ سے زیادہ بلند لہر نے ٹکر لگائی۔ بہت سے گاؤں بہ گئے اور ۳۶ ہزار آدمی ڈوب گئے اور جہاز پہاڑوں کی وادیوں میں زمین پر چڑھ گئے۔ نہایت باریک ریت آسمان میں ۲۵ میل بلند ہوئی اور ہوا نے اس ریت کو دنیا کے ہر حصہ میں پہنچا دیا۔

جب آتش فشاں پہاڑ قیامت خیزی پر آتا ہے تو پہلے گڑگڑاہٹ کی آوازیں آیا کرتی ہیں اور زلزلے بھی آتے رہتے ہیں لیکن بعض پہاڑ ان علامات کے بغیر ہی پھٹ پڑتے ہیں اور یک لخت دہوئیں کا ایک ستون آسمان کی طرف اٹھنے لگتا ہے اور وہ دہواں ٹھنڈا ہو کے پانی کی صورت میں زمین پر گرنے لگتا ہے۔ بھاپ کے ساتھ ساتھ مختلف گیسیں ہوتی ہیں۔ بعد میں پتھر چٹانیں اور راکھ برسنے لگتی ہے عموماً بھاپ کو لوگ دہواں سمجھتے ہیں اور جب اس کے ساتھ ساتھ لال انگارہ پتھر نکلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آگ اور دہواں باہر نکل رہے ہیں ۱۹۲۳ء میں کوہ اتنا سے سو دن میں اس قدر بھاپ نکلی کہ ایک جھیل ۴ ہزار گز لمبی اور ۷ سو گز چوڑی اور دس گز گہری بن سکتی ہے

ہوائی میں ایک پہاڑ مونا لوا ہے جو ایسے پہاڑوں کا بادشاہ کہلاتا ہے کیونکہ سب سے بڑا اور غضبناک ہے اس میں دو چولہا کمیاں ہیں۔ ایک کا قطر چوٹی پر ایک میل سے زیادہ ہے اور دوسری کے دامن کا محیط سات میل ہے۔ دونوں اگنڈا یعنی پگھلی ہوئی دھات اگلتی رہتی ہیں۔ دوسرے پہاڑوں کے مقابلہ میں یہ صرف لاوا ہی اگلتا ہے۔ ایک سب سے بڑا ابال ۱۸۶۸ء میں آیا تھا۔ لاوا اگل کے پارہ سے دو فٹ کی گہرائی میں دو تین میل تک چشمہ کی شکل میں بہتا چلا گیا تھا۔ کہیں جھیل کہیں دریا کی شکل میں آگ کا چشمہ چار دن میں تیس میل چل کے پچاس فٹ اونچی چٹان سے سمندر میں خون کی سی سرخ لہر کی صورت میں گرا۔ تین ہفتہ تک یہ دھار سمندر میں گرتی رہی اور ساحل کے قریب بیس میل تک کا پانی اس قدر گرم ہو گیا تھا کہ کروڑوں مچھلیاں مرگئیں۔ لاوا کی سرخی اس قدر تیز تھی کہ جہازوں کو سو سو میل پرے سے اس کی دہکتی ہوئی روشنی نظر آتی تھی۔

فرانسیسی غرب الہند جزیرہ مارٹینیک کے پہاڑ پیلی نے ۱۹۰۲ء میں سخت نقصان کیا تھا۔ کسی قسم کی کوئی علامت ایسی ظاہر نہیں ہوئی کہ لوگ بھاگ جاتے۔ شروع میں یہ راکھ اور بھاپ نکالتا رہا لیکن صدیوں سے اس قسم کی برانگیختگی سے کوئی نقصان نہ ہوا تھا اس لئے اس دفعہ بھی اسے معمولی سمجھا گیا لیکن ایک روز انہیں خطرہ کا احساس ہوا کیونکہ گلیاں اور باغ راکھ سے سفید ہو گئے تھے اور زہریلی ہوا سے پرندے مرگئے تھے۔ پہاڑ کے پہلو میں ایک جھیل تھی ایک طرف سے وہ اچانک پھٹی اور کیچڑ کے سیلاب نے کھانڈ کے ایک کارخانہ کو دبا لیا اور ۳۰ مزدوروں کو دم گھونٹ کے مار ڈالا۔ بہت سے شہر والے یہ واقعہ سن کے بھاگے۔ تین دن بعد بھاپ اور جلتی ہوئی چیزوں کا ایک سیاہ بادل نکلا جس نے شہر میں آگ لگا دی اور سارے باشندوں کو جن کی تعداد ۳۰ ہزار تھی دم گھونٹ کے مار ڈالا۔ صرف ایک حبشی بچا جو ایک قید خانہ کی کوٹھڑی میں بند تھا۔ یہ ساری قیامت راکھ نے توڑی۔ نہ لاوا تھا نہ کیچڑ۔ بھاپ کا جھونکا ۲۰۰ فی گھنٹہ کی رفتار سے درختوں کو اکھاڑتا چٹانوں کو توڑتا اور ٹھوس مکانوں کو پاش پاش کرتا نکل پڑا تھا۔

**زلزلے** اطالیہ میں اپی نائن کے خطہ میں زلزلے دن میں ایک سے زیادہ کی اوسط سے آتے رہتے ہیں۔ گویا سال بھر میں ان کی اوسط ۴۳۰ ہوتی ہے۔

ایک مبصر نے تحقیقات کے بعد لکھا ہے کہ زلزلے سال کے بعض مہینوں اور دن کے بعض حصوں کو اپنے لئے منتخب کر لیتے ہیں۔ جولائی ان کا پسندیدہ مہینہ ہے۔ اس کے بعد اگست ستمبر اور جنوری کا نمبر ہے۔ ان کے مقابلہ میں رات کو زیادہ قیامت ڈھاتے ہیں۔ ان کا پسندیدہ تباہی کا وقت آدھی رات اور صبح کے چار بجے کے درمیان ہے۔ یاد ہوگا کوئٹہ کا تباہ کن زلزلہ بھی ایسے ہی وقت آیا تھا۔

## پھلجھڑیاں

آنکھوں کے ایک ماہر نے بتایا ہے کہ ہوائی سفر بینائی کے لئے نہایت مفید ہے کیونکہ نظر دُور دراز اُفق رہنے کی وجہ سے بار سے محفوظ رہتی ہے۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جس پر نظر جم کے تھک جائے۔ اسی طرح سمندر کے سفر بھی اکثر بینائی کے لئے مفید سمجھے گئے ہیں۔

محمد غازی ایک مصری نوجوان مستری سات سال ہوئے ایک مکان کی چھت پر سے کام کرتا ہوا گر پڑا اور سر میں چوٹ آئی۔ اس وقت سے برابر اُس کا قد بڑھنا شروع ہوا۔ شروع میں اس کا قد چھ فٹ تھا اور تین سال میں ۹ فٹ ہو گیا۔ اس وقت دنیا کا سب سے لمبا آدمی ہے۔

انگلستان میں دو سال ہوئے بڑے بڑے مصنفوں کی کتابوں کے چار چار آنے والے ایڈیشن چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ یہ اس قدر مقبول ہوا کہ اب تک ایک کروڑ سے زیادہ جلدیں بک چکی ہیں۔ اب شکسپیر کی کتابیں بھی اسی سستے نرخ سے بیچنے کا ارادہ کیا گیا ہے۔

دُنیا کی سب سے بڑی نہر لینن گراڈ سے چین کی سرحد تک ۴۵ ہزار میل کی لمبائی میں بہتی ہے۔

اُونٹ پانی میں تیر نہیں سکتا اور کوئی پرندہ اُلٹی طرف نہیں اُڑ سکتا۔

روشنی کی رفتار فی سکنڈ ۱۸۶۳۰۰ میل اور خشک ہوا میں آواز کی رفتار فی سکنڈ ۱۱۲۰ فٹ اور پانی میں ۴۸۶۰ فٹ اور فولادی تار میں ۱۷۱۳۰ فٹ ہے۔

جو سانپ انڈے دیتا ہے زہریلا نہیں ہوتا۔ اس کا خون سرد ہوتا ہے اور جو بچہ ہی دیتا ہے وہ زہریلا ہوتا ہے۔ اور اس کا خون گرم ہوتا ہے۔

مینڈک چمگادڑ اور سانپ اور جانوروں کے مقابلہ میں زیادہ عرصہ تک بے خوراک زندہ رہ سکتے ہیں۔

محمد ظفر

# محترمہ خدیجہ بائی صبا کا انتقال

سیٹھ محمد آپا صاحب کے خط سے جو درج ذیل کیا جاتا ہے ہمیں یہ معلوم ہوکر دلی رنج و ملال ہوا کہ ان کی ہمشیرہ دستکار خواتین کی محسن اور عصمت و جوہر نسواں کی معاون خصوصی محترمہ خدیجہ بائی کا لاہمبی کو انتقال ہوگیا مرحومہ بہن خدیجہ بائی صاحبہ ملک کی مایہ ناز دستکار بیبیوں میں سے تھیں مختلف قسم کی زنانہ دستکاریاں میں انھیں کمال حاصل تھا۔ انھوں نے کئی سال تک خاتون اکرم عصمتی انعام اور زنانہ نمائشوں سے طلائی تمغے حاصل کیے تھے دستکار خواتین کے لیے انھوں نے گلبانے رومال اور سلمہ ستارہ کا کام جیسی مفید اور مقبول کتابیں مرتب کیں اور بمبئی میں انجمن اصلاح نسواں قائم کی۔ انھوں نے اپنی بہنوں کی جو خدمات انجام دیں وہ بہت گراں قدر اور شاندار ہیں۔ افسوس ایسی قابل بی بی کو موت نے ہم سے چھین لیا۔ ہمیں مرحومہ کے خاندان سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اور خدا تعالےٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ مرحومہ بہن کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ عصمتی بہنیں بھی دعائے مغفرت کریں۔

رازق الخیری

خواہری عزیزہ بانی خدیجہ بائی مولفہ سلمہ ستارے کا کام و گلبانے رومال اہلیہ سیٹھ عبدالرزاق آدمیری بمبئی ایک عرصہ سے شکم میں ٹیومر ہونے کے باعث پریشان اور تکلیف میں تھیں ڈاکٹری آزمائش اور دوائے سے طے پایا کہ اس کو عمل جراحی سے خارج کر دیا جائے۔ اس سے پہلے متعدد ڈاکٹروں کی رائے ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اگر یا اور خیر خواہ بہن کی زندگی ... [illegible] ... ہر حال میں کامیاب ... [illegible] ... سے گذر سکے ... دن ٹانکے کھلنے والے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ٹانکے پرست ہوگئے۔ ڈاکٹروں نے دوبارہ ٹانکے دیئے اور کوشش میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ مگر نتیجہ اچھا ثابت نہ ہوا۔ اسی دن اذان عصر ... بوقت عصر اس دار فانی سے عالم جاودانی کو کوچ کر گئیں۔ نوحہ صد ہزار افسوس ایک گوہر بے بہا ہمارے خاندان سے ... ہوگیا مگر مرضی الٰہی کے آگے کوئی چارہ نہیں۔ — پریشان دل بھائی محمد آپا غفرلہ

# ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے مندرجہ ذیل مضامین عصمت میں شائع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا مرحون ٹکٹ اگر کا ٹکٹ آنے پر مضمون نگار ذیل کو واپس کئے جا سکتے ہیں۔ ۱۵ جون کے بعد ضائع کر دئے جائیں گے

وٹامن۔ دال مونگ بلا پانی۔ رتیب۔ محترمہ تہنیت ... از بنگلور۔ میری شاندار خصتی بیتقہ بی کی زبانی۔ سندرس ... (افسانہ) بیش بہا موتی۔ اقتباسات تجربات راز اگرہ ... بچپن۔ تمہاری ناسمجھی یا میری ہٹ دھرمی۔ راگ محبت نفیس بھابی کا خط۔ زمانہ ماضی کی یاد۔ ایک گاؤں کے مکتب کی سیر۔ زنانہ تربیت۔ سہرا اجڑا دآباد ... سائنس کے کرشمے۔ یہ دنیا بسیرا ہے دو دن کا۔ خدا شناسی بیت المال رفیقہ حیات (نظم) سوگوار بیوی۔ شمع قبر سالگرہ تاریخ آصفیہ کا یادرش۔ آہ جمیلہ۔ تخیلات حالات جنات مسلم عورت اسلام کی نظر میں۔ مولوی صاحبان سے سوال میرے جذبات۔ قرآن اور احادیث کے ... پہننے کا نتیجہ ... [illegible] ... بادشاہ ... [illegible]

[illegible]

# بزمِ عصمت

[illegible]ت میں صرف وہی خطوط درج کیے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جس میں رسالے کے انتظامی امور یا مضامین کے بارہ میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے بنا بنا کر لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

بہن ایم کے نے مئی کے بزم عصمت میں بال خورہ کی دوا دریافت کی ہے۔ میں اپنی آزمودہ دوا لکھ رہی ہوں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ آٹھ عدد جونک کو پاؤ بھر تل کے تیل میں خوب پکا کر چھان لیں اور اس تیل کو روزانہ استعمال کریں شفا ہوگی

نیز یہ کہ میرا رنگ گندمی ہے مگر میرے چہرے کا رنگ سیاہ ہے ہمیشہ گرمی میں چہرے سے تیل جیسا نکلا کرتا ہے اور سردی میں اس قدر خشکی رہتی ہے کہ منہ کھولنے سے خون نکل آتا ہے میں نے کبھی بازاری صابون یا کریم نہیں استعمال کیا لہٰذا عصمتی بہنوں سے استدعا ہے کہ مجھے کسی آزمودہ دوا یا کریم سے بذریعہ بزم عصمت مطلع فرمائیں کہ جس سے میرا چہرہ جیسا کہ اور جسم ہے صاف ہو جائے اور میرے چہرے پر جو داغ سے بہت نکلے ہیں کوئی بہن اس طرف توجہ فرمائیں تا زیست ممنون رہوں گی۔

بنت منشی ظہیر احمد صاحب

میرے سر میں کچھ عرصہ سے خشکی بہت ہو گئی ہے اور کھجلی بھی بہت آتی ہے۔ بال بھی گر رہے ہیں بالوں کی نوکیں تمام [illegible] دو دو ہو گئی ہیں۔ تیل آذر بھائیوں کی دوکان رجسٹرڈ [illegible] بھی ہیں جو کسی قدر قابل ہیں دوسرا اور سفید روغن سے [illegible] جاتا ہے۔ بالوں کی رنگت قدرے سنہری ہو چکی ہیں [illegible]

کسی آزمودہ [illegible] سے آگاہ فرمائیں [illegible] شکایات جلد دور ہو جائیں اور بال مضبوط اور ملائم ہو جائیں خاص کر بھائی محمد ظفر صاحب توجہ فرمائیں۔ تا زیست ممنون رہوں گی

خریدار نمبر ۱۸۴۹

چار پانچ سال سے میرے چہرے پر بھورے رنگ کے چھوٹے چھوٹے داغ ہو گئے ہیں اور کیل بھی کثرت سے نکلے ہیں چہرہ از حد بدنما معلوم ہوتا ہے۔ جناب ایس جے بیگم صاحبہ کا عنبری لوشن بھی استعمال کر چکی ہوں اور کسی بہن نے دار چینی پیس کر لگانے کو کہا تھا وہ بھی کچھ عرصہ تک لگائی لیکن کچھ کارگر نہ ہوا۔ سوائے اس کے میرے چہرے کا رنگ سیاہ ہوتا جاتا ہے۔ براہ کرم کوئی بھائی یا بہن اس مرض کا آزمودہ نسخہ تحریر فرمائیں۔ جو تیر بہدف ثابت ہو میں ان کی تاعمر احسانمند رہوں گی۔

خریدار نمبر ۲۸۷۰ ثانی

میں نہایت رنج سے یہ خبر اپنی عزیز بہنوں کو سناتی ہوں کہ میری چھوٹی بہن شمیم صبا کا انتقال ۱۱ فروری بجے [illegible] ہو گیا۔ میری بہن کو پتھری کا مرض تھا ہر چند علاج کیا گیا مگر مرضی خدا میں کس کو دخل ہے امید کہ کوئی بہن تاریخ وفات لکھ کر ممنون کریں گی میری بہن نے پانچ سال کی عمر میں ہم لوگوں کو تڑپتا چھوڑ کر اس دنیا سے رحلت کی خاص کر مرحومہ کی ماں کو بہت رنج ہے خدا تعالیٰ ہم لوگوں کو صبر عطا فرمائے اور مرحومہ کی مغفرت کرے۔

صالحہ عزیز انصاریہ کلکتہ

میری عمر بیس سال کی ہے میرا گلا اکثر خشک رہتا ہے گرمی سردی میں یکساں حالت رہتی ہے۔ کتاب پڑھنے یا ہارمونیم بجانے سے دل دھڑکتا ہے اور گلا زیادہ خشک ہو جاتا ہے۔ زیادہ [illegible] سے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] کوئی چیز [illegible] ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] بہنوں کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کا تحریر کیا ہوا نسخہ [illegible] ان دنوں میں استعمال کرنا پڑے گا لیکن مجھے [illegible] خشکی دل کی دھڑکن تو ہر وقت رہتی ہے براہ کرم کوئی اچھا علاج کوئی بہن تجویز کریں۔ تمام عمر احسان مند رہوں گی۔

خریدار نمبر ۲۳۷

مجھے کربلا کی پوری اور مکمل تاریخ کی ضرورت ہے جس میں حضرت امام حسینؑ کی روانگی مدینہ سے اہل حرم کی واپسی مدینہ تک کے کل حالات صحت کے ساتھ درج ہوں۔

مقصودہ خاتون اعزاز دہلوی

خریدار نمبر ۱۰۵۲ نے حسب ذیل اشعار طلب کئے ہیں

جو گندی ہے ہم پیا اگر ہم بتا دیں　　فرشتوں کی آنکھوں سے آنسو بہا دیں
برستے ہوئے بادلوں کو نہ دیکھو　　ادھر آؤ ہم تم کو رونا سکھا دیں
وہ نغمے ہیں جن سے برستے ہیں شعلے　　کہو جا کے حوروں سے ہم کو سنا دیں

میری ہمشیرہ صاحبہ کو اس نظم کی ضرورت ہے جس کا عنوان ہے "کیوں دیجئے" اور جو عصمت کے کسی پرانے پرچے میں شائع ہوئی تھی و نیز محترمہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کی تصنیف "ثریا" کہاں سے اور کس قیمت پر ملے گی کسی بہن کو معلوم ہو تو مطلع کریں تا زیست ممنون رہوں گی۔

دختر امین اللہ قریشی۔ رائے پور

میرے بھائی کی ناک سے خون آتا ہے بہت سی دوائیں کیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دماغ کمزور ہے اور صحت بھی خراب ہے میٹرک تک پڑھا ہے۔ برائے مہربانی کوئی بہن یا بھائی مجرب [illegible] نسخہ لکھ کر مجھے ممنون فرمائیں۔

خریدار نمبر ۶۰۳۰

[illegible] صاحبہ جھانسوی:۔ مزید دریافت حال کی ضرورت ہے اگر ممکن ہو تو جو یونانی و ڈاکٹری علاج ہو چکا ہے [illegible] علاج [illegible] موسم ٹھیک ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صاحب:۔ مغز بادام شیریں پانچ عدد مغز چھولیہ پانچ ماشہ۔ مغز تخم کدو شیریں تین ماشہ۔ سونف تین ماشہ سب کو پاؤ سیر گائے کے دودھ میں خوب باریک پیس کر کپڑے میں چھان کر ایک تولہ شکر ڈال کر قدرے گرم کر کے طلوع آفتاب کے وقت پی لیا کریں اور سہ پہر کو عرق مُنڈی چودہ تولہ میں شربت عناب دو تولہ ملا کر پیا کریں۔ رات کو سوتے وقت خمیرہ گاؤزبان عنبری پانچ ماشہ کھا لیا کریں۔ دماغ اور آنکھوں میں طاقت آجائے گی۔

خریدار نمبر ۲۹۶۶:۔ بعض بخار اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے علاج میں کچھ غلطیاں ہو جائیں تو وہ چلے تو جاتے ہیں مگر جسم کے کسی نہ کسی حصہ کو یا کسی ایک عضو کو مستقل تکلیف میں مبتلا کر جاتے ہیں۔ غالباً آپ کے بخار میں علاج کے وقت ایسا ہی ہوا ہے جس کی وجہ سے آپ کا دماغ اور کان ماؤف ہو گئے بہر حال آپ یہ نسخہ استعمال کریں فائدہ کی امید ہے۔ مغز بادام شیریں ۵ عدد۔ مغز تخم کدو ۳ ماشہ۔ مغز تخم تربوز ۳ ماشہ نشاستہ ۳ ماشہ۔ گوند ببول ۳ ماشہ۔ تخم خشخاش ۳ ماشہ مغز چھولیہ ۳ ماشہ۔ شکر ۲ تولہ۔ گائے کے دودھ پاؤ سیر میں پیس کر ہلکی آنچ پر پکائیں جب حریرہ سا ہو جائے تو ایک تولہ گھی اور چار عدد الائچی سفید اور چار عدد لونگ سے داغ کر کے صبح پی لیں۔ قرص دواء الشفاء دو عدد تازہ پانی کے ساتھ عصر کے وقت کھا لیں۔ جدوار خطائی ایک ماشہ۔ عود صلیب ایک ماشہ باریک پیس کر خمیرہ گاؤزبان عنبری پانچ ماشہ میں ملا کر رات کو سوتے وقت اطریفل زمانی نو ماشہ کے ساتھ کھا لیا کریں جس روز اطریفل کھائیں اس روز خمیرہ نہ کھائیں۔ اور یہ ہندوستانی دواخانہ دہلی سے مل سکتی ہیں۔

بیگم حکیم محمد عزیز خاں
دستمند طبیہ کالج دہلی ا جادرہ

# دوربین

## سیاسی افق

اطالیہ نے حبش پر قبضہ کر کے خوب پر پرزے نکالے ہیں۔ برطانیہ کو چھیڑتا رہتا ہے۔ لیکن برطانیہ امن پسندی پر تلا ہوا ہے۔ مسولینی نے عربوں میں ہر دلعزیزی حاصل کرنی شروع کر دی ہے۔ اسنے اس دفعہ کے حج کے موقع پر دو ہزار مسلمانوں کو اطالوی حکومت کے خرچ پر حج کرنے بھیجا۔ ان لوگوں نے جا کے اطالیہ اور مسولینی کی خوب تعریفیں کی اور بتایا کہ اطالیہ کے زیر حکومت مسلمانوں کو خاص حقوق حاصل ہیں۔ عربوں پر اس کا اچھا اثر ہوا ہے۔ طرابلس میں بسے عربوں نے ایک تلوار نذر کے طور پر پیش کی جسے لے کر اس نے کہا کہ یہ میری زندگی کی بہترین یادگار ... سے اولین موقع پر برطانیہ کے خاص حصوں پر وار کرنے سے نہ چوکے گا۔

...پی ہوں اور کسی بن
بھی کچھ عرصہ تک لگائی
میرے چہرے کا رنگ

انگریزوں نے مصر اور فلسطین کی فوجوں کو ایک نظام کے ماتحت کر دیا ہے۔ قاہرہ اور اسکندریہ ... حیفہ میں آجائیں گی۔ اس طرح بوقت ضرورت رات کی تاریکی میں فوجی نقل و حرکت یروشلم سے مصر اور ... بآسانی عمل میں آسکیں گی اور برطانوی گرفت شرق ادنی پر مضبوطی سے قائم رہ سکے گی۔

مصر میں جلد عام بھرتی کے اعلان کی امید کی جاتی ہے کیونکہ اسے طرابلس کی طرف سے اطالوی حملہ کا شبہ ... اور یہ خطرہ مسولینی کے طرابلس کے دورہ سے بڑھ گیا ہے۔ سوڈان اور مشرق قریب میں برطانوی سرحدوں کی فوجوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

۲۸۷ ثانی

عراق یمن حجاز اور شرق اردن کا ایک مشترک معاہدہ ہوا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ سب عرب ممالک بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں متحد ہو جائیں۔

ہسپانیہ میں خانہ جنگی برابر جاری ہے۔ طلیطلہ پر باغی افواج زبردست فتوحات کا دعوی کرتی ہے۔ میڈرڈ پر حملے پھر شدت سے کئے جا رہے ہیں۔

وزیرستان میں فوجی نقل و حرکت بدستور جاری ہے۔ فقیر ایپی کا زور و شور اب کچھ کم بتایا جا رہا ہے۔

یمن کی معدنی دولت پر یمن حریصانہ نظریں ڈال رہا ہے۔ یمن میں ۷۴ ہزار مربع میل رقبہ میں کانیں موجود ہیں۔ بحیرہ قلزم میں ایک یمنی جزیرہ پر اپنی فوجیں آتا دی ہیں جو جزیرہ پرم انگریزی مقبوضہ سے صرف ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ انگریزوں نے پرم میں کچھ فوجی استحکامات شروع کر دئے ہیں۔ اس کے جواب میں یمن کے اس جزیرہ پر اطالیہ نے قبضہ کر لیا۔ یمنی انھیں روکنے گئے تو اطالویوں نے گولیاں چلا کے بھگا دیا۔ اس جزیرہ کا رقبہ ۲۰۰ میل ہے۔ اس پر قابض ہو جانے سے یہ بحیرہ قلزم پر بالکل چھا جائے گا اور اس کے بعد یمن پر قابو پا جانا اس کے لئے آسان ہے۔

## مداری شتر مرغ

ایک مداری راولپنڈی کا باشندہ ہے۔ دو بڑے بڑے آدمیوں کے سامنے چاقو وغیرہ نگلنے کے کرتب دکھایا کرتا ہے۔ اس نے پچھلے ۱۵ سال میں خوب دولت کمائی۔ چاقو ... نہ نکل سکا۔ اس امید میں کہ وہ انھیں باہر نکالنے میں کامیاب ہو جائے گا ... معدہ میں چاقو رہ گئے۔ معدہ میں جب اس کے ...

[illegible] پانچ پانچ جاپانی [illegible]

[illegible] کے شرکت بڑا مد ہوئے۔ الپا تو معمولی قسم کی لڑائی کے دستوں کے تھے۔ پانچ پانچ توپوں کے دستے مندہ کی گولی اور تیزاب سے حل ہو چکے تھے۔ اب مدارس کی حالت اچھی ہے۔

## ہندوستان کی زبان اُردو

ملک معظم کے جشن تاجپوشی میں ہندوستان کے مختلف حصوں سے جو فوجی افسر شرکت کرنے کے لئے گئے ان کی تعداد ۲۸۴ ہے۔ ان کی قومیت صوبے ریاستیں اور زبان مختلف ہیں۔ ان کے آرام کے انتظام کے لئے میجر میکے ایک افسر مقرر ہوئے جو گورکھوں کی ایک پلٹن کے افسر ہیں۔ ریوٹر کی اطلاع کے بموجب ان فوجی افسروں کے قیام گاہ میں مشترک زبان اردو ہے۔ گویا یہی ایک زبان ہے جس حضرت امام حسینؑ کی حصوں سے آئے ہوئے فوجی یکساں بولتے اور سمجھتے ہیں۔ میجر میکے بھی ان سے اردو میں ہی بات مدینہ تک سے کل حالات صحت [illegible] گورکھی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ اردو کے ہندوستان بھر کی مشترکہ زبان ہونے کا اس سے سر ولیم برڈ وڈ ہندوستان کے سابق سپہ سالار نے تاجپوشی کے موقع پر اردو میں تقریر کی تو [illegible] مہمانوں کے لئے انگریزی میں کیا گیا۔ اس مجمع میں دو سو ہندوستانی تھے۔

## جشن تاجپوشی

۱۲ مئی کو سارے ہندوستان میں چھٹی تھی۔ اسی طرح برطانوی مقبوضات میں بھی تعطیل رہی ۱۲ مئی کو صوبہ کی طرف سے تعطیل رہی گو خزانہ کھلا رہا۔ لندن میں اس روز بارش ہوئی لیکن لوگ برستے ہوئے بادلوں کو [illegible] وہ نغمے ہیں جن سے برستے ہیں شعلے۔ ملک معظم کی سواری کے منتظر رہے اور بارش میں بھیگتے رہے۔ بادشاہ کو دیکھ دیکھ کر خوشی سے [illegible] ملکہ معظمہ صاحبہ کو [illegible] تے تھے۔ پھر محل سرا میں رسم تاجپوشی ادا ہوئی اور توپوں نے سلامی دی۔ رات کو ملک معظم نے ریڈیو میں اپنی رعایا سے خطاب کیا اور بتایا کہ برطانوی شاہنشاہ کے لئے یہ پہلا موقعہ ہے کہ وہ اپنی رعایا سے ان کے گھروں میں کلام کرے۔ انھوں نے رعایا کی خوشی پر اظہار مسرت کیا اور وعدہ کیا کہ میرے دل پر ایسا اثر ہوا ہے کہ میں اس کے شکریہ میں اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کی خدمات انجام دونگا۔

ہندوستان میں ہر جگہ صبح سے رات تک خوشیاں منائی گئیں صبح کے وقت مدرسوں کے لڑکوں کے کھیل کود ہوئے۔ بچوں میں مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ بلدیات نے غریبوں کو کھانے کھلائے۔ خود وائسرائے بہادر نے شملہ میں اپنی جیب خاص سے ہندوؤں کو حلوا پوری ترکاری اور مسلمان غریبوں کو پلاؤ زردہ کھلایا۔ اس روز خطابات کی فہرست بھی شائع ہوئی سانکو چراغاں ہوا اور آتشبازی چھوڑی گئی۔

## مشرقی یورپ میں خوفناک اتحاد

پولینڈ۔ زیکوسلوویکیہ۔ یگوسلاویہ۔ یونان۔ رومانیہ۔ اور ترکی میں ایک سیاسی معاہدہ ہو گیا ہے جس کی رو سے یہ گروہ مشرقی یورپ کی ریاستہائے متحدہ کہلائے گا۔ ریاستوں کی انفرادی سیاسی حیثیت قائم رہے گی۔ البتہ وہ سب شاہ رومانیہ کی زیر قیادت رہیں گی۔ آپس میں تجارت آزادی سے ہوگی جنگی نظم و نسق ایک ہوگا۔ سکہ ایک ہوگا۔ اور ایک دوسرے کی مدد میں ان کے باشندے کسی پروانہ راہداری کے بغیر سفر کر سکیں گے۔ اس اتحاد کے زیر اثر ۸ کروڑ ۳۰ لاکھ آدمی ہوں گے اور ۷ لاکھ ستر ہزار مربع میل رقبہ ہوگا۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت ہوگی اور اس کا بادشاہ شہنشاہ انگلستان کے بعد عظیم تر سمجھا جائے گا۔ بوقت جنگ [illegible] ہنگامی طور پر [illegible] میدان میں آجائیں گے۔ ترکی کو اس [illegible]

... ہل منوز ہو ... اس ... [illegible]

... یہ سب ریاستیں ترکوں کے زیرِ قیادت تھیں ... [illegible]

... کے رنگ ہیں۔ زمانہ رنگ بدلتا رہتا ہے۔

## ...دوں کا جرمٹ

اس سال مسلم یونیورسٹی میں ۶۵ لڑکیوں نے انٹرنس اور ایف اے کا اور چند مسلمان لڑکیوں نے بخ کے طور پر بی اے کا امتحان دیا ہے۔

سیتاپور کے ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کی لڑکی مس مترا نے لکھنؤ یونیورسٹی سے بی ایس سی کا امتحان دیا۔ نتیجہ نکلنے پر معلوم ہوا کہ اسے اگلے سال پھر کیمسٹری کا امتحان دینا ہوگا جسے یونیورسٹی کی اصلاح میں کمپارٹمنٹ میں آنا کہتے ہیں۔ اس غم میں اس نے زہر ہلاہل کھا لیا۔ شفاخانہ میں اس کا بہتر علاج کیا گیا مگر وہ جانبر نہ ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ اندور میں ایک شخص نے اپنی بیوی دوسرے شخص کے پاس گروی کر کے قرض لیا تھا۔ اب اس نے عدالت میں اپنے دیے ہوئے روپے اور عورت کی خوراک کی قیمت کا دعویٰ کیا ہے۔

پنجاب سے اس دفعہ ۲۲۴۶۸ امیدواروں نے انٹرنس کا امتحان دیا ۱۶۳۷۱ پاس ہوئے گویا کامیاب لڑکوں کا اوسط فیصدی ۸۱.۰۸ رہی۔ بخ کے امیدواروں کی اوسط کامیابی ۵۴.۸ رہی۔

کراچی میں توپخانہ کے میدان میں ایک خوش پوش مسلمان نوجوان جانکنی کی حالت میں ملا۔ شفاخانہ بھیجدینے پر وہاں وہ مر گیا۔ جیب کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ کچھ عرصہ سے بے کار تھا اور جان سے تنگ آکر اس نے زہر کھا لیا۔ اس کا نام واہب بخش تھا۔

جالندھر میں ایک تین سالہ بچہ کے ہاتھ میں دادی کی افیم کی ڈبیہ آگئی۔ اس نے افیم کھا لی۔ اسے شفاخانہ بھیجدیا گیا جہاں اس کا علاج کیا گیا اور وہ جانبر ہو گیا۔

البانیہ میں شاہ زوغو نے پردہ منسوخ کر کے پولس کے نام حکم نامے جاری کر دیے ہیں کہ اس حکم کی جبراً تعمیل کرائی جائے۔ ایک البانوی سردار اپنی بیوی کے ساتھ گاڑی سے سفر پر جا رہا تھا۔ بیوی نقاب پوش تھی۔ ایک پولس افسر آیا اور اس نے نقاب اتارنے کے لئے کہا۔ عورت نے تعمیل نہ کی۔ اس پر وہ زبردستی نقاب نوچنے کے لئے بڑھا۔ سردار نے پستول سے اس افسر کا خاتمہ کر دیا۔ وہ اور اس کی بیوی گرفتار کر لی گئی ہے۔ ایسے واقعات شمالی اور وسطی البانیہ میں جہاں جہاں اسلامی اثر زبردست ہے بکثرت پیش آ رہے ہیں۔ بعضوں نے اپنی بیویاں یگوسلاویہ بھیجدی ہیں تاکہ انھیں بے نقاب نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

دہلی سے ایک برات دہرہ دون گئی۔ دولھا کی بیوی زندہ ہے۔ کھتری سبھا دہلی نے اس شادی پر اعتراض کا ریزولیوشن پاس کر کے دہرہ دون کی سبھا کے پاس بھیجدیا۔ وہاں والوں نے سیاہ جھنڈوں کا ایک جلوس تیار کیا اور برات کی آمد پر ... سٹیشن پر پہونچے۔ "واپس جاؤ" کے نعرے لگائے جا رہے تھے۔ ایک عورت دولھا کے درجہ میں چڑھ گئی ... بھیج دیا گیا جس پر بلوہ کی سی صورت پیدا ہونے کا احتمال ہو گیا۔ پولس آگئی اور اس نے دولھا کو محفوظ مقام پر ... والے برات کے مقام پر پہونچے۔ پولیس نے آکے کچھ گرفتاریاں کیں جن میں ... [illegible] ... روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا گیا

## ضرورت رشتہ

اودھ کے ایک قصباتی صاحب جائداد
سید زادے کے لئے کہ جن کی عمر ۲۰ سال ہے
اور جو ریاست حیدرآباد دکن میں خفیہ پولیس کے
سب انسپکٹر ہیں ایک نیک مزاج خوبصورت و سیرت
پڑھی لکھی امور خانہ داری سے واقف تندرست دوشیزہ
کی ضرورت ہے کہ جسکی عمر ۱۸ سال سے کم اور ۲۲ سال سے زائد نہ ہو
خط و کتابت راز میں رہے گی۔

ح معرفت منیجر صاحب رسالہ عصمت دہلی

## ضرورت

شمالی ہند کی رہنے والی ایک
دو لاکھ روپے کی ریاست کی سرمایہ دار
افغانی خاندان کی مسلم خاتون کی شادی کے لئے
ایک عالی نسب شریف اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ
نوجوان کی ضرورت ہے۔
شریف خاندان کی طرف سے سب سے پہلی درخواست
مع فوٹو پتہ ذیل پر آنی چاہئے۔
خط و کتابت بالکل پوشیدہ رہے گی۔

پوسٹ بکس ۸۲ جنرل پوسٹ آفس مال لاہور

# ضرورت شادی

مندرجہ ذیل رشتوں کی ضرورت ہے کسی قومیت یا ذات امیر یا غریب کی قید نہیں البتہ لڑکے لڑکیاں شریف مسلمان خاندان کی ہوں
پنجاب و یو۔پی۔ والوں کو ترجیح دی جائے گی

| نمبر | لڑکا لڑکی | عمر | پیشہ | آمدنی | ضرورت | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | لڑکا | ۲۲سال | تجارت | مشترکہ تجارت فی الحال سات سو یکصد روپے ماہوار کی آمدنی ہے۔ | تین تعلیم یافتہ سلیقہ مند خوبصورت و خوب سیرت نوجوان لڑکیوں کی ضرورت ہے۔ | تینوں حقیقی بھائی ہیں تمام ہندوستان و برما وغیرہ ملک میں تجارت کرتے ہیں اور کاروبار خدا کے فضل و کرم سے دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ |
| ۲ | " | ۲۰ " | " | | | |
| ۳ | " | ۱۸ " | " | | | |
| ۴ | لڑکی | ۱۶سال | | | دو تعلیم یافتہ نوجوان لڑکوں کی ضرورت ہے۔ جو تندرست ہوں اور کسی تجارت یا ملازمت سرکاری میں ہوں۔ | یہ دونوں لڑکیاں نمبر ۱-۲-۳ کی حقیقی بہنیں ہیں اور تعلیم یافتہ تندرست۔ خوبصورت و سلیقہ مند ہیں |
| ۵ | " | ۱۴ " | | | | |
| ۶ | مرد | ۴۵سال | تجارت | یکصد پچاس روپے ماہوار | ایک سلیقہ مند تجربہ کار عورت کی جس کی عمر ۲۰ تا ۴۵ سال کی ہو | پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے تین لڑکیاں ۲ تا ۴ و ۶ سال کی ہیں۔ |

نوٹ:- مندرجہ بالا سب ایک ہی خاندان سے ہیں اور شیخ قریشی ہیں۔

**ای کے ڈی معرفت رسالہ عصمت کوچہ چیلان دہلی** سے خط و کتابت کریں